پہلی مرتبہ تقریباً 350 نادرونایاب رسائل وکتب کی یکجا اشاعت

مقالاتِ حکیم الامت

حکیم الامتؒ مجدد الملتؒ

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

۱۲۸۰ - ۱۳۶۲ھ ۱۸۶۳ - ۱۹۴۳ء

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

(شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی)

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان 0322-6180738

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقالاتِ حکیم الامت 106

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ

الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

ھدیۂ مُحبّت

بخدمت جناب ....

....

....

....

نوٹ:۔ دوست احباب کو ہدیہ کر کے اپنے لئے صدقہ جاریہ بنائیے

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون.... مظاہر علوم سہارن پور.... دارالعلوم کراچی
و دیگر مراکز علم سے حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے
دستیاب شدہ نادر و نایاب رسائل کی پہلی مرتبہ یکجا اشاعت

مقالاتِ حکیم الامت 106

مجموعہ تالیفات

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

الحمدللہ! عرصہ دراز کی جستجو کے بعد تقریباً 325 رسائل
اس مجموعہ میں شائع کیے جا رہے ہیں۔

زیرِ سرپرستی

شیخ الاسلام فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
(شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی)

مرتب

قاری محمد اسحاق
(مدیر ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان)

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان 0322-6180738

مقالاتِ حکیم الامت (106)

تاریخ اشاعت.................... جمادی الثانی ۱۴۴۲ھ
ناشر..................... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت.................... ساؤتھ پنجاب پرنٹنگ پریس، ملتان
بائنڈنگ.................. اشرفیہ بک بائنڈنگ....ملتان

انتباہ

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان

ادارہ اسلامیات.........انارکلی.........لاہور	دارالاشاعت.......اُردو بازار.........کراچی
مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار......لاہور	قرآن محل......کمیٹی چوک......راولپنڈی
مکتبہ رحمانیہ.......اُردو بازار .... لاہور	مکتبہ دارالاخلاص....قصہ خوانی بازار......پشاور
اسلامی کتاب گھر......خیابان سرسید......راولپنڈی	مکتبہ اسلامیہ......امین پور بازار......فیصل آباد
اسلامک بک کمپنی......امین پور بازار......فیصل آباد	ممتاز کتب خانہ......قصہ خوانی بازار......پشاور
مکتبہ رشیدیہ......سرکی روڈ......کوئٹہ	مکتبہ ماجدیہ......سرکی روڈ......کوئٹہ
مکتبۃ الشیخ...... بہادر آباد......کراچی	مکتبہ عمر فاروق......شاہ فیصل کالونی......کراچی
والی کتاب گھر...گوجرانوالہ...مکتبہ علمیہ...اکوڑہ خٹک	مکتبہ نعمانیہ...گوجرانوالہ...اسلامی کتاب گھر...ایبٹ آباد

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ... مختصر سوانح حیات

آبائی وطن

حضرت حکیم الامتؒ کے حسب ونسب کا تعلق تھانہ بھون (ضلع مظفرنگر یوپی انڈیا) کے ایک مقتدر خاندان سے تھا آپ کے آباؤاجداد صاحب علم ووجاہت و اہل منصب تھے۔ آپ نسباً فاروقی تھے اور مسلکاً صابری چشتی تھے حضرت شاہ حاجی محمد امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ ارشد تھے اور منجانب اللہ تعالیٰ تمام علوم ظاہری وباطنی سے متصف ہوکر زبان اہل حق پر حکیم الامت مجدد ملت محی السنۃ اور حجۃ اللہ فی الارض تھے۔ ان تمام اوصاف کا شاہد ناطق ان کا دین متین کا تحریری وتقریری اصلاحی وتجدیدی کارنامہ تبلیغ واشاعت دین ہے جوان کی حیات ہی میں مسلمانوں کے ہر طبقہ کے خواص وعوام میں اپنی جامعیت ونافعیت کی بناء پر مقبول ہوا اور ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیلا اور شائع ہوا اور خلق اللہ کو مستفیض کیا۔

پیدائش

آپ کی ولادت باسعادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ چہارشنبہ کی صبح صادق کے وقت بمقام تھانہ بھون ظہور میں آئی۔

تحصیل علم

بچپن میں فارسی وحفظ قرآن سے وطن ہی میں فارغ ہوئے پھر علوم دینیہ کی تکمیل دارالعلوم دیوبند سے ۱۲۹۵۔۱۳۰۱ھ میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۲۰ سال تھی۔

دستار فضیلت

آپ کی دستار فضیلت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے متبرک ہاتھوں

سے ہوئی آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ اور مولانا محمد یعقوب صاحبؒ دیوبندی کی توجہات خصوصی آپ کے ساتھ وابستہ رہیں۔

تدریس واصلاح کا آغاز

تعلیم سے فارغ ہوکر آپ صفر ۱۳۰۱ھ میں بسلسلہ ملازمت مدرسہ جامع العلوم کانپور تشریف لے گئے اور وہاں چودہ سال تک درس وتدریس میں مشغول رہے اس عرصہ میں آپ کے عارفانہ مواعظ وملفوظات اور تہذیب وتربیت باطنی کا سلسلہ بھی جاری رہا جس کو اہل ذوق واہل بصیرت قلمبند کرتے رہے اس زمانے میں ابتداء ہی سے آپ کے علوم ظاہری وباطنی کے فیوض سے خواص وعوام میں بڑی ہر دلعزیزی اور جاذبیت پیدا ہوگئی تھی۔

خانقاہِ امدادیہ میں قیام

قیام کانپور میں حضرتؒ نے اس طرح اپنی ابتدائی زندگی کے چودہ سال گزارے پھر خود اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے ایما اور منشاء سے صفر ۱۳۵۱ھ میں مدرسہ کانپور سے قطع تعلق کر کے اپنے وطن اور اپنے پیرومرشد کی یادگار خانقاہ امدادیہ میں قیام پذیر ہوگئے اور تھانہ بھون میں مستقل سکونت اختیار کرلی حضرت شیخ نے مکۃ المکرمہ سے تحریر فرمایا۔ "بہتر ہوا کہ آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے امید ہے کہ خلائق کثیر کو آپ سے فائدہ ظاہری وباطنی ہوگا اور آپ ہمارے مدرسہ اور مسجد کو ازسرنو آباد کریں گے میں ہر وقت آپ کے لئے دعا کرتا ہوں"۔

حج، بیعت اور شیخ کی وصیت

آپ نے پہلا حج بعمر بیس سال اپنے والد ماجد کے ہمراہ ۱۳۰۱ھ میں کیا تھا اور ۱۳۱۱ھ میں جب دوبارہ حج کرنے تشریف لے گئے تو حسب خواہش پیرومرشد حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ انکی خدمت میں چھ ماہ تک مقیم رہے حضرت شیخ سے دست بدست بیعت ہونے اور دولت باطنی سے فیض یاب اور بہرہ اندوز ہونے کے بعد حضرت شیخ کی ان دو وصیتوں

کے ساتھ واپس آ گئے رخصت کرتے وقت حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا۔

میاں اشرف علی.......... دیکھو ہندوستان میں پہنچ کر تم کو ایک حالت (باطنی) پیش آئے گی عجلت نہ کرنا۔ کبھی کانپور کے تعلق سے دل برداشتہ ہو تو پھر دوسری جگہ تعلق نہ کرنا توکل بخدا تھانہ بھون جا کر بیٹھ جانا۔ چنانچہ ۱۳۱۵ھ میں کانپور سے مدرسہ کا تعلق ترک کرنے کے بعد حضرت مستقلاً تھانہ بھون میں مقیم ہو گئے۔

مرکز اصلاح وتجدید

خانقاہ امدادیہ میں توکلاً علی اللہ قیام پذیر ہونے کے بعد حضرتؒ کی ساری زندگی تقریباً نصف صدی تک تصنیف وتالیف میں اور مواعظ وملفوظات ہی میں بسر ہوئی ملک و بیرون ملک ہزاروں طالب حق وسالکین طریق، تعلیم وتربیت باطنی وتزکیہ نفس سے فیض یاب اور بہرہ اندوز ہو کر بحمد اللہ امت مسلمہ کے رہبر اور مرشد بن گئے جن کا فیضان روحانی اب تک جاری وساری ہے۔ (ذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء)

حضرت کا سانحہ ارتحال

وفات سے چند سال قبل ہی سے حضرت مرض اسہال میں مبتلا رہے اور کسی علاج سے صحت نہ ہوئی بالآخر ۱۶۔۱۷ رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۔۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء سہ شنبہ کی شب نماز عشاء کے وقت ۸۲ سال ۳ ماہ ۱۱ دن کی عمر میں یہ سواد ہند کا نیر اعظم تقریباً نصف صدی تک دین مبین کی ضوفشانی کے بعد غروب ہو گیا انا للہ وانا الیه راجعون۔

مدفن: مدفن قصبہ تھانہ بھون میں خانقاہ امدادیہ کے شمال جانب قبرستان موسومہ تکیہ میں حضرت رحمۃ اللہ کی آخری آرام گاہ ہے۔

(آثار حکیم الامت)

اِجمالی فہرست

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقُلْ لَّهُمْ فِىٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا ۢ بَلِيْغًا

الحمدللہ والمنہ کہ ایں مجموعہ خطب مرفوعہ وموقوفہ
مرتبۂ حضرت مجددِ ملت حکیم الامت مولانا شاہ
محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم العالی مسمّٰی بہ

الخُطب المَاثُورَہ
مِنَ الاٰثارِ الْمَشْهُوْرَہ
مع
الضَّمِیْمَۃ الْجَدِیْدَہ
وَالتَّرْجَمَۃ الْمُفِیْدَہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بعد حمد وصلوٰۃ یہ احقر الخلائق متبعان سنت نبویہ کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ مدت سے اپنے زمانہ کے بعضے طویل وغیر بلیغ خطبے دیکھ کر دل چاہتا تھا کہ اگر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے بعض خطبے کتب حدیث و سیر سے نکال کر جمع کر دیئے جاویں تو اُن کا پڑھنا موجب برکت بھی ہے اور بوجہ اُن کے مختصر ہونے کے سامعین کو بھی ملال نہ ہو عبارت منقولہ پر حاشیہ میں منقول عنہ کا نشان بھی دے دیا ہے اس میں بعض عبارات تو ایک جگہ کی ہیں بعض عبارات متفرق جگہ سے ملائی گئی ہیں اور نام اس مجموعہ کا ''الخطب الماثورہ من الاٰثار المشہورۃ'' رکھا گیا اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتب احادیث سے کچھ آداب ضروری خطبے و نماز جمعہ کے لکھے جاویں تا کہ خطبہ پڑھنے والے رعایت رکھیں۔

زاد المعاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۱) خطبہ چھوٹا پڑھتے تھے اور نماز کو طویل {یعنی بہ نسبت خطبے کے ورنہ امام کو تخفیف صلوٰۃ کا حکم ہے۔ ۱۲} کرتے تھے۔

(۲) اثناء خطبہ میں اگر کوئی بات قابل اَمر و نہی پیش آجاتی تھی آپ اُس کی تعلیم فرماتے تھے۔ (۳) آپ کے آگے نہ کوئی چوبدار پکارتا چلتا تھا نہ کسی خاص وضع کا لباس ہوتا تھا۔ (۴) مسجد میں تشریف لا کر سب کو سلام کرتے۔

(۵) منبر پر چڑھ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور پھر سلام کرتے اور بیٹھ جاتے۔ (۶) پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کہتے جب وہ اذان کہہ چکتے آپ کھڑے ہو کر خطبہ شروع فرماتے۔ اذان و خطبہ میں کچھ فصل نہ ہوتا تھا۔ (۷) کبھی کمان پر کبھی عصا پر سہارا لگا کر کھڑے ہوتے۔ (۸) خطبے کے وقت آپ کی آنکھیں سُرخ ہو جاتیں اور آواز بلند ہوتی اور غضب شدید ہوتا جیسے کسی غنیم سے لوگوں کو ڈراتے ہوں۔ (۹) اکثر نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں

سورۂ منافقون پڑھتے اور کبھی پہلی میں ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى'' اور دوسری میں ''هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ'' پڑھتے اب بعض احکام ضروری متعلق جمعہ و خطبہ کے لکھ کر خطبے لکھے جاتے ہیں۔''احکام الجمعة والصف'' اذان {اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله وذروا البیع۔ ۱۲۔ سورۂ جمعہ رکوع ۲} سُن کر بیع وشرا معاملات دنیویہ چھوڑ کر جمعہ کا اہتمام کریں۔ سب سے پہلے اور اوّل وقت آ کر امام کے پاس بیٹھنے کا قصد کریں (مشکوٰۃ) مگر مسجد {یاتی علی الناس زمان یکون حدیثهم فی مساجد هم فی امر دنیاهم، مشکوٰۃ. قال ابن الهمام فی شرح الهدایة الکلام المباح فی مسجد مکروہ تاکل الحسنات۔۱۲۔حاشیة مشکوٰۃ} میں باتیں کر کے اپنی نیکیاں اکارت نہ کریں۔ اوّل {مشکوٰۃ} وقت آنے کا ثواب ایسا ہے کہ گویا ایک اُونٹ قربانی کیا پھر ایسا جیسے گائے قربانی کی، پھر ایسا جیسے مینڈھا قربانی کیا پھر ایسا جیسے مرغ تصدق کیا۔ پھر ایسا جیسے انڈا تصدق کیا۔ پہلی صف {اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیه لما کان من نقص فلیکن فی الصف المؤخر۔ ۱۲۔ مشکوٰۃ} میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں نہ بیٹھیں جب ایک صف پوری بھر جاوے تو دوسری میں بیٹھنا شروع کریں۔ اسی طرح کُل صفوں کو آراستہ کریں۔ صف {مشکوٰۃ} میں خوب مل کر کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوں اور ذرا بھی جگہ نہ چھوڑیں ورنہ اُس میں شیطان گھس کر نمازیں خراب کرتا ہے۔ لوگوں {من تخطی رقاب الناس یوم الجمعة اتخذ جسرا الی جهنم ۔۱۲ مشکوٰۃ} کو پھاند پھاند کر اوّل صف میں نہ جائیں۔ ہاں اگر اگلی صفوں میں جگہ باقی ہو تو اُسے بھر لینا چاہئے۔ جگہ کم ہو تو دو آدمیوں کے بیچ میں بیٹھ کر تکلیف نہ دیویں۔ جو پہلے {لا یقیمن احدکم اخاه یوم الجمعة ثم یخالف الی مقعده الحدیث۔ ۱۲۔ مشکوٰۃ} آ کر بیٹھ جاوے وہ جگہ اُسی کا حق ہے تو اگر کوئی کسی ضرورت سے جاوے اور پھر لوٹ آنے کی اُمید ہو تو اُس کی جگہ پر قبضہ نہ کریں۔

کسی کو اُٹھا کر خود اُس کی جگہ نہ بیٹھیں۔ کسی حیلے سے جائے نماز وغیرہ بچھا کر جگہ نہ روکیں۔ جو جہاں بیٹھے بیٹھنے دیں۔ لڑکوں کو {و صف الرجال وصف خلفهم الغلمان الحديث ۱۲، مشكوة} بیچ صف میں کھڑا نہ ہونے دیں سب سے اخیر میں کھڑے ہوں۔ "احکام المستمعین" خطبہ {ثم انصت اذا خرج امامه الحديث۔ ۱۲، مشكوة} سنا واجب ہے اُس وقت باتیں کرنا درود شریف کلام مجید نماز وغیرہ پڑھنا نہ چاہئے۔ جس وقت {ثم انصت اذا خرج امامه الحديث۔ ۱۲، مشكوة} خطیب منبر کی طرف چلے اُسی وقت سے سب چھوڑ کر ہمہ تن خطیب کی طرف متوجہ ہوں۔ اگر کوئی {مشكوة} اگر کوئی سنت پڑھتا ہو تو اختصار قرأت کے ساتھ اُس کو پورا کرلے۔ خطبہ {فان المنصت لايسمع الخ۔ ۱۲۔ خطبہ عثمان رضی اللہ عنہ } کی آواز نہ آتی ہو تب بھی کچھ نہ پڑھیں نہ بات کریں اُسی کی طرف کان لگائے بیٹھے رہیں۔ اگر کوئی {اذا قلت لصاحبك يوم الجمعة انصت فقد لغوت ۱۲، مشكوة فاشاره اليه ان سكت الى آخره ۱۲۔ زاد المعاد صفحه ۲۲} کوئی کچھ پڑھتا یا باتیں کرتا ہو اُس کو بھی منع نہ کریں۔ ہاں؛ اگر کسی طرح اشارہ سے خاموش کردیں تو خیر۔ جب {والصواب انه يصلى على النبى صلى الله عليه وسلم عند سماع همه فى نفسه ۱۲} حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک آوے اُس وقت بھی دُرُود شریف نہ پڑھیں۔ بلا حرکت زبان صرف دل سے پڑھ لینے میں مضائقہ نہیں۔ جب { درمختار} آیت کریمہ "اِنَّ اللهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۔۔الخ" پڑھی جاوے دل ہی دل میں درود سلام بھیجیں۔ خطبہ {و كذا يجب السماع بسائر الخطب كخطبة نكاح وخطبه عيد در مختار و اذاروا و تجارة او العون انفضوا اليها و تركوك قائما ۔ ۱۲} عیدین میں بعد نماز کے بھاگنا اور خطبہ نہ سننا ممنوع ہے، چاہئے کہ بعد خطبہ کے دُعا مانگ کر جاویں گو آواز وہاں تک نہ آتی ہو۔

❁❁❁

خطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَسْتَعِيْنُهٗ وَ اَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِى اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَ مَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ يَآاَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا وَبَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ قَبْلَ اَنْ تُشْغَلُوْا وَصِلُوا الَّذِيْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ بِكَثْرَةِ ذِكْرِكُمْ لَهٗ وَ كَثْرَةِ الصَّدَقَةِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ تُرْزَقُوْا وَتُنْصَرُوْا وَتُجْبَرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْكُمُ الْجُمُعَةَ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا فِيْ يَوْمِيْ هٰذَا فِيْ شَهْرِيْ هٰذَا مِنْ عَامِيْ هٰذَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَمَنْ تَرَكَهَا فِيْ حَيَاتِيْ اَوْ بَعْدِيْ وَلَهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ اَوْ جَائِرٌ اسْتِخْفَافًا بِهَا اَوْ جُحُوْدًا لَّهَا فَلَا جَمَعَ اللّٰهُ لَهٗ شَمْلَهٗ وَلَا بَارَكَ لَهٗ فِيْٓ اَمْرِهٖٓ اَلَا وَلَا صَلٰوةَ لَهٗ وَلَا زَكٰوةَ لَهٗ وَلَا حَجَّ لَهٗ وَلَا صَوْمَ لَهٗ وَلَا بِرَّ لَهٗ حَتّٰى يَتُوْبَ فَمَنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اَلَا لَا تَؤُمَّنَّ امْرَاَةٌ رَجُلًا وَّلَا يَؤُمَّ اَعْرَابِيٌّ مُّهَاجِرًا وَّلَا يَؤُمَّ فَاجِرٌ مُّؤْمِنًا اِلَّا اَنْ يَّقْهَرَهٗ بِسُلْطَانٍ يُّخَافُ سَيْفُهٗ وَسَوْطُهٗ لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَّدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ۔

وَلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَسْتَعِيْنُهٗ وَاَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِي اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا۔

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَاَوْثَقُ الْعُرٰى كَلِمَةُ التَّقْوٰى وَ خَيْرُ الْمِلَلِ مِلَّةُ اِبْرَاهِيْمَ وَ خَيْرُ السُّنَنِ سُنَّةُ مُحَمَّدٍ وَّ اَشْرَفُ الْحَدِيْثِ ذِكْرُ اللّٰهِ وَاَحْسَنُ الْقَصَصِ هٰذَا الْقُرْاٰنُ وَ خَيْرُ الْاُمُوْرِ عَوَازِمُهَا وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَاَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ الْاَنْبِيَآءِ وَاَشْرَفُ الْمَوْتِ قَتْلُ الشُّهَدَآءِ وَاَعْمَى الْعَمٰى الضَّلَالَةُ بَعْدَ الْهُدٰى وَخَيْرُ الْاَعْمَالِ مَا نَفَعَ وَ خَيْرُ الْهَدْيِ مَا اتُّبِعَ وَ شَرُّ الْعَمٰى عَمَى الْقَلْبِ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَمَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ وَاَلْهٰى وَشَرُّ الْمَعْذِرَةِ حِيْنَ يَحْضُرُ الْمَوْتُ وَشَرُّ النَّدَامَةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ لَّا يَاْتِي الْجُمُعَةَ اِلَّا دُبُرًا وَّ مِنْهُمْ مَنْ لَّا يَذْكُرُ اللّٰهَ اِلَّا هَجْرًا وَ مِنْ اَعْظَمِ الْخَطَايَا اللِّسَانُ الْكَذُوْبُ وَخَيْرُ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ وَخَيْرُ الزَّادِ التَّقْوٰى وَرَاْسُ

اَلْحِكَمِ مَخَافَةُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَخَيْرُ مَا وُقِرَ فِي الْقُلُوْبِ الْيَقِيْنُ وَالْاِرْتِيَابُ مِنَ الْكُفْرِ وَالنِّيَاحَةُ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ وَالْغُلُوْلُ مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ وَالْكَنْزُ كَيٌّ مِّنَ النَّارِ وَالشِّعْرُ مِنْ مَزَامِيْرِ اِبْلِيْسَ وَالْخَمْرُ جِمَاعُ الْاِثْمِ وَشَرُّ الْمَاٰكِلِ مَا كُلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالسَّعِيْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَيْرِهٖ وَالشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ وَاِنَّمَآ يَصِيْرُ اَحَدُكُمْ اِلٰى مَوْضَعِ اَرْبَعَةِ اَذْرُعٍ وَّالْاَمْرُ اِلَى الْاٰخِرَةِ وَمِلَاكُ الْعَمَلِ خَوَاتِمُهٗ وَشَرُّ الرُّؤْيَا رُؤْيَا الْكَذِبِ وَكُلُّ مَا هُوَاٰتٍ قَرِيْبٌ وَسِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ وَّقِتَالُهٗ كُفْرٌ وَّاَكْلُ لَحْمِهٖ مِنْ مَّعْصِيَةِ اللهِ وَحُرْمَةُ مَالِهٖ كَحُرْمَةِ دَمِهٖ ط وَمَنْ يَّتَاَلَّ عَلَى اللهِ يُكَذِّبْهُ وَمَنْ يَّغْفِرْ يُغْفَرْ لَهٗ وَمَنْ يَّعْفُ يَعْفُ اللهُ عَنْهُ وَمَنْ يَّكْظِمِ الْغَيْظَ يَاْجُرْهُ اللهُ وَ مَنْ يَّصْبِرْ عَلَى الرَّزِيَّةِ يُعَوِّضْهُ اللهُ وَمَنْ تَتَبَّعَ السُّمْعَةَ يُسَمِّعِ اللهُ بِهٖ وَمَنْ يَّصْبِرْ يُضَعِّفِ اللهُ لَهٗ وَمَنْ يَّعْصِ اللهَ يُعَذِّبْهُ اللهُ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ط غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ط

وَلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَسْتَعِيْنُهٗ وَاَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللهَ شَيْئًا خَطَبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَيْكُمْ بَعْدِيْ مَا يُفْتَحُ اللهُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَوَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَسَكَتَ عَنْهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَيْنَا اَنَّهٗ يَنْزِلُ عَلَيْهِ جِبْرَئِيْلُ فَقِيْلَ لَهٗ مَا شَانُكَ تُكَلِّمُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُكَلِّمُكَ فَسُرِّيَ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَمْسَحُ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ فَقَالَ اَيْنَ السَّآئِلُ وَكَاَنَّهٗ حَمِدَهٗ فَقَالَ اِنَّ الْخَيْرَ لَا يَأْتِيْ بِالشَّرِّ وَاِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيْعُ يَقْتُلُ اَوْ يُلِمُّ حَبَطًا اَلَمْ تَرَ اِلٰى اٰكِلَةِ الْخَضِرَةِ اَكَلَتْ حَتّٰى اِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا وَاسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ رَتَعَتْ وَاِنَّ الْمَالَ حُلْوَةٌ خُضِرَةٌ وَنِعْمَ صَاحِبُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ هُوَ لِمَنْ اَعْطٰى مِنْهُ الْمِسْكِيْنَ وَالْيَتِيْمَ وَابْنَ السَّبِيْلِ اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ الَّذِيْ اَخَذَهٗ بِغَيْرِ حَقِّهٖ كَمَثَلِ الَّذِيْ يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ فَيَكُوْنُ عَلَيْهِ شَهِيْدًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلَا مَنْ وَّلِيَ يَتِيْمًا لَّهٗ مَالٌ فَلْيَتَّجِرْ فِيْهِ وَلَا يَتْرُكْهُ حَتّٰى تَاْكُلَهُ الصَّدَقَةُ اِتَّقُوا اللهَ رَبَّكُمْ وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَاَدُّوْا زَكٰوةَ اَمْوَالِكُمْ وَاَطِيْعُوْا اِذَا اَمَرَكُمْ۔

وَلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَسْتَعِيْنُهٗ وَاَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِى اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِىَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا م بَيْنَ يَدَىِ السَّاعَةِ مَّنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَّاِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا فَنَاظِرٌ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ اَلَا فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ وَذَكَرَ اِنَّ لِكُلِّ غَادِرٍ لِّوَآءً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ بِقَدْرِ غَدْرَتِهٖ فِى الدُّنْيَا وَلَا غَدْرًا اَكْبَرُ مِنْ غَدْرِ اَمِيْرِ الْعَامَّةِ يُغْرَزُ لِوَاءُهٗ عِنْدَ اِسْتِهٖ وَلَا يَمْنَعَنَّ اَحَدًا مِّنْكُمْ هَيْبَةُ النَّاسِ اَنْ يَّقُوْلَ بِحَقٍّ اِذَا عَلِمَهٗ ثُمَّ قَالَ اِنَّ بَنِىْ اٰدَمَ خُلِقُوْا عَلٰى طَبَقَاتٍ شَتّٰى فَمِنْهُمْ مَنْ يُّوْلَدُ مُؤْمِنًا وَّيَحْيٰى مُؤْمِنًا وَّيَمُوْتُ مُؤْمِنًا وَّمِنْهُمْ مَنْ يُّوْلَدُ كَافِرًا وَّيَحْيٰى كَافِرًا وَّيَمُوْتُ كَافِرًا وَّمِنْهُمْ مَّنْ يُّوْلَدُ مُؤْمِنًا وَّيَحْيٰى مُؤْمِنًا وَّيَمُوْتُ كَافِرًا وَّمِنْهُمْ مَّنْ يُّوْلَدُ كَافِرًا وَّيَحْيٰى كَافِرًا وَّيَمُوْتُ مُؤْمِنًا قَالَ وَذَكَرَ الْغَضَبَ

فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ سَرِيْعَ الْغَضَبِ سَرِيْعَ الْفَيْءِ فَإِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰى وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ بَطِيَّ الْغَضَبِ بَطِيءَ الْفَيْءِ فَإِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰى وَخِيَارُكُمْ مَنْ يَّكُوْنُ بَطِيْءَ الْغَضَبِ سَرِيْعَ الْفَيْءِ وَشِرَارُكُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ سَرِيْعَ الْغَضَبِ بَطِيءَ الْفَيْءِ قَالَ اتَّقُوا الْغَضَبَ فَإِنَّهٗ جَمْرَةٌ عَلٰى قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ لَا تَرَوْنَ إِلٰى انْتِفَاخِ اَوْدَاجِهٖ وَحُمْرَةِ عَيْنَيْهِ فَمَنْ اَحَسَّ بِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ فَلْيَضْطَجِعْ وَلْيَتَلَبَّدْ بِالْاَرْضِ قَالَ وَذَكَرَ الدَّيْنَ فَقَالَ مِنْكُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ حَسَنَ الْقَضَآءِ وَإِذَا كَانَ لَهٗ اَفْحَشَ فِي الطَّلَبِ فَإِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰى وَ مِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ سَيِّئَ الْقَضَآءِ وَإِنْ كَانَ لَهٗ اَجْمَلَ فِي الطَّلَبِ فَإِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰى وَخِيَارُكُمْ مَّنْ إِذَا كَانَ عَلَيْهِ الدَّيْنُ اَحْسَنَ الْقَضَآءَ وَإِنْ كَانَ لَهٗ اَجْمَلَ فِي الطَّلَبِ وَشِرَارُكُمْ مَّنْ إِذَا كَانَ عَلَيْهِ الدَّيْنُ اَسَآءَ الْقَضَآءَ وَإِنْ كَانَ لَهٗ اَفْحَشَ فِي الطَّلَبِ۔

وَلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فِيْ اٰخِرِ جُمُعَةٍ مِنْ شَعْبَانَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَسْتَعِيْنُهُ وَ اَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِيِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهُ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهُ وَلَا يَضُرُّ اللهَ شَيْئًا۔ اَمَّا بَعْدُ!

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ شَهْرٌ مُّبَارَكٌ شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ اللهُ صِيَامَهُ فَرِيْضَةً وَّ قِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا مَّنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُّزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَآئِمًا كَانَ لَهُ مَغْفِرَةً لِّذُنُوْبِهٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْتَقَصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْءٌ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهِ الصَّآئِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي اللهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ عَلٰى مَذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِنْ مَآءٍ وَمَنْ اَشْبَعَ صَآئِمًا سَقَاهُ اللهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَا يَظْمَاُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهُ رَحْمَةٌ وَّ اَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ وَّ اٰخِرُهُ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَّمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللهُ لَهُ وَاَعْتَقَهُ مِنَ النَّارِ۔

وَلَهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَسْتَعِيْنُهٗ وَ اَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِى اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا بَيْنَ يَدَ يِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَ مَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا اَلَا اِنَّ رَبِّيْ اَمَرَنِيْ اَنْ اُعَلِّمَكُمْ مَّا جَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِيْ يَوْمِيْ هٰذَا كُلُّ مَالٍ نَحَلْتُهٗ عَبْدًا حَلَالٌ وَّاِنِّيْ خَلَقْتُ عِبَادِيْ حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَاِنَّهُمْ اَتَتْهُمُ الشَّيَاطِيْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ وَ حَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَّا اَحْلَلْتُ لَهُمْ وَاَمَرَتْهُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بِيْ مَا لَمْ اُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَ اِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَمَقَتَهُمْ عَرَبَهُمْ وَعَجَمَهُمْ اِلَّا بَقَايَا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَقَالَ اِنَّمَا بَعَثْتُكَ لِاَبْتَلِيَكَ وَاَبْتَلِيَ بِكَ وَاَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَّا يَغْسِلُهُ الْمَآءُ تَقْرَئُهٗ نَآئِمًا وَّيَقْظَانَ وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اُحْرِقَ قُرَيْشًا فَقُلْتُ رَبِّ اِذًا يَّثْلَغُوْا رَاسِيْ فَيَدَعُوْهُ خُبْزَةً قَالَ اسْتَخْرِجْهُمْ كَمَا اَخْرَجُوْكَ وَاغْزُهُمْ نُغْزِكَ وَاَنْفِقْ فَسَنُنْفِقُ

عَلَيْكَ وَابْعَثْ جَيْشًا نَّبْعَثْ خَمْسَةً مِثْلَهَا وَ قَاتِلْ بِمَنْ اَطَاعَكَ مَنْ
عَصَاكَ اَلَا وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَاِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُمْ
لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ
فَاِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ
فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اَلَا اِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ
حَقًّا وَّلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا فَاَمَّا حَقُّكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ فَلَا
يُوْطِئَنَّ فُرُشَكُمْ مَّنْ تَكْرَهُوْنَ وَلَا يَاْذَنَّ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ
اَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَيْهِنَّ فِيْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ لَا
تُنْفِقِ امْرَاَةٌ شَيْئًا مِّنْ بَيْتِ زَوْجِهَا اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِهَا۔

وَلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَحْمَدُهٗ وَاَسْتَعِيْنُهٗ وَاَسْتَغْفِرُهٗ وَاَسْتَهْدِيْهِ وَاُؤْمِنُ بِهٖ وَلَا اَكْفُرُهٗ وَاُعَادِيْ مَنْ يَّكْفُرُ بِهٖ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ وَالنُّوْرِ وَالْمَوْعِظَةِ وَالْحِكْمَةِ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ وَقِلَّةٍ مِّنَ الْعِلْمِ وَضَلَالَةٍ مِّنَ النَّاسِ وَانْقِطَاعٍ مِّنَ الزَّمَانِ وَدُنُوٍّ مِّنَ السَّاعَةِ وَقُرْبٍ مِّنَ الْاَجَلِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ غَوٰى وَفَرَّطَ وَضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ فَاِنَّهٗ خَيْرُ مَا اَوْصٰى بِهِ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ اَنْ يَّحُضَّهٗ عَلَى الْاٰخِرَةِ وَاَنْ يَّاْمُرَهٗ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَاحْذَرُوْا مَا حَذَّرَكُمُ اللّٰهُ بِنَفْسِهٖ فَاِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ لِمَنْ عَمِلَ بِهٖ عَلٰى وَجَلٍ وَّمَخَافَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ عَوْنٌ وَّصِدْقٌ عَلٰى مَا يَبْتَغُوْنَ مِنَ الْاٰخِرَةِ وَ مَنْ يُّصْلِحِ الَّذِيْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ مِنْ اَمْرِهٖ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ لَا يَنْوِيْ بِهٖ اِلَّا وَجْهَ اللّٰهِ يَكُنْ لَّهٗ ذِكْرًا فِيْ عَاجِلِ اَمْرِهٖ وَذُخْرًا فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ حِيْنَ يَفْتَقِرُ الْمَرْءُ اِلٰى مَا قَدَّمَ وَمَا كَانَ مِمَّا سِوٰى ذٰلِكَ يَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهٗ اَمَدًا بَعِيْدًا وَّيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ

رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ هُوَ الَّذِيْ صَدَّقَ قَوْلَهُ وَانْجَزَ وَعْدَهُ لَا خِلْفَ لِذٰلِكَ وَإِنَّهُ يَقُوْلُ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيْدِ فَاتَّقُوا اللهَ فِيْ عَاجِلِ اَمْرِكُمْ وَاٰجِلِهٖ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ فَإِنَّهُ مَنْ يَّتَّقِ اللهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗ اَجْرًا وَّ مَنْ يَّتَّقِ اللهَ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۔ وَاِنَّ تَقْوَى اللهِ تَوَقِّيْ مَقْتَهٗ وَتُوَقِّيْ عُقُوْبَتَهٗ وَسَخَطَهٗ وَاِنَّ تَقْوَى اللهِ تُبَيِّضُ الْوَجْهَ وَتُرْضِي الرَّبَّ وَتَرْفَعُ الدَّرَجَةَ خُذُوْا بِحَظِّكُمْ وَلَا تُفَرِّطُوْا فِيْ جَنْبِ اللهِ فَقَدْ عَلَّمَكُمْ بِكِتَابِهٖ وَنَهَجَ لَكُمْ سَبِيْلَهٗ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ يَعْلَمَ الْكَاذِبِيْنَ فَاَحْسِنُوْا كَمَا اَحْسَنَ اللهُ اِلَيْكُمْ وَعَادُوْا اَعْدَآءَهٗ وَجَاهِدُوْا فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَسَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ فَاَكْثِرُوْا ذِكْرَ اللهِ وَاعْمَلُوْا لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّهُ مَنْ يُّصْلِحْ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللهِ يَكْفِهِ اللهُ مَا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ النَّاسِ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللهَ يَقْضِيْ عَلَى النَّاسِ وَلَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ اَللهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

وَلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِى اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَ مَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى نَسْاَلُ اللّٰهَ رَبَّنَا اَنْ يَّجْعَلَنَا مَنْ يُّطِيْعُهٗ وَيُطِيْعُ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَّبِعُ رِضْوَانَهٗ وَيَجْتَنِبُ سَخَطَهٗ يَآاَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا وَبَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ قَبْلَ اَنْ تَشْتَغِلُوْا عَنْهَا هَرَمًا نَاغِضًا وَّ مَوْتًا خَالِصًا وَمَرَضًا حَابِسًا وَتَسْوِيْفًا مُوْلِيًا وَصِلُوْا الَّذِيْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ تُسْعَدُوْا وَاَكْثِرُوا الصَّدَقَةَ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ تُوْجَرُوْا وَتُحْمَدُوْا وَتُرْزَقُوْا وَتُنْصَرُوْا وَتُجْبَرُوْا وَاْمُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ تُخْصَبُوْا وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ تُنْصَرُوْا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اَكْيَسَكُمْ اَكْثَرُكُمْ ذِكْرًا لِّلْمَوْتِ وَاَكْرَمَكُمْ اَحْسَنُكُمْ اسْتِعْدَادًا لَّهٗ اَلَا وَاِنَّ مِنْ عَلَامَاتِ الْعَقْلِ التَّجَافِيْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَةَ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ وَالتَّزَوُّدَ لِسُكْنَى الْقُبُوْرِ وَالتَّاَهُّبَ لِيَوْمِ النُّشُوْرِ۔

وَلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِى اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَ مَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى نَسْئَالُ اللّٰهَ رَبَّنَآ اَنْ يَّجْعَلَنَا مَنْ يُّطِيْعُهٗ وَ يُطِيْعُ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَّبِعُ رِضْوَانَهٗ وَيَجْتَنِبُ سَخَطَهٗ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ لَكُمْ مَعَالِمَ فَانْتَهُوْٓا اِلٰى مَعَالِمِكُمْ وَ اِنَّ لَكُمْ نِهَايَةٌ فَانْتَهُوْٓا اِلٰى نِهَايَتِهٖ فَاِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ بَيْنَ مَخَافَتَيْنِ بَيْنَ اَجَلٍ قَدْ مَضٰى لَا يَدْرِىْ مَا اللّٰهُ صَانِعٌ بِهٖ ط وَبَيْنَ اَجَلٍ قَدْ بَقِىَ لَا يَدْرِىْ مَا اللّٰهُ قَاضٍ فِيْهِ فَلْيَتَزَوَّدِ الْعَبْدُ مِنْ نَفْسِهٖ لِنَفْسِهٖ ط وَمِنْ حَيٰوتِهٖ لِمَوْتِهٖ ط وَمِنْ شَبَابِهٖ لِكِبَرِهٖ ط وَمِنْ دُنْيَاهُ لِاٰخِرَتِهٖ فَوَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ مُّسْتَعْتِبٍ وَّلَا بَعْدَ الدُّنْيَا دَارٌ اِلَّا الْجَنَّةُ اَوِ النَّارُ اَقُوْلُ قَوْلِىْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِىْ وَلَكُمْ۔

وَلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِى اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِىَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَ مَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى نَسْأَلُ اللّٰهَ رَبَّنَا اَنْ يَّجْعَلَنَا مَنْ يُّطِيْعُهٗ وَيُطِيْعُ رَسُوْلَهٗ وَيَتَّبِعُ رِضْوَانَهٗ وَ يَجْتَنِبُ سَخَطَهٗ اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ يَاْكُلُ مِنْهَا الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ اَلَا وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ اَجَلٌ صَادِقٌ يَّقْضِىْ فِيْهَا مَلِكٌ قَادِرٌ اَلَا وَ اِنَّ الْخَيْرَ كُلَّهٗ بِحَذَافِيْرِهٖ فِى الْجَنَّةِ اَلَا وَ اِنَّ الشَّرَّ كُلَّهٗ بِحَذَافِيْرِهٖ فِى النَّارِ اَلَا فَاعْلَمُوْا وَاَنْتُمْ مِنَ اللّٰهِ عَلٰى حَذَرٍ وَّ اعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مَّعْرُوْضُوْنَ عَلٰٓى اَعْمَالِكُمْ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ اِنَّكُمْ مَّحْشُوْرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عُرَاةً غُرْلًا كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ ثُمَّ اِنَّ اَوَّلَ مَنْ يُّكْسٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِبْرَاهِيْمُ اَلَا اِنَّهٗ يُجَآءُ بِرِجَالٍ مِّنْ اُمَّتِىْ فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ اَصْحَابِىْ فَيُقَالُ لَا تَدْرِىْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ فَيُقَالُ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ اِلٰٓى اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ۔

وَلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِى اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِىَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا بَيْنَ يَدَىِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى نَسْاَلُ اللّٰهَ رَبَّنَا اَنْ يَّجْعَلَنَا مَنْ يُّطِيْعُهٗ وَيُطِيْعُ رَسُوْلَهٗ وَيَتَّبِعُ رِضْوَانَهٗ وَيَجْتَنِبُ سَخَطَهٗ اِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ نَّبِىٌّ قَبْلِىْ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ اَنْ يُّدِلَّ اُمَّتَهٗ عَلٰى مَا يَعْلَمُهٗ خَيْرًا لَّهُمْ وَيُنْذِرَهُمْ مَا يَعْلَمُهٗ شَرًّا لَّهُمْ وَاِنَّ اُمَّتَكُمْ هٰذِهٖ جُعِلَتْ عَافِيَتُهَا فِىْ اَوَّلِهَا وَاِنَّ اٰخِرَهُمْ يُصِيْبُهُمْ بَلَآءٌ وَاُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا ثُمَّ تَجِيْءُ فِتَنٌ تُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ هٰذِهٖ مَهْلَكَتِىْ ثُمَّ تَنْكَشِفُ ثُمَّ تَجِيْءُ فِتْنَةٌ فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ هٰذِهٖ مَهْلَكَتِىْ ثُمَّ تَنْكَشِفُ فَمَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّزَحْزَحَ مِنَ النَّارِ وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ فَلْتُدْرِكْهُ مَوْتَتُهٗ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَاتِ اِلَى النَّاسِ الَّذِىْ يُحِبُّ اَنْ يَّاْتُوْا اِلَيْهِ وَمَنْ بَايَعَ اِمَامًا فَاَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَمِيْنِهٖ وَثَمَرَةَ قَلْبِهٖ فَلْيُطِعْهُ مَا اسْتَطَاعَ فَاِنْ جَآءَ اٰخَرُ يُنَازِعُهٗ فَاضْرِبُوْا عُنُقَ الْاٰخِرِ قَالَ فَاَدْخَلْتُ رَاْسِىْ مِنْ بَيْنِ النَّاسِ فَقُلْتُ اَنْشُدُكَ اللّٰهَ اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلٰى اُذُنَيْهِ فَقَالَ سَمِعَتْهُ اُذُنَاىَ وَوَعَاهُ قَلْبِىْ۔

خُطَبُ سَیِّدِنَا اَبِیْ بَکْرِ ِالصِّدِّیْق
رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَحْمَدُهٗ وَاسْتَعِیْنُهٗ وَ نَسْاَلُهُ الْکَرَامَةَ فِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّه قَدْدَنَا اَجَلِیْ وَاَجَلُکُمْ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّسِرَاجًا مُّنِیْرًا لِّیُنْذِرَ مَنْ کَانَ حَیًّا وَّیَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَی الْکَافِرِیْنَ وَمَنْ یُّطِعِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِهِمَا فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِیْنًا اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللهِ وَاعْتِصَامٍ بِاَمْرِ اللهِ الَّذِیْ شَرَعَ لَکُمْ وَهَدٰکُمْ بِهٖ فَاِنَّ جَوَامِعَ هُدَی الْاِسْلَامِ بَعْدَ کَلِمَةِ الْاِخْلَاصِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ لِمَنْ وَّلَاهُ اللهُ اَمْرَکُمْ فَاِنَّهٗ مَنْ یُّطِعِ اللهَ وَاُولِی الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیِ عَنِ الْمُنْکَرِ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَدَّی الَّذِیْ عَلَیْهِ مِنَ الْحَقِّ وَاِیَّاکُمْ وَاتِّبَاعَ الْهَوٰی فَقَدْ اَفْلَحَ مَنْ حَفِظَ مِنَ الْهَوٰی وَالطَّمْعِ وَالْغَضَبِ وَاِیَّاکُمْ وَالْفَخْرَ وَمَا فَخْرُ مَنْ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِلَی التُّرَابِ یَعُوْدُ ثُمَّ یَاکُلُهُ الدُّوْدُ ثُمَّ هُوَ الْیَوْمَ حَیٌّ وَّغَدًا مَّیِّتٌ فَاعْمَلُوْا یَوْمًا بِیَوْمٍ وَّسَاعَةً بِسَاعَةٍ وَتَوَقُّوْا دُعَآءَ الْمَظْلُوْمِ وَعُدُّوْا اَنْفُسَکُمْ فِی الْمَوْتٰی وَاصْبِرُوْا فَاِنَّ الْعَمَلَ کُلَّهٗ بِالصَّبْرِ وَاحْذَرُوْا وَالْحَذَرُ یَنْفَعُ وَاعْمَلُوْا وَالْعَمَلُ یُقْبَلُ وَاحْذَرُوْا مَا حَذَّرَکُمُ اللهُ مِنْ

عَذَابِهٖ وَسَارِعُوْا فِيْمَا وَعَدَكُمُ اللهُ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَافْهَمُوْا وَتَفَهَّمُوْا وَاتَّقُوْا وَتَوَقُّوْا فَإِنَّ اللهَ قَدْ بَيَّنَ لَكُمْ مَّا اَهْلَكَ بِهٖ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَمَا نَجّٰى بِهٖ مَنْ نَّجٰى قَبْلَكُمْ قَدْ بَيَّنَ لَكُمْ فِيْ كِتَابِهٖ حَلَالَهٗ وَحَرَامَهٗ وَمَا يُحِبُّ مِنَ الْاَعْمَالِ وَمَا يَكْرَهُ فَاِنِّيْ لَا اٰلُوْكُمْ وَنَفْسِيْ نُصْحًا وَّاللهُ الْمُسْتَعَانُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ مَّا اَخْلَصْتُمْ لِلّٰهِ مِنْ اَعْمَالِكُمْ فَرَبَّكُمْ اَطَعْتُمْ وَحَظَّكُمْ حَفِظْتُمْ وَاغْتَبَطْتُّمْ وَمَا تَطَوَّعْتُمْ بِهٖ لِدِيْنِكُمْ فَاجْعَلُوْهُ نَوَافِلَ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ تَسْتَوْفُوْا لِسَلَفِكُمْ وَتُعْطَوْا جَزَآئَكُمْ حِيْنَ فَقْرِكُمْ وَحَاجَتِكُمْ اِلَيْهَا ثُمَّ تَفَكَّرُوْا عِبَادَ اللهِ فِيْ اِخْوَانِكُمْ وَصَحَابَتِكُمُ الَّذِيْنَ مَضَوْا قَدْ وَرَدُوْا عَلٰى مَا قَدَّمُوْا فَاَقَامُوْا عَلَيْهِ وَحَلُّوْا فِي الشَّقَآءِ وَالسَّعَادَةِ فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ اِنَّ اللهَ لَيْسَ لَهٗ شَرِيْكٌ وَّلَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِهٖ نَسَبٌ يُّعْطِيْهِ بِهٖ خَيْرًا وَّلَا يَصْرِفُ عَنْهُ سُوْٓءً اِلَّا بِطَاعَتِهٖ وَاتِّبَاعِ اَمْرِهٖ فَاِنَّهٗ لَا خَيْرَ فِيْ خَيْرٍ بَعْدَهُ النَّارُ وَلَا شَرَّ فِيْ شَرٍّ بَعْدَهُ الْجَنَّةُ اَقُوْلُ قَوْلِيْ هٰذَا وَاَسْتَغْفِرُ اللهَ لِيْ وَلَكُمْ وَصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ

وَلَهٗ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَحْمَدُهٗ وَاَسْتَعِیْنُهٗ وَ نَسْأَلُهُ الْكَرَامَةَ فِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّه قَدْ دَنَا اَجَلِیْ وَاَجَلُكُمْ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّسِرَاجًا مُّنِيْرًا لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّ يَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِيْنَ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِيْنًا اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَاَنْ تُثْنُوْا عَلَيْهِ بِمَا هُوَ لَهٗ اَهْلٌ وَّ اَنْ تَخْلُطُوا الرَّغْبَةَ بِالرَّهْبَةِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَثْنٰی عَلٰی زَكَرِيَّا وَاَهْلِ بَيْتِهٖ فَقَالَ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِی الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَّ كَانُوْا لَنَا خَاشِعِيْنَ ثُمَّ اعْلَمُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ قَدِ ارْتَهَنَ بِحَقِّهٖ اَنْفُسَكُمْ وَاَخَذَ عَلٰی ذٰلِكَ مَوَاثِيْقَكُمْ وَاشْتَرٰی مِنْكُمُ الْقَلِيْلَ الْفَانِیَ بِالْكَثِيْرِ الْبَاقِیْ هٰذَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيْكُمْ لَا يُطْفَأُ نُوْرُهٗ وَلَا تَنْقَضِیْ عَجَائِبُهٗ فَاسْتَضِيْئُوْا بِنُوْرِهٖ وَانْتَصِحُوْا كِتَابَهٗ وَاسْتَضِيْئُوْا مِنْهُ لِيَوْمِ الظُّلْمَةِ فَاِنَّهٗ اِنَّمَا خَلَقَكُمْ لِعِبَادَتِهٖ وَوَكَّلَ بِكُمْ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ثُمَّ اعْلَمُوْا عِبَادَ

اللهِ اَنَّكُمْ تَغْدُوْنَ وَتَرُوْحُوْنَ فِيْٓ اَجَلٍ قَدْ غِيْبَ عَنْكُمْ عِلْمُهٗ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْقَضِيَ الْاٰجَالُ وَاَنْتُمْ فِيْ عَمَلِ اللهِ فَافْعَلُوْا وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا ذٰلِكَ اِلَّا بِاِذْنِ اللهِ سَابِقُوْا فِيْ اٰجَالِكُمْ قَبْلَ اَنْ تَنْقَضِيَ اٰجَالُكُمْ فَتَرُدَّكُمْ اِلٰى اَسْوَءِ اَعْمَالِكُمْ فَاِنَّ قَوْمًا جَعَلُوْا اٰجَالَهُمْ لِغَيْرِهِمْ وَنَسُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَنْهَاكُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا اَمْثَالَهُمْ فَالْوَحَا اَلْوَحَا النَّجَا اَلنَّجَا فَاِنَّ وَرَآءَكُمْ طَالِبًا حَثِيْثًا اَمْرُهٗ سَرِيْعٌ اَيْنَ الْوُضَاةُ الْحَسَنَةُ وُجُوْهُهُمُ الْمُعْجِبُوْنَ بِشَبَابِهِمْ اَيْنَ الْمُلُوْكُ الَّذِيْنَ بَنُوا الْمَدَآئِنَ وَحَصَّنُوْهَا اَيْنَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُعْطَوْنَ الْغَلَبَةَ فِيْ مَوَاطِنِ الْحَرْبِ قَدْ تَضَعْضَعَ اَرْكَانُهُمْ حِيْنَ اَخْلٰى بِهِمُ الدَّهْرُ وَاَصْبَحُوْا فِيْ ظُلُمَاتِ الْقُبُوْرِ اَلْوَحَا اَلْوَحَا ثُمَّ النَّجَا اَلنَّجَا ۔

❁❁❁

خُطَبُ سَیِّدِنَا عُمَرَ الْفَارُوْقِ
رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَحْمَدُہٗ وَاَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْأَلُہُ الْکَرَامَۃَ فِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّہٗ قَدْ دَنَآ اَجَلِیْ وَاَجَلُکُمْ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّسِرَاجًا مُّنِیْرًا لِّیُنْذِرَ مَنْ کَانَ حَیًّا وَّ یَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَی الْکَافِرِیْنَ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَ مَنْ یَّعْصِھِمَا فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِیْنًا اَیُّھَا النَّاسُ اَلَآ اِنَّ اَصْحٰبَ الرَّأْیِ اَعْدَآءُ السُّنَّۃِ اَعْیَتْھُمُ الْاَحَادِیْثُ اَنْ یَّحْفَظُوْھَا وَتَفَلَّتَتْ مِنْھُمْ اَنْ یَّعُوْھَا وَاسْتَحْیَوْا اِذَا سَأَلَھُمُ النَّاسُ اَنْ یَّقُوْلُوْا لَا نَدْرِیْ فَعَانَدُوا السُّنَنَ بِرَأْیِھِمْ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا وَالَّذِیْ نَفْسُ عُمَرَ بِیَدِہٖ مَا قَبَضَ اللّٰہُ نَبِیَّہٗ وَلَا رَفَعَ الْوَحْیَ عَنْھُمْ حَتّٰی اَغْنَاھُمْ عَنِ الرَّأْیِ وَلَوْ کَانَ الدِّیْنُ یُوْخَذُ بِالرَّأْیِ لَکَانَ اَسْفَلُ الْخُفِّ اَحَقَّ بِالْمَسْحِ مِنْ ظَھْرِہٖ فَاِیَّاکَ وَاِیَّاھُمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوِامْرَأَۃٍ یَّتَزَوَّجُھَا

فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ الطَّمَعَ فَقْرٌ وَّ اِنَّ بَعْضَ الْيَاسِ غِنًى وَّ اِنَّكُمْ تَجْمَعُوْنَ مَالَا تَاكُلُوْنَ وَتَاْمَلُوْنَ مَالَا تُدْرِكُوْنَ وَاَنْتُمْ مُؤَجَّلُوْنَ فِيْ دَارِ غُرُوْرٍ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ بَعْضَ الشُّحِّ شُعْبَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ فَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اَيُّهَا النَّاسُ اَطِيْبُوا مَثْوَاكُمْ وَاَصْلِحُوْٓا اُمُوْرَكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَلَا تُلْبِسُوْا نِسَآءَكُمُ الْقَبَاطِيَّ فَاِنَّهٗ اِنْ لَّمْ يُشِفَّ فَاِنَّهٗ يَصِفُ وَاِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ فَكَانَ مِمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ الرَّجْمِ فَقَرَأْنَاهَا وَعَقَلْنَاهَا وَوَعَيْنَاهَا رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدُ فَاَخْشٰى اَنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ اَنْ يَّقُوْلَ قَآئِلٌ وَاللّٰهِ مَا نَجِدُ اٰيَةَ الرَّجْمِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَيَضِلُّوْا بِتَرْكِ فَرِيْضَةٍ اَنْزَلَهَا اللّٰهُ وَالرَّجْمُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنٰى اِذَا اَحْصَنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ اِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ اَوْ كَانَ الْحَبَلُ اَوِ الْاِعْتِرَافُ ثُمَّ اِنَّا كُنَّا نَقْرَأُ فِيْمَا نَقْرَأُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ اَنْ لَّا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَآئِكُمْ فَاِنَّهٗ كُفْرٌ بِكُمْ اَنْ تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَآئِكُمْ اَلَا ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا اُطْرِيَ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ وَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ۔

وَلَهٗ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَحْمَدُهٗ وَاَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْأَلُهُ الْكَرَامَةَ فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّهٗ قَدْدَنَا اَجَلِيْ وَاَجَلُكُمْ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّسِرَاجًا مُّنِيْرًا لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّ يَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِيْنَ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِيْنًا اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَبِحَمْدِهٖ قَدِ اسْتَوْجَبَ عَلَيْكُمُ الشُّكْرَ وَاتَّخَذَ عَلَيْكُمُ الْحُجَجَ فِيْمَا اٰتٰكُمْ مِّنْ كَرَامَةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ مِّنْكُمْ وَلَا رَغْبَةٍ مِّنْكُمْ فِيْهِ اِلَيْهِ فَخَلَقَكُمْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَلَمْ تَكُوْنُوْا شَيْئًا لِّنَفْسِهٖ وَعِبَادَتِهٖ قَدْ كَانَ قَادِرًا عَلٰى اَنْ يَّجْعَلَكُمْ لِاَهْوَنَ خَلْقِهٖ عَلَيْهِ فَجَعَلَ لَكُمْ عَامَّةَ خَلْقِهٖ وَلَمْ يَجْعَلْكُمْ لِشَيْءٍ غَيْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً وَّحَمَلَكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ثُمَّ جَعَلَ لَكُمْ سَمْعًا وَّبَصَرًا وَّمِنْ نِعَمِ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ نِعَمٌ عَمَّ بِهَا بَنِيْ اٰدَمَ وَمِنْهَا نِعَمٌ اِخْتَصَّ بِهَا اَهْلَ دِيْنِكُمْ ثُمَّ صَارَتْ تِلْكَ النِّعَمُ خَوَاصُّهَا فِيْ دَوْلَتِكُمْ

وَطَبَقَتِكُمْ وَلَيْسَ مِنْ تِلْكَ النِّعَمِ نِعْمَةٌ وَصَلَتْ إِلَى امْرِءٍ خَاصَّةً
إِلَّا لَوْ قَسَمْتُمْ مَّا وَصَلَ إِلَيْهِ مِنْهَا بَيْنَ النَّاسِ كُلِّهِمْ أَتْعَبَهُمْ
شُكْرُهَا وَقَدْ حُكِّمَ حَقُّهَا إِلَّا بِعَوْنِ اللهِ مَعَ الْإِيْمَانِ بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ
فَأَنْتُمْ مُسْتَخْلَفُوْنَ فِي الْأَرْضِ قَاهِرُوْنَ لِأَهْلِهَا قَدْ نَصَرَ اللهُ
دِيْنَكُمْ فَلَمْ تُصْبِحْ أُمَّةٌ مُّخَالِفَةٌ لِّدِيْنِكُمْ إِلَّا أُمَّتَانِ أُمَّةٌ
مُّسْتَعْبَدَةٌ لِلْإِسْلَامِ وَأَهْلِهٖ يَتَجَرُّوْنَ لَكُمْ يَسْتَضْعِفُوْنَ
مَعَايِشَهُمْ وَكَدَائِحَهُمْ وَرَشَحَ جِبَاهِهِمْ عَلَيْهِمُ الْمُؤْنَةُ وَلَكُمُ
الْمَنْفَعَةُ وَأُمَّةٌ يَّنْتَظِرُوْنَ وَقَايِعَ اللهِ وَسَطْوَاتِهٖ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ
قَدْ مَلَأَ اللهُ قُلُوْبَهُمْ رُعْبًا فَلَيْسَ لَهُمْ مَّعْقِلٌ يَّلْجَأُوْنَ إِلَيْهِ وَلَا
مَهْرَبٌ يَّتَّقُوْنَ بِهٖ وَهَمَتْهُمْ جُنُوْدُ اللهِ وَنَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ مَعَ رِفَاعَةِ
الْعَيْشِ وَاسْتِفَاضَةِ الْمَالِ وَتَتَابُعِ الْبُعُوْثِ وَسَدِّ الثُّغُوْرِ بِإِذْنِ اللهِ
فِي الْعَافِيَةِ الْجَلِيْلَةِ الْعَامَّةِ الَّتِيْ لَمْ تَكُنِ الْأُمَّةُ عَلَى أَحْسَنَ مِنْهَا
مُنْذُ كَانَ الْإِسْلَامُ وَاللهُ الْمَحْمُوْدُ مَعَ الْفُتُوْحِ الْعِظَامِ فِيْ كُلِّ بَلَدٍ
فَمَا عَسَى أَنْ يَّبْلُغَ شُكْرُ الشَّاكِرِيْنَ وَذِكْرُ الذَّاكِرِيْنَ وَاجْتِهَادُ
الْمُجْتَهِدِيْنَ مَعَ هٰذِهِ النِّعَمِ الَّتِيْ لَا تُعَدُّ وَلَا يُحْصٰى عَدَدُهَا وَلَا
يُقْدَرُوْ قَدْرُهَا وَلَا يُسْتَطَاعُ أَدَاءُ حَقِّهَا إِلَّا بِعَوْنِ اللهِ وَرَحْمَتِهٖ
وَلُطْفِهٖ فَنَسْأَلُ اللهَ الَّذِيْ أَبْلَانَا هٰذَا أَنْ يَّرْزُقَنَا الْعَمَلَ لِطَاعَتِهٖ
وَالْمُسَارَعَةَ إِلَى مَرْضَاتِهٖ وَاذْكُرُوْا عِبَادَ اللهِ بَلَاءَ اللهِ عِنْدَكُمْ
وَاسْتَتِمُّوْا نِعَمَ اللهِ عَلَيْكُمْ وَفِيْ مَجَالِسِكُمْ مَّثْنٰى وَفُرَادٰى فَإِنَّ

اللهَ عَزَّوَجَلَّ قَالَ لِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللهِ وَقَالَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَلَوْ كُنْتُمْ اِذْاَنْتُمْ مُسْتَضْعَفِيْنَ مَحْرُوْمِيْنَ خَيْرَ الدُّنْيَا عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنَ الْحَقِّ تُؤْمِنُوْنَ بِهَا وَتَسْتَرِيْحُوْنَ اِلَيْهَا مَعَ الْمَعْرِفَةِ بِاللهِ وَبِدِيْنِهٖ وَتَرْجُوْنَ الْخَيْرَ فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ اَشَدَّ النَّاسِ عِيْشَةً وَّ اَعْظَمَ النَّاسِ بِاللهِ جَهَالَةً فَلَوْكَانَ هٰذَا الَّذِىْ اِسْتِسْلَامُكُمْ بِهٖ لَمْ يَكُنْ مَّعَهٗ حَظٌّ فِىْ دُنْيَاكُمْ غَيْرَ اَنَّهٗ ثِقَةٌ لَكُمْ فِىْ اٰخِرَتِكُمُ الَّتِىْ اِلَيْهَا الْمَعَادُ وَالْمُنْقَلَبُ وَاَنْتُمْ مِّنْ جُهْدِ الْمَعِيْشَةِ عَلٰى مَا كُنْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرِيَاۤءَ وَاِنْ تَشُحُّوْا عَلَى اللهِ تُصِبْكُمْ مِّنْهُ غَرْبَلَةٌ مَّا اَنَّهٗ قَدْ جَمَعَ لَكُمْ فَضِيْلَةَ الدُّنْيَا وَكَرَامَةَ الْاٰخِرَةِ اَوْ لِمَنْ شَاۤءَ اَنْ يَجْمَعَ لَهٗ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَاُذَكِّرُكُمُ اللهَ الْحَائِلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ قُلُوْبِكُمْ اَلَا عَرَفْتُمْ حَقَّ اللهِ فَعَمِلْتُمْ لَهٗ وَيَسَّرْتُمْ اَنْفُسَكُمْ عَلٰى طَاعَتِهٖ وَجَمَعْتُمْ مَعَ السُّرُوْرِ بِالنِّعَمِ خَوْفًا لِزَوَالِهَا وَانْتِقَالِهَا وَوَجِلًا مِّنْ تَحْوِيْلِهَا فَاِنَّهٗ لَا شَىْءَ اَسْلَبُ لِنِعْمَةٍ مِّنْ كُفْرَانِهَا وَاِنَّ الشُّكْرَ وَاَمْنٌ لِلْعِزِّ وَنَمَاۤءٌ لِلنِّعْمَةِ وَاسْتِجْلَابٌ لِلزِّيَادَةِ وَهٰذَا عَلٰى مَا فِىْ اَمْرِكُمْ وَنَهْيِكُمْ وَاجِبٌ اِنْ شَاۤءَ اللهُ تَعَالٰى۔

خُطْبَةُ

سَیِّدِنَا عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَحْمَدُهٗ وَاَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْأَلُهُ الْكَرَامَةَ فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّهٗ قَدْدَنَا اَجَلِيْ وَاَجَلُكُمْ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّسِرَاجًا مُّنِيْرًا لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّ يَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِيْنَ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَ مَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِيْنًا اِذَا قَامَ الْاِمَامُ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا فَاِنَّ لِلْمُنْصِتِ الَّذِيْ لَا يَسْمَعُ مِنَ الْحَظِّ مِثْلُ مَا لِلْمُنْصِتِ السَّامِعِ فَاِذَا قَامَتِ الصَّلٰوةُ فَاعْدِلُوْا الصُّفُوْفَ حَاذُوْا بِالْمَنَاكِبِ فَاِنَّ اعْتِدَالَ الصُّفُوْفِ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ۔

خُطَبُ سَیِّدِنَا عَلِیٍّ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَحْمَدُهٗ وَاَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْاَلُهُ الْكَرَامَةَ فِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّهٗ قَدْ دَنَا اَجَلِیْ وَاَجَلُكُمْ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّسِرَاجًا مُّنِیْرًا لِّیُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَیًّا وَّ یَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَی الْكَافِرِیْنَ وَمَنْ یُّطِعِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِهِمَا فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِیْنًا ظَهَرَ عَلَیْنَا اَبُوْطَالِبٍ وَّاَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُصَلِّیْ بِبَطْنِ نَخْلَةَ فَقَالَ مَاذَا تَصْنَعَانِ یَابْنَ اَخِیْ فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْاِسْلَامِ فَقَالَ مَا بِالَّذِیْ تَصْنَعَانِ بَاْسٌ اَوْ بِالَّذِیْ تَقُوْلَانِ بَاْسٌ وَّلٰكِنْ وَّاللهُ لَا تَعْلُوْنِیْ اِسْتِیْ اَبَدًا وَّ ضَحِكَ تَعَجُّبًا لِقَوْلِ اَبِیْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ لَا اَعْتَرِفُ اَنَّ عَبْدًا لَّكَ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ عَبَدَكَ قَبْلِیْ غَیْرَ نَبِیِّكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَقَدْ صَلَّیْتُ قَبْلَ اَنْ یُّصَلِّیَ النَّاسُ سَبْعًا وَاللهُ مَا عِنْدَنَا كِتَابٌ نَقْرَءُهٗ عَلَیْكُمْ اِلَّا كِتَابَ اللهِ وَهٰذِهِ الصَّحِیْفَةَ مُعَلَّقَةٌ بِسَیْفِهٖ اَخَذْتُهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْهَا فَرَائِضُ الصَّدَقَةِ مُعَلَّقَةٌ بِسَیْفٍ لَّهٗ حِلْیَتُهٗ حَدِیْدٌ اَوْ قَالَ بَكَرَاتُهٗ حَدِیْدٌ اَیْ حِلَقُهٗ وَعَنْ وَّهْبِ السَّوَائِیْ قَالَ خَطَبَنَا عَلِیٌّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ مَنْ خَیْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِیِّهَا فَقُلْتُ اَنْتَ یَآ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ لَا خَیْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِیِّهَا اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ وَمَا نَبْعُدُ اَنَّ السَّكِیْنَةَ تَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ۔

وَلَهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَحْمَدُهٗ وَاَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْأَلُهُ الْكَرَامَةَ فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّهٗ قَدْ دَنَا اَجَلِيْ وَاَجَلُكُمْ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّسِرَاجًا مُّنِيْرًا لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِيْنَ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِيْنًا يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ عَضُوْضٌ يَّعُضُّ الْمُوْسِرُ عَلٰى مَا فِيْ يَدَيْهِ قَالَ وَلَمْ يُؤْمَرْ بِذٰلِكَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ وَيُنْهَدُ الْاَشْرَارُ وَيُسْتَذَلُّ الْاَخْيَارُ وَيُبَايِعُ الْمُضْطَرُّوْنَ قَالَ وَقَدْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّيْنَ وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ قَبْلَ اَنْ تُدْرَكَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَنْ يَّكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ اِلَّا الْحَدَثُ لَا اَسْتَحْيِيْكُمْ مِّمَّا لَا يَسْتَحْيِيْ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالْحَدَثُ اَنْ يَّفْسُوَ اَوْ يَضْرِطَ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اَقِيْمُوْا عَلٰى اَرِقَّائِكُمُ الْحُدُوْدَ مَنْ اَحْصَنَ مِنْهُمْ وَلَمْ يُحْصِنْ فَاِنَّ اَمَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَنَتْ فَاَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُقِيْمَ عَلَيْهَا الْحَدَّ فَاَتَيْتُهَا فَاِذَا هِيَ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِنِفَاسٍ فَخَشِيْتُ اِنْ اَنَا جَلَدْتُّهَا اَنْ تَمُوْتَ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ اَحْسَنْتَ۔

خُطْبَةُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ
رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُبِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِى اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ مَنْ يُّطِعِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ غَوٰى اَيُّهَا النَّاسُ اَصْلِحُوْا اَسْرَارَكُمْ تُصْلَحْ عَلَانِيَتُكُمْ وَاعْمَلُوْا لِاٰخِرَتِكُمْ تُكْفَوْا دُنْيَاكُمْ وَاعْلَمُوْا اَنَّ رَجُلًا لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اٰدَمَ اَبٌ حَيٌّ لَّمُعْرِقٌ لَّهٗ فِي الْمَوْتِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اِتَّقُوا اللهَ اَيُّهَا النَّاسُ وَاَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ فَاِنَّهٗ اِنْ كَانَ لَكُمْ رِزْقٌ فِيْ رَاْسِ جَبَلٍ اَوْ حَضِيْضِ اَرْضٍ يَّاْتِهٖ اَلَا اِنَّ مَاسَنَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَاهُ فَهُوَ دِيْنٌ وَنَنْتَهِيْ اِلَيْهِ وَمَا سَنَّ سِوَاهُمَا فَاِنَّ نُرْجِئُهٗ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ ؕ اِنَّ اللهَ يَغْفِرُ

الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ
وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ وَاتَّبِعُوْٓا
اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ
بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ
فِيْ جَنْۢبِ اللهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللهَ هَدٰىنِيْ
لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً
فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا
وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ
كَذَبُوْا عَلَى اللهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ط اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى
لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ وَيُنَجِّي اللهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَللهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝

خُطْبَةُ عِيْدِ الْفِطْرِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَسْتَعِيْنُهٗ وَاَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِی اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا بَيْنَ يَدِی السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَ مَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْـًٔا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهُمَا وَلَا بَعْدَهُمَا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُوْا يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَاكُلَ تَمَرَاتٍ وَّ يَاكُلُهُنَّ وِتْرًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى اِلَى الْمُصَلّٰى فَاَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَاُ بِهِ الصَّلٰوةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰى صُفُوْفِهِمْ فَيَعِظُهُمْ وَيُوْصِيْهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ

وَاِنْ كَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَّقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهٗ اَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ اَمَرَ بِهٖ ثُمَّ يَنْصَرِفُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّ عُمَرُ يُصَلُّوْنَ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ شَهِدْتُّ الصَّلٰوةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَوْمِ عِيْدٍ فَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَامَ مُتَّكِئًا عَلٰى بِلَالٍ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَوَعَظَ النَّاسَ وَذَكَّرَهُمْ وَ حَثَّهُمْ عَلٰى طَاعَتِهٖ وَمَضٰى اِلَى النِّسَآءِ وَمَعَهٗ بِلَالٌ فَاَمَرَهُنَّ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْٓ اَضْحٰى اَوْ فِطْرٍ اِلَى الْمُصَلّٰى فَمَرَّ عَلَى النِّسَآءِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ تَصَدَّقْنَ فَاِنِّيْٓ اُرِيْتُكُنَّ اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ مَا رَاَيْتُ مِنْ نَّاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّ دِيْنٍ اَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ اِحْدَاكُنَّ قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِيْنِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْاَةِ نِصْفَ شَهَادَةِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلٰى قَالَ فَذٰلِكَ مِنْ نُّقْصَانِ دِيْنِهَا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُوْنَ فِيْهِمَا فَقَالَ مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ قَالُوْا كُنَّا نَلْعَبُ فِيْهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَقَدْ اَبْدَلَکُمُ اللّٰہُ بِھِمَا خَیْرًا مِّنْھُمَا یَوْمَ الْاَضْحٰی وَیَوْمَ الْفِطْرِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ اِلَی الْعِیْدِ مَاشِیًا وَّیَرْجِعُ مَاشِیًا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ یَوْمَ الْعِیْدِ فِیْ طَرِیْقٍ رَّجَعَ فِیْ غَیْرِہٖ وَعَنْہُ اَنَّہٗ اَصَابَھُمْ مُّطَرٌ فِیْ یَوْمِ عِیْدٍ فَصَلّٰی بِھِمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃَ الْعِیْدِ فِی الْمَسْجِدِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ عَنْ عَطَآءٍ مُّرْسَلًا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا خَطَبَ یَعْتَمِدُ عَلٰی عَنَزَتِہٖ اِعْتِمَادًا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ عَنِ الْبَرَآءِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُوْوِلَ یَوْمَ الْعِیْدِ قَوْسًا فَخَطَبَ عَلَیْہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ عَنْ اَبِی الْحُوَیْرِثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَتَبَ اِلٰی عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ وَ ھُوَ بِنَجْرَانَ عَجِّلِ الْاَضْحٰی وَ اَخِّرِ الْفِطْرَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَشَھِدْتَّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِیْدَ قَالَ نَعَمْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی ثُمَّ خَطَبَ وَلَمْ یَذْکُرْ اَذَانًا وَلَآ اِقَامَۃً ثُمَّ اَتَی النِّسَآءَ فَوَعَظَھُنَّ وَذَکَّرَھُنَّ وَاَمَرَھُنَّ بِالصَّدَقَۃِ فَرَاَیْتُھُنَّ یَھْوِیْنَ اِلٰی اٰذَانِھِنَّ وَحُلُوْقِھِن یَدْفَعْنَ اِلٰی بِلَالٍ ثُمَّ ارْتَفَعَ ھُوَ وَبِلَالٌ اِلٰی بَیْتِہٖ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنْ لَّا اَذَانَ لِلصَّلٰوةِ يَوْمَ الْفِطْرِ حِيْنَ يَخْرُجُ الْاِمَامُ وَلَا بَعْدَ مَا يَخْرُجُ وَلَا اِقَامَةَ وَلَا نِدَآءَ وَلَا شَيْءَ لَّا نِدَآءَ يَوْمَئِذٍ وَّلَا اِقَامَةَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ طُهْرًا لِّلصِّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِّلْمَسَاكِيْنِ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُنَادِيًا فِيْ فِجَاجِ مَكَّةَ اَلَا اِنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ اَوْ سِوَاهُ اَوْ صَاعٌ مِّنْ طَعَامٍ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

خُطْبَةُ عِيْدِ الْاَضْحٰى

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَسْتَعِيْنُهٗ وَاَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِى اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِىَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَ مَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ وَلَا يَطْعَمُ يَوْمَ الْاَضْحٰى حَتّٰى يُصَلِّيَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ اِنَّ اَبَابَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِيْ اَيَّامِ مِنًى تُدَفِّفَانِ وَفِيْ رِوَايَةٍ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ فَانْتَهَرَهُمَا اَبُوْبَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ فَقَالَ دَعْهُمَا يَا اَبَابَكْرٍ فَاِنَّهَا اَيَّامُ عِيْدٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَا اَبَابَكْرٍ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَّ هٰذَا عِيْدُنَا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى اِلَى الْمُصَلّٰى فَاَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلٰوةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ

وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰی صُفُوْفِهِمْ فَيَعِظُهُمْ وَيُوْصِيْهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ وَاِنْ كَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَّقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهٗ اَوْ يَأْمُرُ بِشَيْءٍ اَمَرَ بِهٖ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَّلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّ عُمَرُ يُصَلُّوْنَ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْٓ اَضْحٰى اَوْ فِطْرٍ اِلَى الْمُصَلّٰى فَمَرَّ عَلَى النِّسَآءِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ تَصَدَّقْنَ فَاِنِّيْٓ اُرِيْتُكُنَّ اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ مَا رَاَيْتُ مِنْ نَّاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّ دِيْنٍ اَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ اِحْدٰكُنَّ قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِيْنِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْاَةِ نِصْفَ شَهَادَةِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلٰى قَالَ فَذٰلِكَ مِنْ نُّقْصَانِ عَقْلِهَا قَالَ اَلَيْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَ بَلٰى قَالَ فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِيْنِهَا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُوْنَ فِيْهِمَا فَقَالَ مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ قَالُوْا كُنَّا نَلْعَبُ فِيْهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَبْدَلَكُمُ اللّٰهُ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمَا يَوْمَ الْاَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ

لِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنِ الْبَرَاءِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْوِلَ يَوْمَ الْعِيْدِ قَوْسًا فَخَطَبَ عَلَيْهِ وَ عَنْ عَطَاءٍ مُّرْسَلًا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَطَبَ يَعْتَمِدُ عَلٰى عَنَزَتِهٖ اِعْتِمَادًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهٖ فِیْ يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُّصَلِّیَ ثُمَّ نَرْجِعُ فَنَنْحَرُ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ نُّصَلِّیَ فَاِنَّمَا هُوَ شَاةُ لَحْمٍ عَجَّلَهٗ لِاَهْلِهٖ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِیْ شَیْءٍ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا اُخْرٰى وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ حَتّٰى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَ يَنْحَرُ بِالْمُصَلّٰى وَ عَنْ اَبِی الْحُوَيْرِثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلٰى عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ هُوَ بِنَجْرَانَ عَجِّلِ الْاَضْحٰى وَاَخِّرِ الْفِطْرَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْبَحُوْٓا اِلَّا مُسِنَّةً اِلَّآ اَنْ يَّعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوْا جَذَعَةً مِّنَ الضَّاْنِ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ وَّالْجُزُوْرُ عَنْ سَبْعَةٍ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَعَنْ اُمِّ

سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ وَاَرَادَ بَعْضُكُمْ اَنْ يُّضَحِّيَ فَلَا يَمَسُّ مِنْ شَعْرِهٖ وَبَشَرِهٖ شَيْئًا وَ فِيْ رِوَايَةٍ إِذَا رَاٰى هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ وَاَرَادَ اَنْ يُّضَحِّيَ فَلَا يَاْخُذْ مِنْ شَعْرِهٖ وَلَا مِنْ اَظْفَارِهٖ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ ذَبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ اَقْرَنَيْنِ اَمْلَحَيْنِ مَوْجُوْئَيْنِ فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا قَالَ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ عَلٰى مِلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَ اُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ ذَبَحَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ ضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَقْرَنَيْنِ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهٖ وَ سَمّٰى وَ كَبَّرَ قَالَ رَاَيْتُهٗ وَاضِعًا قَدَمَهٗ عَلٰى صَفَاحِهِمَا وَيَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّضَحِّيَ بِاَعْضَبِ الْقَرْنِ وَالْاُذُنِ وَعَنْهُ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْاُذُنَ وَاَنْ لَّا نُضَحِّيَ بِمُقَابَلَةٍ وَّلَا مُدَابَرَةٍ وَلَا شَرْقَاءَ وَلَا خَرْقَاءَ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ مَاذَا يُتَّقٰى مِنَ الضَّحَايَا فَاَشَارَ بِيَدِهٖ فَقَالَ اَرْبَعًا اَلْعَرْجَاءُ الْبَيِّنُ ظَلْعُهَا وَالْعَوْرَاءُ الْبَيِّنُ عَوَرُهَا وَالْمَرِيْضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا وَالْعَجْفَاءُ الَّتِيْ لَا تُنْقِيْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

خُطْبَةُ الْاِسْتِسْقَآءِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَسْتَعِيْنُهٗ وَاَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِى اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَ مَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا اِنَّكُمْ شَكَوْتُمْ جَدْبَ دِيَارِكُمْ وَاِسْتِيْخَارَ الْمَطَرِ عَنْ اِبَّانَ زَمَانِهٖ عَنْكُمْ وَقَدْ اَمَرَ اللّٰهُ اَنْ تَدْعُوْهُ وَوَعَدَ كُمْ اَنْ يَّسْتَجِيْبَ لَكُمْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ تَفْعَلُ مَا تُرِيْدُ اَللّٰهُمَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَآءُ اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَهٗ عَلَيْنَا قُوَّةً وَّبَلَاغًا اِلٰى حِيْنٍ + اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُّرِيْعًا طَبَقًا عَاجِلًا غَيْرَ رَائِثٍ نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَآئِمَكَ وَانْشُرْ رَّحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُّغِيْثًا مَّرِيْئًا مُّرِيْعًا نَّافِعًا غَيْرَ ضَآرٍّ عَاجِلًا غَيْرَ اٰجِلٍ + اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَّافِعًا اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُّغِيْثًا مُّرِيْعًا غَدَقًا مُّجَلِّلًا عَامًّا طَبَقًا

سَحَّاءَ دَائِمًا۞ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا الْغَيْثَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِيْنَ۞
اَللّٰهُمَّ اِنَّ بِالْبِلَادِ وَالْعِبَادِ وَالْبَهَائِمِ وَالْخَلْقِ مِنَ اللَّاْوَاءِ وَالْجَهْدِ
وَالضَّنْكِ مَالَا نَشْكُوْهُ اِلَّا اِلَيْكَ۞ اَللّٰهُمَّ اَنْبِتْ لَنَا الزَّرْعَ وَاَدِرَّلَنَا
الضَّرْعَ وَاسْقِنَا مِنْ بَرَكَاتِ السَّمَآءِ وَاَنْبِتْ لَنَا مِنْ بَرَكَاتِ الْاَرْضِ
اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ عَنَّا الْجُهْدَ وَالْجُوْعَ وَالْعُرْیٰ۞ وَاكْشِفْ عَنَّا مِنَ الْبَلَاءِ
مَا لَا يَكْشِفُهٗ غَيْرُكَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ اِنَّكَ كُنْتَ غَفَّارًا
فَاَرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْنَا مِدْرَارًا اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْ عَلٰى اَرْضِنَا زِيْنَتَهَا
وَسَكَنَهَا۞ اَللّٰهُمَّ ضَاحَتْ جِبَالُنَا وَاغْبَرَّتْ اَرْضُنَا وَهَامَتْ دَوَابُّنَا
مُعْطِیَ الْخَيْرَاتِ مِنْ اَمَاكِنِهَا وَ مُنْزِلَ الرَّحْمَةِ مِنْ مَعَادِنِهَا وَمُجْرِیَ
الْبَرَكَاتِ عَلٰى اَهْلِهَا بِالْغَيْثِ الْمُغِيْثِ اَنْتَ الْمُسْتَغْفِرُ الْغَفَّارُ
فَنَسْتَغْفِرُكَ لِلْحَامَّاتِ مِنْ ذُنُوْبِنَا وَنَتُوْبُ اِلَيْكَ مِنْ عَوَامِّ
خَطَايَانَا اَللّٰهُمَّ فَاَرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْنَا مِدْرَارًا وَّ اَوْصِلْ بِالْغَيْثِ
وَاكِفٍ مِنْ تَحْتِ عَرْشِكَ حَيْثُ يَنْفَعُنَا وَيَعُوْدُ عَلَيْنَا غَيْثًا عَامًّا
طَبَقًا غَبِقًا مُّجَلِّلًا غَدَقًا خِصْبًا رَّاتِعًا مُّمْرِعَ النَّبَاتِ۔

اَلْخُطْبَةُ الثَّانِيَةُ لِجَمِيْعِ الْخُطَبِ مِنَ الْمُؤَلِّفِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا وَّ يُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ؕ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا

غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ○ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۔

خُطْبَةُ النِّكَاحِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِیْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ○ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ○ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ○ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ○

خُطْبَةٌ اُخْرٰی عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَحْمُوْدِ بِنِعْمَتِهٖ اَلْمَعْبُوْدِ بِقُدْرَتِهٖ اَلْمُطَاعِ بِسُلْطَانِهِ الْمَرْهُوْبِ مِنْ عَذَابِهٖ وَسَطْوَتِهٖ اَلنَّافِذِ اَمْرُهٗ فِیْ سَمَآئِهٖ وَاَرْضِهِ الَّذِیْ خَلَقَ الْخَلْقَ بِقُدْرَتِهٖ وَاَمَرَهُمْ بِاَحْكَامِهٖ وَاَعَزَّهُمْ بِدِيْنِهٖ وَاَكْرَمَهُمْ بِنَبِيِّهٖ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى تَبَارَكَ اسْمُهٗ وَتَعَالَتْ عَظْمَتُهٗ جَعَلَ الْمُصَاهَرَةَ سَبَبًا لَّاحِقًا وَّاَمْرًا مُّفْتَرِضًا اَوْشَجَ بِهِ الْاَرْحَامَ وَاَلْزَمَ الْاَنَامَ فَقَالَ عَزَّ مِنْ قَائِلٍ وَّهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا فَاَمْرُ اللّٰهِ يَجْرِیْ اِلٰى قَضَآئِهٖ وَقَضَآءُهٗ يَجْرِیْ اِلٰى قَدَرِهٖ وَلِكُلِّ قَضَآءٍ قَدَرٌ وَّلِكُلِّ قَدَرٍ اَجَلٌ وَّلِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ۔

احکام صدقہ فطر

ہر مرد و عورت مسلمان جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا اسی قدر مالیت کا اسباب ضروری حاجت سے زائد ہو اُس پر صدقہ فطر واجب ہے اگرچہ وہ اسباب تجارت کا نہ ہو اور اگرچہ روزے کسی وجہ سے نہ رکھے ہوں۔ اگر گیہوں یا اُس کا آٹا یا اُس کے ستو دیوے تو نصف صاع واجب ہے جو انگریزی تول سے دو سیر سے کم ہوتا ہے مگر احتیاطاً پورے دو سیر دے دینا چاہئے۔ اور اگر جو دیوے تو اس کا دو چند دے۔ اور اگر علاوہ اس کے کچھ اور دیوے جیسے چنا جوار وغیرہ تو اتنا دیوے کہ اُس کی قیمت دو سیر گیہوں یا چار سیر جو کے برابر ہو۔ نابالغ اولاد کی طرف سے بھی فطرہ دینا واجب ہے جبکہ مالک نصاب نہ ہو ورنہ خود اُس کے مال سے ادا کرے بالغ اولاد اگر مجنون ہو اور مالک نصاب نہ ہو تو اُس کی جانب سے بھی دینا واجب ہے ورنہ نہیں اور مال دار ہو تو اُسی کے مال سے دے۔ جو لڑکا عید کی صبح صادق کے بعد پیدا ہوا اور جو شخص قبل صبح مر گیا اُس کا فطرہ نہیں۔ اور مستحب یہ ہے کہ عید کے دن عیدگاہ جانے سے پہلے ادا کرے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ بعد میں یا کچھ دنوں بعد یا کچھ دنوں پہلے دے دے ایک آدمی کا فطرہ ایک فقیر کو یا تھوڑا تھوڑا کئی کو یا کئی آدمیوں کا ایک کو دے یہ سب جائز ہے۔

احکام قربانی

ہر مرد و عورت مسلمان مقیم جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا یا اتنی ہی مالیت کا اسباب ضروری روزِ مرہ کی حاجت سے زائد ہو اُس پر واجب ہے کہ اپنی طرف سے قربانی کرے اُونٹ، بکرا، دنبہ، بھیڑ، گائے، بھینس نر ہو یا مادہ سب درست ہے۔ گائے بھینس دو برس سے کم، بھیڑ بکری ایک برس سے کم کی

نہ ہو۔ اور دُنبہ چھ مہینے کا بھی درست ہے جبکہ خوب فربہ ہو اور سال بھر کا معلوم ہوتا ہو۔ اُونٹ گائے بھینس میں سات آدمی تک شریک ہو سکتے ہیں مگر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔ جانور قربانی کا بے عیب ہو لنگڑا، اَندھا، کانا اور بہت لاغر اور کوئی عضو تہائی سے زائد کٹا نہ ہو خصی (یعنی بدھیا) کی اور جس کے سینگ نکلے ہی نہ ہوں قربانی درست ہے۔ اور پوپلی جس کے دانت نہ رہے ہوں اور بوچی جس کے پیدائشی کان نہ ہوں جائز نہیں۔ دسویں تاریخ بعد نماز عید سے بارہویں کی غروب تک وقت ہے اور دیہاتی کوردہ کے باشندوں کو جائز ہے کہ قبل نماز عید ذبح کرلیں بعد اُس کے نماز کے لئے جاویں۔ اگر قربانی شرکت میں کریں تو محض اندازہ سے گوشت تقسیم کرنا جائز نہیں تول کر پورا پورا بانٹیں کسی طرف ذرا بھی کمی بیشی نہ ہو ہاں جس حصے میں کلّے پائے بھی ہوں اُس میں کمی چاہے جتنی ہو جائز ہے بہتر ہے کہ کم سے کم تہائی گوشت خیرات کردے۔ قربانی کی کوئی چیز قصاب کو اُجرت میں دینا جائز نہیں۔ اُس کی رسی جھول سب تصدق کردینا افضل ہے۔ کھال کا بیچنا درست نہیں ہاں اگر قیمت خیرات کرنے کے لئے بیچے تو خیر۔ قربانی کے ذبح کے وقت دُعا پڑھنا شرط نہیں کہ بدون اُس کے قربانی نہ ہو جس کو یاد نہ ہو "بسم اللہ اللہ اکبر" کہہ کے ذبح کرلے۔

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ مجموعۂ خطب جس کو بڑی کوشش اور محنت سے حضرت اقدس مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی نے کتب احادیث صحیحہ و سیر معتبرہ سے جمع فرمایا ہے بصحت تمام ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ میں حسب فرمائش حاجی محمد بشیر صاحب باہتمام حسین مرزا بارِ اوّل طبع ہو کر شائع ہوا۔

خطاب مسلم لیگ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مَولانا مُحمّد اَشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

خطاب مسلم لیگ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ نے مسلم لیگ کے اجلاس کے سلسلہ میں ''تنظیم المسلمین، تفہیم المسلمین، تعلیم المسلمین'' اور ''خطاب مسلم لیگ'' کے نام سے مختلف اعلانات اور رسالے مسلم لیگ کے مرکزی دفتر پٹنہ بھجوائے تھے۔ جسے جناب صدر کے ارشاد پر لفافوں میں بھر کر کونسل کے تمام ممبروں میں دو دن تقسیم کیا گیا اور ممبروں کو ہدایت کی گئی کہ وہ ان اشتہارات اور رسائل کا بغور مطالعہ کریں۔ چونکہ ''خطاب مسلم لیگ'' رسالہ بہت اہم تھا۔ اس لیے جناب صدر نے یہ اعلان کرادیا کہ یہ مولانا ظفر احمد صاحب تھانہ بھون (یوپی) جو حکیم الامت کی طرف سے اجلاس میں تشریف لائے تھے۔ اس رسالہ کو پڑھ کر سنائیں گے۔

چنانچہ تیسرے اجلاس کے شروع میں مولانا موصوف نے اس رسالہ کو پڑھ کر سنایا جس میں 35 منٹ سے زیادہ صرف ہوئے۔ ذیل میں رسالہ مذکور کو ہمعصر عصر (جدید) (کلکتہ) سے نقل کیا جاتا ہے۔ (صدق)

(شمارہ 15 جنوری 1939ء بمطابق ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ)

احقر مرتب محمد اسحٰق مدظلہ عرض رساں ہے کہ حکیم الامت رحمہ اللہ کے اس خطاب کا جو حصہ مل سکا وہ پیش خدمت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ! احقر باوجود اپنی ہر نوع کی نااہلیت کے محض محبت غیر متناہی سے سب مسلمانوں کی خدمت میں عموماً اور حضرات اہل لیگ کی خدمت میں خصوصاً عرض کرتا ہے کہ اس وقت بوجہ خاص انقلاب کے جس چیز کی مسلمانوں کو سخت ضرورت ہے وہ اجتماع اور تنظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ سے حضرات اہل لیگ کے لیے دُعا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کا احساس کر کے اس کا اہتمام وانتظام جان ودل سے شروع کیا اور میں نے اس سے قبل بھی اس کا استحسان واہمیت ظاہر کرنے کے لیے تنظیم المسلمین کے نام سے ایک مضمون شائع کیا ہے اور اس پر جہاں تک معلوم ہوا ہے بفضلہ تعالیٰ ثمرہ مطلوبہ بھی ایک کافی درجہ میں مرتب ہوا ہے لیکن جس پیمانہ پر جی چاہتا تھا ابھی اس کا انتظار ہے اور اس کمی کو پورا کرنے کی ضرورت اور سخت ضرورت میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ آگے صرف اس کی تحقیق باقی رہ جاتی ہے کہ اس کمی کا سبب کیا ہے تاکہ بعد تشخیص سبب علاج وتدبیر کا تعین سہولت سے ہو سکے کیونکہ علاج کی حقیقت ازالہ ہے مرض کا۔ سو یہ بات دلائل شرعیہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ مسلمان کی کامیابی کی بڑی شرط امتثال ہے احکام الٰہیہ کا اور اس کی ناکامی کا بڑا سبب اغلال ہے ان احکام کا۔

میں نے اس دعوے کو اپنے رسالہ ”جزاء الاعمال“ اور رسالہ ”حیات المسلمین“ کے خطبہ میں بقدر ضرورت نہایت واضح طور پر ثابت کر دیا ہے جو قابل مطالعہ ہے۔ لیکن یہ وقت تنگ ہے ان دلائل کے اعادہ کی اس وقت گنجائش نہیں اس لیے اس وقت صرف ایک امر پر جس کا ہر شخص ہر وقت نہایت سہولت سے مشاہدہ کر سکتا ہے اکتفا کرتا

ہوں۔ وہ یہ کہ کسی مقصود کی طرف دعوت کی کامیابی موقوف ہے داعی کے ساتھ اس امر میں حسن ظن اور صحت اعتماد پر۔ اسی اصل بنا پر اس کو بھی اتنا پڑے گا کہ کسی دینی مقصود کی تحریک عام میں ضرورت ہوگی کہ داعی کی حالت دینیہ پر عامہ اہل اسلام کو اعتماد اور اس کے ساتھ حسن ظن ہو اور یوں تو حالت دینیہ کا مفہوم ایک محیط اور وسیع ہے کہ تمام احکام اس کے تحت میں داخل ہیں مگر اس میں سے جس چیز پر بین طور سے اوّل نظر پڑتی ہے وہ دو چیز ہیں۔ ایک اسلامی وضع، ہیئت ولباس میں۔ دوسری نماز، اگر اس میں کمی دیکھی جاتی ہے تو مخاطبین کو اس داعی کی طرف کشش نہیں ہوتی اور اس سے دعوت کا اثر ضعیف ہو جاتا ہے اور اس لیے دعوت کا مقصد ناتمام اور مختل رہتا ہے۔

چنانچہ احقر کے مضمون ''تنظیم المسلمین'' پر کثرت سے تقریراً و تحریراً یہ شبہ یا بلفظ دیگر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جس جماعت کی طرف ہم کو بلایا جاتا ہے وہ شریعت کی پابند نہیں ہے اور گو اس کا جواب حسب اقتضائے وقت دیا جاتا ہے مگر اس جواب کا درجہ تاویل سے آگے نہیں سمجھا جاتا اور معتد بہ اثر نہیں ہوتا۔ اس لیے صحیح اور قوی جواب بدوں اس کے نہیں ہوسکتا کہ حضرات داعین احکام شرعیہ کی عموماً اور کم از کم اِصلاح وضع اور نماز کی خصوصاً پابند کو اپنے عمل اور قانون میں داخل فرمالیں۔ پھر اس کا حیرت انگیز نتیجہ اپنی تحریک کی کامیابی میں ملاحظہ فرمالیں۔ سو نماز کے متعلق تو کسی کو کوئی کلام نہیں لیکن وضوء کے متعلق بعض طبائع میں کچھ پس و پیش ہونے کا احتمال ہوسکتا ہے۔ اس لیے اس کے متعلق ایک مختصر یادداشت بشکل رسالہ کے ملقب بہ ''حلیۃ المسلم منجانب مجلس دعوۃ الحق'' پیش کرتا ہوں۔

اُمید ہے کہ اس میں غور فرمانے سے سب وساوس اس کے متعلق دفع ہو جائیں گے اور مثل نماز کے اس پر عمل کرنے میں بھی کچھ پس و پیش نہ رہے گا۔ پھر ان دونوں چیزوں کو اپنے انفرادی و اجتماعی نظام کا جزو قرار دیا جائے گا اور اگر خدانخواستہ ایسا نہ کیا گیا تو مایوسی ہونے تک اپنی طرف سے تو ان دونوں دعوتوں کو یعنی عامۃ المسلمین کو لیگ

کی طرف اور لیگ کو ان احکام کی طرف اس وقت بھی ترک نہ کیا جائے گا۔

بقول عارف رومی:

لیک دعوت وارد ست از کردگار ما قبول و ناقبول او چہ کار

لیکن ہمت وقوت کے ساتھ دعوت نہ ہو گی۔ بقول مولانا رومی:

گر ہزاراں طالب اند و یک ملول از رسالت بازمی ماند رسول

بس مجھ کو جو کچھ عرض کرنا تھا عرض کر چکا۔ اب سعی کو اور نتیجہ کو حق تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور اس اِجمال کی تفصیل اپنے بعض اعزہ سے سہل اور آسان عبارت میں لکھوا کر بھی پیش کرتا ہوں تا کہ عوام وخواص سب کو یکساں فائدہ ہو۔ وھوہذا

اما بعد فقد قال اللّٰہ تعالٰی ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انھم لھم المنصورون وان جندنا لھم الغالبون.

حضرات! اس وقت مسلمانان ہندوستان جس دور سے گزر رہے ہیں اور جن مشکلات کا ان کو سامنا ہو رہا ہے باخبر طبقہ اس سے بخوبی واقف ہے اور خدا کا شکر ہے کہ عام طور پر مسلمانوں کے احساسات اس وقت بیدار ہو چکے ہیں۔

ان مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنی فہم وفراست کے موافق مدیران مسلم لیگ نے کچھ اسباب بھی اختیار کیے ہیں اور مقام مسرت ہے کہ وہ ان اسباب میں کامیاب بھی ہو رہے ہیں جو اس کی دلیل ہے کہ ان کا پہلا قدم صحیح راستہ پر پڑا ہے غلط راستہ پر نہیں چلا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ کا پہلا قدم اتفاقاً صحیح راستہ پر پڑ گیا ہے یا آپ نے قرآن کریم اور سنت نبویہ کی روشنی میں اس کو اختیار کیا ہے۔ بہرحال جو صورت بھی ہو اس کے لیے آپ مستحق مبارکباد ہیں۔

بخت اگر مدد کند دامنش آدم بکف گر بکشد زہے طرب ور بکشم زہے شرف

آپ کا یہ ... قدم مسلمانوں کی جداگانہ تنظیم ہے جس کی سخت ضرورت تھی اور اس کی ضرورت سے کسی عاقل کو انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ عقلاً ونقلاً یہ مسئلہ اپنی جگہ پر

ثابت ہو چکا ہے کہ جو قوم اپنی مستقل تنظیم نہ رکھتی ہو وہ دُنیا میں باقی نہیں رہ سکتی بلکہ دوسری اقوام میں منضم اور منجذب ہو کر کالعدم ہو جاتی ہے۔

اور اس میں بھی شک نہیں کہ مسلمانوں کی مستقل تنظیم کی صورت یہی ہے کہ تمام مسلمان اسلامی جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں کیونکہ غیر اسلامی جھنڈے کے نیچے صرف مشترک تنظیم ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کی مستقل تنظیم نہیں ہو سکتی اور مشترک تنظیم کا نفع ہمیشہ اکثریت کو پہنچتا ہے اقلیت کو اس سے کچھ نفع نہیں ہو سکتا، اگر وہ اپنی مستقل تنظیم سے محروم ہو۔ پس مدیران مسلم لیگ نے بڑی دانش مندی سے کام لیا کہ مسلمانوں کی جداگانہ تنظیم کا اہتمام کیا کہ اس کے بعد ہی مشترک تنظیم سے ان کو نفع ہوتا ہے ورنہ ہمیشہ دوسروں کے حاشیہ بردار ہو کر ان کے رحم و کرم پر رہ جاتے اور کچھ دنوں کے بعد ان کی ہستی فنا ہو جاتی۔

یہی وہ چیز ہے جس کی طرف آیت کریمہ میں "جندنا" سے اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ جند لشکر کو کہتے ہیں اور لشکر اجتماعی شان سے بنتا ہے۔ انفرادی حالت میں کسی قوم کی خواہ وہ کتنا ہی شمار رکھتی ہو لشکر نہیں کہا جا سکتا اور اللہ کا لشکر وہی ہو سکتا ہے جو اللہ کے نام پر منظم ہوا ہو، وطن پرستی یا قوم پرستی کے نام پر منظم نہ ہوا ہو۔

یہ پہلا قدم تھا جو مسلم لیگ نے صحیح اُٹھایا۔ اس کے بعد ایک قدم آگے بڑھنے کی اور ضرورت ہے۔ جس کے بعد کامیابی اور غلبہ کا سہرا آپ کے سر ہوگا۔ خدا کرے آپ کا یہ دوسرا قدم بھی صحیح راستہ پر ہو۔ اگر آپ نے قرآن کریم کی ہدایات اور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ اپنے سامنے رکھا اور اسی کو مشعل راہ بنایا تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ دوسرے قدم میں غلطی سے دوچار ہوں۔ مسلمان کو کسی کے اتباع یا تقلید کی ضرورت نہیں، اس کے گھر میں وہ سب دولتیں جمع ہیں جن کو فلاح اور کامیابی میں دخل ہے۔ مگر افسوس ہے کہ بعض مسلمان دوسری قوموں کی تقلید کر کے ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن کریم اور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید کر کے ترقی کرنا نہیں

چاہتے۔ حالانکہ دوسری قوموں کے ذرائع ترقی سے کفار کو اور کفر ہی کو ترقی ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کو اور اسلام کو ترقی نہیں ہو سکتی۔

اگر مسلمان مسلمان رہ کر اسلامی ترقی چاہتے ہیں تو ان کو اپنے ماضی کی طرف لوٹنا چاہیے اور قرآن کریم اور اُسوۂ نبویہ کو مشعل راہ بنانا چاہیے۔ سنئے! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وان جندنا لھم الغالبون" (یقیناً ہمارا ہی لشکر ہمیشہ غالب ہوتا ہے۔) یہ اللہ کا وعدہ ہے جو کبھی خلاف نہیں ہوتا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اللہ کا لشکر ہمیشہ غالب ہی رہا ہے، وہ کبھی کسی سے مغلوب نہیں ہوا اور اگر کبھی اس کے خلاف ہوا ہے اس کا سبب صرف یہی تھا کہ اس لشکر کے خدائی لشکر ہونے میں کچھ کسر تھی۔

بس مسلم لیگ کو دوسرا قدم اس طرح اُٹھانا چاہیے کہ اس لشکر کو جسے اس نے اللہ کے نام پر منظم کیا ہے صحیح معنی میں اللہ کا لشکر بنادے۔ اس کے بعد یقیناً وہی کامیاب وہی غالب اور وہی فتح مند ہوگی اور اسی کے سر کامیابی کا سہرا ہوگا۔

حضرات! آپ نے ترقی کے بہت سے اسباب سنے ہوں گے، بہت ذرائع سوچے ہوں گے، بہت سے راستے اختیار کیے ہوں گے۔ ذرا اس راستہ کو بھی آزمالیجیے جس کا تجربہ آپ کے اَسلاف نے ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک کیا ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ جب تک وہ اس راستہ پر قائم رہے ہمیشہ کامیاب اور غالب رہے اور جس دن اس راستے سے ہٹے، اسی وقت زوال اور پستی ان کے سامنے آنے لگی۔ یہاں تک اس حال کو پہنچ گئی جو ہمارے اور آپ کے سامنے ہے۔ تو کیا اب ہم کو اپنے ماضی کی طرف لوٹنے میں کسی دوسری حالت کا انتظار ہے۔ للہ اپنی حالت پر رحم کیجئے اور اس سے زیادہ اپنے کو تختہ مشق نہ بنانا چاہیے ہے۔

ربنا لا تجعلنا فتنة للقوم الظالمین.

ونجنا برحمتک من القوم الکافرین.

❀❀❀

پہلی شرط

اس کے بعد مجھے کہنے دیجئے کہ اللہ کا لشکر کیونکر بنتا ہے۔ حضرات اس کے لیے سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس لشکر کا ہر فرد جس طرح زبان سے اللہ اکبر کہتا ہے دل میں بھی اللہ تعالیٰ کو سب سے بڑا جانتا ہو۔ اللہ کا بول بالا کرنے اور اس کو راضی کرنے کے سوا کسی دوسری چیز کا طالب نہ ہو۔ خود پسندی، جاہ پسندی، نام اور شہرت کا طالب نہ ہو، نہ کسی عہدہ کا خواہش مند ہو۔

ہر شخص خواہ وہ صدر ہو یا نائب صدر، قائد ہو یا سائق اپنے کو اللہ کے لشکر کا سپاہی سمجھتا ہو اور جو کام اس کے سپرد کر دیا جائے اس پر راضی ہو۔ حضرت خالد بن ولید ایک وقت تمام عساکر اسلامیہ کے قائد اعظم بنا دیئے جاتے ہیں تو اس عہدہ کے فرائض بخوبی انجام دیتے ہیں۔ دوسرے وقت اس منصب سے معزول کر کے سپاہی بنا دیئے جاتے ہیں تو پہلے سے زیادہ اسلام کی خدمت کا حق ادا کرتے ہیں۔

دوسری شرط

دوسری شرط یہ ہے کہ لشکر "اشداء علی الکفار رحماء بینھم" کا مصداق ہو۔ آپس میں مہربان اور کافروں کے مقابلہ میں مضبوط ہوں۔ اس لشکر کا کوئی فرد نہ انگریز پرست ہو نہ ہندو پرست بلکہ سب خدا پرست ہوں۔

دل آرامے کہ داری دل درو بند   دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

تیسری شرط

صحیح معنی میں اللہ کا لشکر بننے کی تیسری شرط یہ ہے کہ اس لشکر کی وضع اور شان ایسی ہو جس کو دیکھ کر ہر شخص پہچان لے کہ یہ اللہ کا لشکر ہے۔ اس کی وضع دشمنانِ خدا کی وضع سے ممتاز ہو۔ اس کی شان اللہ کے باغیوں کی شان سے الگ ہو۔ اس کا نشان اللہ کے باغیوں کے نشان سے الگ ہو۔ "سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود"

تیسری شرط کی سیاسی اہمیت

حضرات یہ مسئلہ محض مذہبی مسئلہ ہی نہیں بلکہ سیاسی مسئلہ بھی ہے۔ ہر نظام سلطنت میں ہر شعبہ کے لیے کوئی نہ کوئی نشان (یونیفارم) مقرر ہے۔ ہر سلطنت کا خاص نشان (یونیفارم) دوسری سلطنت کے نشان سے جدا ہے اور جس قوم نے جب بھی ترقی کی ہے اس کی کوشش کی ہے کہ اس کا نشان اس کا کلچر اس کا مذہب اس کی زبان دوسروں سے ممتاز رہے۔ جو قوم اپنے نشان (یونیفارم) کی محافظ نہیں رہی وہ بہت جلد دوسری اقوام میں منجذب ہو کر فنا ہو گئی۔ مجھے اس مسئلہ کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

سیاست دان طبقہ اس سے بخوبی واقف ہے۔ اس معاملہ میں کانگریسی لیڈروں کی فہم و فراست کی داد دینا چاہیے کہ انہوں نے مسلمانوں میں کانگریس کی طرف دعوت دینے اور اس کنٹیکٹ کے کام کے لیے ایسے مبلغ تجویز کیے ہیں جن کی شکل و صورت بالکل اسلام کے مطابق ہوتی ہے اور نماز کے بھی پابند ہوتے ہیں تو کیا مسلم لیگ کو جو مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ اس کے مبلغ بھی وضع اسلامی اور نماز کے پورے پابند ہوں کیونکہ مسلمانوں کا عام طبقہ سیاست کو بعد میں سمجھتا ہے، صورت کو دیکھتا ہے۔ مجھے اس مقام پر آپ سے یہ کہنا ہے کہ اسلام نے اسلام کے کامل و مکمل کرنے والے خدا نے اسلام کے ہادی حضرت محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لیے ایک خاص نشان (یونیفارم) مقرر کیا ہے جس کی حفاظت ان کے ذمہ ضروری ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے:"**خالفوا المشركين و فروا اللحى واحفوا الشوارب مسلم الشوارب، خالفوا المجوس. بخاری۵۷۷**"

"**من لم ياخذ من شاربه فليس منا**"(ترمذی)

مشرکین کی مخالفت کرو، ڈاڑھی بڑھاؤ، مونچھیں کتراؤ، جس نے مونچھیں نہ تراشیں وہ ہم میں سے نہیں۔

اس قسم کی بہت سے روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے مشرکین سے الگ مسلمانوں کا خاص نشان (یونیفارم) یہ مقرر کیا ہے۔ داڑھی بڑھاؤ، مونچھیں تراشو۔ اسی طرح بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسولوں اور پیغمبروں کا نشان (یونیفارم) ہمیشہ یہی رہا ہے۔ ڈاڑھی بڑھاتے مونچھیں کم کرتے تھے۔"**عشر من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحيه فى لفظ عشر من سنن المرسلين.**" قرآن میں ہے:"**يابن ام لا تاخذ بلحيتي ولا برأسي**"الآیہ۔

خصوص الکلم

فی

حل فصوص الحکم

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ، راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خصُوص الکِلَمْ فِیْ حَلِّ فصُوص الحِکَمْ

﴿یعنی خاص و ممتاز مضامین فصوص کے حل میں کلم بکسر الکاف و فتح لام کلمہ کی جمع ہے کذا فی القاموس اور یہ خصوص و امتیاز اس اعتبار سے ہے کہ ان میں شریعت اور تصوف کو مطابق رکھا گیا ہے۔۱۲۔ منہ﴾

بعد الحمد والصلوٰۃ! یہ حل ہے فصوص الحکم کا جس کی تحریک کا سبب ایک مخلص دوست کے خط ذیل میں مذکور ہے۔ وھو ھذا

حضرت مخدوم و مکرم مدظلہٗ .... السلام علیکم! جناب والا نے میرے معروضہ پر وعدہ فرمایا تھا کہ اگر فصوص الحکم کی کوئی شرح بھی روانہ کرو تو میں اُردو میں اُس کی شرح کردوں گا۔ لہٰذا خادم اپنا وعدہ پورا کرتا ہے حسب ذیل کتب مرسل ہیں:
فصوص الحکم مترجم شرح فصول للجامی شرح فصول للآفندی بالی۔ اگر اور بھی ضرورت ہوگی تو روانہ کروں گا۔ اس کی شرح کی بہت سخت ضرورت ہے۔ عدم فہم کی وجہ سے شیخ کی کتب سے ضلالت زیادہ پھیل گئی اس لئے ضرورت ہے کہ جناب اپنے طرز خاص پر اس کے مقامات کو مشرح فرمائیں۔ اس وقت ایسا شارح جو شریعت و تصوف کے ڈانڈوں کو ملا سکے آپ کے سوائے نظر نہیں آتا۔ یا تو مکفرین کی تعداد ہے یا معتقدین شیخ مگر نابذین شریعت اور دونوں میں آشتی کی ضرورت ہے۔ نیاز مند عبدالحئی عفی عنہ ترپ بازار شفاخانہ رحمانی حیدرآباد دکن۔" گو مجھ کو اس وقت تک معلوم نہیں کہ یہ کام میرے قابو کا ہے یا نہیں مگر توکلاً علی اللہ تعالیٰ شروع کرتا ہوں ختم کرانا نہ کرانا اُن کے علم و قدرت میں ہے۔

اشرف علی حنفی چشتی امدادی تھانوی عفا اللہ عنہ

مقدمہ در حقیقت فصوص

اس کی تقدیم اس لئے کی گئی تا کہ اجمالاً رسالہ کی حقیقت ذہن میں آجاوے جس سے رسالہ میں نظر بصیرت کے ساتھ ہو سو وہ حقیقت یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام سب کے سب جمیع کمالات علمیہ وعملیہ کے جامع ہیں لیکن تاہم خاص خاص کمالات کو خاص خاص انبیاء کے ساتھ ایک خاص خصوصیت وتعلق ہے بایں معنی کہ کسی نبی پر کوئی کمال غالب ہے کسی پر کوئی اور تعیین ان کمالات کی جس طرح اشارات نصوص سے ہوتی ہے اسی طرح کبھی وجدان وذوق کشفی سے بھی ہوتی ہے اور آخر کوئی تو وجہ ہے کہ قرآن مجید میں بعض صفات کو متعدد انبیاء میں مشترک فرمایا اور بعض کو بعض کے ساتھ متفرد مثلاً حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو صادق الوعد کے ساتھ موصوف فرمایا گو صدق وعدہ سب انبیاء میں مشترک ہے مگر اُن میں ایک خاص شان سے متحقق تھا چنانچہ درمنثور میں بتخریج ابن ابی حاتم سفیان ثوری سے روایت ہے کہ کسی شخص سے وعدہ فرمایا کہ میں یہاں پر تیرا انتظار کروں گا وہ شخص بھول گیا اور ایک سال گذر گیا اِتفاق سے وہاں جو گذر ہوا تو اُن کو منتظر پایا، پوچھا کہ آپ اب تک یہاں ہی ہیں آپ نے فرمایا کہ چونکہ میں نے وعدہ کیا تھا کہ تیرے آنے تک یہاں رہوں گا اسی واسطے حق تعالیٰ نے فرمایا ''انه كان صادق الوعد'' اور جو صدق وعدہ واجب ہے اس میں عدم حرج کی قید دلائل شرعیہ سے ثابت ہے اس لئے اتنا انتظار کرنا تھا ایفاء وعدہ واجب ہے اس میں عدم حرج کی قید دلائل شرعیہ سے ثابت ہے اس لئے اتنا انتظار کرنا ایفاء وعدہ کے لئے شرط نہیں مگر آپ نے عملاً اس کو مطلق رکھا وعلیٰ ہذا کمالات اُخریٰ اور ان

کمالات کے متعلق مثل جمیع حقائق کے خاص خاص علوم و معارف بھی ہیں۔ اس رسالہ میں ان علوم و معارف کا کچھ کچھ خلاصہ بیان کیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے اس کے ''فصوص الحکم'' کے نام کی کیونکہ فصوص جمع ہے فص کی اور فص کے معانی میں سے ایک معنی خلاصہ کے بھی ہیں کذا فی الشرح لمولانا الجامی رحمہ اللہ اور حکم جمع ہے حکمت کی اور حکمت کا بمعنی علم کے ہونا معلوم ہے اور اَلف لام الحکم میں عہد کا ہے اور مراد ان علوم سے وہ خاص علوم ہیں جو متعلق ہیں کمالات خاصہ انبیاء علیہم السلام کے چنانچہ اجزاء کتاب میں سے ایک ایک جزو کو خاص خاص نبی کی طرف منسوب کیا ہے جیسے آدمیہ۔ نوحیہ موسویہ عیسویہ۔ مثلاً اور ان نسبتوں کو جو کلمہ کے ساتھ موصوف فرمایا ہے جیسے کلمہ آدمیہ مثلاً مراد اس کلمہ سے خود اُس نبی کی ذات اور رُوح ہے اور شیخ اپنی اصطلاح میں کل موجودات کو کلمہ کہتے ہیں جیسا فص عیسوی میں تصریح فرمائی ہے ''فالموجودات کلها کلمات الله علی لاتنفذه فانها عن کن و کن کلمة الله'' پس معنی اس ترکیب کے ''فص حکمۃ فردیۃ فی کلمۃ محمدیۃ'' مثلاً یہ ہوئے کہ کلمہ محمدیہ یعنی ذات محمدیہ علی صاحبہا السلام والتحیہ کا جو ایک کمال ممتاز ہے فردیت یعنی اکمل اور یکتا ہونا تمام مخلوق میں اس کمال کے متعلق جو حکمت یعنی علوم و معارف ہیں یہ باب ان علوم و معارف کا خلاصہ ہے وعلیٰ ہذا تمام فصوص میں اور یہ تو پہلے اشارہ کر چکا ہوں کہ یہ اختصاص کبھی کشفی بھی ہوتا ہے چنانچہ زیادہ حصہ ان کمالات کے اختصاص کا اس رسالہ میں وجدانی و کشفی ہے اسی طرح جو علوم ان کمالات کے متعلق بیان کئے ہیں وہ بھی زیادہ تر کشفی ہیں۔ گو کہیں نصوص سے متائید بھی ہو جائے لیکن یہ دعاوی نصوص پر موقوف نہیں اور اسی لئے اگر کوئی شخص ان پر اعتقاد نہ رکھے اُس پر کوئی ملامت نہیں اور اگر کوئی اعتقاد رکھے تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اعتقاد قطعی رکھے تو عالی ہونے کے سبب عاصی ہوگا اور اگر اعتقاد غیر قطعی خواہ ظنی خواہ متساوی الشقین رکھے تو اگر کسی نص کے ظاہر کے بھی خلاف نہ ہو تو اُس کی اجازت ہے مگر جانب مخالف کو بھی محتمل سمجھنا

واجب ہے اور کسی نص کے ظاہر کے خلاف ہوتو اُس کا اعتقاد کسی درجہ میں بھی جائز نہیں البتہ چونکہ حضرت شیخ کا کامل ہونا شہادت اساطین امت سے (جس کی صحت حدیث **انتم شهداء الله في الارض** کا مدلول ہے) ثابت ہے اس لئے اُس سے شیخ پر طعن کرنا سوء ادب ومحل خطر ہے رہا اُس غلط کا شیخ سے صادر ہونا اس کی مناسب توجیہ کی جاوے گی یا تو اُس کو اجتہاد کی غلطی کہا جاوے گا یا اُس کی نسبت الی الشیخ کی تغلیط کی جاوے گی جیسا کہ درمختار میں معروضات سے نقل کیا ہے "**لكنا تيقنا ان بعض اليهود افتراها على الشيخ قدس سره۔اھ**"

اور اسی واسطے ایسے شخص کو ایسی کتابوں کا دیکھنا حرام ہے جو فن کا محقق نہ ہو یا شریعت میں ماہر نہ ہو چنانچہ ردالمحتار میں رسالہ تنبیہ یعنی بتمریۃ ابن عربی سے نقل کیا ہے "**فقد نقل عنه انه قال نحو قوم يحرم النظر في كتبنا اھ**" اور عارف رومی رحمہ اللہ نے یہی مضمون اس عنوان سے فرمایا ہے۔

نکتہ ہا چوں تیغ پولا دست تیز   چوں نداری تو سپر واپس گریز
پیش ایں الماس بے اسپر میا   کر بریدن تیغ را نبود حیا

اب ترجمہ کتاب کا شروع کیا جاتا ہے۔

بعونه و صونه اللّٰهم اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم و لاالضالين۔آمين۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ منزل الحکم علی قلوب الکلم باحدیة الطریق الامم. من المقام الاقدم و ان اختلفت الملل والنحل لاختلاف الامم ''سب ستائش ثابت ہے اللہ تعالیٰ کے لئے جو علوم کو نازل کرنے والا ہے کلمات اللہ یعنی انبیاء علیہم السلام کے (کما ذکرت فی المقدمة) قلوب پر اور یہ نازل کرنا ایسا ہے کہ متلبس ہے طریق متوسط یعنی طریق مستقیم کے اتحاد کے ساتھ اور مراد طریق مستقیم سے اصل دین ہے یعنی تصدیق بما جاء من عند اللّٰہ والعمل بمقتضاہ (کذا قال بالی آفندی) یعنی سب انبیاء کا دین ایک ہے۔ چنانچہ اُصول کا متحد ہونا مسلم ہے اور یہ نازل ہونا شروع ہوا ہے ایسے مقام سے جو سب سے مقدم ہے مراد اس سے مرتبہ احدیہ ذاتیہ کا ہے جو تمام مراتب وجود میں مقدم ہے مراتب کونیہ سے تو تقدم ظاہر ہے اور مراتب الٰہیہ میں اس کا تقدم گو زمانی نہیں لاجتماع کلھا فی الوجود لیکن تقدم ذاتی ہے جیسا صفات الٰہیہ میں حیوۃ کا تقدم علم پر اور علم کا تقدم اِرادہ پر اور اِرادہ کا قدرت پر کذا قال الجامی رحمہ اللہ۔ آگے اختلاف فرعی کا اس اتحاد اصل کے ساتھ منافی نہ ہونا بتلاتے ہیں یعنی اگرچہ ادیان و مذاہب بوجہ اختلاف اُمم کے فرعاً مختلف ہوگئے مراد یہ ہے کہ اُمم کے امزجہ واحوال و مراتب وعرف وعادات اور ان کی نظر اور معتقدات کے ماخذ کے مختلف ہونے کے سبب گو ادیان یعنی شرائع بتعدد انبیاء اہل شرائع کے اور مذاہب یعنی اُمور مجتہد فیہا بتعدد اہل اجتہاد کے مختلف ہوگئے۔ لیکن اصل طریق کہ دعوت الی اللہ و دین الحق ہے متحد ہے۔

''كذا قال الجامی رحمه الله و صلی الله علی ممد الهمم من خزائن الجود والكرم بالقيل الاقوم محمد و آله وسلم'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ نازل فرماوے اُس ذات مقدس پر جو امداد اور قوت دینے والے ہیں جود وکرم کے خزائن سے یعنی اُن خزانوں سے فیوض لے کر اُمت پر فائض فرماتے ہیں اور یہ فائض فرمانا ایسے کلام کے ذریعہ سے ہے جو ہر طرح اقوم واعدل ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اُن کی آل پر اور سلام بھی بھیجے۔

امّا بَعْدُ! ''فانی رايت رسول الله صلی الله عليه وسلم فی مبشرة اريتها فی العشر الآخرمن محرم سنة سبع و عشرين و ستمائة بمحروسة دمشق و بيده صلی الله عليه وسلم كتاب فقال لی هٰذا كتاب فصوص الحكم خذه واخرج به الی الناس ينتفعون به فقلت السمع والطاعة لله ولرسوله ولا ولی الامر منا كما امرنا به فحققت الامنية واخلصت النية و جردت القدمد و الهمة لايراز هذا الكتاب كما حده لی رسول الله عليه وسلم من غير زيادة ولا نقصان وسألت الله ان يجعلنی فيه و فی جميع احوالی من عباده الذين ليس للشيطان عليهم سلطان و ان يخصنی فی جميع ما يرقمه بنانی وينطق به لسانی و ينطوی عليه جنانی بالالقاء السبوحی والنفث الروحی فی الروع النفسی بالتاييد الاعتصامی حتی اكون مترجما لا متحكما ليتحقق من يقف عليه من اهل الله اصحاب القلوب انه من مقام التقديس المنزه عن الاغراض النفسية التی يدخلها التلبيس وارجوا ان يكون الحق تعالیٰ لما سمع دعائی قد اجاب ندائی فما القی الا ما يلقٰی الیّ ولا انزل فی هذاالمسطور الا ما ينزل به علیّ ولست بنبی ولا برسول ولكنی وارث ولأخرتی حارث۔

فمن اللّٰہ فاسمعوا و الی اللّٰہ فارجعوا
فاذا ما سمعتموا ما اتیت بہ فعوا
ثم بالفھم فصّلوا مجمل القول واجمعوا
ثم منوابہ علی طالبیہ لا تمنعوا
ھذہ الرحمۃ التی وسعتکم فوسعوا
و من اللّٰہ ارجوا ان اکون ممن اُیّد فتایّد و ایّد
وقُیّد بالشرع المحمدی المطھر فتقید وقید
و ان یحشرنا فی زمرتہ کما جعلنا لمرتبہ

بعد حمد وصلوٰۃ کے کہتا ہوں کہ میں نے ایک رویا مبشرہ میں جو مجھ کو دِکھلائی گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا محرم ۶۲۷ھ کے اخیر عشرہ میں محروسہ دمشق میں اور آپ کے دست مبارک میں ایک کتاب تھی اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کتاب ''فصوص الحکم'' ہے اُس کو لو۔ اور لوگوں پر اس کو ظاہر کرو وہ اس سے نفع حاصل کریں گے میں نے عرض کیا کہ ہمارا کام سننا اور ماننا ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اور اُس کے رسول کے لئے اور ہم میں جو اولوالامر ہیں اُن کے لئے جیسا ہم کو حکم ہوا ہے پس میں نے مقصود کو اچھی طرح محقق کر لیا اور نیت کو خالص کر لیا اور اپنے قصد وعزم کو اس کتاب کو ظاہر کرنے کیلئے (میں نے لام نسخہ لیا ہے اور بعض میں الیٰ ہے اس کا بھی حاصل یہی ہے ۱۲ منہ) (اغراض نفسانی سے) مجرد کر لیا۔ جس طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے محدود ومعین فرما دیا تھا نہ اُس میں بیشی کی اور نہ کمی کی۔ اور حق تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو اس (کتاب کے ظاہر کرنے) میں اور (اسی طرح) میرے جمیع احوال میں اپنے اُن بندوں میں سے کر دے جن پر شیطان کا قابو نہیں چلتا اور یہ (درخواست کرتا ہوں) کہ جن مضامین کو میری اُنگلیاں لکھتی ہیں اور میری زبان اُن کے ساتھ گویا ہوئی ہے اور میرا قلب اُن پر مشتمل ہے ان سب میں

وہ مجھ کو القاء رحمانی اور افاضۂ روحانی کے ساتھ خاص فرما دے جو کہ قلب نفسانی میں ہوتا ہے (یعنی اس القاء وافاضہ کا محل قلب ہے جو منسوب ہے نفس کی طرف اور میرے نزدیک یہ قید واقعی ہے چنانچہ نفس وقلب کا تعلق ظاہر ہے کہ اصلی مدرک نفس ہے اور قلب اُس کا ایک آلہ شاید اس وصف سے اشارہ اس طرف مقصود ہو کہ وہ افاضہ جو قلب میں ہوا ہے اُس کے ادراک میں وہ محض نفس ہی کا آلہ ہے شیطان کی اُس میں آمیزش نہیں ہوتی یعنی میرے گمان میں نہ کہ واقع میں پس اس سے کشف کا حجۃ قطعیہ یا غیر محتمل للخطا ہونا لازم نہیں آتا اور یہ میرا خاص کرنا القاء رحمانی کے ساتھ) مع تائید اعتصامی کے (ہو اور نسبت تائید کی اعتصام کی طرف بایں معنی ہے کہ وہ ایسی تائید ہو جو ایسے شخص کو عطا ہوتی ہے جو حق تعالیٰ کے ساتھ اعتصام کرتا ہو اور میں یہ درخواست اس لئے کرتا ہوں تا کہ میں محض ناقل بنوں خود تصرف کرنے والا نہ بنوں یعنی کمی بیشی نہ کروں باقی تفصیل مجمل یا تفسیر مبہم میں اجتہاد ہو اُس کی نفی مرادنہیں تا کہ جو شخص اہل اللہ اہل قلب ﴿اہل قلب بدل ہے اہل اللہ کا۔ کذا فی الشرح لبالی آفندی ۱۲۔ منہ﴾ میں سے اُس پر واقف ہو وہ یہ یقین کر لے کہ یہ کتاب مقام تقدیس سے ہے جو اغراض نفسانیہ سے منزہ ہے جن میں تلبیس داخل ہو سکتی ہے اور (اس درخواست کے ساتھ) میں اس کی اُمید کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے جب میری دُعا سُنی ہو گی تو میری نداء کو قبول فرما لیا ہو گا پس میں (اے ناظرین) اُن ہی مضامین کو تم پر القاء کروں گا جو مجھ پر القاء کئے جاتے ہیں اور اس نوشتہ میں ان ہی مضامین کو وارد کروں گا جو مجھ پر وارد کئے جاتے ہیں اور میں کچھ نبی اور رسول نہیں ہوں لیکن میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا) وارث ہوں اور اپنی آخرت کے لئے حارث یعنی کاسب داعی ہوں (اس میں تصریح ہے کہ بعد بلوغ مراتب کمال کے بھی انسان مکلف اعمال کا رہتا ہے)۔

ترجمہ اشعار "سو اللہ ہی کی طرف سے (ان مضامین کو) سنو+ (اور میں تو محض واسطہ ہوں) اور اللہ ہی کی طرف رجوع (اور توجہ) کرو+ (تا کہ تم کو حقائق علوم پر مطلع

فرماویں) اور جب تم اُن مضامین کو سُنو ﴿اخذت نسخة سمعتموا۔۱۲۔منہ﴾ + جن کو میں لایا ہوں اُن کو یاد رکھو + پھر اپنی فہم سے مفصل کرلو + قول مجمل کو اور (اجمال و تفصیل کے) جامع بن جاؤ + پھر اس کتاب کے ذریعہ سے احسان کرو + اُس کے طالبین پر اور اُن سے اُس رحمت کو مت روکو جو تم کو محیط ہوئی ہے تم بھی (اُس کو) وسیع کرو اور میں اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتا ہوں کہ میں اُن لوگوں میں سے ہوں گا جن کی تائید کی گئی پھر وہ (اُس سے) خود بھی متائید ہو گیا اور دوسروں کا بھی مؤید ہو گیا اور جن کو شرع محمدی مطہر کے ساتھ مقید کیا گیا پس وہ خود بھی مقید ہو گیا اور دوسروں کو بھی اُس نے مقید کیا (اس میں عمل بالشریعۃ کا کتنا اہتمام ہے اور یہی مذہب ہے تمام صوفیہ کا) اور (میں) یہ (بھی اُمید کرتا ہوں) کہ ہم کو آپ کے (خاص) زمرہ میں محشور فرمادے جیسا ہم کو آپ کی اُمت سے بنایا ہے۔ (ف) کتاب کے کسی مضمون کا اجتہادی ہونا اور اُس اجتہاد میں خطا ہونا اس قول کے منافی نہیں بالالقاء السبوحی یا اکون مترجما لا متحکما اور خود اس کتاب کی بعض عبارات بتلاتی ہیں کہ محض منقول عن الغیب نہیں قوۃ فکریہ سے بھی کام لیا گیا ہے مثلاً فص شیثی میں ایک جگہ اور فص اخیر میں دو جگہ فتوحات مکیہ کا حوالہ بصیغہ قدذکرنا و بینا دیا ہے تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیسے منسوب کر سکتے ہیں پھر یہ نسبت کرنا ایسا ہے جیسا ''القیاس مظہر'' کی بناء پر احکام قیاسیہ کو کتاب وسنت کی طرف مستند کر دیتے ہیں اب وہ فصوص شروع ہوتے ہیں مترجم احقر اُن فصوص کو ابواب سے تعبیر کرے گا۔

❁❁❁

عِمَارة العَالم بامارة ادم (یعنی)

باب اَوّل ملقب به فص حکمته الٰهیه فی کلمة آدمیه

فاول ما القاه المالک علی العبد من ذلک فص حکمة الٰهیة فی کلمة آدمیة یعنی مالک حق نے اُس کتاب (نصوص الحکم مری فی الرؤیا) میں سے سب (نصوص) سے اَوّل جو اس عبد مملوک (یعنی مؤلف) پر القاء فرمایا وہ **فص حکمة الٰهیه فی کلمة دمیه** ہے یعنی خلاصہ اُن علوم کا جو متعلق ہے مرتبہ الٰہیہ کے جو ظاہر ہوا ہے کلمہ آدمیہ میں کلمہ کی تفسیر پہلے گذر چکی یعنی مراد یہاں آدم علیہ السلام کی رُوح اور ذات ہے اور الٰہیہ ایک لفظ اصطلاحی ہے مراد اس سے مرتبہ جامعیت کا ہے اس مرتبہ کو آدم علیہ السلام کے ساتھ خاص خصوصیت ہونا ظاہر ہے مادہ کے اعتبار سے بھی جیسا حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے مٹی کے تمام اقسام سے اُن کے جسم کو مرکب فرمایا کما فی الدر المنثور اخرج ابن سعد فی طبقاتہ واحمد وعبد بن حمید وابوداؤ دوالترمذی و صححہ والحکیم فی نوادر الاصول وابن جریر وابن المنذر وابوالشیخ فی العظمۃ والحاکم وصححہ وابن مردویہ والبیہقی فی الاسماء والصفات عن ابی موسی الاشعری قال قال **رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله خلق ادم من قبضة قبضها من جمیع الارض فجاء بنو ادم علی قدر الارض جاء منهم الاحمر والابیض والاسود و بین ذلک والسهل و الحزن والخبیث والطیب**۔اھ۔ اور صفات بشریہ کے اعتبار سے بھی کمافی الدر المنثور اخرج الدیلمی عن ابی ہریرۃ مرفوعا **الهوی و البلاء والشهوة معجونة بطینة ادم علیه السلام اه. و فی الحدیث فنسی آدم فنسیت ذریته وجحد آدم فجحدت ذریته** اور باعتبار لغات وصنائع کے بھی **کما فی الدر المنثور اخرج وکیع و ابن جریر عن سعید بن جبیر فی قوله و علم آدم الاسماء کلها قال علمه اسم کل شیء حتی البعیر**

والبقرة والشاة و اخرج وکیع فی تاریخه و ابن عساکر والدیلمی عن عطیة بن یسر مرفوعا فی قوله وعلم ادم الاسماء کلها قال علم اللّٰه فی تلک الاسماء الف حرفة من الحرف وقال له قل لولدک و ذریتک یا آدم ان لم تصبروا عن الدنیا فاطلبوا الدنیا بهذه الحرف ولا تطلبوها بالدین فان الدین لی وحدها خالصا ویل لمن طلب الدنیا بالدین ویل له۔اھ۔اور باعتبار کمالاتؐ کے بھی اور یہ اصطلاح موجب توحش نہ ہونا چاہئے کہ عبد کے لئے الٰہیت ثابت کردی اوّل تو یہ اصطلاح ہے ولا مشاحة فی الاصطلاح جیسے حکماء حکمت الٰہیہ اُن علوم کو کہتے ہیں جو اُن موجودات کے متعلق ہوں جو مادہ سے مستغنی ہیں وجود خارجی میں بھی اور وجود ذہنی میں بھی اور ان موجودات میں بعضے ممکنات بھی ہیں اور پھر بھی اس اصطلاح سے کسی کو توحش نہیں ہوتا دوسرے یائے کو اگر مصدری نہ کہا جاوے نسبت کے لئے کہا جاوے جیسے زبانی میں ہے یعنی منسوب الی الآلہ اور نسبت کی بناء جس طرح اتصاف ہے ایسے ہی دوسرے تلبسات بھی جیسے نعم الٰہیہ یعنی جو نعمتیں منجانب اللہ عطاء ہوں اسی طرح یہاں یہ معنی ہوں گے کہ وہ مرتبہ جو منجانب اللہ عطاء ہوا اور اس شبہ کی اہل علم کو گنجائش ہی نہیں یا اگر نہ معنی اصطلاحی لئے جاویں اور نہ یاء نسبت کے لئے لی جاوے، تب بھی یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ ذات آدم میں جو حق تعالیٰ کی صفت الاھیۃ یعنی جامعیت للکمالات کا ظہور ہوا ہے جیسا قوم میں مشہور ہے کہ عالم مظہر ہے اسماء الٰہیہ کا اور انسان مظہر ہے اسم جامع یعنی اللہ کا جس کی تفسیر ہے ذات مستجمع للکمالات خواہ مفہوم کلی منحصر فی فرد واحد ہو یا جزئی اور علَم ہو تو اَب بھی کوئی اشکال نہ ہوگا اور جاننا چاہئے کہ اس فص کے اخیر میں فصوص کی ایک فہرست ہے جس کا جزو اوّل یہی باب ہے تو اس کا مقتضا یہ تھا کہ وہ فہرست اوّل میں ہوتی پھر یہ مضمون شروع ہوتا تو اس کی وجہ بالی آفندی نے یہ لکھی ہے "وانما قدم بیان هذاالفص علی تعداد کلمه مع ان داب المصنفین

عکسه تعظیما لشانه لاشتماله علی جمیع ما یشتمل علیه الفصوص المذکورة فی الکتاب مع زیادة وکانه یستحق ان یکون کتابا مستقلا مقابلا لسائر الحکم ۔اھ۔ لماشاء الحق سبحانه من حیث اسمائه الحسنی التی لا یلغها الا حصآء ان یری اعیانها وان شئت قلت ان یری عینه فی کون جامع یحصرالامر لکونه متصفابالوجود ویظهر به سره الیه فان رویة الشیء نفسهٗ فی نفسهٖ بنفسهٖ ما هی مثل رویة نفسهٖ فی امراخر یکون له کالمرأة فانه یظهر له نفسهٗ فی صورة تعطیها المحل المنظور فیه مما لم یکن یظهر له من غیر وجود هذاالمحل ولا تجلیه لهٗ ”

یعنی جب حق سبحانہ وتعالیٰ نے چاہا اور یہ چاہنا اپنے اُن اسماء حسنیٰ کے اعتبار سے تھا جن تک شمار نہیں پہنچتا یعنی وہ اسماء حسنیٰ بے شمار ہیں آگے کہتے ہیں کہ کیا چاہا یعنی یہ چاہا کہ اپنے عین یعنی ذات کا یوں کہہ دو کہ اُن اسماء کے اعیان یعنی حقائق کا ایک ایسی ہستی میں مشاہدہ فرماوے جو جامع ہے اور (جس) اَمر کی (رؤیت مطلوب ہے باعتبار مظہریت کے اُس کے) محیط ہے کیونکہ وہ ایک خاص وجود (یعنی وجود جامع) کے ساتھ موصوف ہے (ایک صفت تو اُس ہستی کی یہ ہے) اور (دوسری صفت یہ ہے کہ) اس ہستی کے واسطہ سے حق تعالیٰ کی مخفی ذات ظاہر ہو جاوے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے یوں چاہا کہ اپنی ذات جامع کمالات حسنیٰ کا ایک وجود جامع میں مشاہدہ کرے اس لئے آدم علیہ السلام کو صفت جامعیت کے ساتھ پیدا کیا (یہ جزالما کی مقدر ہے کذا قال بالی آفندی) یعنی ہر چند کہ قبل خلق آدم علیہ السلام دوسری مخلوقات موجود تھی اور وہ مظہر بھی ہے ذات کا لیکن چونکہ اُن میں کوئی مظہر جامع نہ تھا اس لئے ان میں ظہور ذات کا باعتبار خاص خاص اسماء کے تھا کل اسماء کے جامع ہونے کے اعتبار سے کسی میں ظہور نہ تھا اب چونکہ ذات حق نے جامع ہونے کے اعتبار سے ظہور فرمانا چاہا اور مظہر و ظاہر میں مناسبت ضروری یا مستحق ہے اس لئے اُس مظہریت کے لئے

آدم علیہ السلام کو بنایا تا کہ وہ ذات حق کا مرآۃ بن سکیں اور یہ جو فرمایا کہ اپنے عین یا اُن اسماء کے اعیان یہ اختلاف تعبیر کا ہے یعنی خواہ اُس کو ذات کا مشاہدہ کہو یا اسماء کا کیونکہ مشاہدہ تو ذات ہی کا ہے مگر من حیث الاسماء ہے تو خواہ اُس کو ذات کا مشاہدہ کہیے یا اسماء کا کہیے اور یظہر کا عطف یحصر پر ہے اور دونوں صفت کون جامع کی ہیں اب یہاں سوال ہوتا ہے کہ کیا قبل وجود اس مظہر جامع کے حق تعالیٰ کو اپنی ذات یا اسماء کا مشاہدہ حاصل نہ تھا جو مشاہد کے لئے اس مظہر کو ایجاد فرمایا اُس کا جواب دیتے ہیں یعنی کسی شئے کا اپنی ذات کو اپنی ذات کے واسطہ سے دیکھنا یہ (آثار واحکام میں) اُس کی مثل نہیں کہ اپنی ذات کو کسی دوسرے اَمر میں دیکھنا جو اس کے لئے مثل آئینہ کے ہو یعنی ذات کا بلا واسطہ دیکھنا اور بواسطہ دیکھنا یہ دونوں سب احکام میں برابر نہیں اس لئے کہ کسی مظہر میں دیکھنے کے وقت اُس شئے پر اپنی ذات ایسی صورت میں ظاہر ہوتی ہے جس کے لئے یہ محل منظور فیہ مفید اور مظہر (باسم الفاعل) ہوا ہے جو بدوں وجود اس محل کے اور بدون تجلی یعنی ظہور اس محل کے وہ صورت اس شئے کے سامنے ظاہر نہ ہوتی اور اس صورت کے ظاہر نہ ہونے سے اس شئے کو اپنی رویت بواسطہ اس صورت کے نہ ہوتی مطلب یہ کہ ایک رویت ہے بلا واسطہ کسی مظہر مخلوق کے اور ایک رویت ہے بواسطہ کسی مظہر مخلوق کے سو گو حق تعالیٰ کے اعتبار سے انکشاف میں دونوں رویتیں برابر ہیں اس کا احتمال محال عقلی ہے کہ ایک صورت میں زیادہ انکشاف ہے اور ایک میں کم لیکن اور احکام میں تفاوت ہے مثلاً ایک انکشاف ہے بواسطہ ایک بلا واسطہ تو اس حکم واقعی کا انکار نہیں ہو سکتا سو حق تعالیٰ کو کسی حکمت سے جس کا ہم کو علم نہیں یہ منظور ہوا کہ اپنا مشاہدہ بواسطہ فرمادے اُس واسطہ کو پیدا کیا اور یہاں سے ایک اور اشکال بھی رفع ہو گیا وہ یہ کہ حق تعالیٰ کے سامنے یہ مظہر بھی من حیث الذات و من حیث المظہریت قبل خلق حاضر تھا تو مشاہدہ بواسطہ مظہر بھی حاصل تھا پھر ایجاد کیوں کیا گیا جواب یہ ہے کہ وہ حضور علمی تھا اب حضور عینی ہے اور دونوں میں تفاوت ہے گو انکشاف میں تفاوت

نہیں پس منظور یہ ہوا کہ بواسطہ مظہر موجود فی العین اپنی ذات کا مشاہدہ فرما دیں اوراحقر نے جو کہا ہے کہ کسی حکمت سے جس کا ہم کو علم نہیں یہ قول اُس قول مشہور کے منافی نہیں کہ چونکہ ذات جمیل ہے اور جمال مقتضی ظہور کا ہوتا ہے یہ اقتضاء اس ظہور کی علت اور یہ ظہور اس اقتضاء کی حکمت ہے وجہ عدم تنافی یہ ہے کہ یہ اقتضاء درجہ اضطرار میں تو ہے نہیں ورنہ قدم عالم لازم آتا ہے درجہ اختیار میں ہے پھر سوال یہ پیدا ہوگا کہ پہلے سے اقتضاء کیوں نہ ہوا پھر یہی جواب ہوگا کہ مشیت متعلق نہ ہوئی تھی پھر سوال ہوگا کہ مشیت کے اس تعلق حادث کی کیا حکمت پھر یہی جواب ہوگا کہ معلوم نہیں میں نے اَوّل سے یہی کہہ دیا۔

"و قد كان الحق اوجدالعالم كله وجود شج مسوى لاروح فيه فكان كمراة غير مجلوة و من شأن الحكم الا لٰهى انه ما سوى محَلا الا ولا بدان يقبل روحا الهيا عبر عنه بالنفح فيه وما هو الا حصول الاستعداد من تلك الصورة المسواة لقبول الفيض التجلى الدائم الذى لم يزل ولا يزال ومابقى الا قابلٌ والقابل لا يكون الا من فيضه الا قدس فالامر كله منه ابتداؤه وانتهاؤه و اليه يرجع الامر كله كما ابتداء منه فاقتضے الامر جلاء مراة العالم فكان اٰدم عين جلاء تلك المرء اة وروح تلك الصورة"

اورحق تعالیٰ (قبل ایجاد آدم علیہ السلام) تمام عالم (کی انواع) کو ایسے وجود سے ایجاد کر چکے تھے جو مثل ایک ایسی صورت تیار شدہ کے تھا جس میں رُوح نہ ہو (میرے نزدیک وجہ اس کی یہ ہے کہ نص "**هو الذى خلق لكم ما فى الارض جميعا ونص الم تروا ان الله سخر لكم ما فى السمٰوٰت وما فى الارض (الخ)**" سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود خلق عالم سے انسان کا انتفاع ہے اور ظاہر ہے کہ بدون وجود اِنسان کے اس انتفاع کا اوران منافع کا ظہور نہ ہوا تھا اور

یہی غایت بوجہ مقصودیت کے گویا روح ہے عالم کی پس اُس وقت وجود عالم کا ایسا تھا جیسے کوئی صورت بلا رُوح کے) تو عالم (بدون آدم کے) ایسا تھا جیسا غیر جلا دیا ہوا آئینہ ہوتا ہے (یعنی جس طرح اُس میں صورت مقصودہ ظاہر نہیں ہوتی اسی طرح اس وقت اجزاء عالم میں اسماء کامل طور پر ظاہر نہ ہوتے تھے کیونکہ ظہور ان اسماء کا اسی طرح ہوتا ہے کہ اوّلاً مظاہر کے کمالات ظاہر ہوتے ہیں اور وہ کمالات عکوس وظلال ہوتے ہیں اسماء کے تو اُن اسماء کا بھی ظہور ہو جاتا ہے جب ابھی تک ان مظاہر کے کمالات مقصودہ جن کا ظہور انتفاع انسان پر موقوف ہے ظاہر نہ ہوئے تھے اُس وقت تک ان اسماء کا بھی ظہور کامل نہ ہوا تھا تو عالم مثل آئینہ بے جلا کے تھا) اور حکم الٰہی کا اقتضاء (یعنی ان کی عادت) یہ ہے کہ وہ جس محل کو تیار کرتے ہیں وہ ضرور رُوح الٰہی کو قبول کرتا ہے (مراد قبول کرنے سے متصف ہونا ہے اور) وہ رُوح وہ ہے جس کو نفخ فی المحل سے تعبیر کیا جاتا ہے (عبارت میں تسامح ہے مراد نفخ سے منفوخ ہے یعنی جس رُوح کا ذکر ہے اس قول میں **ونفخت فيه من روحی** یہ رُوح وہی ہے اور یہ دعویٰ ذوقی ہے اور مبنی ہے کشف پر کہ ہر شئے ذی روح ہے پس یہ دعویٰ عموم کے ساتھ ثابت ہو گیا **انه ما سوی محلا الا و لابدان يقبل روحا الهيا** (الخ) پس عالم بھی اس وقت اسی روح کے لئے مقتضی تھا) اور اس قبول (واتصاف بالروح) کا حاصل صرف یہی تھا کہ اُس صورت مسواۃ میں ایک استعداد حاصل ہو جاوے فیض کے قبول کرنے کی (یہاں بھی عبارت میں تسامح ہے کیونکہ اتصاف بالروح سبب ہوتا ہے اتصاف بالفیض کی استعداد کا مثلاً بطش ایک فیض ہے اس کی صلاحیت اس سبب سے ہے کہ وہ محل پہلے سے متصف بالروح ہے پس اتصاف بالروح کو عین استعداد القبول الفیض کہنا تسامح ہے) اور مراد اس فیض سے تجلی دائم ہے جو (فی نفسہٖ) ازلی ابدی ہے (گو تعلق اس کا محل کے ساتھ حادث ہو۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ افاضہ ایک تکوین ہے اور وہ قدیم ہے مگر تعلق اُس کا حادث ہے اور مراد اس فیض و تجلی دائم سے فیض مقدس ہے جو

عبارت ہے تجلیات اسمائیہ سے جو اعیان ثابتہ کو خارج میں مطابق صور علمیہ کے وجود دیتی ہیں اور یہ مرتب ہوتا ہے فیض اقدس پر جو عبارت ہے تجلی ذاتی سے جس سے تقرر اعیان ثابتہ کا حضرت علم میں ہوا ہے کذا فی مفید العالم مطلب یہ کہ یہ کمالات جو موقوف ہیں اتصاف بالروح پر یہ تجلی فیض مقدس سے ظاہر ہوتے ہیں پس ان کمالات کے ظہور کیلئے عالم حق تعالیٰ کی طرف اس اَمر میں محتاج ہوا کہ وہ ایسی رُوح کو پیدا کرے جو بمنزلہ جلاء عالم کے ہو اور وہ آدم علیہ السلام ہیں **کما سیاتی فکان ادم عین جلاء تلک المراٰۃ و روح تلک الصورۃ**) اور اب (قابل تحقیق) صرف قابل (مرتبہ قابلیت ذاتیہ میں) رہ گیا (جو بوجہ اپنے قدم فی مرتبۃ العلم وامتناع تخلل جعل بین الذات والذاتیات کے مجعول نہیں اُس میں شبہ استغناء عن الحق کا ہوتا ہے) اور (اس کی تحقیق یہ ہے کہ) وہ قابل حق تعالیٰ کے فیض اقدس سے ہے (یعنی گو مجعول نہ ہو مگر ذات کا محتاج ہے چنانچہ اعیان ثابتہ کا وجود علمی میں تابع ذات کا ہونا ظاہر ہے تو (اس بناء پر) تمام اُمور (یعنی موجودات عینیہ وعلمیہ سب) اسی کی طرف سے ہوئے ابتداء وجود کے اعتبار سے بھی (مراد تجلی فیض اقدس کی ہے) اور انتہاء وجود کے اعتبار سے بھی (مراد تجلی فیض مقدس کی ہے) اور (بعد فناء وجود) سب اُمور اُسی کی طرف راجع بھی ہو جاویں گے جیسا اُدھر سے اُن کی ابتداء (وجود بعد العدم میں) ہوئی تھی غرض حالت (عالم کی) اس کو مقتضی ہوئی کہ اس عالم کے آئینہ کی جلاء کی جاوے (جیسا اقتضا کا مفصل بیان ہوا) پس آدم علیہ السلام اس آئینہ کی جلاء ہوئے اور اُس صورت کی رُوح تھے۔

(ف) اور اس مقام پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ شروع فص ہذا میں ظہور حق بوصف جامعیت کا توقف وجود آدم علیہ السلام پر بیان کیا تھا جس سے یہ مفہوم ہوا تھا (اور مترجم نے بھی اس کو تسلیم کر لیا تھا) کہ نفس ظہور بلا وصف جامعیت دوسری اشیاء سے حاصل ہو گیا تھا اور یہاں یہ کہا گیا ہے کہ وہ دوسری اشیاء بمنزلہ آئینہ غیر صیقل شدہ کے تھیں آدم

علیہ السلام اُس آئینہ کا صیقل تھے اور ظاہر ہے کہ آئینہ میں بدون صیقل کے ظہور صورت کا نہیں ہوتا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس ظہور بھی دوسری اشیاء سے نہ ہوا تھا تو یہ تعارض ہے جواب شبہ کا یہ ہے کہ نفس ظہور یعنی بلا وصف جامعیت میں دو درجے ہیں ایک مطلق ظہور گو کامل نہ ہو اور ایک ظہور کامل۔ پس دوسری اشیاء میں ظہور تھا مگر کامل نہ تھا جس کی لم احقر مترجم نے اس قول کی شرح میں بیان کی ہے کہ عالم ایسا تھا جیسا غیر جلا دیا ہوا آئینہ ہوتا ہے یعنی جس طرح اُس میں (الخ) پس تعارض دفع ہو گیا۔

"و كانت الملائكه من بعض قوى تلك الصورة التى هى صورة العالم المعبر عنه فى اصطلاح القوم بالانسان الكبير فكانت الملائكة له كالقوى الروحانيه والحسّية التى هى فى النشأة الانسانية و كل قوة منها محجوبة بنفسها لا ترى شيئا افضل من ذاتها و ان فيها فيما تزحم الاهلية لكل منصب عالٍ و منزلة رفيعةٍ عند الله لما عندها من الجمعية الالٰهية بين ما يرجع مِن ذلك الى الجناب الالهى و الى جناب حقيقة الحقائق و فى النشأة الحاملة لهٰذه الاوصاف الى ما تقتضيه الطبيعة الكلية التى حصرت قوابل العالم كله اعلاه واسفله"

اُوپر آدم علیہ السلام کو صورۃ عالم کی رُوح بتلایا ہے تو ظاہر ہے کہ بقیہ اجزاء اس عالم کے اعتبار سے بمنزلہ قوی و اعضاء ہوں گے جیسے زید کی ایک رُوح ہے اور اُس کے دوسرے اجزاء زید کے قوی اور اعضاء ہیں اور ان اجزاء میں کسی خاص موجود کی تخصیص نہیں نہ ملائکہ کی نہ غیر ملائکہ کی سب اس حکم میں شریک ہیں مگر آگے آدم علیہ السلام اور ملائکہ کے قصہ کی بعض حکمتیں بیان فرمانا ہیں اس لئے ذکر میں ملائکہ کی تخصیص کر کے فرماتے ہیں کذا قال بالی آفندی کہ آدم علیہ السلام تو مجموعہ عالم کے لئے بمنزلہ روح کے تھے اور ملائکہ (مثل دیگر موجودات و اجزاء عالم) اُس صورت کے لئے جو کہ (مجموعہ) عالم کی صورت ہے جس کو قوم کی اصطلاح میں انسان کبیر سے تعبیر کیا جاتا

ہے (جس طرح انسان کو عالم صغیر کہتے ہیں) بمنزلہ بعض قوی کے تھے۔ پس ملائکہ اس عالم کبیر کے لئے ایسے ہیں جیسے قوی حسیہ وروحانیہ نشأۃ انسانیہ میں ہیں اور (یہاں سے منشاء مذکور ہے نزاع ملائکہ کا یعنی یہ ظاہر ہے کہ) اُن قوی روحانیہ وحسیہ مذکورہ میں سے ہر قوۃ اپنی ذات میں (معرفت حقیقت سے) محجوب ہے کہ وہ اپنی ذات سے کسی کو افضل نہیں سمجھتے وجہ یہ کہ اس کو اپنے کمالات پر تو نظر ہے مگر انسان کے کمالات پر نظر نہیں اس لئے محجوبۃ بنفسہا فرمایا اور جن قوی میں اتنا ادراک بھی نہیں اُن کا محجوب ہونا اظہر ہے اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اُس نشأۃ انسانیہ میں اس قوۃ کے زعم میں ہر منصب عالی اور منزلہ رفیعہ کی اہلیت (اور صلاحیت) ہے اس لئے کہ اس نشأۃ انسانیہ کے پاس ایک جامعیت الٰہیہ ہے (اس اصطلاح کی تحقیق فص ہذا کے عنوان کے ذیل میں ہو چکی ہے آگے یہ بتلاتے ہیں کہ یہ نشأۃ انسانیہ کس چیز کی جامع ہے تو فرماتے ہیں کہ یہ جامعیت) درمیان (دو چیز کے ہے ایک تو) درمیان اُس چیز کے جو اس ما عندہا میں سے راجع ہے جناب الٰہی اور جناب حقیقۃ الحقائق کی طرف اور درمیان اُس نشأۃ کے (یہاں فی بمعنی میں کے ہے) جو حامل ہے اُن اوصاف (مذکورہ فیما بعد) کی جو راجع ہیں اُن اوصاف کی طرف جن کو طبیعت کلیہ مقتضی ہے اور وہ طبیعت کلیہ ایسی ہے جس نے تمام عالم کے قوابل کو یعنی اس کے اعلیٰ کو بھی اور اُس کے اسفل کو بھی احاطہ (اور جمع) کر لیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اُن قوی کو یہ خبر نہیں کہ نشأۃ انسانیہ دو چیزوں کو جامع ہے اسماء الٰہیہ کو بھی کہ اُن کا مظہر ہے اور جناب الٰہی وحقیقۃ الحقائق سے یہی مراد ہے اور چونکہ بواسطہ اسماء کے انسان ذات کے اعتبار سے مظہر ذات کا ہے اور صفات کے اعتبار سے مظہر صفات کا اس لئے جناب الٰہی سے دوسرے مرتبہ کی طرف اور حقیقۃ الحقائق سے پہلے مرتبہ کی طرف اشارہ فرمایا غرض وہ نشأۃ انسانیہ اسماء الٰہیہ کو جامع ہے اور حقائق امکانیہ کو بھی اس طرح سے کہ جو کچھ تمام اجزاء عالم میں پایا جاتا ہے اُس کے اُصول انسان میں پائے جاتے ہیں وحقیقۃ فی رسالتی انوار الوجود والتجلی العظیم۔ پس

کمالات انسان اسماء الٰہیہ کے تو ظلال ہیں اور حقائق امکانیہ کے اُصول ہیں اور مقتضاء طبیعت کلیہ سے یہی مراد ہے جس میں تمام اجزاء عالم کی عالم علوی کی بھی اور عالم سفلی کی بھی قابلیتیں مجتمع ہیں (طبیعت کلیہ کی تحقیق عنقریب آتی ہے) پس وہ نشاۃ انسانیہ اس جامعیت کے سبب بڑے مراتب و مناصب کی اہل ہے جو کہ تکمیل خلافت کے لئے اُس کو عطا ہوئی مگر قوی کو اس کی خبر نہیں اور ملائکہ بھی ان ہی قوی میں داخل ہیں اس لئے ملائکہ کو بھی انسان کے اس کمال کی خبر نہیں ہوئی اور وجہ اس خبر نہ ہونے کی یہ ہے کہ اس کے لئے کشف خاص کی ضرورت ہے۔ جیسا شیخ آگے خود فرماتے ہیں **وھذا امر لا یعرفه** الخ اور ملائکہ کو یہ کشفِ خاص حاصل نہ تھا جیسا انہوں نے خود کہا **لا علم لنا الا ما علمتنا** اور ذوقاً معلوم ہوتا ہے کہ خاص ایسا کشف خواص انسان سے ہے اس لئے ملائکہ میں اُس کی استعداد بھی نہیں ورنہ خاصہ خاصہ نہ رہے گا **(یویده قوله تعالیٰ و علم ادم الاسماء و قوله تعالیٰ قال یا آدم انبئهم مع الفرق بین التعلیم و الانباء علی ما ذکرته فی تفسیر بیان القرآن ان اشتقت الیه فانظر** اور جب ملائکہ کہ اُس وقت کے سب موجودات میں افضل و اعلم تھے بے خبر تھے تو اور موجودات کو خبر نہ ہونا بدرجہ اولی مفہوم ہوا پس ملائکہ کی تخصیص احتراز کے لئے نہ ہوئی بلکہ اقتضاء مقام کے سبب کہ مقصود بیان کرنا ہے اس قصہ کی بعض حکمتوں کا جیسا احقر نے اس قول کے اوّل میں عرض کیا ہے۔

(ف) عقل اور نفس اور طبیعت اور ہیولی اور جسم اور شکل کے معانی و حقائق تو مشہور ہیں صوفیہ کو کشوف ہوا ہے کہ ان سب میں دو دو مرتبے ہیں مثلاً خاص خاص روح اور ایک سب ارواح کی اصل اسی طرح ایک عقل ہے جو سب عقول کی اصل ہے **وقس علیٰ هذا البوا فی** پس اُن اُصول کے مراتب کو روح الروح اور عقل کل یا کلی و نفس کل یا کلی اور طبیعت کل یا کلی اور جو ہر ہبا اور جسم کل اور شکل کل کہتے ہیں اور ان سب کو غیر مادی کہتے ہیں یہ سب اسماء کیانی کہلاتے ہیں۔

فائدہ استطرادیہ

اور اسماء الٰہیہ کے ظہور کو تجلی اور کلام اور نفس رحمانی اور تاثیر فی الاعیان الثابتہ کے اعتبار سے فیض اقدس اور تاثیر فی الاعیان الخارجہ کے اعتبار سے فیض مقدس کہتے ہیں کذا فی مفید العالم بیان الواحدیة وهذا الا يعرفه عقل بطريق نظر فكرى بل هذا الفن من الادراک لا يكون الا عن كشف الهى منه يعرف ما اصل صور العالم القابلة لا رواحه فسمى هذا المذكور انسانا و خليفة فاما انسانيته فلعموم نشأ ته و حصر الحقائق كلها و هو للحق بمنزلة انسان العين من العين الذى به يكون النظر و هو المعبر عنه بالبصر فلهذاسمى انسانا فانه به نظر الحق الى خلقه فرحمهم فهو الانسان الحادث الازلى والنشأة الدائم الا بدى والكلمة الفاصلة الجامعة فتم العالم بوجوده فهو من العالم كفص الخاتم من الخاتم الذى هو محل النقش والعلامة التى بها يختم الملک على خزآئنه و سمائه خليفة من اجل هذا لانه تعالىٰ الحافظ به خلقه كما يحفظ بالختم الخزائن فما دام ختم الملک عليها لا يجسر احد على فتحها الا باذنه فاستخلفه فى حفظ العالم فلايزال العالم محفوظ ما دام فيه هذاالانسان الكامل الا تراه اذا زال وفک الختم عن خزانة الدنيا لم يبق فيها مااختزنه الحق فيها و خرج منها ما كان فيها والتحق بعضه ببعضه وانتقل الامر الى الاخرة فكان ختما على خزانة الاخرة ختما ابد يا۔" اُوپر بیان کیا تھا کہ وہ قوی جن میں ملائکہ بھی داخل ہیں کمال انسانی سے محجوب ہیں یہاں اُس کی وجہ فرماتے ہیں کہ یہ اَمر یعنی جمعیت الٰہیہ کہ کمال خاص ہے انسان کا ایسا اَمر ہے کہ اس کو کوئی عقل طریق فکری سے نہیں پہچان سکتی بلکہ خاص یہ فن کہ ادراک ہے جمعیت الٰہیہ کا بدون کشف الٰہی کے

حاصل نہیں ہوتا اُسی کشف الٰہی ہی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عالم کی صورتوں کی جو کہ عالم کی ارواح کے قابل ہیں کیا اصل ہے (چنانچہ کشف سے معلوم ہوا کہ صور عالم کی ارواح یعنی حقائق اسماء الٰہیہ ہیں کہ یہ صور ان حقائق کے مظاہر ہیں اور ان اسماء کا جامع انسان ہے پس یہی جمعیت الٰہیہ کمالات خاصہ انسان سے ہوئی جس کی خبر ملائکہ کو نہ تھی) پس اس موجود جامع مذکور کا نام انسان اور خلیفہ رکھا گیا سو اُس کا انسان ہونا تو اس لئے ہے کہ اُس کی نشاۃ عام یعنی جامع ہے آگے عطف تفسیری ہے یعنی خاص ہے تمام حقائق (الٰہیہ وکونیہ) کو (بس اس کو جمیع حقائق سے اُنس ہوا اور انسان کا یہی مادہ ہے ایک وجہ تسمیہ تو یہ ہوئی) اور (دوسری وجہ تسمیہ یہ ہے کہ انسان آنکھ کی پتلی کو کہتے ہیں اور) یہ (انسان) حق تعالیٰ کے اعتبار سے ایسا ہے جیسے آنکھ کی پتلی آنکھ کے اعتبار سے کہ جس کے ذریعہ سے نظر (حاصل) ہوتی ہے اور اسی کا نام بصر ہے پس اس لئے بھی انسان کا نام انسان ہوا کیونکہ اسی کے واسطہ سے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی مخلوق کی طرف نظر فرمائی پھر ان پر رحم فرمایا (یعنی اُن پر نظر رحمت فرمائی اور اس نظر کی تحقیق اس فص کی ابتداء میں اس قول میں گذر چکی **لما شاء الحق الی قولہ فان رویۃ الشیء نفسہ بنفسہ ما ھی مثل رؤیۃ نفسہ فی امر اخر**۔ اور اُس جگہ سب شبہات مرتفع ہو گئے ہیں اور اس نظر کو نظر رحمت اس لئے فرمایا کہ اس نظر سے حق تعالیٰ کا کوئی نفع نہ تھا۔ مخلوق ہی کا نفع تھا۔ **و للّٰہ در العارف الرومی**۔

من نکردم خلق تا سودے کنم　　　بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

اور میں نے جو اُس مقام میں کہا تھا کہ اس مشاہدہ کی حکمت معلوم نہیں اور یہاں حکمت مذکور ہے کہ وہ رحمت ہے تو اس پر شبہ تعارض کا نہ کیا جاوے۔ وہاں حکمت حقیقیہ کے علم کی نفی کی گئی ہے اور یہاں حکمت صوریہ کا اثبات ہے اور اس کو حکمت حقیقیہ اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ اس پر بھی یہ سوال ہو سکتا ہے کہ رحمت کے قصد میں کیا مصلحت تھی اور وجہ تشبیہ مردمک چشم سے احتیاج نہیں تعالیٰ **اللّٰہ عن ذلک** بلکہ

محض توسط فی المشاہدہ بلا احتیاج جیسے حدیث میں خلق کو عیال اللہ فرمایا ہے **کما فی المشکوۃ آخر باب الشفقة والرحمة علی الخلق بروایة البیھقی عن عبداللہ**۔ اور حق تعالیٰ کا تنزہ عیال سے ظاہر ہے۔ پس یہاں بھی محض تشبیہ ہے **کما فی الحاشیة من یعوله و یقوم برزقه و ھو ھھنا مجاز و استعارۃ**) پس وہ (ہستی جامع) انسان ہے جو (ذاتاً و زماناً) حادث ہے (کذا فی الشرح مولانا الجامی رحمہ اللہ) ازلی ہے (یعنی مرتبہ وجود علمی میں جس کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں اور اس مرتبہ میں سب چیزیں ازلی ہیں مگر انسان بوجہ مقصودیت کے سب پر سابق ہے تو اس کی ازلیت بھی اوروں پر رتبۂ مقدم ہے) اور نشاۃ دائمی ابدی ہے (یعنی بعد حشر کے پھر فانی نہیں اور گو جنت بھی اَبدی ہوگی مگر وہ خود مقصود انسان کیلئے اس کی ابدیت بھی خاص شان کی ہے۔

(ف) اس قول میں اہل جنت کی ابدیت کی تصریح ہے پس شیخ کا جو قول فناء جنت کا مشہور ہے یہ قول اُس شہرت کو رد کرتا ہے۔ اور وہ کلمہ فاصلہ جامعہ ہے (کلمہ تو اس لئے کہ کن سے پیدا ہوا اور اس میں دوسری مخلوقات سے اس لئے ممتاز ہے کہ اوروں کی تخلیق اس کے لئے ہوتی ہے اور فاصل اس لئے کہ یہ نہ ہوتا تو ممکنات ظاہر نہ ہوتے گویا حضرت وجوب میں متلاشی رہتے ہیں۔ اس نے دونوں کے درمیان فصل و تمائز کر دیا اور جامع اس لئے کہ اسماء الٰہیہ وحقائق کونیہ کو جامع ہے کما مر) پس عالم اس کے وجود سے تام ہو گیا (اس کے قبل غیر مکمل تھا کما مر) پس وہ عالم سے وہ نسبت رکھتا ہے جو انگشتری کا نگین انگشتری سے نسبت رکھتا ہے جس نگین کی شان یہ ہے کہ وہ نقش (حروف کندہ) کا محل ہے اور اسی علامت کا محل ہے جس سے بادشاہ اپنے خزانوں پر مہر کر دیتا ہے (جس سے وہ خزانہ محفوظ ہو جاتا ہے اسی طرح انسان سبب ہے حفاظت عالم کا جیسا ابھی آتا ہے اور اس عبارت میں اگر محل علامت ہونا تفسیر ہو محفل نقش ہونے کی تب تو وجہ تشبیہ صرف آلہ حفظ ہونا ہے۔ اور اگر تفسیر نہ ہو تو وجہ تشبیہ دو ہیں ایک آلہ حفظ ہونا دوسری نفس اسماء آلٰہیہ کا محل ہونا) اور (آگے وجہ تسمیہ خلیفہ کی مذکور ہے جو

ماقبل پر متفرع ہے یعنی حق تعالیٰ نے) اس کا نام خلیفہ بھی اسی سبب سے رکھا (اس آیت میں انی جاعل فی الارض خلیفۃ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس کے واسطے سے اپنی مخلوق کو محفوظ فرماتے ہیں جیسا مہر سے بادشاہ خزائن کی حفاظت کرتا ہے سو جب تک اُن خزائن پر بادشاہ کی مہر رہتی ہے کوئی شخص بدون اس کے اذن کے اُن کے کھولنے پر دلیری نہیں کرتا پس (اسی طرح) حق تعالیٰ نے اس (انسان) کو عالم کی حفاظت میں (اپنا) خلیفہ بنایا (یعنی حق تعالیٰ کی جو صفت ہے کہ حافظ خلق ہیں اس صفت کا مظہر انسان کو بنایا عالم دنیا کا بھی اور عالم آخرت کا بھی چنانچہ تفصیل آتی ہے اوّل دنیا کا ذکر ہے پھر آخرت کا مطلب یہ کہ جس طرح فص خاتم سے تشبیہ آلۂ حفظ ہونے میں تھی اسی طرح وجہ استخلاف بھی یہی سبب حفظ ہوتا ہے سو عالم (دنیا) برابر محفوظ رہے گا جب تک اس میں انسان کامل موجود ہے (چنانچہ حدیث ہے کہ جب تک اللہ اللہ کہنے والا زمین میں رہے گا قیامت نہ آوے گی اور اللہ اللہ کہا جانا یہ انسان کامل ہی کے سبب سے ہے کیا تم کو معلوم نہیں کہ جب انسان کامل (دنیا میں سے) زائل ہو جاوے گا اور (اُس کا زوال ایسا ہوگا جیسے گویا) خزانۂ دنیا سے مہر توڑ دی جاوے گی تو (اُس وقت) خزانہ دنیا میں وہ چیزیں نہ رہیں گی جو حق تعالیٰ نے اُن میں رکھی ہیں اور جو کچھ اُس میں ہے وہ اُس سے نکل جاوے گی اور بعض چیزیں بعض کے ہاتھ گڈمڈ ہو جاویں گی (یعنی دنیا کی موجودات آخرت کی موجودات سے اور بالعکس مل جاویں گی چنانچہ روایات سے ظاہر ہے اور (دنیا کے) امور (آخرت کی طرف) منتقل ہو جاویں گے (یہ تو تقریر ہوئی اس کے آلۂ حفظ دنیا ہونے کی آگے عالم آخرت کے اعتبار سے اُس کا آلۂ حفظ ہونا بتلاتے ہیں یعنی) پھر وہ خزانہ آخرت پر مہر اَبدی بن جاوے گا (یعنی جب یہ آخرت کی طرف چلا جاوے گا تو عالم آخرت محفوظ ہو جاوے گا اور چونکہ یہ آخرت میں ہمیشہ رہے گا اس لئے عالم آخرت بھی دائمی ابدی ہوگا پس دنیا کے اعتبار سے تو اِنسان مہر مفکوک تھا اور آخرت کے اعتبار سے مہر غیر مفکوک اور جس

شخص کو اِنسان کا مقصودِ عالم ہونا معلوم ہے اُس کے نزدیک یہ حکم ظاہر ہے کہ دنیا کا کارخانہ بھی اسی کے واسطے ہے اور آخرت کا بھی اسی کے واسطے و الیه الاشارة فی قوله تعالیٰ و لو یؤاخذ اللّٰہ الناس بظلمهم ما ترک علی ظهرها من دآبة آگے پھر مضمون ہے مظہریت وافضلیت انسانیہ کا۔فظهر جمیع ما فی الصور الا لٰهیة من الاسمآء فی هذه النشأة الا نسانیة فحازت رتبة الا حاطة والجمع بهذاالوجود وبه قامت الحجة للّٰہ تعالٰی علی الملائکة فتحفظ فقد و عظک اللّٰہ بغیرک وانفر من این اتی علی من اتی علیه ۔

فان الملائکة لم تقف مع ما تعطیه نشأة هذاالخلیفة ولا وقفت مع ماتقتضیه حضرة الحق من العبادة الذاتیة فانه ما یعرف احد من الحق الا ما تعطیة ذاته و لیس للملائکة جمعیة ادم ولا وقفت مع الاسمآء الالٰهیة التی تخصها و سبحت الحق بها وقدسته وما علمت ان للّٰہ اسمآء ما وصل علمها الیها فما سبحته بها ولا قدسته فغلب علیها ما ذکرناه وحکم علیها هذا الحال فقالت من حیث النشأة اتجعل فیها من یفسد فیها ولیس الاالنزاع وهو عین ما وقع منهم فما قالوه فی حق اٰدم هو عین ما هم فیه مع الحق فلولا ان نشأتهم تعطی ذلک ما قالوا فی حق اٰدم ما قالوه وهم لا یشعرون فلوعرفوانفوسهم لعلموا ولو علموا لعصموا ثم لم تقف مع التجریح حتی زاد و افی الدعویٰ بما هم علیه من التقدیس والتسبیح و عند اٰدم من الآسماء الالٰهیة ما لم یکن الملائکة تقف علیها فما سبحت ربها بها ولا قدسته عنها تقدیس اٰدم و تسبیحه فوصف الحق لنا ما جری لنقف عنده و نتعلم الادب مع اللّٰہ تعالٰی فلا ندعی ما نحن متحققون به وحاوون علیه بالتقیید فکیف لنا ان نطلق فی الدعوی فنعم بها

مالیس لنا مجال ولا نحن منه علی علم فنفتضح فهذاالتعریف الالٰهی مما ادب الحق به عباده الادباء الا مناء الخلفاء۔

غرض جو اسماء صور الٰہیہ (یعنی موجودات عالم) میں (جدا جدا) تھے وہ سب اس نشأۃ انسانیہ میں ظاہر ہو گئے (صورۃ ظہور کو کہتے ہیں چونکہ موجودات عالم ظہور ہے آلہ حق کا اس لئے ان کو صور الٰہیہ کہہ دیا وفی شرح بالی آفندی و ھی رای الصور) العالم باسرہ) پس اس نشأۃ انسانیہ نے اس وجود (جامع) کے ساتھ احاطہ اور جمعیت کا رُتبہ حاصل کرلیا اور اسی وجود جامع کے واسطہ سے ملائکہ پر حجت قائم ہو گئی (جس سے انہوں نے اپنے عجز کا اعتراف کیا اور کہا سبحٰنک لا علم لنا الا ما علمتنا) پس (اس قصہ میں غور کر کے) تم اپنا تحفظ کرو (کہ نہ کسی کی تنقیص کرو اور نہ اپنا تزکیہ کرو) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو دوسرے (کے قصے) سے نصیحت فرما دی اور غور کرو کہ جن پر مصیبت (عتاب کی) آئی وہ کہاں سے آئی (مطلب یہ کہ خود اُن ہی کے ہاتھوں آئی کہ اُنہوں نے انسان کی تنقیص کی اور اپنا تزکیہ کیا چنانچہ آگے تصریح ہے یعنی اس لئے کہ ملائکہ نہ تو اُن اسماء پر واقف ہوئے جن کو اس خلیفہ کی نشأۃ ظاہر کرتی ہے (کذا فی شرح بالی آفندی تعطیه تظهره فالوقوف ھھنا بمعنی الشعور والاطلاع وکذلک المذکور بعدہ فقد عدی بمع باعتبار تضمینه معنی الثبوت) اور نہ اُس عبادت ذاتیہ پر واقف ہوئے جس کو حضرت حق مقتضی ہے (عبادت ذاتیہ سے مراد عبادت بجمیع الاسماء والصفات ہے اور ایسی عبادت اسی خلیفہ کے نشأۃ میں حاصل ہو سکتی ہے کذا فی شرح بالی آفندی یعنی فرشتوں کو نہ جمیع اسماء کا علم ہوا اور نہ اس کا علم ہوا کہ اس وقت حق تعالیٰ کو ایسی عبادت مطلوب ہے جو جمیع اسماء کے ساتھ ہو اور اس کا حصول ایسی ہی نشأۃ جامعہ کے واسطہ سے ہو سکتا ہے نہ کہ فرشتوں کے آگے اس واقف نہ ہونے کا راز بتلاتے ہیں یعنی) اس لئے کہ ہر شخص حق تعالیٰ کی اتنی معرفت رکھتا ہے جس کو اس شخص

کی ذات مفید (اور مقتضی) ہو اور (چونکہ ملائکہ کو آدم علیہ السلام کی سی جمعیت حاصل نہیں تھی (اُس لئے ملائکہ کی ذات ایسی ہی معرفت کو مقتضی ہوئی جس میں نہ جمیع اسماء کا علم ہوا اور نہ اس کا علم ہوا کہ اس وقت حق تعالیٰ کو عبادت ذاتیہ بامعنی المذکور آنفاً مطلوب ہے۔ اس لئے وہ اس سے ناواقف رہے) اور نہ ملائکہ اُن اسماء الٰہیہ پر واقف ہوئے جو اُن ملائکہ کے ساتھ خاص تھے اور جن اسماء کے اعتبار سے وہ حق تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس کرتے تھے (مطلب یہ ہے کہ اُن اسماء پر اس حیثیت سے مطلع نہیں ہوئے کہ وہ ہمارے ساتھ بایں معنی خاص ہیں کہ ہم اُنہی کے مظاہر ہیں دوسرے اسماء کے مظاہر نہیں ورنہ نفس معرفت اسماء کی تو اگر حاصل نہ ہوتی تو اُن کے اعتبار سے تسبیح و تقدیس کیسے کرتے چنانچہ خود شیخ رحمہ اللہ نے اسی مقام پر اس کی تصریح کی ہے **فانہ ما یعرف احد من الحق الا ما تعطیہ ذاتہ**) اور (آگے گویا اسی کی تفسیر ہے یعنی) ملائکہ کو یہ علم نہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے اسماء بھی ہیں کہ اُن تک ان کا علم نہیں پہنچا اس لئے اُن اسماء کے اعتبار سے انہوں نے نہ اُس کی تسبیح کی (اور نہ تقدیس کی اور ایسا ہونا عجیب نہیں جو شخص کسی چیز کو بالکل نہ جانے اُس کو اس نہ جاننے کا بھی علم نہیں ہوا کرتا چنانچہ جب عرض اور سوال آدم سے من وجہ علم ہوا اُس وقت کہا **لا علم لنا الا ما علمتنا**) پس اُن ملائکہ پر یہ ناواقفی مذکور غالب ہوئی اور اس ناواقفی کے حال نے اُن پر تسلط کیا پس اُنہوں نے اس نشأۃ خاصہ (موصوفہ بعدم الوقوف) کے اعتبار سے کہہ دیا **اتجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفک الدماء** (یعنی آدم علیہ السلام پر جرح کردی) اور (یہ نہیں سمجھا کہ) اس (سفک دماء وفساد) کا حاصل صرف نزاع (آدم مع الحق) ہے (کذافی شرح بالی آفندی کہ حق تعالیٰ کے مطلوب کے خلاف طلب کرے گا) اور جو کچھ ملائکہ سے واقع ہوا یہ عین وہی نزاع ہے کہ حق تعالیٰ کے مطلوب یعنی استخلاف کے خلاف طلب کرر ہے ہیں) سو جو بات اُنہوں نے آدم علیہ السلام کے حق میں کہی وہ وہی ہے جس میں یہ خود حق تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرر ہے ہیں (اور گوان

کا ایسا کرنا ناواقفی سے ہے جیسا مذکور ہوا اور آگے بھی فرماتے ہیں یعنی) پس اگر ان ملائکہ کی نشاۃ اس ناواقفی مذکور کو مقتضی نہ ہوتی تو آدم علیہ السلام کے حق میں جو کچھ کہا ہے۔ وہ نہ کہتے (کیونکہ یہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے نزاع تھا لیکن ان کو اس کی خبر نہ تھی (کہ یہ نزاع ہے) سو اگر اُن کو اپنے نفس کی معرفت (اس حیثیت سے ہوتی (کہ ہم صرف بعض اسماء کے مظاہر ہیں اور مطلوب ہے مظہر جمیع اسماء کا) تو وہ (حقیقت اَمر کو) جانتے اور اس کو جانتے تو (آدم علیہ السلام پر جرح کرنے سے) محفوظ رہتے (جیسا کہ بعد علم کے اس سے معذرت کی **قالوا سبحٰنک لا علم لنا الا ما علمتنا** بہرحال یہ عمل ناواقفی سے ہوا اور اس لئے یہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ انسان جان کر بھی خلاف و نزاع کرے گا تو دونوں برابر کہاں ہوئے پھر اس کے کیا معنی ہوئے **وهو عين ما وقع منهم** جواب یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ باعتبار حقیقت کے دونوں نزاعوں کو عین کہا اور گو ملائکہ اس میں ناواقفی کے سبب خطائے اجتہادی سے معذور ہیں اور وہ استشارہ کے جواب میں مشورہ دینے ہی کو اطاعت سمجھے لیکن اس ناواقفی کی حالت میں ایک شق رائے دینے سے بھی اچھی تھی کہ اِرادہ استخلاف انسان پر مطلع ہونے کے بعد تفویض سے جواب دیتے رائے دیتے ہی نہیں چنانچہ اسی لئے ارشاد فرمایا گیا **الم اقل لکم انی اعلم غیب السموات والارض واعلم ما تبدون وما کنتم تکتمون** پس باعتبار توجہ عتاب کے بھی دونوں نزاع عین ہیں گو ایک جگہ عتاب برنگ عقاب ہوگا۔ (التفاوت فی القصہ)

پھر ملائکہ نے جرح سے ترقی کی چنانچہ) انہوں نے جرح ہی پر بس نہیں کی یہاں تک کہ اپنی موجودہ حالت تقدیس و تسبیح کے دعویٰ کا اضافہ بھی کیا حالانکہ آدم علیہ السلام کے پاس اس قدر اسماء الٰہیہ تھے جن پر ملائکہ مطلع بھی نہ تھے اس لئے ملائکہ کو آدم علیہ السلام کی طرح اُن اسماء کے ساتھ تسبیح و تقدیس کرنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔

سو حق تعالیٰ نے اس ماجرا کو ہم سے اس لئے بیان فرمایا تا کہ ہم اس کی حد پر

توقف کریں (اور اس حد سے تجاوز نہ کریں) اور حق تعالیٰ کے ساتھ ادب رکھنے کا طریقہ سیکھیں کہ ہم جس کمال کے ساتھ متصف اور اُس پر حاوی ہوں اُس کا قید کے ساتھ دعویٰ نہ کریں چہ جائیکہ ایسے اطلاق کے ساتھ بھی دعویٰ کریں کہ جو وصف ہمارا نہ حال ہے اور نہ ہم کو اُس کا علم ہے اس دعویٰ میں اُس کو بھی شامل کرلیں پھر نصیحت ہو۔ پس حق تعالیٰ کا اس قصہ کو بتلا دینا وہ چیز ہے کہ حق تعالیٰ نے اُس کے ذریعے سے اپنے اُن بندوں کو ادب سکھلایا ہے جو مؤدب اور امین اور خلیفہ ہیں (امین سے اشارہ ہے حمل امانت مذکورہ آیت انا عرضنا الخ کی طرف اور خلیفہ سے انی جاعل فی الارض الخ کی طرف)۔

(ف) شیخ رحمہ اللہ پر اس مقام میں حق جل و علی شانہٗ کی عظمت کا غلبہ معلوم ہوتا ہے اس لئے ملائکہ کے حق میں عنوان بیان قدرے تیز ہوگیا جس میں وہ معذور ہیں مگر مجھ کو لکھتے وقت تکلیف ہوئی لیکن نقل کے درجہ میں بضرورت ترجمہ لکھنا پڑا دوسرے لوگ بلاضرورت اس کو زبان سے بھی نقل نہ کریں فرشتوں کی بڑی شان ہے انہیں کے حق میں ارشاد ہے: ''بل عباد مکرمون لا یسبقونه بالقول وهم بامره یعملون '' اور ارشاد ہے ''لایعصون الله ما امرهم و یفعلون ما یؤمرون '' اور ارشاد ہے ''وهم لا یفرطون '' اور ارشاد ہے ''و من عنده لا یستکبرون عن عبادته و لا یستحسرون یسبحون الیل والنهار لا یفترون '' باقی آدم علیہ السلام کے قصہ میں اُن کے اقوال سو علماء نے حشویہ کے مقابلہ میں اُن کے محامل صحیحہ دلائل کے ساتھ بیان کئے ہیں اگر شوق ہو میری تفسیر دیکھ لینا بھی کافی ہے ''ثم ترجع الی الحکمة الالٰهیه فنقول اعلم ان الامور الکلیة و ان لم یکن لها وجود فی عینها و فهی معقولة معلومة بلا شک فی الذهن فهی باطنة لا تزول عن الوجود العینی ولها الحکم والاثر فی کل ماله وجود عینی بل هو عینها لا غیرها اعنی اعیان الموجودات

العينية ولم تزل عن كونها معقولة فى نفسها فهى الظاهرة من حيث اعيان الموجودات كما هى الباطنة من حيث معقوليتها فاستناد كل موجود عين لهذه الامور الكلية التى لا يمكن رفعها عن العقل ولا يكن وجودها فى العين وجودالزول به عن ان تكون معقولة وسواء كان ذلك الموجود العينى موقتا او غير موقت و نسبة الموقت و غير الموقت الى هذاالامر الكلى المعقول نسبة واحدة غير ان هذا الامرالكلى يرجع اليه حكم من الموجودات العينية بحسب ما تطلبه حقائق تلك الموجودات العينيه كنسبة العلم الى العالمه والحيٰوة الى الحى فالحيوة حقيقة معقولة والعلم حقيقة معقولة متميزة عن الحيٰوة كما ان الحيوة متميز عنه ثم نقول فى الحق تعالىٰ ان له علما و حيٰوة فهو الحى العالم ونقول فى الملك ان له حيوة و علما و هو الحى العالم و نقول فى الانسان ان له حيوة و علما فهو الحى العالم و حقيقة العلم واحدة و حقيقة الحيوة واحدة و نسبتهما الى العالم والحى نسبة واحدة و نقول فى علم الحق انه قديم و فى علم الانسان انه محدث فانظر الى ما احدثته الاضافة من الحكم فى هذه الحقيقة المعقولة وانظر الى هذاالارتباط بين المعقولات والموجودات العينية فكما حكم العلم على من قام به ان يقال فيه انه عالم كذلك حكم الموصوف به على العلم بانه حادث فى حق الحادث قديم فى حق القديم فصار كل واحد محكوما به ومحكوما عليه.''

(شروع فص میں ایجاد آدم علیہ السلام کی حکمت بیان کرنا شروع کی تھی جس کا حاصل اجمالاً یہ تھا کہ اپنا مشاہدہ ایک مظہر جامع میں مقصود تھا یہ مضمون اس قول تک منجر ہوا ''فكان ادم عين جلاء تلك المراٰة و روح تلك الصورة ''اور

اس کے بعد یہاں تک قصہ ملائکہ کے متعلق مضمون تھا جو بطور جملہ معترضہ کے آ گیا تھا اب وہی پہلا مضمون حکمت ایجاد آدم عود کرتا ہے جس سے پہلے بعض مقدمات ہیں پھر مقصود کا ذکر ہے پس فرماتے ہیں کہ) پھر ہم رجوع کرتے ہیں حکمت الٰہیہ کی طرف (جو خلق انسان میں مودع ہے) پس کہتے ہیں کہ (اوّل) اس (مقدمہ) کو جانو کہ (جو) اُمور کلیہ (اعیان خارجیہ میں مشترک ہیں جیسے علم وحیات وقدرت وغیرہا کذا **قال الجامی والقرینة علی هذاالقید قوله فیما بعد لا نزول من الوجود العینی الخ** ایسے اُمور کلیہ) کا وجود اگرچہ اپنے عین (یعنی خارج) میں نہیں ہے (چنانچہ ظاہر ہے) تب بھی اس میں شک نہیں کہ وہ ذہن میں (ضرور) معقول ومعلوم ہیں (یعنی موجود فی الذہن ہیں) پس وہ (کلی ہونے کی حیثیت سے تو) باطن ہیں (کہ جن کا وجود خارج میں ممتنع ہے لیکن پھر بھی) وجود عینی (یعنی خارجی) سے جدا نہیں ہوتے (یعنی اپنی معروضات کے ضمن میں موجود فی الخارج بھی ہیں (یہ بھی ظاہر ہے) اور تمام (اُن) موجودات خارجیہ میں (جو کہ ان کے معروضات ہیں) ان اُمور کلیہ کا حکم اور اثر بھی ہے (چنانچہ علم کلی باوجود موجود فی الخارج ہونے کے اس کا اثر موجود خارجی میں یہ ہے کہ جن جن موجودات میں یہ مشترک ہے اُن پر اس کے سبب یہ حکم کیا جاوے گا کہ فلاں شخص عالم ہے) بلکہ (تاثیر وتاثر کے علاقہ سے بڑھ کر) وہالہ وجود عینی یعنی موجود خارجی (ایک اعتبار سے) ان اُمور کلیہ کا عین ہوتا ہے غیر نہیں ہوتا (چنانچہ موضوع ومحمول میں اتحاد کا علاقہ معلوم ومسلم ہے) اور مراد مالہ وجود عینی سے موجودات خارجیہ کی ذات ہیں اور (اس اعتبار سے وہ کلیات موجودات خارجی بھی ہیں مگر باوجود اس طرح کے وجود خارجی کے) وہ اُمور کلیہ اپنی ذات میں معقول (وموجود فی الذہن) ہونے سے بھی جدا نہیں ہوئے۔ پس اعیان موجودات (کے ضمن میں پائے جانے) کے اعتبار سے وہ ظاہر (یعنی موجود خارجی) ہیں جیسا کہ معقول ہونے کے اعتبار سے وہ باطن (یعنی موجود فی الذہن) ہیں (جب ان اُمور

کلیہ کا اثر اور حکم موجودات عینیہ میں ثابت ہے) پس (اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ) ہر موجود خارجی کا استناد (اُس کے موصوف بالکمال ہونے میں) ان ہی اُمور کلیہ کی طرف ہے (یعنی یہ اُمور کلیہ اپنے قیام اور تحقق میں تو ان موجودات خارجیہ کے محتاج ہیں اور یہ موجودات خارجیہ اپنے اتصاف بالکمالات میں کذا قال الجامی رحمہ اللہ ان اُمور کلیہ کے محتاج ہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ زید موصوف بالعلم ہونے میں اسی علم کلی کے ایک حصہ کا محتاج ہے کہ اُس کے عارض ہونے سے یہ عالم کہلایا "**وقولہ استناد مبتداء والخبر مقدرای موجود و قولہ بھذہ الامور متعلق بالاستناد کذا قال بالی افندی**" آگے صفت ہے اُمور کلیہ کی یعنی) جن کا رفع کرنا عقل سے ممکن نہیں (یعنی یہ ممکن نہیں کہ اُن کی صفت موجود فی الذہن کی زائل ہوکر وہ موجود فی الخارج بن جاویں چنانچہ آگے عطف تفسیری کے طور پر فرماتے ہیں) اوران کا وجود خارج میں ایسے طور پر ممکن نہیں کہ جس کے سبب وہ معقول ہونے سے منفک ہوجاویں اور (یہ استناد مذکور تمام موجودات خارجیہ کو اپنے اوصاف کے اعتبار سے عام ہے) خواہ وہ موجود خارجی موقت بالزمان ہو یا غیر موقت بالزمان (یعنی زمانی ہو یا غیر زمانی جیسے خود زمانہ جبکہ موجود محقق ہو تو ہم نہ ہو یا جو حادث قبل حدوث زمان موجود ہو کیونکہ زمانہ کا اسبق علی جمیع الحوادث ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں) اور (ہم نے جو اس حکم میں زمانی وغیر زمانی کو برابر کہا حاصل اُس کا یہ ہے کہ) زمانی اور غیر زمانی کی نسبت اس اَمر کلی معقول کی طرف ایک ہی سی نسبت ہے (چنانچہ ظاہر ہے یہاں تک اس کا بیان تھا کہ بعض احکام کے ساتھ متصف ہونے میں ان اُمور کلیہ کا اُن موجودات خارجیہ میں اثر اور حکم ہوتا ہے اس سے وہم ہوسکتا تھا کہ شاید ان موجودات خارجیہ کا اُن اُمور کلیہ میں اُن کے کسی حکم کے ساتھ متصف ہونے میں اثر نہ ہوتا ہو اس لئے بطور استثناء منقطع بمعنی لکن استدراکیہ کے کہتے ہیں کہ) مگر یہ بات بھی ہے کہ اس اَمر کلی کی طرف بھی کوئی کوئی حکم ان موجودات خارجیہ سے بحسب اُس کے کہ اُن موجودات

خارجیہ کے حقائق اُس کو مقتضی ہوں (جیسے آگے آتا ہے کہ ذات حق قدم کو مقتضی ہے اور ذات انسان حدوث کو) راجع ہوتا ہے (یعنی جس طرح بعض احکام ان اُمور کلیہ کے واسطہ سے موجودات خارجیہ کے لئے ثابت ہیں اسی طرح بعض احکام ان موجودات خارجیہ کے واسطہ سے ان اُمور کلیہ کے لیے ثابت ہیں آگے دونوں قسم کے احکام کے ثابت ہونے کی مثال ہے یعنی) جیسے علم کی نسبت کی جاوے عالم کی طرف اور حیوۃ کی حی کی طرف سو حیوۃ ایک حقیقت (کلیہ) معقولہ ہے اور علم بھی ایک (دوسری) حقیقت (کلیہ) معقولہ ہے جو حیوۃ سے متمیز ہے جیسا حیوۃ اُس علم سے متمیز ہے (آگے تطبیق امثلہ کی تقریر ہے یعنی) پھر ہم حق تعالیٰ کی شان میں کہتے ہیں کہ اس کے لئے علم وحیوۃ ثابت ہے پس وہ حی ہے عالم ہے اور فرشتے کے حق میں بھی لکھتے ہیں کہ اُس کے لئے حیوۃ اور علم ثابت ہے پس وہ بھی حی عالم ہے اور انسان کے حق میں بھی کہتے ہیں کہ اُس کے لئے حیوۃ اور علم ثابت ہے پس وہ بھی حی عالم ہے اور حقیقت علم کی (سب جگہ) ایک ہے (سو وہ اُمر کلی مشترک ہوا) اور (اسی طرح) حقیقت حیوۃ کی ایک ہے (وہ بھی اَمر کلی مشترک ہوا) اور ان دونوں کی یہ نسبت عالم اور حی کی طرف ایک ہی نسبت ہے (یہ تو توضیح ہوئی اس کی کہ مثلاً حی اور عالم کے ساتھ موصوف ہونے میں اَمر کلی مثلاً حیوۃ وعلم کا اثر موجود خارجی میں ہوا) اور (آگے اس کے عکس کی توضیح ہے کہ) ہم علم حق کے شان میں کہتے ہیں کہ وہ قدیم ہے اور علم انسان (وفرشتہ) کے حق میں کہتے ہیں کہ وہ حادث ہے (تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات قدیم ہے اس لئے اس کی صفت علم پر قدم کا حکم کیا گیا اور فرشتہ اور انسان کی ذات حادث ہے اس لئے اس کی صفت علم پر حدوث کا حکم کیا گیا تو یہاں خود اَمر کلی یعنی علم پر جو حدوث وقدم کا حکم ہوا اس حکم میں موصوف کی ذات کا اُمر کلی میں اثر ہوا اسی پر آگے تنبیہ فرماتے ہیں یعنی) سو ذرا غور کرو اُس اثر اور حکم میں جس کو اس اضافت (یعنی نسبت میں الموجود العین وبین الامر الکلی) نے اس حقیقت معقولہ (علم وحیوۃ) میں

مثلاً) پیدا کر دیا (فالحکم بیان لما فی ما احدثته اور وہ حکم حدوث وقدم کا ہے جو موجود خارجی کی ذات سے اس اُمر کلی میں آ گیا) اور معقولات (یعنی اُمور کلیہ) اور موجودات خارجیہ کے درمیان اس ربط خاص میں غور کرو سو جس طرح علم نے (کہ اُمر کلی ہے) اُس ذات (موجودہ فی الخارج) پر جس کے ساتھ یہ علم قائم ہے یہ حکم کیا کہ اُس شخص کے حق میں یہ کہا جانے لگا کہ وہ عالم ہے (اور یہ اثر ہے اُمر کلی کا ذات میں) اسی طرح موصوف بالعلم نے (کہ ذات موجودہ فی الخارج ہے) علم پر (کہ امر کلی ہے) یہ اثر کیا کہ وہ حادث میں حادث (کے ساتھ موصوف) ہو گیا (اور) قدیم میں قدیم (کے ساتھ موصوف) ہو گیا (اور یہ اثر ہے ذات کا اُمر کلی میں) پس (اُمر کلی و موجود خارجی میں سے) ہر واحد محکوم بہ بھی ہو گیا اور محکوم علیہ بھی (یہاں محکوم بہ کے معنی مشہور مراد نہیں کیونکہ اُس معنی کے اعتبار سے تو ذات کہیں بھی محکوم بہ نہیں مثلاً علم حق پر ذات حق کے سبب جو قدم کا حکم کیا گیا تو ذات بالمعنی المصطلح محکوم بہ کہاں ہوئی بلکہ علم محکوم علیہ ہے اور قدم محکوم بہ ہے نہ کہ ذات بلکہ بہ میں باء سببیت کی ہے صلہ کی نہیں یعنی محکوم بسببہ۔ اب ذات کو محکوم بہ کہا جاوے گا یعنی اُس ذات کے سبب علم پر قدم کا حکم ہوا۔ کذا قال الجامی رحمہ اللہ

(ف) شیخ نے یہاں سے تمہید شروع کی ہے دعویٰ وحدۃ الوجود کی مگر یہ موقوف اس پر ہے کہ آں اُمور کلیہ کی حقیقت کا اتحاد اوّل ثابت ہو جاوے سو اَبھی یہی ثابت نہیں ممکن ہے کہ صفات واجب کی حقیقت اور ہو اور صفات ممکن کی اور ہو اور مفہوم کلی اُن کے لئے عرض عام ہو اور اگر اس میں کشف کا دعویٰ کیا جاوے تو اتنی مشقت کی حاجت نہیں اصل مسئلہ ہی کو کشفی کہہ دیا جاوے ہاں اگر تقریب الی الفہم کی مصلحت بیان کی جاوے تو دوسری بات ہے" ومعلوم ان هذه الامور الكلية و ان كانت معقولة فانها مقدمه و فی العین موجودة فی الحكم كما هی محكوم عليها اذا نسبت الی الموجودا لعينی فقيل الحكم فی الاعيان

الموجودة ولا تقبل التفصیل ولا التجری فان ذلک محال علیها فانها بذاتها فی کل موصوف بها کالانسانیة فی کل شخص من ھذا النوع الخاص لم تتفصل و لم تتعدد بتعدد الاشخاص ولا برحت معقولة‘‘ (یعنی ایک مقدمہ تو یہ تھا جو مذکور ہوا) اور (دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ گو ان اُمور کلیہ و موجودات خارجیہ میں ایسا ارتباط اور اتحاد من قبیل الاتحاد بین الموضوع والمحمول ہے کہ ایک کے احکام دوسرے میں پہنچ جاتے ہیں جیسا مقدمہ اولیٰ میں بیان ہوا مگر پھر بھی سب احکام نہیں پہنچتے جیسا انسانیہ اور زید و عمرو میں یہی ارتباط ہے مگر باوجود اُس کے زید و عمرو کے تعدد و تجزی سے انسانیہ میں تجزی و تعدد نہیں ہوتا پس مقصود تو یہی مضمون ہے جو اس قول میں مذکور ہے ’’ولا تقبل التفصیل ولا التجزی الخ ‘‘ مگر اُوپر کے مضمون کو اجمالاً پھر اعادہ کیا تا کہ اس دوسرے مضمون کو اُس پر مرتب و متفرع کیا جاوے پس فرماتے ہیں کہ) یہ بات معلوم ہے کہ یہ اُمور کلیہ اگرچہ معقول (وموجود فی الذہن) ہیں پھر بھی وجود خارجی کے اعتبار سے معدوم ہیں (صرف موجودات خارجیہ پر) حکم کرنے میں موجود ہیں (یعنی جس وقت ان کو موجودات خارجیہ کا محکوم بہ بنایا جاتا ہے مثلاً زیدٌ عالمٌ۔ جیسا کہ وہ اُمور کلیہ محکوم علیہ بھی بنتے ہیں جبکہ اُن کو کسی موجود خارجی کی طرف (اوّل) نسبت کر دیا جاوے (مثلاً علم کو زید کی طرف منسوب کیا اور زید حادث ہے تو زید کے تعلق سے اس حادث کا حکم علم زید میں چلا گیا۔ پس علم کو حدوث کا محکوم علیہ بنا دیا گیا اور یہ قضیہ حاصل ہوا کہ ’’علم زید حادث ‘‘ خلاصہ یہ کہ اصل میں تو اس اَمر کلی کی شان بوجہ موجود خارجی نہ ہونے کے اور وجود میں دوسرے کے تابع ہونے کے محکوم بہ ہی ہونے کی ہے لیکن جب موجود خارجی کے ساتھ نسبت حاصل ہونے سے تبعاً یہ بھی ایک گونہ وجود خارجی کا اکتساب کر لیتا ہے تو محکوم علیہ بھی بن جاتا ہے اور یہ سب اُوپر بیان ہو چکا ہے) پس اعیان موجودہ (کے ضمن اور تبعیّت میں اُمور کلیہ (اُس) حکم کو قبول کر لیتے ہیں (جو اصل میں اس موجود

عینی کے لئے ثابت تھا جیسے اس قضیہ میں ''علم زید حادث زید'' کی صفت حدوث کو علم نے بھی قبول کرلیا) اور باوجود بعض احکام کے قبول کر لینے کے کل احکام ثابتہ للموجودات الخارجیہ کو یہ اُمور کلیہ قبول نہیں کرتے چنانچہ) یہ اُمور کلیہ تفصیل اور تجزی کو قبول نہیں کرتے کیونکہ یہ احکام (تجزی وتفصیل یعنی تعدد کے) اُن اُمور کلیہ پر محال ہیں کیونکہ وہ اپنی ذات (اور تمام حقیقت) کے ساتھ اپنے ہر موصوف میں متحقق ہیں (یہ نہیں کہ اُس کا ایک جزو یا ایک فرد زید میں ہے اور ایک عمرو میں بلکہ زید میں بھی پوری انسانیت متحقق ہے اور عمرو میں بھی پوری ہی انسانیۃ ورنہ انسانیۃ اُمر مشترک فیما بینھم نہ رہے گی تو اُن کو متفق فی الحقیقۃ نہ کہا جاوے گا اسی مثال کو فرماتے ہیں کہ) جیسے انسانیۃ کہ اس نوع خاص کے ہر شخص میں پائی جاتی ہے (مگر) نہ تعدد اشخاص سے منقسم ہوئی اور نہ متعدد ہوئی (کیونکہ یہ انقسام وتعدد احکام وجود خارجی سے ہیں) اور وہ (علی حالہا) ہر حال میں معقول (وموجود فی الذہن) ہی رہی ہے اس لئے اُس میں انقسام وتعدد نہیں)۔

(ف) مجموعہ مقدمتین کا حاصل یہ ہوا کہ امور نسبیہ وامور حقیقیہ میں ایسا ارتباط ہے کہ ایک کے احکام دوسرے کے لئے ثابت ہو جاتے ہیں مگر پھر بھی کل احکام کا ثبوت ضروری نہیں بلکہ مابہ الفارق بھی دونوں میں رہتا ہے اس سے مقصود میں یہ کام لیں گے کہ اسی طرح واجب وممکن میں بھی باوجود شدت ارتباط واشتراک فی بعض الاحکام کے کل احکام میں اشتراک ضروری نہیں کہ اتحاد کا محذور لازم آوے اور نہ اس عدم اشتراک سے عدم اتحاد من کل الوجوہ لازم آوے کہ مسئلہ کا انکار کیا جاوے پس اصطلاحی اتحاد بھی ہے اور مبانیہ بھی ہے یہی حاصل ہے مسئلہ کا کہ من وجہ عینیت اور من وجہ غیریت اور اصطلاحی کی قید سے بہت سے محذورات مرتفع ہوگئے، اب بڑی احتیاط اس اصطلاح کی تقریر اور تعبیر میں ہے اسی میں بے احتیاطی کرنے سے ضلال ہوتا ہے اور چونکہ حقیقت اس کی کشفی ہے اس لئے تعبیر ناکافی ہونے سے بے احتیاطی ہو ہی جاتی ہے ''واذا کان الارتباط بین من له وجود عینی و بین من لیس

له وجود عینی قد ثبت وهی نسب عدمية فارتباط الموجودات بعضها ببعض اقرب ان يعقل لانه علی کل جال بينهما جامع وهو الوجود العينی وهناک فبما المة جامع و قدوجه الارتباط بعدم الجامع فبالجامع." اقوی و احق اور (جب مقدمے معلوم ہوگئے (اب مقصود سنو کہ) جب ایسی چیزوں میں کہ جن کا وجود عینی ہے اور ایسی چیزوں میں جن کا وجود عینی نہیں ارتباط ثابت ہوگیا حالانکہ یہ (غیر موجودات عینیہ مذکورہ) نسب عدمیہ ہیں (کہ بدون اپنے موصوفات کے اُن کا وجود خارج میں نہیں قال الجامی رحمہ اللہ "وکانه عبر بمن تغليبالذوی العلم والفهم وقال فی هی والتانيث اما باعتبار المعنی او باعتبار الخبر وقال کون الامور الکلية نسبا اما بناء علی کونها منتسبة الی الموجودات العينية ثابتة لهاواما بناء علی اخذ نسبة الکلية معها و اما عدميتها فلنسبة کليتها اھ. قلت و اما باعتبار نفی الوجود المستقل کما قال بالی لا وجود لها فی الخارج بدون موصوفاتها ۔اھ۔" مطلب یہ کہ جب مطلق وجود کے اشتراک سے ایسی دو چیزوں میں ارتباط ہے جن کا وجود بھی یکساں نہیں) تو موجودات (خارجیہ) کا باہم دیگر ارتباط تو متعقل ہونے میں زیادہ قریب ہے "فاللام فی الموجودات للعهد" کیونکہ ان دونوں کے درمیان تو ہر حال میں ایک اَمر جامع (پایا جاتا) ہے اور وہ (جامع) وجود خارجی ہے اور وہاں (یعنی اُمور کلیہ و موجودات عینیہ میں) تو کوئی اَمر جامع (معتدبہ) بھی نہیں (کذا قال الجامی رحمہ اللہ وقال ایضاو انما قيد بذلک لانه لا يوجد مفهومان الا و بينهما جامع واقله امکان الوجود العقلی) اور (پھر) باوجود عدم جامع کے ارتباط پایا گیا تو جامع کے ہوتے ہوئے تو (ارتباط) اقوی اور احق ہے ("قال الجامی رحمه الله و قد وجد الارتباط حال کونه متلبسا بعدم الجامع فبالجامع ای فالارتباط المتلبس بالجامع الخ) یہ

بیان ہے مقصود کا اجمالاً آگے تفصیلاً ہے پس یہ قول مقدمات کے اعتبار سے مقصود ہے اور مقصود آئندہ کے اعتبار سے یہ بھی مقدمہ ہے) ''ولا شک ان المحدث قد ثبت حدوثه وافتقاره الی محدث احدثه لا مکانة بنفسه فوجوده من غیره فهو مرتبط به ارتباط افتقار ولا بدان یکون المستند الیه واجب الوجود لذاته غنیا فی وجوده بنفسه غیر مفتقرو هو الذی اعطے الوجود بذاته لهذا الحادث فانتسب الیه و لما اقتضاه لذاته کان واجبابه ولما کان استناده الیٰ من ظهر عنه لذاته اقتضی ان یکون علی صورته فیما ینسب الیه من کل شیء من اسم وصفة قاعد الوجوب الذاتی فان ذلک لا یصح فی الحادث و ان کان واجب الوجود ولکن وجوبه بغیره لا بنفسه ثم لنعلم انه لما کان الامر علی ما قلناه من ظهوره بصورته احالنا اللّٰه تعالیٰ فی العلم به علےٰ النظر فی الحادث وذکرانه ارانا آیاته فیه فاسندله انما بنا علیه فما وصفناه بوصف الا کنا نحن ذلک الوصف الا الوجوب الذاتی الخاص فلما علمناه بنا ومنا نسبنا الیه کلما نسیناه الینا وبذلک وذات الاخبارات الالٰهیه علی السنة التراجم الینا فوصف نفسه لنا بنافاذا شهدناه شهدنا نفوسنا و اذا شهدنا شهد نفسه'' (یعنی جب اُوپر ثابت ہوا کہ مطلق موجودات میں اور خصوص موجودات خارجیہ میں باہم ارتباط ہوگی اور حق تعالیٰ کو ممکنات موجودہ کے ساتھ نفس وجود میں اور موجودات خارجیہ کے ساتھ وجود خارجی میں اشتراک ہے تو حق تعالیٰ کو سب موجودات کے ساتھ بھی اور خصوص موجودات خارجیہ کے ساتھ اور بھی قوی ارتباط ہوگا۔ اوّل تو نفس وجود ہی کے اعتبار سے جیسا اُوپر کے قول میں گذرا اور دوسرے ایک اور وجہ سے بھی کہ ممکنات کو حق تعالیٰ کی طرف افتقار ہے اور ایک تیسری وجہ سے بھی کہ یہ موجودات مظہر ہیں حق تعالیٰ کے

اسی کو صورت سے تعبیر کریں گے یہ دونوں وجہیں اس قول میں مذکور ہیں بخلاف دوسری موجودات کے کہ اُن میں ایک کا افتقار دوسری کی طرف لازم نہیں تو اس سے خلق کا ارتباط حق تعالیٰ کے ساتھ اور بھی قوی ہو گیا اور پھر تمام مخلوق میں انسان سے اور زیادہ کہ وہ مظہر جامع واتم ہے یہاں سے آخر فص تک کے مضمون کا یہی خلاصہ ہے، پس فرماتے ہیں) اور اس میں کچھ بھی شک نہیں (یعنی یقینی امر ہے) کہ محدث بفتح الدال کا حدوث یعنی اُس کا افتقار ایسے محدث بکسر الدال کی طرف جس نے اُس کو حادث کیا ثابت ہے کیونکہ وہ محدث بفتح الدال اپنی ذات کے اعتبار سے ممکن ہے (جس کی دونوں جہتیں وجود اور عدم کی متساوی ہیں تو وجود کی ترجیح کے لئے کسی مرجح کی ضرورت ہوگی اور وہ محدث ہے) پس (اس امکان کے سبب) اُس کا وجود خود اُس کی ذات سے نہ ہوگا بلکہ) اُس کے غیر سے ہوگا پس وہ حادث اُس محدث کے ساتھ ارتباطِ افتقار کے ساتھ مرتبط ہوگا اور یہ بھی ضروری ہے کہ خود وہ مستندالیہ واجب الوجود لذاتہ اور اپنی وجود بالذات میں غنی اور غیر مفتقر ہوگا اور وہی واجب الوجود ہے جس نے اُس حادث کو بواسطہ اپنی ذات کے وجود دیا ہے (وہ اس اعطاء وجود میں کسی اور علت کا محتاج نہیں ورنہ واجب بالذات کا افتقار الی الغیر لازم آوے گا اور یہ اُس کے کمال کے منافی ہے اور ارادہ کا توسط اُس کے منافی نہیں کیونکہ وہ ذات کا غیر نہیں ہے اور اس کی تحقیق احقر نے عرفان حافظ میں تحت شعر ۔ ''اے فروغ ماہ حُسن از روئے رخشان شما'' میں کی ہے) پس وہ ذات اُس واجب لذاتہ کی طرف منتسب (اور مستند) کیا گیا اور جب وہ واجب اُس ممکن کو اپنی ذات کے اعتبار سے مقتضی ہے (جیسا ابھی بیان ہوا) تو وہ ممکن اُس واجب کے سبب واجب ہوگا (یعنی واجب بالذات تو نہ ہوگا مگر واجب بالغیر ہوگا اور وہ غیر واجب بالذات ہے ورنہ تخلف مقتضا کا مقتضی سے لازم آوے گا تو اقتضاء نہ رہے گا۔ اور یہ مسئلہ مشہور و مسلم ہے الشیء ما لم یجب لم یوجد وقال بالی افندی و الاقتضاء ھٰھنا بمعنی العطاء لا بمعنی الایجاب کما قال

الذی اعطی الوجود او بمعنی الایجاب بحسب تعلق الارادة۔ پس ایک ارتباط ممکنات کا واجب کے ساتھ اس افتقار و اقتضاء کے سبب سے ہوا) اور تیسرا ارتباط اس وجہ سے ہے کہ وہ ممکن اُس کا مظہر ہے چنانچہ اس کا بیان یہ ہے کہ) جب اُس ممکن کا استناد اُس واجب کی طرف جس سے کہ اُس ممکن کا ظہور ہوا ہے جو داُس واجب کی ذات کے سبب ہے تو یہ استناد اس کو بھی مقتضی ہوگا کہ وہ ممکن اس واجب کی صورت پر ہو تمامی اُن اسماء وصفات میں کہ اُس واجب کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں بجز وجوب ذاتی کے کہ یہ تو حادث کے حق میں صحیح نہیں۔ اگرچہ یہ بھی واجب الوجود ہے۔ لیکن اُس کا وجوب بالغیر ہے بالذات نہیں ہے (اور حادث کا واجب کی صورت پر ہونا یہی تفسیر ہے مظہریت کی کذا قال مرشدی رحمہ اللہ اور یہ نہیں کہ صورت سے مراد شکل ہو "**تعالی اللہ عن ذلک**" اور شیخ رحمہ اللہ نے اس مقدمہ کی کہ استناد الشئ لذاتہ سے مقتضی ہے۔ مستند کے صورت مستند الیہ پر ہونے کو کوئی دلیل بیان نہیں کی اور نہ کوئی دلیل اس اقتضاء کی سوچنے سے ظاہر ہوئی بہت پریشانی کے بعد اتنا خیال میں آیا کہ شاید **ظهر عنه** کے عنوان میں اس کی طرف اشارہ ہو تقریر اُس کی یہ ہے کہ واجب کا اس حادث کے وجود کو مقتضی ہونا حقیقت اس اقتضاء کے واجب کا ظہور ہے اور یہ ظاہر ہے کہ معلول سے علت کا وجود اور کمالات ظاہر ہوئے ہیں اور چونکہ یہ استناد محض ذات کے اقتضاء سے ہے تو ذات کا ظہور ہوگا اور ذات واجب ملزوم ہے اپنے تمام کمالات کے لئے جب ذات کا ظہور ہوگا تو اس کے جمیع کمالات کا بھی ظہور ہوگا پس اگر اس معلول میں وہ کمالات وصفات نہ ہوں تو یہ خاص کمالات واجب کے ظاہر نہ ہوں گے اس لئے ضروری ہے کہ اُس حادث میں وہ سب کمالات ہوں تاکہ اُن کے مشاہدہ سے واجب کے کمالات کا علم ہو سکے بخلاف اُس کے جہاں معلول کا استناد علت کی طرف کسی اُمر خارج کے واسطہ سے ہو وہاں معلول ظہور علّت کا مطلقاً نہیں ہے اس لئے اُس کے جمیع کمالات کا معلول میں آنا ضرور بھی نہیں ہے رہا وجوب ذاتی

تو چونکہ محل میں اس کی قابلیت ہی نہیں۔اس لیے اس کا تحقق معلول میں ضروری نہیں رہا، یہ کہ پھر علت کے اس کمال کا ظہور کیسے ہوگا تو یہ ظہور بواسطہ افتقار کے جو کہ ظاہر ہے بانضمام دلائل استحالہ تسلسل کے ہو جاوے گا اور یا یوں کہا جاوے کہ اس کے وجوب سے اُس کا وجوب ظاہر ہو جاوے گا پھر خصوصیت محل سے ایک جگہ بالذات کا اور جگہ بالغیر کا حکم کر دیا جاوے گا جیسے اُوپر مقدمہ اولیٰ میں کہا ہے:

''**و نقول فی علم الحق انه قدیم الی قوله فانظر الی ما احدثته مخافة من الحکم**'' بلکہ اس پر نظر کرتے ہوئے تو وجوب کے استثناء کی بھی حاجت نہیں ورنہ اگر بالذات و بالغیر کے تفاوت کی بناء پر استثناء کیا جاوے گا تو پھر تمام صفات علم وحیوۃ وقدرت وغیرہا کو مستثنیٰ کیا جانا ضروری ہے کہ سب میں یہی فرق ہے پھر اُمر مشترک کون سا رہے گا بعد تحریر مقام ہذا دوسرے روز مقدمہ مذکورہ یعنی **لما کان استناده الی من ظهر عنه لذاته اقتضی ان یکون علی صورته الخ** کی دلیل شیخ کے مذاق پر دفعۃً قلب پر وارد ہوئی اور وہ موقوف ہے تین مقدموں پر جن میں دو پہلے مذکور ہو چکے **کما قدنبهت علیه فی مفتتح قوله ولا شک ان المحدث قد ثبت حدوثه الخ** ایک یہ کہ حادث اور محدث میں ارتباط ہے کہ ان دونوں میں وجود مشترک ہے دوسرا یہ کہ حادث کو محدث کی طرف افتقار ہے اور تیسرا ابھی مذکور ہوا وہ یہ کہ محدث کی صرف ذات علت ہے اس حادث کے وجود کی یعنی بطور ارباب کے بلکہ اس طور سے کہ جب محدث نے حادث کو وجود عطا فرمانا چاہا اپنی ذات سے ارتباط دے دیا وہ اس ارتباط ہی سے موجود ہو گیا کوئی اور حقیقت کو ایجاد کر کے اس حادث کو عطا نہیں کی گئی پس ان مقدمات سے لازم آیا کہ محدث حادث کے وجود کے لئے واسطہ فی العروض ہے اسی طرح جمیع کمالات میں ان ہی مقدموں سے یہی کہا جاوے گا اور مبنیٰ وحدۃ الوجود کا یہی ہے اور ہنوز اس میں کلام ہے کیونکہ واسطہ فی الاثبات کا قوی احتمال متحقق ہے اور واسطہ فی العروض میں ظاہر ہے کہ جو صفت واسطہ کی

ہوگی بعینہٖ وہی ذی واسطہ کی طرف منسوب ہوگی صرف بالذات وبالعرض کا فرق ہوگا۔
اسی طرح ذی واسطہ میں جس صفت کا علم ہوگا واسطہ میں بھی اُس کے وجود کا بطور استدلال کے علم ہوگا پس وجود فی الواسطہ علت ہوگی وجود فی ذی الواسطہ کی اور وجود فی ذی الواسطہ دلیل ہوگی وجود فی الواسطہ کی اور یہی تعلق بین الواسطہ و ذی الواسطہ مراد ہے یکون علی صورتہ سے پس مقدمہ مذکورہ ثابت ہوگیا اور اگر اس پر صفات نقص حادث سے نقض کیا جاوے کہ محدث میں وہ کہاں ہیں جواب اُس کا یہ ہے کہ اُس کا منشاء بھی محدث کا کوئی کمال ہے مگر فساد استعداد حادث کے سبب اُس کی صورت بدل گئی جیسے مکدر پانی میں آفتاب تجلی فرماوے تو آفتاب کا قرص بھی اُس میں مکدر نظر آوے گا تو وہ مظہر کا فساد ہے نہ کہ ظاہر کا مثلاً کبر صفت کمال ہے حق تعالیٰ کی اگر حادث کی استعداد صالح ہی صورت محمودہ اختیار کرے گا مثلاً اعداء دین کے مقابلہ میں ظاہر ہوگا اور فاسد الاستعداد لوگوں میں انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں ظاہر ہوگا کہ کفر ہے۔

(ف) مقدمات بالا پر جو مقصود کو بناء علی الارتباط الخاص المستلزم لسرایۃ الاحکام من بعض الموجودات الی بعض مرتب کیا ہے اُس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح حقائق کلیہ معقولہ وموجودات خارجیہ کا ارتباط اس کو مقتضی ہے کہ بعض احکام ان حقائق سے ان موجودات میں جاتے ہیں جیسے علم وحیٰوۃ کا اثر موجود خارجی میں یہ ہوا کہ اُس کو حی اور عالم کہنے لگے اور بعض احکام ان موجودات سے ان حقائق میں جاتے ہیں جیسے موجود کا اثر اس علم وحیات میں یہ ہوا کہ موجود کے حدوث سے علم و حیات کو حادث اور موجود کے قدم سے علم وحیات کو قدیم کہنے لگے اسی طرح جب واجب وممکن میں اُس سے زیادہ ارتباط ہے تو یہ ارتباط وہاں بھی اسی تعاکس احکام کو مقتضی ہوگا پس وجود واجب سے تو ممکن میں یہ اثر جاوے گا کہ اُس وجود واجب سے ممکن کو موجود کہیں گے جیسے حقائق کلیہ سے موجودات کو حی اور عالم کہتے تھے اور ممکن سے وجود واجب پر یہ حکم کریں گے کہ جب ممکن پر بعد وجود کے ظہور کا حکم کیا کیونکہ وہ

پہلے مرتبہ اعیان میں مکتوم تھا تو اُس سے یہی حکم ظہور کا وجود واجب پر کیا جاوے گا کیونکہ وہ اس سے پہلے باطن محض تھا اور اس سے افتقار واجب کا ذات وصفات میں ممکن کی طرف لازم نہیں تھا کہ اُس کے استحالہ کی شیخ خود تصریح فرما رہے ہیں واجب کے صرف بعض افعال واضافات کا توقف ممکن پر لازم آتا ہے سو وہ اس کی صفات نہیں اور حادث ہیں اور اُس میں کوئی محذور لازم نہیں اور قاعدہ عقلیہ ہے کہ کسی شے پر کوئی حکم کسی خاص حیثیت سے کرنا حقیقت میں اُس حیثیت پر حکم کرنا ہے پس یہ کہنا کہ حق تعالیٰ کا کمال رازقیت کی حیثیت سے موقوف ہے وجود مرزوق پر اس کے معنی یہ ہیں کہ رازق بالفعل ہونا اُس پر موقوف ہے تو اس توقف میں کسی اہل علم کو توحش نہیں ہو سکتا چونکہ شیخ اس تقریر سے اس فص کے ختم کے قریب کام لیں گے اس قول میں **کما انہ لولا تلک الحقائق المعقولۃ الی آخر الاشعار** اس لئے اس اشارہ پر متنبہ کر دیا گیا مولانا جامی رحمہ اللہ نے اس عبارت کی شرح میں "**ولا شک ان المحدث قد ثبت حدوثہ وافتقارہ الی محدث الی قولہ واجبا بہ**" اس پر متنبہ کیا ہے اور پھر عبارت **لولا تلک الحقائق** کی شرح میں اس اشارہ کا حوالہ بھی دیا ہے آگے تائید ہے اس مظہریت کی از قبیل تائید المعقول بالمنقول کے پس فرماتے ہیں) پھر ہم کو جاننا چاہئے کہ جب واقعہ اس طرح ہے جیسا ہم نے کہا کہ حادث بصورت واجب ظاہر ہوا ہے اسی واسطے حق تعالیٰ نے ہم کو علم بالواجب میں نظر فی الحادث کا حوالہ دیا ہے اور ذکر فرمایا ہے کہ اُس نے ہم کو اپنی آیات اس حادث میں دِکھلائی ہیں (**کما قال تعالیٰ سنریھم اٰیاتنا فی الافاق و فی انفسھم**) پس ہم نے اپنی ذات سے واجب پر استدلال کیا ہے (یہ تائید ہوگئی کہ حادث ظہور ہے واجب کا آگے تفریع ہے اس اشتراک فی الاوصاف پر جو اُوپر مذکور تھا) پس ہم نے واجب کو کسی کے ساتھ موصوف نہیں کیا مگر وہ وصف ہمارے لئے بھی ہے بجز وجوب ذاتی کے جو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ پھر (اس پر یہ بھی متفرع ہے کہ)

جب ہم نے واجب کو اپنی ذات کو (معرفت کا) آلہ و منشا بنا کر جانا (کذا قال الجامی بنا باعتبار معنی الآلیۃ والسببیۃ و منّا باعتبار معنی المنشائیۃ) تو ہم اُس کی طرف تمام اُن اوصاف (کمال کذا قال الجامی) کو منسوب کریں گے جس کو اپنی طرف نسبت کرتے ہیں (اور کمال کی قید اس لئے لگائی کہ صفات نقص کو باوجود اپنی طرف نسبت کرنے کے اُس کی طرف نسبت نہ کریں گے وجہ اس کی وہی مانعیت خصوصیت محل کی ہے جس طرح وجوب ذاتی کی نسبت سے ہماری ذات مانع ہے اور اگر اشتراک کو مطلق رکھا جاوے جیسا کہ احقر نے وجوب ذاتی متعلق دوسری تقریر کی تھی تو یہاں یوں کہیں گے کہ جب حادث ظہور ہے واجب کا تو واجب کی سب صفات کا ظہور ممکن میں ہونا چاہئے اور حادث کی سب صفات کا ظہور واجب میں ضروری نہیں پس ماوصفناہ بوصف میں ما عام ہے اور کل ما نسبناہ الینا میں خاص ہے اور لفظ کل کو عام مخصوص البعض کہیں گے) اور اسی (وصف ونسبت) کے ساتھ اخبارات الٰہیہ اُن حضرات کی زبانوں پر جو کہ ہماری طرف ترجمان ہو کر تشریف لائے ہیں وارد ہوئے ہیں پس اُس نے اپنی ذات کو ہمارے (بتلانے کے) لئے ہماری (صفات کے) ساتھ موصوف فرمایا ہے (پس لفظ بنا میں مجاز ہے مبالغۃً اور مراد ان سے حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں چنانچہ بے شمار نصوص میں اوصاف کثیرہ واجب کا حادث کے لئے اور بالعکس اثبات ہے سمع، بصر، علم، ارادہ، قدرت، رحمت، فرح، ضحک، ید وجہ باقی یہ ظاہر ہے کہ واجب میں اُس کی شان کے مناسب اور حادث میں اس کی شان کے موافق ان کا تحقق ہے اور یہی ظہور ذات اسماء و صفات و مظاہر کونیہ میں تشبیہ کہلاتا ہے اور مرتبۂ ذات میں ان مظاہر سے تجرد تنزیہ کہلاتا ہے) پس (اس بناء پر) ہم جب حق تعالیٰ کا مشاہدہ کریں گے تو ہم نے اپنے نفوس کا بھی مشاہدہ کیا (کیونکہ ہماری حقیقت وہی صفات حق ہیں جو دوسرے مرتبہ میں ظاہر ہوئیں پس اُس مشاہدہ کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اپنے حقائق کا

مشاہدہ کیا) اور (اسی طرح) جب حق تعالیٰ ہمارا مشاہدہ فرماتے ہیں تو اپنی ذات کا بھی مشاہدہ فرماتے ہیں (اُسی توجیہ سے جواُ بھی مذکور ہوئی)۔

(ف) اور جاننا چاہئے کہ اس تقریر پر تمام عالم کا صورت حق پر ہونا لازم آتا ہے **لعموم ما یقتضیه المذکور فی قوله و لما کان استناده الی من ظهر عنه لذاته اقتضی ان یکون علی صورته** تو پھر تمام صفات کمال کا ہر جزو عالم کے لئے ثبوت ضروری ہے اور یہ اَوّلاً مشاہدہ کے خلاف دوسرے مظہر جامع ہونے میں انسان کی تخصیص نہ رہے گی جواب اس کا وہ ہے جو اس قول کی شرح میں مولانا جامی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے **ولذاقیل کل موجود متصف بالصّفات السبع الکمالیة لکن ظهورها بحسب استعداده و قابلیته اھ قلت و سائر الصفات تابع للصفات السبع فعم الحکم جمیعها** اور اِنسان میں بالفعل سب کا ظہور ہو رہا ہے پس نفس اتصاف سب میں مشترک اور ظہور بالفعل انسان کے ساتھ مختص اور جب حق تعالیٰ کو کسی مصلحت کے لئے منظور ہوتا ہے یا ہوگا وہ کمالات جو دوسرے اجزاء عالم میں بالقوہ مودع ہیں فعلیت کی طرف آجاتے ہیں یا آجاویں گے چنانچہ آیات واحادیث میں قرب قیامت اور قیامت میں جمادات کا بولنا اور انبیاء کے اعجاز سے جمادات کا اُن کے اَمر کو امتثال کرنا وغیرہ سب منصوص ہیں۔ آگے دفع دخل ہے کہ کلام مذکور سے کسی جاہل کو حق اور خلق میں اتحاد کا شبہ ہو سکتا تھا جو کہ الحاد ہے اس لئے آگے افتراق کو بیان کرتے ہیں جیسا کہ مقدمہ ثانیہ کا بھی حاصل یہی تھا پس فرماتے ہیں **ولا تشک انا کثیرون بالشخص والنوع و انا و ان کنا علی حقیقة واحدة تجمعنا فنعلم قطعا ان ثم فارقابه تمیزت الاشخاص بعضها عن بعض ولولا ذلک ما کانت الکثرة فی الواحد فکذلک ایضا و ان وصفنا بما وصف به نفسه من جمیع الوجوه فلا بد من فارق ولیس الا افتقارنا الیه فی الوجود وتوقف وجودنا علیه لا**

مکاننا و غناءہ عن مثل ما افتقرنا الیہ فھذا صح لہ الازل و القدم الذی
انتفت عنہ الاوّلیۃ التی لھا افتتاح الوجود عن عدم فلا ینتسب الیہ الا
ولیۃ مع کونہ الاوّل ولھٰذا قیل فیہ الاٰخر ولو کانت اولیتہ اولیۃ وجو
التقیید لم یصح ان یکون الاٰخر للمقید لانہ لا اٰخرللممکن لان
الممکنات غیر متناھیۃ فلا اٰخرلھا و انما کان اٰخرًا لرجوع الامر کلہ
الیہ بعد نسبۃ ذلک الینا فھو الاٰخر فی عین اولیتہ والاوّل فی عین
اخریتہ ۔ اور ہم اس میں ذرا بھی شک نہیں کرتے (یعنی یقیناً جانتے ہیں) کہ ہم (کبھی) بالشخص اور (کبھی) بالنوع کثیر (ہوتے) ہیں (یعنی اگر حقیقت نوعیہ کے ساتھ تشخصات منضم ہوگئے تو کثیر بالشخص ہوجاتے ہیں اور اگر حقیقت جنسیہ کے ساتھ فصول منضم ہوگئے تو کثیر بالنوع ہوجاتے ہیں) اگرچہ ہم ایک ہی حقیقت پر ہوتے ہیں (خواہ حقیقت نوعیہ خواہ حقیقت جنسیہ) جو ہم کو جامع ہوتی ہے پس (اس سے) ہم یقیناً جانتے ہیں کہ یہاں (یعنی حقیقت واحدہ جامعہ میں) کوئی فارق (بھی) ہے جس کے سبب اشخاص (یا انواع) ایک دوسرے سے ممتاز ہوجاتے ہیں اور اگر یہ فارق نہ ہوتا تو (جنس یا نوع) واحد میں کثرت (انواع یا اشخاص کی) نہ ہوتی پس اسی طرح یہاں بھی ہے کہ اگرچہ حق تعالیٰ نے ہم کو بھی تمام وجوہ سے (یعنی اوصاف قولیہ یا فعلیہ سے کذا قال الجامی) اُن چیزوں کے ساتھ موصوف فرمایا ہے جن سے اپنے کو موصوف فرمایا ہے پھر بھی کوئی فارق ضرور ہے اور وہ فارق یہی ہے کہ ہم وجود میں اُس کے محتاج ہیں اور ہمارا وجود اُس پر موقوف ہے بوجہ اس کے کہ ہم ممکن ہیں اور وہ ایسی چیز سے غنی ہے جس میں ہم اُس کے محتاج ہیں (یعنی وجود پس یہ فارق لازم ہے۔

(ف) دیکھئے شیخ پر تہمت رکھی جاتی ہے کہ وہ حق اور خلق کے درمیان عینیت محضہ کے قائل ہیں اس سے بڑھ کر اس کے بطلان پر کیا نص ہوگی آگے اس عدم افتقار فی الوجود پر تفریع ہے (یعنی) پس اسی (عدم افتقار فی الوجود الی الموجد) کے سبب حق

تعالیٰ کے لئے ازل اور قدم (کا حکم صحیح ہوا جس (قدم) سے وہ اوّلیت منتفی ہے جس کے لئے ابتداء وجود بعد العدم (السابق) ثابت ہے (یعنی) ایک اوّلیت کی قسم یہ ہے کہ عدم کے بعد جو اُس شے کا وجود ہوا تو دوسری اشیاء سے پہلے ہوا سو یہ اوّلیت حق تعالیٰ سے اور اُس کی صفت قدم سے منتفی ہے کیونکہ اس میں احتیاج الی المبداء لازم آتی ہے اور حق تعالیٰ اس احتیاج سے منزہ ہے تو ملزوم یعنی ایسی اوّلیت بھی منتفی ہے) پس اُس کی طرف ایسی اوّلیت منسوب نہ کی جاوے گی باوجود اس کے اوّل (بمعنی دیگر) ہونے کے (اور وہ معنی یہی ہیں کہ اُس کا کوئی مبداء نہیں (وہ خود سب کا مبداء ہے جیسا اُوپر بیان ہوا کہ وہ مبداء سے غنی ہے) اور اسی لئے (یعنی چونکہ اوّلیت بمعنی افتتاح وجود بعد العدم اس سے منتفی ہے) اس کی شان میں آخر (بھی) کہا جاتا ہے (ورنہ) اگر یہ اولیت ثابت ہوتی تو آخریت کا حکم صحیح نہ ہوتا کیونکہ آخریت کے معنی بمناسبت تقابل یہ ہوتے جو سب سے اخیر میں وجود بعد العدم ہو اور آخر کے اس مفہوم کا کوئی مصداق ہی نہیں اسی کو آگے فرماتے ہیں) اور اگر اُس کی اوّلیت وجود تقیید کی سی اوّلیت ہوتی۔ (تقیید سے مراد قید بعد العدم) تو حق تعالیٰ مقید ﴿اخذت نسخه آخر المقید﴾ (یعنی ممکنات مقیدہ بالوجود بعد العدم) کا آخر نہ ہوتا کیونکہ ممکن کا کوئی آخر ہی نہیں اس لئے کہ ممکنات (بروئے نص) غیر متناہی ہیں (بمعنی لاتقف عند حد) اس لئے اُن کا کوئی آخر ہی نہیں (اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ شاید کوئی ایسا ممکن ہو جو سب ممکنات کے بعد پیدا ہوا اور اُس کے بعد پھر کوئی پیدا نہ ہوا اور لاتناہی ممکنات کی جو منصوص ہے بمعنی بقاء ہو سکتی ہے جواب یہ ہے کہ ایسا کوئی ممکن نہیں چنانچہ ثمرات جنان برابر اَبدالآباد تک نئے نئے پیدا ہوتے رہیں گے اگر ایسا کوئی ممکن ہو تو لازم آتا ہے کہ ثمرات جنان بعد اکل کے منقطع ہو جاویں وھو باطل لقولہ تعالیٰ اکلھا دائم الآیۃ اور اس مقام پر اس معنی کے بطلان پر یہ مستقل دلیل قطع نظر وجوب حق سے ہے ورنہ خود وجوب ہی اس معنی کے بطلان کے لیے مستلزم ہے پس حق تعالیٰ اس معنی کو آخر بھی

نہیں) اور وہ جو آخر ہے تو اس وجہ سے ہے کہ سب اُمور بعد اس کے کہ ہماری طرف منسوب ہوں اُسی کی طرف راجع ہوتے ہیں (یعنی وہ سب کا منتہیٰ ہے یعنی گو ہماری طرف اوصاف کی نسبت ہے، مگر جیسا کہ مابالعرض کا مرجع یا بالذات ہوتا ہے اسی طرح مرجع سب کا وہی ہے پس اوّل کے معنی ہوئے مبداء کل شی اور آخر کے معنی ہوئے منتہی کل شی جیسے مابالذات کی شان ہوتی ہے مابالعرض کے اعتبار سے آگے اس پر تفریع ہے کہ جب اوّل و آخر کے یہ معنی ہوئے) تو وہ آخر ہے اپنی عین اوّلیت میں اور اوّل ہے اپنے عین آخریت میں (یعنی اُس کی اوّلیت تو اُس کی آخریت کو مستلزم ہے اور اُس کی آخریت اُس کی اوّلیت کو مستلزم ہے وجہ یہ کہ حاصل اس اوّلیت و آخریت کا اُس کے اوصاف کا مابالذات ہونا ہے اور یہ مابالذات ہونا علت ہے مبدأیت و مرجعیت کی کما ذکر پس یہ دونوں معلول ہیں علت واحدہ کی اور جس طرح علت و معلول میں تلازم ہوتا ہے اسی طرح علت واحدہ کے دو معلول میں بھی تلازم ہوتا ہے۔ کما ثبت فی محلہ۔

(ف) اور حدیث میں جو اوّل و آخر کی تفسیر میں **فلیس قبلک شیء ولیس بعدک شیء** آیا ہے اگر قبلیت و بعدیت کو مبدأیت و مرجعیت پر محمول کر لیا جاوے یعنی نہ آپ کا کوئی مبداء ہے کیونکہ آپ ہی سب کا مبداء ہیں اور نہ آپ کا کوئی مرجع ہے کیونکہ آپ ہی سب کا مرجع ہیں تو کچھ استبعاد نہیں جیسے تمام صفات حق کی تعبیر نصوص میں محاورات میں کی گئی ہے اور حقائق اُن کے اور ہیں جس طرح اُسی حدیث میں ظاہر و باطن کی تفسیر میں **لیس فوقک شیء و لیس دونک شیء** آیا ہے اور وہاں معنی متبادر مراد نہیں کیونکہ ظہور و بطون پر وہ متفرع نہیں ہو سکتے بلکہ اظہر و ابطن مراد ہیں حالانکہ خلاف متبادر ہیں اسی طرح یہاں قبلیت و بعدیت میں احتمال ہے اور جاننا چاہئے کہ شیخ کی طرف ایک یہ قول بھی منسوب ہے کہ یہ فناء عالم آخرت کے قائل ہیں یہاں اس کی نفی پر نص ہے اب بعد دفع شبہ اتحاد من کل الوجوہ کے انسان کی مظہریت اتم اصالۃً اور عالم کی مطلق مظہریت تبعاً بیان فرماتے ہیں چنانچہ بعد

بیان انسان کے یہ کہا ہے ''وھکذا ھو فی کل موجود من العالم بقدر ما تطلبه حقیقة ذلک الموجود لکن لیس لاحد مجموع ما للخلیفة الخ ''پس فرماتے ہیں ''ثم لنعلم ان الحق وصف نفسه بانه ظاھر و باطن فاوجد العالم عالم غیب و شھادة لندرک الباطن بغیبنا والظاھر بشھادتنا ووصف نفسه بالرضی والغضب فاوجدالعالم ذا خوف ورجاء فنخاف غضبه و نرجو رضاه ووصف نفسه بانه جمیل و ذوجلال فاوجدنا علی ھیبة و انس و ھکذا جمیع ما ینتسب الیه تعالٰی و یسمی به فعبر عن ھاتین الصفتین بالیدین اللتین توجھتا منه علی خلق الانسان الکامل لکونه الجامع الحقائق العالم و مفرداته''

پھر ہم کو جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے اپنی ذات کو اس طرح موصوف کیا ہے کہ وہ ظاہر ہے اور باطن ہے (کماقال ھو الاوّل و الاخر والظاھر والباطن) اور اِنسان کو اپنی صفات کا مظہر اتم بنانا تھا) پس (اس لئے) اُس نے عالم کو ایجاد فرمایا عالم غیب کو بھی (جس میں ہماری اَرواح بھی ہیں) اور عالم شہادت کو بھی (جس میں ہمارے اجساد بھی ہیں کذا قال بالی یعنی انسان کو دو جزو سے مرکب کیا ایک ظاہر ایک باطن تا کہ ہم (اُس کے اسم) باطن کو اپنے غیب (یعنی باطن) سے ادراک کریں اور (اُس کے اسم) ظاہر کو اپنی شہادت (یعنی ظاہر) سے ادراک کریں (یعنی اپنی صفت باطن دیکھ کر اُس کی صفت باطن کو سمجھیں اور اسی طرح ظاہر کو بھی اور مظہریت کی حکمت یہی معرفت ہے اور (نیز اس طرح بھی وہ مظہر ہے حق تعالیٰ کا کہ) اُس نے اپنی ذات کو رضا اور غضب کے ساتھ موصوف کیا ہے (چنانچہ نصوص میں مصرح ہے) پس اُس نے عالم کو (یعنی انسان کو کذا قال بالی) ذی خوف و ذی رجاء پیدا کیا تا کہ ہم اُس کے غضب سے ڈریں اور اُس کی رضا کی اُمید کریں (یعنی ہم میں اپنے غضب اور رضا کے آثار پیدا کئے کیونکہ ہمارا خوف غضب الٰہی کا اثر ہے اور ہماری رجا اُس کی رضا اثر

ہے (اور یہاں ظاہر یہ تھا کہ یوں فرماتے کہ ہم میں بھی صفت غضب ورضا کی رکھی اور یہ صحیح بھی ہے کیونکہ ہم میں ان دوصفتوں کا وجود ظاہر ہے مگر اُس کو چھوڑ کر اپنے اندر خوف ورجاء ثابت کیا اشارہ اس طرف ہے کہ ظہور صفات حق کا دوطرح ہوتا ہے ایک اس طرح کہ وہی صفت ہمارے اندر ہو دوسرے اس طرح کہ اُس صفت کے آثار ہوں کذا قال الجامی رحمہ اللہ۔ پس یہاں اوّل صورت تو ظاہر ہی تھی دوسری صورت پر بھی تنبیہ فرمادی اور اس تعمیم سے صدہا اعتراض مسئلہ وحدۃ الوجود پر سے مرتفع ہوگئی کیونکہ بہت سی صفات وجود حق تعالیٰ کی ایسی ہیں کہ عبد میں نہیں وبالعکس اب جواب ظاہر ہے کہ بعض جگہ مانع کے سبب ظہور اوّل طریق سے نہیں ہوتا دوسرے طریق سے ہوتا ہے جیسے ذلت صفت ہے، عبد کی اور حق تعالیٰ اس سے منزہ ہے پھر یہ کس صفت کا ظہور ہے کہا جاوے گا کہ صفت مذل کا ظہور ہے) اور (نیز اسی طرح اُس نے اپنے نفس کو اُس کے ساتھ موصوف کیا ہے کہ وہ صاحب جمال اور صاحب جلال ہے (چنانچہ حدیث مرفوع میں ہے ان اللہ جمیل رواہ مسلم عن ابن مسعود اور قرآن میں ہے ذوالجلال والاکرام) تو (ان صفات کے ظہور کے لئے) ہم کو ہیبت پر ایجاد کیا۔ (جو اثر ہے جلال کا) اور انس پر (پیدا کیا جو اثر ہے جمال کا پس اپنی ان صفات سے اُس کے جلال وجمال پر استدلال کریں) اور اسی طرح تمامی وہ صفات (متقابلہ کذا قال الجامی بقرینۂ السیاق والسباق) جو حق تعالیٰ کی طرف نسبت کی جاتی ہیں اور اُن کے ساتھ وہ مسمّی (یعنی موصوف) کیا جاتا ہے (جیسے ہادی اور مضل اور معز اور مذل ان سب کو ہم میں بھی ایجاد کیا ہے خواہ باعیانہا خواہ بآثارہا تو انسان اس طرح مظہر اتم ہوا کہ اُس میں سب صفات کا ظہور ہے بخلاف دوسری مخلوقات کے کہ یا محض صفات لطیفہ کا مظہر ہیں جیسے ملائکہ یا محض صفات قہریہ کا جیسے شیاطین یا دونوں کی مظہریت میں ناقص ہیں جیسے باقی موجودات آگے خلقت بیدیّ کو اس پر محمول کر کے اس دعویٰ کی تائید فرماتے ہیں یعنی) پس حق تعالیٰ نے ان ہی دو (متقابل) صفتوں سے (جن میں

سب صفات متقابلہ آگئیں کذا قال الجامی رحمہ اللہ) یدین کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے انسان کامل اقید واقعی لا احترازی سماہ کاملا لکونہ مظہرا جامعًا) کی تخلیق پر متوجہ ہوئے ہیں کیونکہ یہی جامع ہے عالم کے حقائق (یعنی اعیان ثابتہ) اور مفردات (یعنی اعیان موجودہ) کا (اور یہ حقائق اور مفردات بمجموعہا مظہر ہیں مجموعہ اسماء وصفات کے تو حاصل تعلیل کا یہ ہوا کہ یہی جامع ہے مجموعہ اسماء وصفات کا کذا قال الجامی رحمہ الله واصفاقوله حقائق العالم و مفرداته بقوله التی هی مظاهر لجمیع الاسماء التی یعبر عنها بملاحظة شمول معینین متقابلین او بالیدین و هذه الاسماء الظاهرة فیها اربابها. پس جب یہ جامع ہے تو اس کی تخلیق بھی سب اسماء سے متعلق ہوگی۔

(ف) یدین کے یہ معنی مجازی ہوں گے کذا قال الجامی اور اس کے لئے نقل کی حاجت نہیں جیسا دوسرے مفسرین نے بھی محقق قواعد عربیہ و شرعیہ کی بناء پر دوسرے معانی مجازیہ سے اس کی تفسیر کی ہے چنانچہ بعض نے قدرت سے کی ہے اور تثنیہ کو تاکید پر محمول کیا ہے۔ اور بعض نے نعمت کے ساتھ کی ہے اور نعمت دنیا وآخرت مراد لی ہے اور بعض نے شیخ کے قریب قریب تفسیر کی ہے چنانچہ تفسیر بالقدرۃ کے بعد کہا ہے وجوزان یکون ذلک لاختلاف فعل ادم فقد یصدر عنه افعال ملکیة کانها من آثار الیمین و قد تصدر منه افعال حیوانیة کانها من آثار الشمال و کلتا یدیه سبحانه یمین اھ۔ کذا فی روح المعانی ۔ پس شیخ کی اس تقریر سے انسان کا مظہر اتم ہونا اور واضح ہوگیا آگے بطور جملہ معترضہ کے اس پر ایک تفریع ہے اور اُس کے بعد پھر رجوع ہے مضمون بالا کی طرف اس قول سے فما جمع اللّٰه تعالیٰ لادم الخ پس فرماتے ہیں ”فالعالم شهادة والخلیفة غیب ولهذا یحجب السلطان ووصف الحق نفسه بالحجب الظلمانیة و هی الاجسام الطبیعیة والنوریة و هی الارواح اللطیفة

والعالم بين كثيف و لطيف و هو عين الحجاب على نفسه فلا يدرك الحق ادراكه نفسه ولا يزال في حجاب لا يرفع مع علمه بانه متميز عن موجده بافتقاره ولكن لاحظ له في الوجوب الذاتي الذي لوجود الحق فلا يدركه ابدًا فلا يزال الحق من هذه الحيثية غير معلوم علم ذوق و شهود لانه لا قدم للحادث في ذلك "یعنی جب اُوپر یہ ثابت ہوا کہ اِنسان جامع ہے حقائق ومفردات عالم کا تو معلوم ہوا کہ اِنسان اجمال ہے ان حقائق ومفردات کا اور یہ حقائق ومفردات تفصیل ہیں انسان کی اور ہر اجمال باطن ہوتا ہے اپنی تفصیل کا اور ہر تفصیل صورۃ ہوتی ہے اپنے اجمال کی اور باطن غیب ہوتا ہے بمقابلہ صورت کے اور صورت شہادت ہوتی ہے بمقابلہ باطن کے کذا قال الجامی رحمہ اللہ) پس (اس سے لازم آیا کہ) عالم (کل کا کل بمقابلہ انسان کے) شہادت ہے اور خلیفہ (یعنی انسان بحیثیت خلافت بمقابلہ عالم کے) غیب ہے (وجہ قید کی ظاہر ہے کیونکہ یہ باطن باعتبار جامع ہونے کے تھا اور یہی جامع ہونا بنا ہے خلافت کی ورنہ باعتبار نشاۃ عنصریہ کے یہ بھی عالم شہادت میں سے ہے اور (آگے اس کی تائید ایک عادت شائعہ سے ہے کہ) اسی واسطے سلطان حجاب میں رہتا ہے (کہ اُس میں بہ نسبت عامہ کے شان خلافت کی زیادہ ہے اس لئے اُس میں غیب ہونے کا تقاضاء زیادہ ہوتا ہے۔ اور (انسان اس صفت محجوبیت میں بھی حق تعالیٰ کا مظہر ہے چنانچہ) حق تعالیٰ نے (اپنے رسول کی زبان پر) اپنی ذات کو حجب ظلمانیہ ونورانیہ کے ساتھ موصوف فرمایا ہے (یعنی اپنے لئے حجب کو ثابت فرمایا ہے کما روى الطبراني في الكبير عن ابي عمرو سهل بن سعد مرفوعا ان دون الله عزوجل سبعين الف حجاب من نور و ظلمة ما تسمع نفس شيئا من حسن تلك الحجب الازهقت کنزالعمال ج۵، صفحہ ۲۵۹) اور حجب ظلمانیہ سے مراد (بطریق اشارہ کے نہ بطور دلالت کے لایا قولہ ما تسمع نفس شيئا الخ عنہ)

اجسام طبعیہ ہیں اور نورانیہ سے مراد اَرواحِ لطیفہ ہیں اور عالم ان ہی دو میں دائر ہے
کثیف (ظلمانی) اور لطیف (روحانی) اور (اس بناء پر تمام) عالم ذات حق پر (**کذا**
قال الجامی احد القولین) عین حجاب ہوا (تو حق تعالیٰ بھی محجوب و مغیب ہوا
اور اِنسان بھی محجوب تھا پس اس میں بھی حق کا مظہر ہوا آگے حق تعالیٰ کے لئے حجب
ہونے پر تفریع ہے یعنی) پس عالم حق تعالیٰ کو ایسا ادراک نہیں کرتا جیسا اپنی ذات کو کرتا
ہے (کیونکہ اپنی ذات کا علم تو حضوری ہے اور حق تعالیٰ کا علم بوجہ حجب کے حصولی بھی
ناقص ہے) پس عالم ہمیشہ (ادراک حق سے) ایسے حجاب ہی میں رہتا ہے جو کبھی مرتفع
نہیں ہوتا (کیونکہ وہ حجاب تو خود اس عالم کی ذات ہی ہے پس اگر یہ مرتفع ہو تو ادراک
کس کو ہو اور یہی راز ہے دوسری حدیث حجاب کے اس جزو کا **لو کشفه لاحرقت**
سجات وجهه ما انتهى اليه بصره من خلقه رواه مسلم مرفوعا بعد
قواء حجابه النور و فى رواية النار۔ مگر ساتھ ہی اُس کو اس کا علم حاصل ہے کہ
وہ (یعنی عالم اپنے موجد سے اپنے افتقار کے ساتھ متمیز ہے (مطلب یہ کہ یہ حجاب اس
علم کو مانع نہیں کہ اپنے کو مفتقر اور اُس کو غنی سمجھے **کما قال تعالیٰ والله الغنى و**
انتم الفقراء حاصل یہ کہ علم بالکنہ کو مانع ہی علم بالوجہ کو مانع نہیں چنانچہ آگے فرماتے
ہیں کہ اتنا تو علم ہے) ولیکن (علم نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ) اُس عالم کو وجوب
ذاتی (کے ادراک) میں جو کہ وجود حق سبحانہ وتعالیٰ کے لئے ثابت ہے کچھ حصہ نہیں
پس (اس حیثیت سے) اُس کو کبھی ادراک نہیں کرتا پس حق تعالیٰ اس حیثیت
(مذکورہ) سے علم ذوقی و شہودی کے ساتھ ہمیشہ غیر معلوم رہتا ہے کیونکہ حادث کا اس
(وجوب ذاتی کے اتصاف) میں قدم نہیں پہنچتا (یعنی علم ذوقی اُس چیز کا ہوسکتا ہے جو
خود حاصل ہو اور حادث کو وجوب ذاتی حاصل نہیں ہوسکتا اس لیے اُس کا علم ذوقی بھی
نہیں ہوسکتا کذا قال الجامی و بالی۔ اس مضمون معترض کے بعد پھر رجوع ہے مضمون
سابق تخلیق آدم بالیدین کی طرف مگر دوسری تفسیر (**قال الجامی و جمیل الیدین**

ففي ما سبق عبارة من عن نوعين متقابلين من الصفات وجعلهما هنا اشارة الى المعنى. ۳ ذآه ملخصاً. منه﴾ سے جس سے خود معلوم ہوتا ہے کہ دونوں تفسیریں بطور احتمال وتاویل کے ہیں نہ کہ بطور تفسیر وتعیین مراد کے مگر مقصود دونوں تفسیروں میں مشترک ہے یعنی جامعیت جس کی ایک تعبیر جامعیت للاسماء الالٰہیہ ہے جو حاصل ہے تفسیر سابق کا اور ایک تعبیر جامعیت للحقائق الکونیہ والحقائق الالٰہیہ ہے اور اِنسان دونوں طرح جامع ہے اس لئے دونوں تعبیریں صحیح ہیں ایک کے اعتبار سے اُوپر تقریر ہو چکی دوسری کے اعتبار سے آئندہ تقریر ہے۔

"فما جمع الله تعالٰى لأدم بين يديه الا تشريفا ولهذا قال لابليس ما منعک ان تسجد لما خلقت بيدى وما هو الا عين جمعه بين الصورتين صورة العالم وصورة الحق وهما يدالجن وابليس جزء من العالم لم يحصل له هذه الجمعية ولهذا كان ادم خليفة فان لم يكن ظاهر الصورة من استخلفه فيما استخلفه فيه فما هو خليفة و ان لم يكن فيه جميع ما تطلبه الرعايا التى استخلف عليها لان استنادها اليه فلا بُدَّ ان يقوم بجميع ما تحتاج اليه والافليس بخليفة عليهم فما صحت الخلافة الا للانسان الكامل فانشاء صورته الظاهرة من حقائق العالم وصوره وانشاء صورته الباطنة على صورته تعالٰى ولذلک قال فيه كنت سمعه و بصره وما قال كنت عينه و اذنه ففرق بين الصورتين"

(یہ رجوع ہے مضمون سابق تخلیق آدم بالیدین کی طرف یعنی) پس اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے لئے جو اپنے دونوں ہاتھوں کو (اُن کی تخلیق میں) جمع فرمایا یہ جمع کرنا اُن کو شرف دینے کے لئے تھا (جس کے ساتھ اُن کو مخصوص کرنا تھا) اور اسی لئے ابلیس سے ارشاد فرمایا تجھ کو اس اَمر سے کون مانع ہوا ہے کہ تو ایسی چیز کو سجدہ کرے جس کو میں نے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے (یعنی جس کو میں نے اتنا بڑا شرف دیا تو

اُس کے سامنے سجدہ کیوں نہیں کرتا) اور وہ جمع میں الیدین لآدم ہی تھا کہ آدم دونوں صورتوں کے جامع تھے صورۃ عالم کے بھی اور صورۃ کے بھی صورۃ حق پر ہونے کا تو اُوپر سے مقصود اہی بیان چلا آتا ہے اس قول سے ''و لما کان استناده الی من ظهر عنه لذاته اقتضی ان یکون علی صورته'' اور صورۃ عالم پر ہونے کا ابھی چند سطر پہلے اس قول میں بیان ہوا ہے ''لکونه الجامع لحقائق العالم و مفرداته فالعالم شهادة و الخلیفة غیب'' چنانچہ احقر کی شرح دیکھنے سے واضح ہوگا) اور یہی دونوں صورتیں یدین ہیں حق تعالیٰ کی (وجہ علاقہ یہ کہ یدین سے تصرف کیا جاتا ہے اور حق تعالیٰ کے تصرف کا ظہور ان ہی دو سے ہے کیونکہ صفات حق فاعل ہیں اور صفات کوان قابل ہیں اور تصرف کی یہی دو شرطیں ہیں کذا قال بالی و الجامی بتغیر یسیر) اور ابلیس عالم میں کا ایک ایسا جز و تھا جس کو جمعیت حاصل نہ تھی اور اسی جمعیت بین الصورتین کے سبب آدم علیہ السلام خلیفہ ہوئے (کیونکہ خلیفہ کے لئے دونوں صورتوں کا جامع ہونا ضروری ہے صورۃ مستخلف یعنی حق تعالیٰ بھی اور صورۃ مستخلف علیہ یعنی خلق بھی) پس اگر وہ اُس شخص کی صورت پر ظاہر نہ ہو جس نے اُس کو خلیفہ بنایا ہے جس چیز میں کہ خلیفہ بنایا ہے (یہ چیز عالم ہے یعنی جس نے اُس کو عالم میں خلیفہ بنایا ہے اگر اُس کی صورت پر ظاہر نہ ہو) تب بھی وہ خلیفہ نہ ہو (کیونکہ جب اُس میں خلیفہ بنانے والے کی صفات نہ ہوں تو وہ اُس کی نیابت میں ویسے ہی تصرف کیسے کرے گا) اور (اسی طرح) اگر اس میں تمامی وہ چیزیں نہ ہوں جن کو وہ رعایا طلب کرتی ہیں جن پر وہ اس لئے خلیفہ بنایا گیا ہے کہ اُن سب کا استناد اُسی طرف ہے اس لئے ضروری ہوا کہ وہ اُن تمام چیزوں کا اہتمام کرے جن کی اُن رعایا کو حاجت ہے جن پر اُس کو خلیفہ بنایا گیا ہے ورنہ (اگر اُن کا اہتمام نہ کرے تو) وہ اُن پر خلیفہ نہ ہوگا (آگے وان لم یکن کی جزاء مقدر ہے بقرینہ والافلیس بخلیفة علیهم یعنی اُس میں تمامی یہ چیزیں نہ ہوں تب بھی وہ اُن پر خلیفہ نہ ہوگا کیونکہ خلیفہ کا کام

افاضہ ہے تو جن اشیاء کی افاضہ کی اُن کو حاجت ہے اگر خود وہ چیزیں ہی خلیفہ کے پاس نہ ہوں گی تو وہ افاضہ کس چیز کا کرے گا اس لئے اُس کا صورت خلق پر بھی ہونا ضروری ہوا قال الجامی ”لان استنادها تعليل للطلب اى ذٰلک الطلب انما يقع منهم لان استناد الرعايا الخ وقال قوله و الا اى و ان لم يقم ادم بجميع ما تحتاج اليه الرعايا و اذا كان ذٰلک فى قوة قوله و ان لم يكن فيه جميع ما تطلبه الرعايا كان كالتكرار له فاقتصر فى الجزاء على قوله فليس بخليفة عليهم و لم يصرح بالجزاء فى الاوّل اھ“ تو ثابت ہوا کہ خلیفہ کا جامع بین الصورتین ہونا ضروری ہوا اور ایسا جامع انسان ہی تھا) پس (اس لئے) خلافت صرف انسان کامل ہی کے لئے سزاوار ہوئی (کامل کی قید واقعی ہی ہے جامع چنانچہ پہلے بھی میں نے تنبیہ کی ہے) پس (اُس کے خلیفہ بنانے کی وجہ سے) حق تعالیٰ نے اُس انسان (کو اس طرح جامع بین الصورتین بنایا کہ اُس) کی ظاہری صورت کو تو عالم کے حقائق یعنی صور متحققہ سے بنایا (كذا فسر الجامى حملا على كونه عطف تفسير) اور اُس کی صورت باطنہ کو اپنی صورت پر بنایا اور اسی واسطے اُس کے حق میں (حدیث قدسی میں کما فی المشکوٰۃ عن البخاری) فرمایا كنت سمعه و بصره (کہ یہ دونوں صفات باطنہ سے ہیں) اور یوں نہیں فرمایا كنت عينه و اذنه (کہ یہ دونوں جوارح ظاہرہ سے ہیں) پس (اس عبارت میں) دونوں صورتوں میں فرق فرمایا (کہ صورۃ باطنہ کو لائے صورت ظاہرہ کو نہیں لائے اس سے تائید ہوگئی کہ انسان اپنے باطن کے اعتبار سے صورت حق پر ہے یہی دعویٰ تھا اُوپر وانشا صورته الباطنة على صورته تعالىٰ سو اگر وہ عبارت بھی ہوتی ”كما فى الحديث المذكور و يده التى يبطش بها و رجله التى يمشى بها تب بھی صحیح ہوتی بسر بانه تو بته فى جميع الموجودات كذا قال الجامى او حملا على التجوز على ما قلت آگے یہ بتلاتے ہیں کہ مطلق مظہریت تمام

عالم کے لئے حاصل ہے گو مظہریتِ جامعہ انسان ہی کے ساتھ مخصوص ہے چنانچہ فرماتے ہیں ''وھکذا ھو فی کل موجود من العالم بقدر ما تطلبه حقیقة ذلک الموجود لکن لیس لاحد مجموع ما للخلیفة فما فازالا ھو بالمجموع ولولا سریان الحق فی الموجودات بالصورة ما کان للعالم وجود کما انه لولا ذلک الحقائق المعقولة الکلیة ما ظاھرحکم فی الموجودات العینیة و من ھذه الحقیقة کان الافتقار من العالم الی الحق فی وجوده شعر

فالکل مفتقر مالکل مستغن ۔۔۔ ھذا ھو الحق قد قلناه لا لکنی
فان ذکرت غنیا لا افتقار به ۔۔۔ فقد علمت الذی بقولنا نعنی
فالکل بالکل مربوط فلیس له ۔۔۔ عنه انفصال خذوا ما قلته عنی

اور اسی طرح (یعنی جس طرح وہ انسان میں ظہور فرماتا ہے اسی طرح) وہ عالم کے ہر ہر موجود میں (ظاہر ہے) بقدر اُس (ظہور) کے کہ اُس موجود کی حقیقت اس کو (بلسان استعداد) طلب کر رہی ہے لیکن کسی کو وہ مجموعہ حاصل نہیں جو خلیفہ کو ہے اس لئے اُس کو فوز ﴿اخذت نسخة فما فازالا بالمجموع علی ما رجحها الجامی ۱۲﴾ بالخلافۃ صرف اس مجموع سے ہوا (مگر نفس ظہور ہر موجود میں ہے) اور اگر حق تعالیٰ (کے وجود) کی سرایت تمام موجودات میں باعتبار ظہور کے نہ ہوتی (پس سریان مجازاً بمعنی ظہور بالا حاطہ کی ہے نہ بمعنی حلول کذا قال بالی) تو عالم کا وجود بھی نہ ہوتا جیسا (اُوپر مقدمہ اولیٰ میں اس عبارت میں اعلم ان الامور الکلیة وان لم یکن لھا وجود فی عینھا الی قوله فصار کل واحد محکوما به و محکوما علیه بیان کیا گیا ہے کہ) اگر وہ حقائق معقولہ کلیہ اعلم وحیاۃ وغیرہ) نہ ہوتے تو موجودات خارجیہ میں کوئی حکم (مثل حی عالم) ظاہر نہ ہوتا۔ (اور اس مشبہ بہ کا استلزام اس شبہ کے لئے اُس عبارت کے تھوڑے بعد والی عبارت میں ''واذا کان

الارتباط بین من له وجود عینی الی قوله موجودة من غیرہ" مع ایک اشارہ کے گذر چکا جس کو احقر نے وہاں بذیل (ف) بہت واضح لکھ دیا ہے مکرر ملاحظہ کرلیا جاوے) اور (اُسی تشبیہ مذکور مستلزم للحکم المذکور مع الاشارۃ کی بناء پر کہتے ہیں کہ) اسی حقیقت واقعیہ کے سبب سے عالم کا افتقار اپنے وجود میں حق کی طرف ثابت ہے (جیسا کہ حق کا ظہور عالم پر موقوف ہے کما مر تقریرہ تحت قوله واذا کان الارتباط الخ چنانچہ آگے مضمون اشعار کی تفریع اسی تشبیہ مذکور مع الاشارۃ پر ہے۔ پس فرماتے ہیں) ترجمہ اشعار "پس (حق اور خلق میں سے) ایک دوسرے کی طرف مفتقر ہے (خلق تو وجود میں اور حق ظہور میں اور بندہ تشبیہ مذکور کی تقریر میں اس کی خوب تحقیق لکھ چکا ہے آگے تاکید ہے کہ) کوئی بھی (من کل الوجوہ ایک دوسرے سے) مستغنی نہیں (افتقار مجازاً بمعنی مطلق توقف و ربط کمال قال فیما بعد فالکل بالکل مربوط الخ) یہی حق بات ہے ہم اس طرح کہہ چکے کہ کنایہ بھی نہیں کرتے پس اگر تو (بطور اعتراض کے) ایسے غنی کا ذکر کرے کہ جس کو ذرا بھی احتیاج نہیں (مراد یہ کہ تو حق تعالیٰ کو اس صفت کے ساتھ ذکر کر کے اس دعویٰ پر اعتراض کرے اس طرح سے کہ حق تعالیٰ کی یہ صفت عدم افتقار کی مسلم ثابت ہے پھر اس دعویٰ افتقار کے کیا معنی) تو (ہم جواب دیں گے کہ) تو نے (ہمارے کلام مشہور و مذکور فی المقام الآخر سے) جان لیا ہے اُس معنی کو جو ہم اپنے اس قول سے مراد لیتے ہیں (یعنی مرتبہ ظہور کے اعتبار سے توقف کا حکم کرتے ہیں) پس (حق و خلق میں سے) ہر ایک مربوط ہے ہر ایک کے ساتھ پس کسی کو بھی کسی سے (بالفعل) بے تعلقی نہیں۔ مجھ سے حاصل کرلو جو میں نے کہا ہے (اور بالفعل اس لئے کہا کہ قبل تخلیق و بعد فناء الکل یہ تعلق خاص جو فی الحال ہے منفی ہے۔ (ف) حق تعالیٰ کی نسبت لفظ افتقار و نفی استغناء سے قلب کو تکلیف پہنچتی ہے کہ ظاہراً معارضہ ہے نص واللہ الغنی و انتم الفقراء کا اس سے اچھی تعبیر وہ ہے جو حافظ شیرازی رحمہ اللہ نے اختیار کی ہے۔

سایۂ معشوق گر افتاد بر عاشق چہ شد   ما بادمحتاج بودیم اوبما مشتاق بود

آگے ماسبق کا حاصل مع بعض فوائد مختصرہ بیان کر کے فص کو ختم کرتے ہیں۔

"فقد علمت حكمة نشأة جسد اٰدم اعنى صورته الظاهرة و قد علمت نشأة روح اٰدم اعنى صورته الباطنية فهو الحق والخلق و قد علمت نشأة و هى المجموع الذى به استحق الخلافة فاٰدم هو النفس الواحدة التى خلق منها هذاالنوع الانسان و هو قوله تعالیٰ يايها الناس اتقوا ربكم الذى خلقكم من نفس واحدةٍ و خلق منها زوجها و بث منها رجالا كثيراونساءً فقوله اتقوا ربكم اجعلوا ما ظهر منكم وقاية لربكم واجعلوا مابطن منكم وهو ربكم وقاية لكم فان الامر ذم و حمد فكونوا وقايته فى الذم واجعلوه وقايتكم فى الحمد تكونوا ادبًا عالمين ثم ان اللّٰه عزوجل اطلعه على ما اودع فيه وجعل ذلك فى قبضتيه القبضة فيها العالم وقبضة الاخرىٰ فيها اٰدم و نبوة و بين مراتبهم فيه ولما اطلعنى اللّٰه فى سرى على ما اودع فى هذاالامام الوالد الاكبر جعلت فهذاالكتاب منه ما حد لى لا ما وقفت عليه فان ذلك لايسعه كتاب ولا العالم الموجودالاٰن فما شاهدته مما نودعه فى هذاالكتاب كما حدّه لى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم حكمة الٰهية فى كلمة اٰدمية و هو هذاالباب ثم حكمة نفثية فى كلمة شيثيه ثم حكمة سبوحية فى كلمة نوحية ثم حكمة قدوسية فى كلمة ادريسية ثم حكمة مهيمية فى كلمة ابراهيمية ثم حكمة حقية فى كلمة اسحاقيه ثم حكمة علية فى كلمة اسماعيليه ثم حكمة روحية فى كلمة يعقوبية ثم حكمة نورية فى كلمة يوسفية ثم حكمة احدية فى كلمة هودية ثم حكمة فاتحية فى كلمة صالحية ثم حكمة

قلبيه في كلمة شعيبية ثم حكمة ملكية في كلمة لوطية ثم حكمة قدرية في كلمة عزيرية ثم حكمة نبوية في كلمة عيسوية ثم حكمة رحمانية في كلمة سليمانية ثم حكمة وجودية في كلمة داوٗدية ثم حكمة نفسية في كلمة يونسيه ثم حكمة غيبية في كلمة ايوبية ثم حكمة جلالية في كلمة يحيوبة ثم حكمة مالكية في كلمة زكريوية ثم حكمة ايناسية في كلمة الياسية ثم حكمة احسانية في كلمة لقمانية ثم حكمة امامية في كلمة هارونية ثم حكمة علوية في كلمة موسوية ثم حكمة صمدية في كلمة خالدية ثم حكمة فردية في كلة محمديّة و فص كل حكمة الكلمة التي نسبت اليها فاقتصرت علے ما ذكرته من هذه الحكم في هذاالكتاب على حدما ثبت في اُم الكتاب فامتثلت ما رسم لي ووقفت عندماحد لي ولورمت زيادة على ذلک ما استطعت فان الحضرة تمنع ذلک واللّٰه الموفق لارب غيره ''پس تم کو (تقریر سابق سے) حکمت نشاۃ جسد آدم یعنی اُن کی صورت ظاہری کی معلوم ہوگئی (اور وہ حکمت اُس کا نمونہ ہونا ہے حقائق عالم کے لئے) اور نیز حکمت نشاۃ روح آدم یعنی اُن کی صورت باطنہ کی بھی معلوم ہوگئی (اور وہ حکمت اُس کا مظہر ہونا ہے اسماالٰہیہ کے لئے) پس وہ آدم (صورت) حق بھی ہے اور (صورت) خلق بھی ہے اور تم کو اُن کے رتبہ (کے مدار) کی نشاۃ بھی معلوم ہوگئی اور وہ رتبہ (یعنی اُس کا مدار) مجموعہ ہے (ان دونوں صورتوں کا) کہ وہ اسی مجموعہ کے سبب خلافت کے مستحق ہوئے (اسی طرح سے کہ مجموعہ کے ایک جزو کے سبب اُن کو مناسبت ہوئی مستخلف سے اور دوسرے جزو کے سبب مناسبت ہوئی مستخلف علیہ سے جیسا اُوپر مفصل بیان ہوا خلاصہ یہ ہوا کہ ہمارے بیان سے تم کو خود مجموعہ کی حکمت بھی اور اس مجموعہ کے ہر ہر جزو یعنی جسد روح کی حکمت بھی معلوم ہوگئی) بس یہی آدم وہ ذات واحد ہیں جن سے یہ

نوع انسانی (یعنی بنی آدم) پیدا ہوئی اور یہی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول کے یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء۔ (مطلب یہ کہ یہی آدم کا منشاء نوع انسانی ہونا اس آیت کی تفسیر ہے چنانچہ ظاہر ہے اور چونکہ اس نفس واحد کا خلافت کے ساتھ اختصاص معلوم ہے اس لئے آیت میں اس کا ذکر ہونا گویا اُس کی خلافت کا ذکر ہونا ہے اور خلافت کے لوازم سے ہے کہ خلیفہ کا فعل ولو فی ضمن البعض مستخلف کی طرف منسوب ہو و بالعکس جیسا اُوپر اس قول میں مصرّح ہے فما وصفناہ بوصف الا لنا ذلک الوصف اور نسبنا الیہ کلما نسبناہ الینا تو اس کا مقتضاء یہ تھا کہ جب آدم (علیہ السلام) اوّلاً اور ہم ثانیاً خلیفہ ہیں تو حق تعالیٰ کے افعال کو اپنی طرف اور اپنے افعال کو حق تعالیٰ کی طرف علی الاطلاق ولو فی ضمن البعض منسوب کر سکتے مگر ادب نے اس مطلق کو مقید کر دیا پس حق تعالیٰ کا متکلم ہونا کہ وہ واجب الادب ہے گویا ذکر ہے ادب مقتضی لتقیید نسبۃ الافعال کا اور بنی آدم کا مخاطب ہونا گویا ذکر ہے خلافت مقتضیہ نسبۃ الافعال کا اس طرح پر اس مجموعہ پر اگلا مضمون متفرع ہو سکتا ہے اس لئے بطور تفریع کے فرماتے ہیں یعنی) حق تعالیٰ کا جو قول ہے اتقوا ربکم اس کے معنی (بطور اشارات کے) یہ ہیں کہ اپنے ظاہر کو (کہ وہ تمہاری ذات ہے جس کے ظہور سے ظہور ہوا ذات حق کا) اپنے رب کا وقایہ بناؤ (یعنی حق تعالیٰ کے جن افعال کا حق تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا موہم قبح ہے گو واقع میں قبیح نہیں اُن کو اپنی طرف منسوب کرلو) اور اپنے باطن کو اور وہ باطن تمہارا رب ہے (جس کے تم مظہر ہوئے ہو) اپنا وقایہ بناؤ (یعنی تمہارے جو افعال حسن ہیں ان کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کردو مثلاً ایک اضلال ہے ایک ہدایت ہے دونوں فعل حق تعالیٰ کے ہیں مگر ایک کا نسبت کرنا موہم قبح کو ہے حتیٰ کہ معتزلہ نے اس نسبت کو باطل سمجھا پس اس کو یعنی اس کے اثر کو اپنی طرف منسوب کرلو یعنی یوں کہو کہ حق تعالیٰ نے تو ہم کو ہدایت

کی مگر ہم خود ہی اپنے جہل سے گمراہ ہوئے اور ہدایت کو اُسی کی طرف منسوب رکھو اور مثلاً ضلال اور اہتداء ہی دونوں فعل ہمارے ہیں مگر ان میں جو حُسن ہے اُس کو یعنی اُس کے مؤثر کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کر دو یعنی یوں کہو کہ ہم کیا ہدایت پاتے حق تعالیٰ نے ہم کو ہدایت کی کما فی الحدیث "واللّٰہ لو لا اللّٰہ ما اھتدینا" کیونکہ اُمور (یعنی وہ افعال جو من وجہ تمہاری طرف منسوب ہیں اور من وجہ حق تعالیٰ کی طرف درجۂ اثر میں یا مؤثر میں دو قسم ہیں محمود اور مذموم پس مذمومہ میں "و لو ایھامًا" تم اُس کے وقایہ بن جاؤ اور محمود میں اُس کو اپنا وقایہ بناؤ ایسا کرنے سے تم اہل ادب اہل معرفت ہو گے (اب اس معنی کی توجیہ لفظی کی اور مرتبہ کی تحقیق باقی ہے سو اس کے متعلق مولانا جامی رحمہ اللہ کا کلام بہ نسبت دوسرے شارحین کے کافی ہے اُس کو نقل کیے دیتا ہوں:

"قال اتقوا امر من الاتقاء بمعنی جعل الشیء وقایة الشیء والشیئان ھٰھنا المخاطبون والرب تعالٰی فان جعلت الشیء الاوّل المخاطبین. والشیء الثانی الرب ولا حظت اضافة الوقایة الیه کان المعنی اجعلوا انفسکم وقایة ربکم و ان جعلت الشیء الاوّل الرب والشئی الثانی المخاطبین کان المعنے اجعلوا ربکم وقایة انفسکم فلما کانت الایة تحتمل المعنیین جمعهما الشیخ کما هو ما بهم فی الایات القرانیة بالجمع بین جمیع المعانی المحتملة التی لا یمنع من ارادتهما الشرع والعقل وقال وقایة لربّکم ای الة وقایة کما فی قوله تعالٰی خذواحذرکم ای الة حذرکم اھ۔ قلت ولا یخفے ما فیه من البعد عن المنقول من معنے اتقوا لغةً وروایةً لعدم استعمال الاتقاء متعدیًا الی مفعولین ولا بمعنے جعل الشیء وقایة الشیء و انما هو الوقایة کما فی قوله تعالٰی قوا انفسکم و اهلیکم نارًا واذا استعمل الاتقاء بهذا المعنے عدی بالباء کما فی اتقی بیده و عن المعقول من

امتناع الجمع بین معنیے المشترک ولعل الشیخ لم یقصد التفسیر بل مجرد النکتة باد نی مناسبة واللّٰہ اعلم''

(ف) یہ تفسیر کسی درجہ کی ہو مگر اس سے یہ تو نہایت واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ شیخ کا مذاق اباحت سے کس قدر دُور ہے جیسے آج کل کے قائلین وحدۃ الوجود کے اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں یعنی شیخ لفظاً اساءت ادب کو بھی گوارا نہیں کرتے فکیف بالاباحۃ اس مقام پر مولانا جامی رحمہ اللہ کی خوب تحقیق ہے فرماتے ہیں ''وکل واحد منھما کما یقتضیه توحید الصفات والافعال مستند الی اللّٰہ تعالیٰ لکن اسناد المذام الیه قبل ذکاء النفس و طھارتھا وقوع فی الاباحة وبعدھما اساء ة للادب اھ'' اور یہی معنی ہیں قول حافظ شیرازی رحمہ اللہ کے۔

گناہ گرچہ نبود اختیار ما حافظ تو در طریق ادب کوش گیں گناہ نیست

وقوله نبود اختیاری ای فی مرتبة التخلیق و ان کان باختیار ما فی مرتبة الکسب قوله گیں گناہ نیست ای فی مرتبة الکسب ملخص التعلیم ان لا تذکر مرتبة التخلیق اصلا واکتف فی الذکر علی مرتبة الکسب فقط آگے تتمہ ہے بیان بعض کمالات آدم کا یعنی) پھر (بعد عطائے خلافت) اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان چیزوں پر مطلع کیا جن کو اُن میں امانت رکھا تھا اور اس امانت کو اپنی دونوں مٹھیوں میں کیا۔

ایک مُٹھی میں تو تمام عالم تھا اور دوسری مُٹھی میں آدم اور بنی آدم تھے اور اُن بنی آدم کے مراتب کو آدم کے اندر ہونے کی حالت میں بیان فرمایا (اور اسی طرح عالم کے حقائق کو تفصیلاً بتلایا عبارت میں اس کی تصریح شاید اس لئے نہ کی ہو کہ علت مشترک ہے یعنی تا کہ محل استخلاف پر کافی نظر ہو جاوے لتوقف التصرف علی النظر اور یا یوں کہا جاوے کہ انسان خود جامع ہے حقائق اکوان کا پس ان کے مراتب پر اطلاع کرنے کے ضمن میں اُن حقائق پر بھی اطلاع ہو گئی اور یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے

اُس حدیث کی طرف جس میں دو قبضہ کا ذکر آیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ''فقال اللّٰہ و یداہ مقبوضتان اختر ایھما شئت قال (آدم عم) اخترت یمین ربی و کلتا یدی ربی یمین مبارکۃ ثم بسطھا فاذا فیھا آدم و ذریتہ فقال ای رب ما ھؤلاء قال ھولاء ذریتک الحدیث اوردہ الترمذی فی باب ملحق بباب التفسیر عن ابی ھریرۃ مرفوعًا فی حدیث طویل'' اس حدیث میں شیخ کے دعویٰ کا ایک جزو تو منصوص ہے کہ ایک مٹھی میں آدم اور بنی آدم تھے اور دوسرا جزو مسکوت عنہ ہے شیخ کو ذوق سے معلوم ہوا ہوگا اور اس میں کچھ بُعد بھی نہیں کیونکہ خالی تو وہ بھی نہ تھی اور ظاہر یہی ہے کہ اس میں مخلوقات تھی اور مخلوقات میں بعد آدم و بنی آدم کے بقیہ عالم بچا پس یہی ہوگا۔ واللہ اعلم

اور جب حق تعالیٰ نے مجھ کو میرے باطن میں اُس چیز پر مطلع کیا جس کو اس مقتدا والد اعظم (یعنی آدم علیہ السلام) میں امانت رکھا تھا (یعنی آدم علیہ السلام کے کمالات پر مجھ کو ہی مطلع فرمایا) تو میں نے اُس میں سے اس کتاب کے اندر اُتنا ہی درج کیا جس کی میرے لئے حد مقرر کردی گئی تھی نہ وہ سب جس پر میں واقف بنایا گیا تھا (یعنی کمالات آدم کو اس میں منحصر نہ سمجھا جاوے جو میں نے اس کتاب میں ذکر کیا ہے بلکہ خود میرے علوم متعلقہ بآدم کو بھی مذکور فی الکتاب میں منحصر نہ سمجھا جاوے) کیونکہ اس مقدار کو (کہ جس پر میں واقف کیا گیا ہوں) نہ کوئی کتاب کافی ہو سکتی ہے اور نہ تمامی عالم جو اس وقت موجود ہے (وجہ یہ کہ عالم الیٰ مالا یتناہی اُسی مودع فی النشاۃ الانسانیۃ کی تفصیل ہے تو اُس مودع کی تفصیل موقوف ہے ہر جزو عالم کی تفصیل پر اور غیر متناہی کی تفصیل کو عالم متناہی کافی ہو نہیں سکتا کذا قال الجامی باقی یہ کہ پھر ان کو زمانہ متناہی میں یہ علوم غیر متناہیہ کیسے حاصل ہو گئے۔

سو ممکن ہے کہ اجمالاً حاصل ہوئے ہوں مگر وہ اجمال ایسا ہو کہ اُس سے تفصیل پر قدرت ہو جیسے ہم کو باوجود سلسلہ اعداد کی لاتناہی کے اُن کا اجمالی علم ایسا حاصل ہے

کہ ہم تفصیل پر پورے قادر ہیں یعنی اگر ہم گننا شروع کریں کروڑوں برس میں بھی کبھی آگے گننے سے عاجز نہ ہوں آگے یہ بتلاتے ہیں کہ میرا مشاہدہ کچھ کمالات آدم ہی کے ساتھ خاص نہیں دوسرے علوم کا بھی مشاہدہ ہوا ہے) پس (فرماتے ہیں کہ) جن علوم کا مجھ کو مشاہدہ ہوا ہے کہ جن کو ہم اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حد مقرر فرما دینے کے موافق ودیعت رکھیں گے۔

یہ علوم ہیں (جن کی یہ فہرست ہے ایک) حکمت الٰہیہ فی کلمۃ آدمیۃ اور وہ یہی باب ہے اس کے بعد حکمت نفثیہ فی کلمۃ شیثیہ پھر فلاں پھر فلاں پھر حکمت فردیہ فی کلمۃ محمدیہ پس (ان حکم میں سے) ہر حکمت کا فص (یعنی محل انتقاش کذا قال الجامی جس میں وہ حکمت اور معرفت مرتسم اور حاصل ہوئی) وہ کلمہ (یعنی روح نبی کی) ہے جس کی طرف وہ حکمت منسوب کی گئی ہے (یہ نسبت یائے نسبت کا مدلول نہیں اس اعتبار سے تو خود کلمہ اُس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے نہ کہ حکمت بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ حکمت جس نبی کے نام سے معنون کی گئی ہے یعنی ہر حکمت کا موصوف ایک خاص نبی ہے جس کو وہ حکمت حاصل ہے اور ہم کو اس حکمت کے متعلق کچھ علوم ملے ہیں جن کا فص بمعنی خلاصہ ہم بیان کریں گے۔

پس یہاں فص کے دوسرے معنی ہیں اور اس فہرست میں جو حکمت کا مضاف اعتبار میں ہے اُس کے اور معنی ہیں جیسا میں نے خطبہ کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے اور شاید اس جملہ سے یہ مقصود ہو کہ یہ علوم اَوّلاً اُس نبی کو حاصل ہوئے ہیں اور وراثۃً دوسروں کو جب یہ علوم اُن کے کمالات کے متعلق ہیں اور وہ کمالات صفات ہیں اُن کے اور نفس کو اپنی صفات کا علم حضوری ہوتا ہے۔

پس غیبت ان علوم کی اُن سے جائز نہیں اور گو نفس علم مستلزم تفصیل کو نہیں مگر جس قدر کو مستلزم ہے مقصود بھی وہی ہے باقی تفصیل نہ وہ مقصود ہے نہ وہ مستلزم تفصیل کو ہے کما سیاتی اِن شاء اللہ تعالیٰ فی الفص الشیء

فلایرد حصول التفصیل للشیخ و حصول الاجمال للانبیاء عم
پس میں نے (اُن علوم غیر متناہیہ میں سے) صرف اُن ہی پر اکتفا کیا ہے جن
کو میں نے اس کتاب میں ذکر کیا ہے یعنی اُسی مقدار کی حد پر اکتفاء کیا ہے جو
اُم الکتاب میں (میرے لکھنے کی حد) ثبت ہو چکی تھی (ثبت فی ام الکتاب
ظاہر ہے کہ ہر واقعہ کی بنا ہے) پس میں نے اُسی کا امتثال کیا جو (عالم مثال
میں) میرے لئے مرتسم کی گئی اور اسی پر توقف کر دیا جو میرے لیے حد مقرر کی گئی
اور اگر میں اس پر زیادتی کا قصد بھی کرتا تو اُس پر قادر نہ ہوتا کیونکہ اس سے
حضرت علیہ (کا مرتبہ) مانع تھا (جیسا اُوپر کہا ہے **علی حد ما ثبت فی ام
الکتاب**) اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے اُس کے سوا کوئی رب ہے ہی نہیں
(کہ علوم و اعمال میں تربیت فرما دے)۔

(ف) خلاصہ اس فص کا یہ ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جو صفت مظہریت
جامعہ کی دی حکمت اس میں اُن کا استخلاف تھا۔

تم الفص الاوّل

الحل الاقوم لعقد فصوص الحکم

بعد الحمد والصلوٰۃ جب احقر فصوص الحکم کے باب اوّل کی شرح لکھ چکا تو خیال ہوا کہ گو کتاب تمام تر قابل شرح ہے لیکن جو اصلی مقصود ہے اس شرح سے کہ شیخ کے کلام میں جو غلط فہمی ہوتی ہے اُس کی مضرت سے لوگوں کو بچایا جاوے چنانچہ اُس شرح کے خطبہ میں اس مقصود کی تفصیل مذکور ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مضرت گو ایک درجہ میں تمام کتاب کو عام ہے مگر بیّن درجہ میں تمام کتاب کو عام نہیں صرف بعض خاص خاص مقامات کے ساتھ مخصوص ہے تو ضروری الحل ہونے میں ایسے مقامات کا اقدم واہم ہونا ثابت ہوا اور کتاب چونکہ بڑی تھی اس لئے احتمال ہوا کہ اگر کسی خاص عارض کے سبب پوری کتاب کی شرح کی نوبت نہ آئی تو ان مقامات کے غیر حل شدہ رہ جانے سے اصلی مقصود فوت ہو جاوے گا اس لئے مصلحت معلوم ہوا کہ حل میں ان کی تقدیم کر دی جاوے پھر اگر وقت ملا تو بقیہ کتاب بالترتیب محض نافع ہونے کی حیثیت سے نہ کہ مقصود مذکور کی تحصیل کی حیثیت سے حل کر دی جاوے گی ورنہ اصلی مقصود تو حاصل ہو جاوے گا اس لئے اس وقت علی الترتیب شرح کو ملتوی کر کے خاص ایسے مقامات پر لکھا جاتا ہے اور ان مباحث کو بعنوان مقامات ہی تعبیر کیا جاتا ہے اور نام اس کا ''**الحل الاقوم لعقد فصوص الحکم**'' رکھا جاتا ہے اور ہر مقام کی بحث کو ابحاث مستقلہ قرار دے کر اُن کو بھی خاص خاص القاب سے ملقب کیا جاتا ہے پس وہ مقامات اس رسالہ کے اجزاء ہیں۔ و من اللّٰہ التوفیق و بیدہ ازمۃ التحقیق۔

مقام اوّل

فص آدم کے آخر میں حق تعالیٰ کے لئے اس شعر میں فالکل مفتقر ماالکل مستغنی افتقار الی العالم کا دعویٰ کیا ہے جو مردود بالنص ہے حل اس کا اُس کی شرح میں ہو چکا ہے اور اس فص کا نام بھی مستقل قرار پا چکا تھا اس لئے اُس جزو متعلق افتقار کا نام جدا نہیں رکھا گیا۔

مقام ثانی

''ملقب بہ بلوغ الغایۃ فی تحقیق خاتم الولایۃ''۔ فص شیثی میں حضرات انبیاء علیہم السلام کو ایک ولی سے جس کو خاتم الاولیاء سے ملقب کیا ہے مقتبس و مستفید بتلایا ہے اُس کا جواب اس عبارت کے حل کرنے سے ہو جاوے گا۔ پس اُس عبارت کو بقدر ضرورت مع حل کے نقل کرتا ہوں۔

فنقول ان العطيات اما ذاتية او اسمائية فاما المنح والهبات والعطايا الذاتية فلا تكون ابدا الاعن تجل الٰهى والتجلى من الذات لا يكون ابدا الا بصورة استعداد المتجلىٰ له غير ذلك لا يكون ابدا فاذن المتجلى له ما رأى سوى صورته فى مراٰة الحق وما راى الحق ولا يمكن ان يراه مع علمه انه مارای صورته الا فيه كالمراٰة فى الشاهدا ذارايت الصور او صورتك فيها لا تراها مع علمك انك ما رايت الصورا وصورتك الا فيها فابرزاللّٰه ذلك مثالا نصبه لتجليه الذاتى ليعلم المتجلى له انه ما راٰه وما ثمه مثال اقرب ولا اشبه بالروية والتجلى من هذا واجهد فى نفسك عند ما ترى الصورة فى المراٰة ان ترى جرم المراٰة لا تراه ابداالبتة حتى ان بعض من ادرك مثل هٰذا فى صور المراياذهب الىٰ ان الصورة المرئية حجاب بين

بصرالرائی و بین المراۃ ھذااعظم ما قدرعلیہ من العلم والامر کما قلناہ وذھبنا الیہ و قد بینا ھذا فی الفتوحات المکیۃ واذا ذقت ھذا ذقت الغایۃ التی فوقھا غایۃ فی حق المخلوق فلا تطمع ولا تتعب نفسک فی ان ترقی فی اعلی من ھذاالدرج فما ھو ثمہ اصلا وما بعدہ الا العدم المحض فھو مراتک فی رویتک نفسک و انت مراتہ فی رؤیۃ اسمائہ و ظھور احکامھا ولیس سوی عینہ فاختلط الا مروا بتھم فمنا من جھل فی علمہ فقال والعجز عن درک الادراکِ ادراکٌ ومنا من علم فلم یقل بمثل ھٰذا وھو اعلی القول بل اعطاہ العلم السکوت کما اعطاہ العجز و ھذا ھو اعلےٰ عالم باللّٰہ و لیس ھذاالعلم بالاصالۃ الالخاتم الرسل و خاتم الاولیاء وما یراہ احد من الانبیاء والرسل الا من مشکٰوۃ الرسول الخاتم ولا یراہ احد من الاولیاء الا من مشکوۃ الولی الخاتم حتی ان الرسل لا یرونہ متی رؤوہ الا من مشکٰوۃ خاتم الاولیاء فان الرسالۃ والنبوۃ اعنی نبوۃ التشریع ورسالتہ تنقطعان والولایۃ لا تنقطع ابدًا فالمرسلون من کونھم اولیاء لا یرون ماذکرناہ الا من مشکٰوۃ خاتم الاولیاء فکیف من دونھم من الاولیاء و ان کان خاتم الاولیاء تابعا فی الحکم لما جاء بہ خاتم الرسل من التشریع فذلک لا یقدح فی مقامہ ولا ینقاض ما ذھبنا الیہ فانہ من وجہ یکون انزل کما انہ من وجہ یکون اعلےٰ و قد ظھر فی ظاھر شرعنا ما یویدما ذھبنا الیہ فی فضل عمر فی اساریٰ بدر بالحکم فیھم و فی تابیر النخل فما یلزم الکامل ان یکون لہ التقدم فی کل شئ و فی کل مرتبۃ و انما نظر الرجال الی التقدم فی رتب العلم باللّٰہ ھنالک مطلبھم واما حوادث الاکوان فلا تعلق

لخواطر هم بها فتحقق ما ذكرناه ولما مثل النبى صلى اللّٰه عليه وسلم النبوة بالحائط من اللبن و قد كمل سوى موضع لبنة واحدة و كان صلى اللّٰه عليه وسلم تلك اللبنة غير انه صلى اللّٰه عليه وسلم لا يراها الا كما قال لبنة واحدة و اما خاتم الاولياء فلا بد له من هذه الرويا فيرى ما مثل به رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم و يرى فى الحائط موضع لبنيين اللبن من ذهب و فضة فيرى اللبنتين اللتين تنقص الحائط عنهما و يكمل بهما لبنة ذهب واللبنة فضة فلا بدان يرى نفسه تنطبع فى موضع تينک اللبنتين فيكون خاتم الاولياء تينک اللبنتين فيكمل الحائط والسبب الموجب لكونه راها لبنتين انه تابع لشرع خاتم الرسل فى الظاهر وهو موضع اللبنة الفضية و هو ظاهره وما يتبعه فيه من الاحكام كما هو اخذ عن اللّٰه فى السرما هو بالصورة الظاهرة متبع فيه لانه يرى الامر علےٖ ما هو عليه فلا بدان يراه هٰكذا وهو موضع اللبنة الذهبيّة فى الباطن فانه اخذ من المعدن الذى ياخذ منه الملک الذى يوحى به الى الرسول فان فهمت ما اشرت به فقد حصل لک العلم النافع فكل بنى من لدن ادم الٰى اخربنى ما نهم احد ياخذ الامن مشكٰوة خاتم النبيين و ان تاخر و جود طينتهٖ فانه بحقيقة من جود وهو قوله كنت نبيا و ادم بين الماء ولاطين وغيره من الانبياء ما كان نبيا الا حين بعث و كذلک خاتم الاولياء كان وليا و ادم بين الماء والطين وغيره من الاولياء ما كان وليا الا بعد تحصيله شرائط الولاية من الاخلاق الالٰهية فى الاتصاف بها من كون اللّٰه يسمى بالولى الحميد فخاتم الرسل من حيث ولايته نسبته مع الختم للولاية نسبة الانبياء والرسل معه فانه الولى الرسول

النبی و خاتم الاولیاء الولی الوارث الأخذ عن الاصل المشاهد للمراتب و هو حسنة من حسنات خاتم الرسل محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم مقدم الجماعة و سید ولد ادم فی فتح باب الشفاعة فعین حالاً خاصًا ما عمم و فی هذه الحال الخاص تقدم علی الاسماء الالٰهیة فان الرحمٰن ماشفع عند المنتقم فی اهل البلاء الا بعد شفاعه الشافعین ففاز محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم فی السیادة فی هذاالمقام الخاص فمن فهم المراتب والمقامات لم یعسر علیه قبول مثل هذاالکلام .

یعنی عطیات الٰہیہ دو قسم کے ہیں ایک ذاتیہ دوسرے اسمائیہ (ذاتیہ سے مراد وہ جن کا منشا تجلی جمیع اسماء الٰہیہ کی ہو اُس میں کسی خاص صفت یا اسم کی خصوصیت نہ ہو اور اسمائیہ وہ جن کا منشاء کسی خاص صفت یا اسم کی تجلی ہو کذا قال الجامی جیسے وسیع رزق دیا یہ تجلی اسم واسع کی ہے کبھی تنگی کے ساتھ دیا یہ تجلی اسم حکیم کی ہے کذا فی الفصوص اور ذاتی جیسے نعمت وجود کہ جمیع اسماء کی تجلی کا فیض ہے اور یہاں ذاتی سے مراد وہ نہیں ہے جس کا منشا محض ذات ہو جس کو فیض اقدس کہتے ہیں بلکہ یہ تجلی فیض مقدس کی ہے کذا قال بالی آفندی اس کو اصطلاحاً ذاتی کہہ دیا چونکہ اس میں کسی اسم کی خصوصیت نہیں) سو عطایا ذاتیہ **(از قبیل علوم و معارف کذا قال الجامی فاللام للعهد)** ہمیشہ تجلی الٰہی سے ہوتی ہیں (تجلی الٰہی سے مراد تجلی حضرت اسم جامع جمیع صفات واسماء کذا قال الجامی اور یہ تجلی ذاتی ہمیشہ استعداد متجلی لہ کی صورت پر ہوتی ہے (یعنی ایسی صورت پر ہوتی ہے جس کو متجلی لہ کی استعداد مقتضی ہے کذا قال بالی آفندی جب یہ بات ہے) تو (اس صورت میں) متجلی لہ نے آئینۂ حق میں صرف اپنی صورت دیکھی اور حق تعالیٰ کو نہیں دیکھا (مطلب یہ کہ ظاہراً تو معلوم ہوتا ہے کہ اس تجلی کے وقت عبد متجلی لہ نے حق تعالیٰ کا مشاہدہ کیا ہے لیکن واقع میں اس نے حق کا مشاہدہ نہیں کیا اپنا مشاہدہ کیا ہے کیونکہ یہ تجلی جب متجلی لہ کی استعداد کے موافق ہوئی ہے تو اس تجلی کے علم

سے اپنی استعداد کی صورت کا مشاہدہ ہوا اور چونکہ ذریعہ اس مشاہدہ کا تجلی حق ہوئی اور ذریعہ مشاہدہ آئینہ ہوتا ہے تو حق تعالیٰ گویا اس مشاہدہ کے لئے آئینہ ہوا یہی معنی ہیں اس قول کے کہ متجلی لہٗ نے آئینہ حق میں صرف اپنی صورت دیکھی حق کو نہیں دیکھا) اور ممکن بھی نہیں کہ باوجود اس بات کے علم کے کہ اس متجلی لہ نے اپنی صورت کو صرف (آئینہ) حق میں دیکھا ہے (جیسا کہ ابھی بیان ہوا تو باوجود اس اُمر کے جاننے کے ممکن بھی نہیں کہ) حق کو دیکھ سکے (وجہ یہ کہ مشاہدہ میں التفات ایک طرف ہوتا ہے تو جب وہ ایک حیثیت خاص سے اپنا مشاہدہ کر رہا ہے تو اُس وقت حق کا مشاہدہ کیسے ہوگا) جیسا آئینہ ہے محسوس چیزوں میں۔ جب تم اُس میں دوسری صورتوں کو یا اپنی صورتوں کو دیکھتے ہو تو اُس آئینہ کو اُس وقت نہیں دیکھتے جس وقت کہ تم کو اس کا علم ہوتا ہے کہ تم نے دوسری صورتوں کو یا اپنی صورت کو اُس آئینہ ہی میں دیکھا ہے (اُس وقت آئینہ کی طرف توجہ نہیں ہوتی اور بلا توجہ مشاہدہ تامہ نہیں ہے) پس اللہ تعالیٰ نے اس (آئینہ کو اس طور پر ظاہر فرمایا کہ اُس کو اپنی تجلی ذاتی کی ایک مثال قائم کر دیا تا کہ متجلی لہ کو معلوم ہو جاوے کہ اُس نے حق تعالیٰ کو نہیں دیکھا اور اس مقام پر کوئی مثال جو اقرب اور رویت و تجلی (ذاتی کذا قال الجامی) کے ساتھ اشبہ ہو اس (مثال) سے بڑھ کر نہیں (اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تجلی غیر ذاتی یعنی تجلی اسمائی میں حق کا مشاہدہ تامہ ہو جاتا ہے بلکہ یہ حکم تو مشترک ہے بوجہ اشتراک علت کے اور وہ علت دو مشاہدوں کا جمع نہ ہو سکنا ہے۔ پس تخصیص ذکری تخصیص حکم کے لئے نہیں ہے بلکہ تجلی اسمائی میں چونکہ تجلی جامع نہیں ہے وہاں مشاہدہ تامہ حق کا احتمال پہلے ہی سے نہیں تجلی ذاتی میں جس کا احتمال تھا اس لئے اُس کی نفی کر دی ہذا ما ذقت واللہ اعلم) اور (اگر اس مثال کے انطباق میں کوئی شبہ ہو تو) جس وقت تم صورت کو آئینہ میں دیکھتے ہو تو اپنی ذات میں کوشش کر لو کہ تم آئینہ کا جرم دیکھ سکو قطعاً نہ دیکھ سکو گے (ہاں صورت سے نگاہ ہٹا لو اور آئینہ کی طرف خوب نظر جماؤ تو دیکھ سکو گے وجہ یہی ہے کہ ایک مشاہدہ اور معیّن

ابصار ایک معین وقت میں صرف ایک ہی معین مشہود کے ادراک کی گنجائش رکھتا ہے کذا قال الجامی) حتیٰ کہ بعض لوگوں کو جو آئینوں کی صورتوں میں اس اَمر کا ادراک ہوا تو وہ اس طرف چلے گئے کہ صورت مرئیہ حجاب ہوتی ہے رائی کی بصر اور مرأۃ میں یہ اس شخص کے علم کا انتہائی درجہ ہے اور بات وہی ہے جو ہم نے کہی اور ہم اس طرف گئے **وقد بینا هذا فی الفتوحات المکیة** (کہ رائی اور آئینہ میں کوئی حجاب تو نہیں مگر جس وقت صورت کو دیکھ رہے ہو اُس وقت باوجود حجاب نہ ہونے کے آئینہ نظر نہیں آتا اور اُوپر حجاب نہ ہونے کی تصریح تو نہیں مگر جب آئینہ نظر نہ آنے کی وجہ حصر کے ساتھ بیان کردی اور وہ وجہ حجاب نہیں تو حجاب کی نفی خود ہوگئی اگر حجاب ہوتا تو صرف توجہ کے منصرف کرنے سے وہ حجاب کہاں چلا گیا کیونکہ جس صورت مرئیہ کو حجاب کہا ہے وہ صورت تو اب بھی مرئی ہے غرض یہ صحیح نہیں کہ آئینہ میں کوئی حجاب ہے اسی لئے وہاں آئینہ کو بعض حالات میں دیکھنا ممکن ہے اور یہاں ذات حق کو کہ مشابہ آئینہ کے ہے صورت متجلی لہ سے قطع نظر کر کے بھی نہیں دیکھ سکتے کیونکہ یہاں مشاہدہ کی صورت صرف یہی ہے کہ اسی صورت کے واسطہ سے مشاہدہ ہو مشاہدہ حق کی حقیقت یہی ہے کہ صورت کا مشاہدہ ہو یہ نہ ہوگا تو کچھ بھی نہ رہے گا) اور (یہی معنی ہیں قول آئندہ کے کہ) جب تم کو اس تجلی ذاتی (بالمعنی المذکور) کا ذوقی ادراک ہوجاوے تو یوں سمجھو کہ تم کو ایسے مرتبہ کا ذوق ہوگیا کہ حق مخلوق میں اُس سے فوق کوئی مرتبہ ہی نہیں پس ہوس مت کرو اور اپنی جان کو تعب میں مت ڈالو کہ اس درجہ سے آگے ترقی ہو سو وہ ترقی کا درجہ یہاں ہے ہی نہیں اور اس سے آگے کچھ ہے ہی نہیں غرض تو اپنی ذات کو دیکھے تو اس میں وہ تیرا آئینہ ہے (جیسا ابھی بیان ہوا کہ وہ تیرے لئے تیری استعداد کی صورت میں تجلی کرتا ہے) اور اُن کی جو رؤیت (خاصہ) اپنے اسماء کے متعلق ہے اور اُن اسماء کے جو احکام ظاہر ہوتے ہیں (اور اُس رویت اسماء کی گویا یہی تفسیر ہے اس میں تو اس کا آئینہ (اور مظہر) ہے (جیسا اپنے محل میں متقرر ہے) اور وہ اسماء اُس کے

غیر ذات نہیں (تو اس اعتبار سے تو اُس کی ذات کا بھی آئینہ ہو گیا جیسا وہ تیری ذات کا آئینہ ہے) پس (اُس کی ذات میں مرأیت و مرآتیت کے جمع ہونے سے بعض پر) امر مختلط اور مبہم ہو گیا (یعنی جب ذات اپنی مجموعی صفات وافعال کے ساتھ عبد پر تجلی فرماتی ہے تو ان اعتبارات مذکورہ میں بعض اوقات یہ تمائز نہیں رہتا کہ کون سی حیثیت مرأیت کی ہے کہ وہ صفت ہے اور کون سی حیثیت مرآتیت کی ہے کہ وہ فعل ہے اور صفت عین ہی ذات کی اور فعل باوجود اُس کی طرف منسوب ہونے کے عین نہیں ذات کی تو ان اعتبارات میں سے کس کو وجہ حق سمجھا جاوے اور اُس کو ثابت کیا جاوے اور کس کو وجہ خلق سمجھ کر اُس سے تنزیہ کی جاوے جیسے کوئی آئینہ بہت شفاف ہے کہ نظر نہیں آتا مگر اُس کو کسی رنگین جسم کے محاذی کر دینے سے وہ صورت اُس میں نظر آنے لگے تو اس سے معلوم ہوا کہ اس صورت کا محل ارتسام کوئی آئینہ ہے تو وہ آئینہ اُس صورت کا مرآۃ بھی ہے چنانچہ ظاہر بھی ہے اور اُس کی وجہ سے مرئی بھی ہے کہ پہلے اُس کا وجود ظاہر نہ تھا اب ظاہر تو ہوا اسی طرح وہ صورت اس آئینہ کا مرآۃ بھی ہے چنانچہ ابھی معلوم ہوا اور اُس کی وجہ سے مرئی بھی چنانچہ ظاہر ہے پس یہاں آئینہ میں مثلاً جو دونوں اعتبار جمع ہو گئے ناواقف آدمی کو خلط ہو سکتا ہے کہ اس میں کون سا اعتبار اصلی ہے اور کون سا اعتبار غیر اصلی پس وہ اگر اس آئینہ کی حقیقت بیان کرنے بیٹھے حیرت غالب ہوگی کہ کس صفت کو ذات کے لئے ثابت کرے اور کس کی ذات سے نفی کرے اسی مضمون کو کسی نے اس طرح ادا کیا ہے۔

رق الزجاج ورقت الخمر فتشابها فتشاكل الامر
فكانما خمر ولا زجاج وكانما زجاج ولا خمر

پھر (اس اشتباہ کے بعد) ہم میں (یعنی اہل تجلی میں کذا قال بالی) بعض تو وہ ہے کہ اپنے (عین) علم (کی حالت) میں (تمائز سے) جاہل ہے (جیسے مثال مفروض میں اُس زجاج کا من وجہ علم ہے لیکن تمائز نہیں) پس وہ تو یوں کہے گا کہ عاجز ہونا

ادراک بمعنی مدرک کے درک (حقیقت) سے یہی ادراک ہے (یعنی اس صاحب تجلی کے اعتبار سے یہی انتہا ہے ادراک کا) اور ہم میں بعض وہ ہیں کہ انہوں نے (وجہ تمائز کو) جانا تو وہ اس قسم کی بات نہ کہے گا گو وہ بات کہنا بھی (مرتبہ عجز میں) اعلیٰ درجہ کا قول ہے (مگر چونکہ اُس کو یہ عجز حاصل نہیں لہٰذا یہ ایسی بات نہ کہے گا مگر اُس تمائز کو بھی بیان نہ کرے گا) بلکہ اُس شخص کو یہ علم (اور تمائز) سکوت دے گا جیسا اُس (پہلے) کو علم نے عجز مع اعتراف عجز دیا ہے (اس کو نہ عجز ہوا کہ عجز کا اعتراف کرے اور نہ تمائز کے ساتھ تکلم کیا بلکہ خاموش ہو گیا اور یہ ابہام جب تعارض دلائل سے ہو اہل نظر کے اختلاف کا سبب ہو جاتا ہے اُن میں سے سلف سکوت کرتے تھے خلف کلام کرتے ہیں باقی یہ کہ جب اُن کو تمائز ہو گیا تو تکلم کیوں نہیں کرتے تو وجہ یہ ہے کہ وہ تمائز ذوقی ہے جو عبارت میں نہیں آ سکتا اس لئے تکلم نہیں کرتے) اور یہ شخص (جس کو علم نے سکوت دیا ہے اعلیٰ درجہ کا عالم باللہ ہے اور یہ علم (مذکور کہ علوم ولایت سے ہے بالاصالۃ صرف خاتم الرسل اور خاتم الاولیاء کے لئے ثابت ہے (گو ولایت بالاصالۃ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اور شارحین نے شیخ کے دوسرے کلاموں کے قرینہ سے کہا ہے کہ مراد شیخ کی خاتم الاولیاء سے اپنی ذات ہے اور خزائن اسرار الکلم میں بعض شارحین سے نقل کیا ہے "ان من جاء بعده من امته فحصل له مرتبة خاتم الاولياء هو ايضاً خاتم الاولياء ولا يقدح تعدد الاشخاص اذا كانت المرتبة واحدة ولو كانت الاشخاص بلانها ية فى العدد فما لخاتم الاولياء مرتبة فى الختمية الا ان كان بالزمان ولا اثر لهاھ" اور اُسی میں قیصری سے نقل کیا ہے "فلما كان شان النبوة والرسالة ما خوذا من مقام خاتم الرسل انختمت مرتبتها و بقيت مرتبة الولاية لانها غير منقطعة فنظر هذه المرتبة فى الاولياء بحسب الاستعدادات التى كانت لهم شيئا فشيئا الى ان تظهر بتمامها فيمن هو مستعدا لها و هو

المراد بخاتم الاولیاء اھ“ اور اُسی میں ہے کہ بعض عارفین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو خاتم ولایت خاصہ محمدیہ کہتے ہیں اور حضرت محی الدین عربی کو خاتم بطور نیابت اور اُسی میں ایک قسم کا خاتم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور حضرت امام مہدی کو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی کہا ہے اور شیخ رحمہ اللہ کا خواب دیکھنا مرجح قول اوّل کا اس لئے نہیں ہوسکتا کہ خواب دیکھنے میں بھی تعدد ممکن ہے نیز خاتم الاولیاء ہونا مستلزم خواب کو ہے نہ کہ خواب دیکھنا مستلزم ختم اولیاء کو پس اس سے اپنی خاتمیت کا دعویٰ بھی ثابت نہیں گو اصل اشکال کے دفع کی پھر بھی ضرورت رہے گی مگر جو غصہ خالص ان کے دعویٰ پر ہے وہ تو جاتا رہے گا اور تعدد منافی توسط بھی نہیں ممکن ہے کہ یہ توسط من وجہ سب کے لئے ثابت کیا جاوے اور خاتمیت بھی منافی تعدد نہیں ممکن ہے کہ خاتمیت ان اولیاء کی اضافی ہو یا خاتم کے معنی من ختمت علیہ الکمالات ہوں نہ کہ من لا یکون بندہ ولی بھذہ الدرجۃ اور بالاصالۃ جو کہا ہے عام ہے اصالۃ حقیقیہ واصالۃ اضافیہ کو جیسا کہ عنقریب معروض ہوگا) اور اس علم (وشہود) کو (علیٰ ما قال الجامی فی المرجع فلا یثبت ھذاالحکم لنفس الولایۃ) کوئی نبی اور رسول نہیں جانتے مگر مشکوٰۃ رسول خاتم سے اور (اسی طرح) اُس کو کوئی ولی نہیں جانتا مگر مشکوٰۃ ولی خاتم سے (پس خاتم الرسل کی اصالۃ باعتبار تمام انبیاء کے ہے اور خاتم الاولیاء کی اصالۃ باعتبار اولیاء کے ہے پھر یہ کہ ان دونوں میں ایک دوسرے کے اعتبار سے اصالت ہے یا نہیں تو ظاہر بات ہے کہ خود قواعد شرعیہ سے بھی اور خود شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی آئندہ قریب آنے والی تصریح سے بھی وھو حسنۃ من حسنات خاتم الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاف واضح ہے کہ آپ کی اصالۃ خود خاتم الاولیاء کے اعتبار سے بھی ہے پس آپ کی اصالۃ حقیقیہ ہے اور خاتم الاولیاء کی اصالۃ اضافیہ اور یہ محض ظاہر کے اعتبار سے ہے اور آئندہ عبارتیں اسی پر محمول رکھی جاویں گی ورنہ حقیقت میں غور کیا جاوے تو یہاں واقع میں دو مشکوٰۃ ہی نہیں صرف ایک مشکوٰۃ خاتم الرسل ہی کی ہے اُسی

کا ایک لقب مشکوٰۃ خاتم الاولیاء ہے پس وہ مشکوٰۃ ایک اعتبار سے مشکوٰۃ خاتم الرسل کہلاتی ہے اور ایک اعتبار سے مشکوٰۃ خاتم الاولیاء کہلاتی ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ اولیاء امت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعضے قدم موسیٰ (علیہ السلام) پر کہلاتے ہیں بعضے قدم عیسیٰ (علیہ السلام) پر حالانکہ ظاہر اور متیقن ہے کہ یہ سب قدم محمدی پر ہیں نہ کہ موسائی اور عیسائی تو حقیقت اس کی بھی یہی ہے کہ یہ ایک اصطلاح ہے جیسا وجود واجب کے مراتب میں سے ایک مرتبہ یعنی وحدت حقیقت محمد یہ کہلاتی ہے اور ایک مرتبہ یعنی واحدیت حقیقت آدم کہلاتی ہے اور مراد اس سے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا آدم علیہ السلام کی ذات نہیں محض اصطلاح ہے اسی طرح قدم موسیٰ وعیسیٰ بھی ایک اصطلاح ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ایک شان جس کے اعتبار سے آپ کمالات موسویہ کے جامع ہیں حقیقت موسویہ کہلاتی ہے اور ایک شان جس کے اعتبار سے آپ کمالات عیسویہ کے جامع ہیں حقیقت عیسویہ کہلاتی ہے پس ان شانوں سے مستفیض ہونا یہ قدم موسیٰ یا عیسیٰ پر ہونا کہلاتا ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شانِ کمال ولایت جس سے تمام اولیاء اُمم بھی اور خود حیثیت ولایت سے انبیاء ورسل بھی آپ سے مستفیض ہیں وہ شان کمال ولایت بوجہ احاطہ جمیع مراتب وشعب ولایت کے ختم ولایت کہلاتی ہے اور جس طرح اُن شیون کے مظاہر کاملہ موسیٰ علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام ہیں اسی طرح اس شان کے مظاہر کاملہ خاتم الاولیاء کہلاتے ہیں جس میں سب انبیاء بھی آ گئے مگر چونکہ ان کا اس سے بھی بڑا لقب ہے اس لئے اِس لقب کا اُن پر جاری کرنا سوءادب ہے اور عیسیٰ علیہ السلام پر جو اس کا اطلاق ہوا ہے تو اس وجہ سے کہ ان میں ایک حیثیت اُمتی ہونے کی بھی ہے۔ غرض حقیقت میں انبیاء کا استفادہ اولیاء سے من حیث الولایۃ بھی لازم نہیں آیا اور ظاہراً استفادہ مضر نہیں اور آئندہ کی عبارتوں کو اگر اس حقیقت پر حمل کرنے سے آبی سمجھا جاوے تو یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ وہ حمل علی الظاہر علی سبیل التنزل ہے اور اسی مضمون کو دوسرے عنوان سے دوسرے

شارحین نے بھی اختیار کیا ہے چنانچہ مولانا جامی اس قول آئندہ ''حتی ان الرسل لا یرونه متی راوه الا من مشکوة خاتم الاولیاء'' کی شرح میں فرماتے ہیں ''التی هی مشکوة ولایة الرسول الخاتم والالم یصح کلا الحصرین معًا حصر روية المرسلین اوّلاً فی مشکوة خاتم الانبیاء و حصرها ثانیا فی مشکوة خاتم الاولیاء فمشکٰوة خاتم الانبیاء هی الولایت الخاصة المحمدیة و هی بعینها مشکٰوة خاتم الاولیاء لانه قائم بمظهریتها اھ . یقول الاحقر ما احسن الاستدلال بعدم صحة الحصرین فسبحان اللّٰه والحمد للّٰه'' اور بالی آفندی ولا یناقض ما ذهبنا الیه کے تحت میں بضمن ایک کلام طویل کے جو قابل ملاحظہ ہے فرماتے ہیں ''فتابعیه ختم الرسل بختم الاولیاء تابعیة صاحب القوی قوله فی اخذ مراداته و کذلک صاحب الاسباب تابع لاسبابه تحصیل بعض افعاله فکان خاتم الاولیاء مرتبة من مراتب ختم الرسل و هو بمعنی قوله و هو حسنة من حسنات ختم الرسل و هو معنی بقوله فما یلزم الکامل الخ و به اخذ من خریبة الحق کما اخذ بجبرائیل علیه السلام الشرائع و هو مفضل علی جبرائیل بالنص الٰهی والنص علے اطلاقه فلزم انه مفضل علیه من کل الوجوه فثبت بالنص ان خاتم الرسل مفضل علی خاتم الاولیاء فی ذالک الوجه ایضًا لعموم النص علی جمیع الوجوه فخاتم الاولیاء خاتم لختم الرسل لاخذهذاالعلم عن المعدن اھ'' آگے حصر مذکور پر تفریع ہے یعنی) یہاں تک کہ رسل کرام علیہم السلام بھی جب اس علم کو جانتے ہیں تو خاتم الاولیاء کے مشکوۃ سے دیکھتے ہیں کیونکہ رسالت اور نبوت یعنی نبوت تشریع و رسالت تشریع تو منقطع ہو جاتی ہیں (چنانچہ منقطع ہو گئیں) اور ولایت کبھی منقطع نہیں ہوتی (اس کے بعض شعب کو بعضے نبوت تعریفی کہتے ہیں یعنی

اخبار عن الحقائق الغیبیۃ) پس مرسلین بھی اولیاء ہونے کی حیثیت سے اُس علم مذکور کو جو جانتے ہیں تو خاتم الاولیاء ہی کی مشکوٰۃ سے (اور توسط فی العلم سے توسط فی الولایۃ لازم نہیں آتا) تو اور اولیاء جو اُن سے کم ہیں اُن کا تو کیا حال ہوگا (یہ بمنزلہ نص کے ہے کہ یہ رویت واستفادہ عالم ارواح میں ہے اس لئے کہ یہ خاتم الاولیاء عالم اجسام میں رسل کا ہم عصر نہیں اور متاخر سے استفادہ کیسے ہوسکتا ہے پس لامحالہ عالم ارواح پر محمول ہوگا جس کی صورت یہ ہوگی کہ عالم ارواح میں تمام انبیاء علیہم السلام کی اَرواح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک سے مستفیض ہوتی ہیں۔ نبوت میں تو آپ کی شان نبوت سے اور ولایت میں آپ کی شان ولایت سے آپ کی اس شان نبوت کا نام ختم نبوت ہے اور آپ کی اس شان ولایت کا نام ختم ولایت ہے مگر شان نبوت میں مستفید ہونے والے تو صرف انبیاء کی خاص جماعت تھی اور شان ولایت میں مستفید ہونے والی انبیاء کے علاوہ عام اولیاء بھی تھے اس لئے نبوت کا سلسلہ تو اُس خاص جماعت تک محدود رہا اور فیض ولایت قیامت تک رہے گا پھر ان مستفیدین فی الولایت میں بعضے وہ بھی ہیں جو خاتم ولایت کہلاتے ہیں پس اگر حقیقت لی جاوے جس کو میں اُوپر عرض کر چکا ہوں تب تو ان خواتم الاولیاء کا توسط بھی آپ کی اور انبیاء کی ارواح میں ضروری نہیں اور اگر ظاہر پر محمول کیا جاوے جیسا بعض عبارات سے مابعد میں مستفاد ہوتا ہے تو یہ کہا جاوے گا کہ عالم ارواح میں جو ارواح انبیاء کو فیض ولایت آپ سے پہنچا اُس میں سے بعض علوم ولایت میں اُن خواتم الاولیاء کی ارواح متوسط تھیں جس طرح حق تعالیٰ سے جو آپ تک وحی آئی اُس میں جبرئیل علیہ السلام واسطہ ہیں قالاً بھی اور حالاً بھی کہ آپ کو سینہ سے لگا کر دبایا کہ تحمل وحی کا فیض پہنچاویں مگر چونکہ یہ توسط محض سفارت تھا اس لئے باوجود اس کے آپ جبرئیل علیہ السلام سے یقیناً افضل ہیں راز اس کا یہ ہے کہ محض توسط موجب تفضیل واسطہ نہیں ہے پس اوّل تو احتمال ہے کہ اس توسط میں نہ اختیار روح خاتم الاولیاء کو دخل ہو نہ ارواح انبیاء کو اور

ظاہر عالم غیب میں توسط اضطراری ہی ہے کیونکہ اختیار کی ظاہر حکمت ابتلاء و تکلیف ہے اور وہاں ابتلاء و تکلیف نہیں ہے پس یہ توسط اضطراری ایسا ہوگا جیسا شمس اپنی حرکات خاصہ سے بواسطہ اوقات نماز کے آنے کے اور انبیاء و اولیاء کے نماز ادا کریں گے خاص فضائل و قرب الی اللہ میں ترقی کرنے میں متوسط ہوگیا تو کیا آفتاب افضل الخلائق سے افضل ہوجاوے گا اور اگر اس افادہ میں مفید کے افعال اختیاریہ کو بھی دخل ہو تب بھی موجب تفضیل نہیں جبکہ وہ علم مقصود بالذات نہ ہو چنانچہ علوم نبوت کے سامنے علوم ولایت مقصودیت کا درجہ نہیں رکھتے خصوص جب کہ راجح بھی یہی ہو کہ نبوت افضل ہے ولایت سے پس اُس کے علوم بھی افضل ہوں گے علوم ولایت سے اور اسی علم کی مقصودیت و غیر مقصودیت کی بناء پر خضر علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے افضل نہ کہیں گے اور اگر علوم مقصود بھی ہوں تب بھی توسط موجب تفضیل نہیں جب تک خصوصیات خاصہ منضم نہ ہوں کیا معلوم نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جو قرآن و حدیث پہنچے گا اُس میں رواۃ کا توسط ہوگا تو کیا عیسیٰ علیہ السلام پر اُن کو فضلیت حاصل ہوگئی احادیث میں مصرح ہے کہ ایک صحابی کے قرآن پڑھنے سے آپ کو ایک آیت بھولی ہوئی یاد آ گئی رواہ الشیخان و ابوداؤ د اور اس حدیث کے متعلق ایک مفید حاشیہ بھی ختم مبحث پر نقل کیا جاوے گا اور وہ قراءت فعل اختیاری تھا تو کیا وہ صحابی آپ سے افضل ہوگئے اور بعض نظائر اس کے خود شیخ کے کلام میں آگے آتے ہیں اور وہاں ہی مدار فضل کو بھی بیان کریں گے بقولہ وانما نظر الرجال الخ اب وحشت کی یہ بناء تو جاتی رہی کہ ولی کا نبی سے افضل ہونا لازم آتا ہے اور یہی بناء تھی شیخ سے سوءِ ظن کی اب صرف یہ اَمر رہ گیا کہ خود اس توسط کی کیا دلیل ہے تو دلیل اس کی شیخ کا کشف ہے جس پر نہ ایمان لانا فرض ہے اور نہ زبردستی اُس کو معارض نص قرار دے کر اُس پر طعن کرنا جائز ہے چنانچہ احقر نہ اس کشف کی صحت کا معتقد ہے بلکہ طبعًا اس سے وحشت قلب میں پاتا ہے مگر ساتھ ہی شیخ کے ساتھ گستاخی کو بھی قبیح اور موجب

حرمان سمجھتا ہے ممکن ہے کہ شیخ کو اس خیال میں کسی خاص سبب سے غلط فہمی ہوئی ہو۔ واللہ اعلم۔ آگے جواب ہے ایک سوال کا وہ یہ کہ خاتم الاولیاء خود تابع ہے ایک نبی کا تو اس علم میں انبیاء کا متبوع کیسے ہو جاوے گا اس کا جواب دیتے ہیں کہ) خاتم الاولیاء اگر چہ تشریع میں خاتم الرسل کے احکام کا تابع ہے مگر یہ تابع ہونا اُس کے مقام مذکور میں قادح (اور اس کے منافی) نہیں اور جو دعویٰ ہم نے کیا ہے اُس کے مناقض نہیں کیونکہ وہ ایک اعتبار سے کم درجہ کا ہے جیسا کہ دوسرے اعتبار سے اعلیٰ ہے (اس اعلیٰ سے مراد افضل نہیں بلکہ مطلق تقدم مثل تقدم واسطہ کے ذی واسطہ پر اور مثل تقدم ابوین کے وجود ابن پر کیونکہ تقدم کے بہت سے اقسام ہیں کیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا تقدم مشی الی الجنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر خود حضور کو نہیں مکشوف ہوا۔ آگے اسی استبعاد مطلق تقدم کو منقول صحیح سے دفع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں) اور ہماری ظاہر ی شریعت میں بھی وہ دلائل ظاہر ہوئے ہیں جو ہمارے (اس) مذہب کی (کہ مفضول کو من وجہ فاضل پر تقدم ہو سکتا ہے اور یہ تقدم دلیل افضلیت کی نہیں) تائید کرتے ہیں (آگے بتلاتے ہیں کہ یہ دلائل کہاں ظاہر ہوئے ہیں یعنی ظاہر ہوئے ہیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں اساری بدر کے معاملہ میں فیصلہ کرنے کے باب میں اور تابیر نخل کے باب میں (چنانچہ احادیث میں مصرح ہے تو دیکھو یہاں مفضول کے پاس وہ علم تھا جو افضل کے پاس نہ تھا) سو کامل کے لئے یہ ضرور نہیں کہ اُس کو ہر چیز میں اور ہر مرتبہ میں تقدم ہی ہوا کرے اور (حقیقت شناس) مردوں کی نظر تو علم باللہ کے مراتب میں تقدم (وعدم تقدم) کی طرف ہوتی ہے اسی مقام پر اُن کا مطلوب ہے باقی حوادث اکوان سوان کے قلوب کو اُن سے کچھ بھی تعلق نہیں (کیونکہ وہ علوم مقصود نہیں اور اس اشتراک کی علت سے یہی حکم ثابت ہو گیا سب علوم غیر مقصودہ کا اگر چہ وہ علم باللہ کا کوئی خاص رتبہ ہی ہو مگر اپنے مافوق مرتبہ کے اعتبار سے اگر وہ غیر مقصود ہے تو اُس میں بھی تقدم دلیل افضلیت نہیں پس یہاں سے وہ شبہ ساقط ہو گیا جس کو مولانا

جامی نے مع جواب کے کہ وہ جواب اس درجہ کا نہیں اس عبارت سے نقل کیا ہے:

''فان قیل متبوعیة خاتم الاولیاء لخاتم الانبیاء فی حقائق الولایة تقدم فی رتب العلم باللّٰه لا فی العلم بحوادث الاکوان فکیف یصح مادعاه الشیخ رحمه الله تعالٰی من متبوعیة خاتم الاولیاء لخاتم الانبیاء فان خاتم الانبیاء مقدم علی الکل فی رتب العلم باللّٰه قلنا الخ

'' اور دلیل سے ثابت ہے کہ علوم نبوت کے مقابلہ میں علوم ولایت غیر مقصود ہیں:

''کما قال بالی آفندی فخاتم الاولیاء و ان کان له التقدم فی هذاالوجه من رتب العلم باللّٰه لکنه تابع لختم الرسل فی رتبة من رتب العلم باللّٰه و هو علم الشریعة الشریفة علی کل مرتبة من رتب العلم باللّٰه و علٰے علم خاتم الاولیاء الذی اخذه من الرسول الی قوله و هذاالعلم (ای علم التشریع) افضل و اعلی من العلم اللدنی اھ'' اور راز اُس کا یہ ہے کہ مقصود اصلی قرب ہے عبد کا حق کے ساتھ تو جن علوم کو اس میں دخل ہے وہ مقصود ہیں اور جن کو اس میں دخل نہیں وہ غیر مقصود ہیں اور علامت اس کی کہ کن علوم کو اس میں دخل ہے اور کن کو نہیں یہ ہے کہ جن علوم کی تحصیل کا اُمر کیا گیا ہے اُن کو اس قرب میں دخل ہے ورنہ اُن کے ساتھ مکلّف کرنا خالی از غایت ہوگا اور وہ غایت وہی حصول قرب ہے اور حق تعالٰی عبث سے منزہ ہے اور جن علوم کی تحصیل کا اُمر نہیں کیا گیا اُن کو اس قرب میں دخل نہیں ورنہ دین کا غیر مکمل ہونا لازم آوے گا جو نص کے خلاف ہے اور ظاہر ہے کہ علوم لدنیہ کی تحصیل کا ہم کو کہیں امر نہیں وہ تو خود علوم شرعیہ پر عمل کرنے کا ثمرہ غیر لازمہ ہے اور علوم شرعیہ کی تحصیل کا ہم کو اُمر ہے پس معلوم ہوا کہ علوم شرعیہ کے سامنے علوم لدنیہ غیر مقصود ہیں پس اس میں اگر کسی کو تقدم بھی ہو جاوے تو دلیل فضل نہیں اور یہاں جس علم باللہ کا ذکر ہے اُس کے حصول کو ظاہر ہے کہ قرب میں ذرا بھی دخل نہیں جیسا کہ رعایا پر بادشاہ کو اُن صفات کے اعتبار سے جاننا ضروری

ہے جن کو تعلق حکومت سے ہے اگر فرض کیا جاوے کہ دو شخص بادشاہ کے پاس ایسے وقت پہنچیں کہ اُس کے سامنے آئینہ رکھا ہے اور اُس آئینہ میں ایک خال نظر آ رہا ہے ان دو شخصوں میں اختلاف ہوا کہ یہ خال چہرہ کا ہے یا اس آئینہ میں کوئی نقطہ ہے اور اس اختلاف میں صحیح قول ایک ہی کا ہوگا لیکن یہ دیکھئے کہ بادشاہ کی رضاء وعدم رضا میں اس علم یا جہل کو کیا دخل ہوا اور یہی سبب ہے کہ حضرات صحابہ وسلف نے ایسے علوم میں کبھی کلام نہیں کیا اور چونکہ یہ مسئلہ کہ مطلق تقدم ولو فی غیر المقصو د دلیل فضل نہیں مہتم بالشان تھا اُس کے سمجھنے کی تاکید کرتے ہیں یعنی) پس ہم نے جو ذکر کیا ہے اس کو خوب تحقیق سے سمجھ لو ﴿اخذت نسحه الامر کما اختاره بالی آفندی ۱۲. منه﴾ (آگے خاتم الانبیاء وخاتم الاولیاء کا تشارک بعض آثار میں بیان کرتے ہیں) اور (فرماتے ہیں کہ) جب ﴿جواب لما مقدر دل علیه فلا بد من هذه الرؤیا ووجه الارتباط بین الشرط والجزاء ماخوذ من مقدمة مطویة یعنی وکانا متشابهین فی الخاتمیة . ۱۲/ منه﴾ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کو (جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا) اینٹوں کی دیوار سے تشبیہ دی (وجہ تشبیہ محیط ہونا ہے اوضاع شرعیہ واسرار لدنیہ کو اور ہر نبی گویا اس قصر نبوت کا جزو ہے اس لئے اینٹ کی شکل میں نظر آئی کذا قال الجامی رحمہ اللہ) اور وہ دیوار کامل ہو چکی تھی بجز ایک اینٹ کے موقع کے اور یہ اینٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے (غرض جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خواب دیکھا اور خاتم الاولیاء کو خاتم الانبیاء سے مناسبت تھی اس لئے ضرور ہے کہ وہ بھی ایسا ہی خواب دیکھے) مگر اتنی بات (میں فرق) ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اُس اینٹ کو صرف ایک ہی اینٹ دیکھیں گے اور رہا خاتم الاولیاء تو یہ خواب دیکھنا تو اُس کو ضرور ہے اس لئے وہ بھی اُس دیوار کو دیکھے گا جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نبوت کو) تشبیہ دی ہے (چنانچہ فتوحات میں اپنا یہ خواب دیکھنا اور مشائخ عصر کا یہی تعبیر دینا مذکور ہے کذا قال الجامی وبالی آفندی) اور وہ (خواب

میں) دو اینٹ دیکھے گا کہ بدوں ان کے وہ دیوار ناقص ہے اور وہ دیوار دو اینٹوں سے کامل ہوگی ایک اینٹ تو سونے کی دیکھے گا (اور یہ دیوار ولایت ہے جیسا خود آگے کہتے ہیں ''وھو موضع اللبنة الذھبیة فی الباطن'' نہ اس وجہ سے کہ ولایت افضل ہے بلکہ اس وجہ سے جس کو مولانا جامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے ''فان الولایة کما انھا لیست قابلة للتغیر بالنسبة الی الزمان بوجه من الوجوه عما ھو علیه فکذلک الذھب اھ'' اور ایک اینٹ چاندی کی (اور یہ صورت نبوۃ کی ہے جیسا خود آگے کہتے ہیں ''انه تابع لشرع خاتم الرسل فی الظاھر و ھو موضع اللبنة الفضیة''۔ نہ اس وجہ سے کہ نبوت مفضول ہے بلکہ اُس وجہ سے جس کو مولانا جامی نے لکھا ہے ''لان النبوة کما انھا قابلة للتغیر بالنسبة الی الازمان فکذلک الفضة اھ'' اور خواب میں ادنیٰ مشارکت فی الاوصاف کافی ہوتی ہے سو ضروری بات ہے کہ وہ خاتم الاولیاء اپنی ذات کو ان دونوں اینٹوں کی جگہ میں لگا ہوا دیکھے گا پس یہی خاتم الاولیاء وہ دو اینٹیں ہوگا جس سے وہ دیوار مکمل ہوگی (اور احقر اپنے ذوق سے کہتا ہے کہ خاتم الانبیاء کے خواب کی دیوار اور خاتم الاولیاء کی دیوار ایک ہی چیز کی صورتیں نہیں ہیں تاکہ شبہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کشف ناتمام تھا اور اس ولی کا اتم ہے بلکہ وہ پہلی دیوار قصر نبوت کی ہے اور اُس میں ایسی ذات باقی ہے جس میں صرف متبوعیت ہی کی شان ہے کیونکہ آپ متبوع مطلق ہیں حتیٰ کہ جس علم میں رسل کا اور آپ کا بھی من حیث الولایت خاتم الاولیاء سے آخذ ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے وہ حیثیت ولایت کی خود آپ ہی سے مستفاد ہے کما ستعلم عنقریب پس آپ کے متبوع مطلق ہونے میں کوئی خدشہ نہیں اور یہ شان ایک ہے اس لئے اس کی وحدت ایک اینٹ کی شکل میں متمثل ہوئی اور دوسری دیوار ولایت کی ہے اور اُس میں ایسا خاتم باقی ہے جس میں دو شانیں ہیں ایک شان ولایت کی یعنی معاملہ جو فیما بینہ و بین اللہ ہے اور ایک شان تابعیت للشرع النبوی کی اور گو وہ ولایت خود اسی تابعیت کا

ثمرہ ہے مگر پھر بھی تعدد تو ہے پس یہ دونوں شانیں دو اینٹ کی شکل میں متمثل ہوئیں حتیٰ کہ اگر حضور اس دیوار کو دیکھتے تو آپ بھی دو ہی اینٹ دیکھتے کیونکہ یہ اپنی صفت نہ ہوتی ایک ولی کی ہوتی اسی طرح اگر وہ ولی اُس دیوار کو دیکھتا تو ایک اینٹ دیکھتا کیونکہ یہ اپنی صفت نہ ہوتی نبی کی ہوتی۔ یہ میں نے اپنے ذوق سے لکھا تھا مگر الحمدللہ اس کے بعد بالی آفندی کی یہ عبارت مل گئی ''**فکان الحائط فی حق ختم الرسل حائط النبوۃ واما فی حق خاتم الاولیاء فحائط الولایۃ اھ ملخصاً**'' آگے اس کا سبب بتلاتے ہیں کہ دو اینٹیں خواب میں کیوں دیکھے گا پس فرماتے ہیں) اور وہ سبب جو اُس (مطلق) اینٹ کو (**فلا یعود الضمیر الی البتۃ حائط النبوۃ بل الی جنس اللبنۃ المتحقق فی مادۃ لبنتین**) دو اینٹیں دیکھنے کا موجب یہ ہے کہ (اس شخص میں دو صفت ہیں ایک یہ کہ) یہ تابع ہے شرع خاتم الرسل کا ظاہر میں (یہاں ظاہر اُس باطن کا مقابل ہے جو بمعنی غیب کے ہے نہ کہ مطلق باطن کا پس خود یہ ظاہر مرکب ہے ایک ظاہر یعنی اعمال جوارح اور ایک باطن یعنی اعمال قلبیہ سے اور اتباع اُس ولی کا اس ظاہر کے دونوں جزو میں ہے اُس کے ظاہر میں بھی اور اُس کے باطن میں بھی پس اس سے کوئی ملحد گنجائش باطل کی نہیں نکال سکتا) اور یہی اتباع فی الظاہر موقع ہے خشت سیمیں کا اور وہ موضع خشت سیمیں کا اس شرع کا ظاہر اور وہ احکام ہیں جن میں وہ اُس رسول کا اتباع کرتا ہے جیسا کہ (اُس میں ایک دوسری صفت ہے کہ) وہ اپنے باطن میں حق تعالیٰ سے وہ احکام بھی لیتا ہے کہ جن میں وہ صورت ظاہرہ کے اعتبار سے (اُس رسول کا) متبع ہے (یعنی خود یہ احکام بھی بلا واسطہ اس کو القاء ہوتی ہیں مگر حجت نہیں اور خود یہ القاء بھی مشروط ہے اتباع شرع کے ساتھ گو اس بناء پر کہ حق تعالیٰ کو اس کا اتباع معلوم تھا دار تکلیف قبل ہی القاء ہونے لگی اور یہ صفت ولایت کی ہے پس اس میں دو صفت ہوئیں اس لئے اس کو دو اینٹیں نظر آویں گی) کیونکہ وہ ہر اَمر کو اسی کے مطابق دیکھے گا جس حالت پر وہ اَمر واقع ہے اس لئے ضرور ہوا کہ وہ اُس

حائط کو اسی طرح دیکھے گا کہ اس میں دو اینٹوں کی کمی ہے (جس کی تعبیر یہ ہے کہ قصر ولایت میں ایک خاتم ہونے والا ہے جس میں دو صفتیں ہیں) اور یہ اخذ فی السر موضع خشت زریں کا ہے باطن میں (یعنی عالم غیب میں) کیونکہ یہ خاتم الاولیاء (علوم کو جن میں سب علوم آ گئے اُسی معدن سے لیتا ہے جہاں سے وہ فرشتہ لیتا ہے جس کے ذریعہ سے رسول کی طرف وحی بھیجی جاتی ہے (اور وہ معدن حق تعالیٰ ہے یعنی بلا واسطہ حق سے لیتا ہے مگر قبل تبلیغ نبی کی اُس کا قطع یا عمل اُس کو بھی جائز نہیں اور جب خود احکام شرعیہ کو بھی بلا واسطہ اُس معدن سے لیتا ہے تو غیر احکام شرعیہ کو تو بدرجہ اولیٰ جیسے علوم ذوقیہ وکشفیہ جن کو جمہور کے نزدیک ہر رسول بھی من حیث الولایت براہِ راست حق تعالیٰ سے لے سکتا ہے اور شیخ اُن کے لئے بھی توسط کے قائل ہیں آگے اس تحقیق کا نافع ہونا بتلاتے ہیں یعنی) پس تم سمجھ گئے ہو جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے (کہ ولی کامل علوم کو حق تعالیٰ سے براہ راست لیتا ہے مگر پھر بھی متبع رسول کا ہونا ضروری ہے) تو تم کو بڑا نافع علم حاصل ہوا (کہ نبی کے اتباع کا لزوم کس درجہ ثابت ہوا اب تمام تحقیق کے خلاصہ کے طور پر فرماتے ہیں) پس جتنے نبی آدم علیہ السلام سے لے کر (اور خود آدم علیہ السلام بھی کذا قال الجامی رحمہ اللہ تعالیٰ) آخری نبی (یعنی عیسیٰ علیہ السلام تک ہوئے ہیں ان میں کوئی نبی ایسا نہیں جو بجز مشکوٰۃ خاتم النبیین کے علوم کو کسی اور جگہ سے لیتے ہوں گو آپ کا وجود عنصری (سب سے) متاخر ہوا لیکن آپ اپنی حقیقت (وروحانیت کے درجہ میں موجود تھے اور یہی معنی ہیں آپ کے اس ارشاد کی **کنت نبیا ادم بین الماء والطین** دوسرے انبیاء صرف مبعوث ہونے کے وقت نبی ہوئے ہیں (مطلب یہ کہ جو کام ہے نبی کا کہ فیوض و برکات خاصہ کا اعطا کرے آپ عالم ارواح میں سب انبیاء پر کرتے تھے بخلاف دوسرے انبیاء کے اُن سے یہ افاضہ عالم ارواح میں نہیں ہوا) اور یہی شان خاتم الاولیاء کی ہے کہ وہ ولی ہو چکا تھا جب کہ آدم ماء وطین میں تھے (یعنی عالم اجسام میں نہ آئے تھے گو عالم ارواح میں تھے

اور ولایت کے ساتھ بھی موصوف تھے۔ اگر چہ علوم ولایت میں نہ کہ نفس ولایت میں بزعم شیخ اُن کے لئے خاتم الاولیاء کا توسط بھی تھا) اور دوسرے اولیاء جو ہیں وہ اس وقت ولی ہوئے جب شرائط ولایت کو حاصل کرلیا اور وہ شرائط خلاق الٰہیہ کے ساتھ متصف ہونا ہے کہ حق تعالیٰ کا نام بھی ولی حمید ہے (پس اور ولی تو دنیا میں آ کر ولی بنتے ہیں اور خاتم الاولیاء عالم ارواح میں ولی تھا یعنی القاء علوم ولایت کا کرتا تھا جو موقوف ہے اُن کے حصول پر جو موقوف ہے تلقی عن اللہ پر جو موقوف ہے ولایت پر جیسا کہ ظاہر ہے پھر وہ القاء خواہ اضطرار ہی سے ہو مگر ان مقدمات سے ولایت کا حصول ثابت ہو گیا کیونکہ القاء گو اضطراری ہو مگر بدوں تلقی کے تو نہیں ہوسکتا آگے وہی حکم عام جو سب پیغمبروں کی نسبت کیا تھا حتی ان الرسل لا یرونہ متی رأو ہ الا من مشکوۃ خاتم الاولیاء اُس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی لکھتے ہیں جس کو نقل کرتے ہوئے بھی اور پیغمبروں کی نسبت لکھنے سے بھی زیادہ ہاتھ تھرّاتا ہے دل کانپتا ہے مگر یہ نقل بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے حق کے لئے ہے کہ آپ کے ایک متبع کو کوئی بُرا نہ کہے اُس کے کلام کی حقیقت کو سمجھ کر گو قبول بھی نہ کرے باقی ادب و بے ادبی اس کی نسبت مولانا کا قول نقل کرتا ہوں۔

بے ادب ترنیست زوکس در جہاں　　با ادب ترنیست زوکس در نہاں

(پس کہتے ہیں کہ) خاتم الرسل کی نسبت ختم ولایت کے ساتھ ولایت کی حیثیت سے وہی نسبت ہے جو اُس کے ساتھ اور انبیاء اور رسل کو ہے کیونکہ آپ ولی بھی ہیں (جیسے کہ) رسول (اور) نبی بھی ہیں (قال الجامی الولی باعتبار باطنہ الرسول باعتبار تبلیغ الاحکام والشرائع النبی باعتبار الانباء عن الغیوب والتعریفات الالٰہیۃ ولکن بواسطۃ الملک) اور خاتم الاولیاء ولی بھی ہے (اور شرائع واحکام میں خاتم الرسل کا) وارث بھی ہے (اور ولی ہونے کی حیثیت سے علوم کو) اصل (معدن) سے لیتا ہے (اور) مراتب (مقامات

) کا مشاہدہ کرنے والا بھی ہے (تو ولایت دونوں میں مشترک ہے اور خاتم الاولیاء کا توسط باعتبار بعض علوم کے مطلقہ ولایت میں واقع ہے اس لئے خاتم الرسل کی ولایت میں بھی اُس علم مذکور کے اعتبار سے یہ واسطہ ہوگا۔

(ف) اب اس وقت بالکل اخیر میں ایک مضمون کے ورود سے ذرا توحش کم ہوا سمجھ میں یوں آیا کہ شیخ کے نزدیک گو ولایت کو نبوۃ پر تفوق ہو مگر علوم ولایت بمقابلہ علوم نبوت کے اتنا بڑا کمال نہیں جس میں غیر نبی کو نبی پر تقدم نہ ہو سکے بلکہ ان دونوں میں ایسی ہی نسبت ہے جیسے وضو اور نماز میں نبی میں ولایت شرائط نبوت سے ہے۔ پس اگر اُمتی سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو اور نماز کے وقت پانی کی تلاش میں نکلے اور جب پانی مل جاوے اوّل خود وضو کرے پھر پانی لاکر نبی کو وضو کرادے مگر جب جماعت کا وقت آوے نبی کا مقتدی بن جاوے تو اس تقدم فی الوضوء یا توسط فی صب الماء سے کسی کو تفضیل یا سوء ادب کا شبہ بھی نہیں ہوتا یہی حال ہے ولایت کا نبوت کے مقابلہ میں۔ پھر نبوت میں نبی ہی مقدم ہے جیسا نماز میں نبی امام بنائے گئے یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کسی آیت کا علم نبی کے حافظہ میں نہ رہے اور اُس کے ادنیٰ خادم کے حافظہ میں رہ جاوے جیسے اُوپر حدیث گذری ہے تو جو شخص حفظ قرآن کو اُس کے درجہ سے زیادہ کمال سمجھ رہا ہے وہ تو یہ سُن کر سخت متوحش ہوگا جیسے عوام الناس یہ سُن کر کہ فلاں واقعہ کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منفی کیا جاتا ہے متوحش ہوتے ہیں اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص سمجھتے ہیں یا جیسا مجھ سے میرے ایک دوست نے حکایت بیان کی کہ کسی مقام میں اثناء تقریر میں اُن کے منہ سے نکل گیا کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین شریفین کو کوئی گندگی لگ گئی لوگ اُن کے مارنے کو تیار ہوگئے تو اُن کے نزدیک طہارت نعلین اتنا بڑا کمال ہے کہ اُس کی نفی کو موجب نقص سمجھے۔ مگر جس کو اُس واقعہ کے علم کا طہارت نعلین کا درجہ معلوم ہوگا وہ متوحش نہ ہوگا بلکہ دلیل کا اتباع کرے گا اگر دلیل قوی بلا معارض ہے اس کا قائل ہوگا اگر ضعیف بلا

معارض ہے اُس کا احتمال رکھے گا اور اگر ضعیف مع المعارض ہے اگر معارض قطعی ہے اُس کو قطعاً رد کرے گا اگر معارض قطعی نہیں ظنی الدلالۃ ہے اُس کو ظناً رد کرے گا۔ پس ہم لوگ تو خود علوم ولایت کو بہت بلند پایہ پر پہنچا ہوا اعتقاد کر رہے ہیں اس لئے ایسے مضمون سے وحشت ہوتی ہے اور اگر اُس کے درجہ میں سمجھا جاوے جیسا شیخ سمجھے ہوئے ہیں تو اُس کو وحشت تو نہ ہوگی۔ اب دلیل کو دیکھا جاوے سو دلیل محض کشف ہے جس میں تخیل کا بھی احتمال ہے اور معارض گو قطعی نہیں مگر ظاہر نصوص سے متبادر یہی ہے کہ ذات وصفات حق کے متعلق جو علمی کمالات ہیں ان میں سب انبیاء سب اولیاء پر مقدم ہیں اس لئے اس کشف کو ظناً غلط سمجھیں گے اور احتیاط کے لئے واللہ اعلم بھی کہیں گے مگر اس میں اور شیخ کو سب وشتم کرنے اور ضال ومضل کہنے میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے البتہ اگر افضلیت علی الانبیاء کا دعویٰ کرتے تو بے شک یہ ضلال محض تھا پھر اگر شیخ میں امارات قبول دیکھتے تو اس قول کی نسبت کرنے کی تکذیب کرتے مگر بے چارہ غریب نے ایسا ایک لفظ بھی نہیں کہا بلکہ اخیر میں نہایت تصریح کے ساتھ اس تو ہم تفضیل کو رد کرتے ہیں (اور فرماتے ہیں کہ) وہ (خاتم الاولیاء باوجود ان تمام احکام کے) حضرت خاتم الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سردار جماعت وسید ولد بنی آدم فی فتح باب الشفاعۃ کے درجات حسنہ میں سے ایک درجہ حسنہ ہے (کسی حال میں مستقل نہیں حتیٰ کہ خود اُس ولایت میں بھی حضور ہی کا طفیلی ہے اور تقدم اس تطفل کا مانع نہیں جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جو مشورہ اساری بدر کے بارہ میں تھا یا جو اُن کی رائے عبداللہ بن ابی منافق کے جنازہ پر نماز نہ پڑھنے کے متعلق تھی حضور کا ذہن وہاں نہیں گیا مگر وہ سب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق واتباع کا فیض تھا گویا آپ ہی کا کمال تھا جو آئینہ عمر میں ظاہر ہوا جیسا آتشی شیشہ کہ مقابل کے کپڑے کو جو جلا دیتا ہے وہ اثر آفتاب ہی کا ہے جو بلا واسطہ ظاہر نہیں ہوتا مگر بواسطہ ظاہر ہوتا ہے پس اگر آپ کسی صحابی سے مشورہ لیں اور اُس مشورہ پر عمل فرما دیں تو گو ظاہراً وہ علم صحیح

صحابی کا ہے مگر واقعہ میں آپ ہی کا ہے گو آپ کو وہ بالفعل حاضر نہ ہوا اسی طرح اس خاتم الاولیاء کی خاتمیت اور مشکاتیت اور اخذ العلم عن اللہ تعالیٰ یہ سب آپ ہی کے کمالات ہیں گو آپ بھی کسی خاص علم کو اُس سے اخذ کر لیں جیسے کسی حاکم نے ایک شخص کو تجسس واقعات بلد کے لئے اس وجہ سے کہ خود اُس سے بڑے کاموں میں مشغول ہے جیسے انبیاء علیہم السلام جن تجلیات میں مشغول ہیں وہ تجلیات مفیدہ علوم ولایت سے اکمل ہیں انسپکٹری پولیس کے اختیارات دے دیئے جس سے وہ واقعات بلد کی تلقی براہ راست بلا توسط مخبروں کے کرتا ہے اور جس جگہ میں چاہے اپنے اختیارات سے گھس جاتا ہے اور پھر وہی خبریں جمع کر کے اس حاکم کو پہنچاتا ہے تو ظاہر میں تو یہ انسپکٹر خبروں کا واسطہ ہے مگر معنیً یہ حاکم ہی واسطہ ہے اُس انسپکٹر کو خبریں حاصل ہونے کا کیونکہ جس اختیار کی وجہ سے وہ خبریں حاصل کر سکتا ہے وہ اختیار اس حاکم کا دیا ہوا ہے اسی کے قریب مضمون مولانا جامی رحمہ اللہ نے اپنی شرح میں لکھا ہے:

''عبارته هكذا و ان شئت تحقيق ذلك فاسمع لما يتلے عليك اعلم ان الحقيقة المحمدية مشتملة على حقائق النبوة والولاية كلها فاحدية جمع حقائق النبوة ظاهرها واحدية جمع حقائق الولاية باطنها فالانبياء من حيث انهم انبياء مستمدون من مشكوة نبوته الظاهرة و من حيث انهم اولياء مستمدون من مشكوة ولايته الباطنة و كذا الاولياء التابعون مستمدون من مشكوة ولايته فالانبياء والاولياء كلهم مظاهر لحقيقة الانبياء لظاهر نبوته والاولياء لباطن ولايته وخاتم الاولياء مظهر احدية جمعه لحقائق ولايته الباطنة فالا ستمداد من مشكوة خاتم الاولياء بالحقيقة هو استمداد من مشكوة خاتم الانبياء وانما اضيف الاستعداد الى خاتم الاولياء باعتبار حقيقة التى هى بعض من حقيقة خاتم الانبياء و معنى استمداد خاتم الانبياء

منه بحسب و لا يته استمداده بحسب النشأة العنصرية من حقيقة هی بعض من حقيقته و ذلک الولی الخاتم مظهره فهذا بالحقيقة استمداد من نفسه لامن غيره والله اعلم بالحقائق" اور بالی آفندی نے اپنی شرح میں لکھا ہے "فکانت ختميته و مشکاتيته من ختم الرسل لان العلم الذی ياخذ عن الله تعالٰی فی السر و يعطے ختم الرسل لا ياخذ الابولاية منشعبة من ولاية ختم الرسل وفی التحقيق ياخذ عن الله بسببه و يعطی اليه بسببه و کان تقدمه فی هذاالوجه تقدم الجزو علی الکل فلا فضل علی ختم الرسل بای وجه کان کما قلنا لک من قبل"

آگے آپ کی اس صفت خاص سید ولد آدم فی فتح باب الشفاعۃ سے ایک فائدہ مؤید مضمون بالا کا مستنبط فرماتے ہیں یعنی) اللہ تعالیٰ نے (آپ کی اس سیادت کے لئے) ایک خاص حال کو معین فرمادیا (وروہ حال خاص شفاعت کا ہے کہ اُس میں سب سے محشر میں مقدم ہوں گے اور اس میں) تعمیم نہیں فرمائی (حتیٰ کہ دنیا میں بعض دعائیں کہ شفاعت کی فرد ہیں قبول نہیں ہوئیں اور بعض غیر مقبولین کی دُعائیں قبول ہوگئیں اس سے زیادکیا ہوگا کہ انظرنی الی یوم یبعثون کی درخواست فوراً منظور ہوگئی) اور اس حال خاص میں (آپ کی سیادت وتقدم اس درجہ پر پہنچایا گیا کہ آپ اسماء الٰہیہ پر مقدم ہوگئے (تو کیا اس سے آپ کی تفضیل حق تعالیٰ پر لازم آگئی) چنانچہ صفت رحمٰن جو صفت منتقم کے سامنے اہل بلاء کے حق میں شفاعت کرے گی وہ بعد شفاعت شافعین کے ہوگی (یہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سب کی شفاعت کے بعد حق تعالیٰ فرمادیں گے کہ سب شفاعت کر چکے صرف ارحم الراحمین باقی ہے) پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیادت (خاصہ) میں اس مقام خاص تک فائز ہوئے تو جو شخص مراتب اور مقامات (کے حقائق اور احکام) کو سمجھتا ہے اُس کو ایسے کلام کا قبول کرنا دُشوار نہیں ہوتا۔

(ف) یہاں تک بحث تھی عطیات ذاتیہ کی جو ایک قسم ہے منجملہ دو قسموں کے

جن کا ذکر بالکل شروع مضمون میں ہے آگے بیان ہے دوسری قسم یعنی عطیات اسمائیہ کا یہاں سے و اما المنح الاسمائیۃ الخ مگر چونکہ اس وقت اُس کی شرح سے کوئی غرض متعلق نہیں اس لئے اس پہلی ہی قسم کی بحث پر کلام ختم کرتا ہوں نیز مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جواب کے حاصل کا بہت مختصر طور پر اعادہ کردوں تا کہ بمنزلہ متن کے رہے اور تمام تقریر بمنزلہ شرح کے پس وہ حاصل یہ ہے کہ (۱) اوّل تو شیخ کا دعویٰ ختم ولایت کا کسی قوی دلیل سے ثابت نہیں ۔(۲) دوسرے جو شخص بھی خاتم ہو اُس کا واسطہ فیض انبیاء ہونا ولایت میں نہیں بعض علوم ولایت میں ہے۔

(۳) تیسرے بالاختیار بلکہ بعض توجیہات پر کہ اس لفظ کو محض اصطلاحی کہا جاوے نفس توسط ہی ثابت نہیں۔(۴) چوتھے اگر اختیار سے بھی ہو تو یہ توسط علم مقصود میں نہیں ۔(۵) پانچویں اگر علم مقصود میں بھی ہو تو اُس سے افضلیت لازم نہیں آتی لفقد ان الخصوصیات التی ھی مدار الفضل ۔(۶) چھٹے جب افضلیت کی نفی کر رہے ہیں تو لزوم معتبر ہے یا التزام۔(۷) ساتویں شیخ ایسے دعوؤں میں متفرد نہیں۔(۸) آٹھویں دوسروں کو منوانے پر مجبور نہیں کرتے اور جب وہ ادلہ شرعیہ قائم کر رہے ہیں تو اگر غلو بھی ہو تو خطاء اجتہادی ہے سب و شتم محل خطر ہے اور اس مقام پر یہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے اکابر کے بھی ایسے بعض اقوال نقل کردوں جس سے شیخ سے توحش رفع ہو۔ پس عرض کرتا ہوں قال العارف الرومی رحمہ اللہ۔

آں دمی کز ادش کردم نہاں ۔۔۔ باتو گویم اے تو اسرار جہاں
آں دمی راکہ نگفتم باخلیل ۔۔۔ واں دمی راکہ نداند جبرئیل
آن دمی کز دی مسیحادم نزد ۔۔۔ حق زغیرت نیز بے ماہم نزد

حاشیہ میں ہے ”دریں جا اشکال ست واں لزوم فضل ولی ست بر انبیاء و ہر یکی از شراح در پے رفع ایں اشکال شدہ است شارح نور اللہ گفتہ کہ خواجہ محمد پارسا قدس سرہ الشریف نوشتہ اند کہ اگر اولیاء است را بعضے از معارف و مواجید تطفلاً بوساطت سرور انبیاء

علیہم السلام میسر شود کہ انبیاء ماضی را باستقلال حاصل نگشتہ باشد دریں صورت فضل ولی بر نبی لازم نمی آید بجہت آنکہ ایں حالت اورا باستقلال نیست الخ" اور احقر نے کلید مثنوی میں اس کی شرح میں جو لکھا ہے اُس میں ایک کام کا مضمون ہے اُس کو بھی نقل کرتا ہوں۔

(ف) جاننا چاہئے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو اوّلاً اور اولیاء کو تبعاً دو قسم کے علوم عطائے ہوئے ہیں (۱) علوم نبوت یعنی شرائع واحکام ظاہرہ و باطنہ اور (۲) علوم ولایت یعنی مواجید و اذواق اور جس طرح علوم نبوت سب انبیاء کے جُدا جُدا ہیں اسی طرح علوم ولایت بھی الگ الگ ہیں پس ہر اُمت بھی ان علوم ولایت میں دوسری اُمتوں سے ممتاز ہوگی۔ اب سمجھنا چاہئے کہ جس کی نسبت ان اشعار میں کہا گیا ہے کہ وہ علوم نہ آدم کو معلوم نہ خلیل کو نہ جبریل کو علیہم الصلوٰۃ والسلام مراد اس سے علوم نبوت نہیں ہیں دو وجہ سے اوّل اُن علوم میں حضرت جبرئیل علیہ السلام واسطہ ہیں اُن کو نہ معلوم ہونے کی کوئی وجہ نہیں دوسرے اُن کے حصول کے لئے مقام فنا شرط نہیں کہ وہ جمیع عوام وخاص کو عام ہیں پس یہ کہنا بے معنی ہوگا۔

حق زغیرت نیز بے ماہم نزد

اور وہ علوم محل غیرت بھی نہیں بلکہ اُن کا اظہار واشاعت مقصود ہے بلکہ مراد اس سے علوم ولایت ہیں اور چونکہ اُوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ہر نبی کے علوم ولایت جُدا ہیں اس لئے یہ کہنا مستبعد نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض ایسے مواجید کے افاضہ میں ملائکہ کا توسط ضروری نہیں اس لئے ممکن ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھی اُن کی اطلاع نہ ہوئی ہو تو اصل میں مواجید خاصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فائض ہوئے پھر تبعاً وتطفلاً آپ کے اولیاء امت کو عطا ہو جاویں۔

پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اولیاء اُمت محمدیہ علوم میں انبیاء و ملائکہ سے بڑھ جاویں کیونکہ یہ بڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوا ہے اور اُمت خود تابع ہے تو کمالات اُمت گو ظاہراً منسوب الی الامۃ ہیں مگر وہ واقع میں کمالات نبی ہیں پس

اُمت کی فضیلت کسی نبی پر لازم نہیں آتی اگر آئینہ میں آفتاب کا انعکاس ہو جاوے تو آئینہ قدر و منزلت میں ماہتاب پر فضیلت نہیں حاصل کر سکتا اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بوجہ آپ کی اُمت میں داخل ہونے کے اُن مواجید سے مشرف ہوں گے عجب نہیں کہ اسی لئے آپ کی نسبت نگفتم یا نداند نہ کہا ہو بلکہ دم نزد کہا گیا یعنی ابھی اُنہوں نے اُس کو ظاہر نہیں فرمایا گو اُن کو عطا ہوا ہو یا عطا ہو جاوے۔

تمت الرسالة الملقبة ببلوغ الغاية فی تحقیق خاتم الولایة

اب اُس حدیث کے متعلق کہ ایک صحابی کے قرآن پڑھنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک آیت یاد آ گئی تھی حاشیہ موعودہ فی الرسالہ رسالہ تکشف سے نقل کرتا ہوں۔

(ف) مسئلہ توسط ناقص درافاضہ برائے کامل اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گاہے ناقص واسطہ فیض کامل کے لئے بن جاتا ہے پھر یہ واسطہ بننا اگر بلاقصد ناقص کے ہے تب تو کچھ اشکال ہی نہیں جیسا اس حدیث میں مذکور ہے کیونکہ مفیض محض حق تعالیٰ ہے اور ناقص سبب محض ہے اور اس مرتبہ میں چونکہ ہر مستفیض اپنے مفیض کے لئے واسطۂ افاضہ ہے۔ چنانچہ جب کسی ہادی سے اُس کے تابع کو ہدایت کا نفع پہنچے گا ظاہر ہے کہ ثواب کا نفع اس مستفیض کے ذریعہ سے اُس مفیض کو ملے گا۔

اور اگر یہ واسطہ بننا بقصد ناقص کے ہے جیسا کہ مشاورت کے بعض مواقع میں روایت سے ثابت ہے تب بھی افضلیت ناقص کا شبہ نہ کرنا چاہئے کیونکہ نبی کا افضل ہونا بمعنی زیادت قرب و کثرت ثواب عند اللہ ہے اور یہ توسط کسی اَمر خاص میں اس زیادت و کثرت کے منافی نہیں اور غیر نبی میں اگر اس ناقص کو اس اَمر خاص میں اس کامل سے بھی اکمل کہہ دیا جاوے تو کوئی اشکال نہیں۔

(ف) اسی رسالہ تکشف کی حدیث دوصدم اور حدیث دوصد وہشتاد سوم بھی اس کی تائید میں قابل ملاحظہ ہیں۔

مقام ثالث

اوراس جزو کا لقب مقام سابع تک حفظ الحدود لحقوق الجدود ہے کہ اس میں کئی پیغمبروں کی نسبت کہ اجداد روحانی ہیں ایہام نقص کو رفع کیا ہے اور بعض مقامات میں گو اور بھی مضمون ہیں مگر تغلیباً یہی لقب رکھا گیا فص نوحی میں کہا ہے:

"لو ان نوحا جمع لقومه بين الدعوتين لاجابوه اورکہاہے انما لم يجيبوا دعوته لما فيها من الفرقان والا مر قرانٌ اورکہا ہے ولهذا ما اختص بالقران الا محمد صلى الله عليه وسلم و هذه الامة التى هے خير امة اخرجت للناس (فليس كمثله شئ) فجمع الامرين فى امر واحد ولو ان نوحا ياتى بمثل هذه الآية لفظا لا جابوه فانه شبه و نزه فى اٰية واحدة اوراس کے بعد کہاہے فجاء المحمدیے و علم ان الدعوة الى الله ما هى من حيث هو يته و انما هى من حيث اسمائه فقال (يوم نحشر المتقينَ الى الرحمٰن و فدا) فجاء بحرف الغاية و قربها بالاسم فعرفنا ان العالم كان تحت حيطة اسم الهى او جب عليهم ان يكونوا متقين فقالوا فى مكرهم (لا تذرن الهتكم ولا تذرن ودا ولاسواعا ولا يغوث و يعوق و نسرا) فانهم اذا تركوهم جهلوا من الحق على قيد ما تركوا من هؤلاء فان للحق فى كل معبود وجها يعرفه من عرفه و يجهله من جهله فى المحمديين (و قضى ربک الا تعبدوا الا اياه) اى حكم فالعالم يعلم من عبد فى اى صورة ظهر حتى عبدوان التفريق والكثرة كالاعضاء فى الصورة المحسوسة و كالقوى المعنوية فى الصورة الروحانية فما عبد غير الله فى كل معبود فالادنى من تخيل فيه الالوهية فلو لا هذا التخييل ما عبدالحجر ولا غيره ولهذا قال (قل سموهم) فلوسموهم لسموهم حجراو شجراو كوكبا ولو قيل لهم

من عبدتم لقالوا الها ما کانوا یقولون اللّٰہ ولا الہ والاعلٰے ما تخیل بل قال ھٰذا مجلے الٰھی ینبغی تعظیمہ فلا یقتصر فالادنی صاحب التخییل یقول (ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللّٰہ زلفی) والاعلی العالم یقول (انما الٰھکم الہ واحدٌ فلہ اسلموا) حیث ظھر (و بشر المخبتین الذین) خبت نارطبیعتھم فقالوا الھا ولم یقولو ا طبیعۃ (و قد اضلوا کثیرا) ا ی حیروھم فی تعدادالواحد بالوجوہ والنسب (ولا تزد الظالمین) لانفسھم المصطفین الذین اورثوا الکتاب فھم اوّل الثلاثۃ فقد مھم علی المقتصد والسابق (الاضلالا) الا حیرۃ المحمدی زدنی فیک تحیرا (کلما اضاء لھم مشوا فیہ واذا اظلم علیھم قاموا) فالحایرلہ الدور والحرکۃ الدوریۃ حول القطب فلا یبرح منہ و صاحب الطریق المستطیل مائل خارج عن المقصود طالب ما ھو فیہ صاحب خیال الیہ غایتہ فلہ من والٰی وما بینھما و صاحب الحرکۃ الدوریۃ لایدء لہ فیلزمہٗ من ولا غایۃ لکمالہ فیحکم علیہ الی فلہ الوجود الاتم و ھو الموتی جوامع الکلم والحکم (و مما خطیأتھم) فھی التی خطت بھم فغرقوا فی بحار العلم باللّٰہ و ھو الحیرۃ (فادخلوا انارًا فی عین الماء فی المحمدیین (و اذا البحار سجرت) من سجرت التنور اذا اوقدتہٗ (فلم یجدوا لھم من دون اللّٰہ انصارا) فکان اللّٰہ عین انصارھم فھلکوا فیہ الی الابد فان اخرجھم اللّٰہ الی السیف سیف الطبیعۃ لنزل بھم عن ھذہ الدرجۃ الرفیعۃ و ان کان الکل للّٰہ وباللّٰہ بل ھو اللّٰہ (قال نوح رب) ما قال الٰھی فان الرب لہ الثبوت والالہ یتنوع بالاسماء فھو (کل یوم ھو فی شان) فارادبالرب ثبوت التلوین اذلا یصح الا ھو لا تذر علی الارض) یدعو علیھم ان یصبروا

لے بطنها المحمدى لودليتم بحبل لهبط على الله له ما فى السمٰوٰت وما فى الارض و اذا دفنت فيها فانت فيها و هى طرفك (وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرىٰ) لاختلاف الوجوه (من الكافرين) الذين (استغشوا ثيابهم وجعلوا اصابعهم فى اذانهم) طلبًا للسترلانه دعاهم (ليغفرلهم والغفر الستر (ديّارًا) احدا حتى تعم المنفعة كما عمت الدعوة (انك ان تذرهم) اى تدعهم وتتركهم (يضلوا عبادك) اى يحيروهم فيخرجوهم من العبودية الى ما فيهم من اسرار الربوبية فينظروا انفسهم اربابا بعد ما كانوا عند نفوسهم عبيدافهم العبيد الارباب (ولا يلدوا) اى ما ينتجون ويظهرون (الا فاجرا) اى مظهرًا ماستر (كفارًا) اى ساترا ما ظهر بعد ظهوره فيظهرون ماسترتم يسترونه بعد ظهوره فيحار الناظرولا يعرف قصدالفاجر فى فجوره ولا الكافرفى كفره والشخص واحدٌ (رب اغفرلى) اى استرلى واسترمن اجلے فيجهل مقامى و قدرى كما جهل قدرك فى قولك (وما قدروا الله حق قدره) (ولوالدى) من كنت نتيجة عنهما و هما العقل والطبيعة (ولمن دخل بيتى)اى قلبى (مؤمنا) اى مصدقًا بما يكون فيه من الاخبارات الالهية وهو ما حدثت به انفسهم (وللمؤمنين) من العقول (والمؤمنات) من النفوس (ولا تزد الظالمين) من الظلمات اهل الغيب المكتنفين حلف الحجب الظلمانية (الا تبارًا) اى هلاكاً فلا يعرفون نفوسهم لشهودهم وجه الحق دونهم فى المحمّديين (كل شئ هالك الا وجهه) والتبار الهلاك و من ارادان يقف على اسرار نوح فعليه بالترقى فى فلك لوح و هو فى التنزلات الموصولية لنا والسّلام" جس کا حاصل یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کی دعوت میں

تشبیہ وتنزیہ مجتمع نہ تھی اس کو فرقان سے تعبیر کیا ہے اس لئے اجابت کم واقع ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت میں یہ دونوں مجتمع تھیں، اس کو قرآن کہا ہے اسلئے اجابت زیادہ واقع ہوئی اور محمدی کو اس طریق کا علم ہوگیا تو گویا شیخ نے حضرت نوح علیہ السلام پر نقص تعلیم کا الزام دیا ہے اور محمدی کو اُن پر ترجیح دی ہے اور اس کا قبح اظہر من الشمس ہے جواب اس کا یہ ہے کہ مقصود اعتراض کرنا نہیں بلکہ تفاوت بتلانا ہے دعوت نوحیہ ودعوت محمدیہ میں اور محمدی سے مراد خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں چنانچہ شرح بالی آفندی میں ہے "والمراد محمد عليه السلام و انما جاء بياء النسبى اشارة الى ان الداعى هو الروح الظاهر فى الجسد المحمدى و هو الروح الجزئى المنشود الى الروح الكلى لاالروح الكلية المحمدية" اور دونوں دعوتیں اپنے اپنے طرز پر باذن الٰہی تھیں اور وہی دعوت ہر ہر نبی کے مقام اور حکمت کے موافق تھی پس معنی کلام کے یہ ہیں کہ اس دعوت خاصہ کی خاصیت یہ تھی اور چونکہ حق تعالیٰ کو کسی حکمت سے اسی خاصیت کا واقع کرنا تھا اس لئے اسی طرز کی دعوت کا اُن کو حکم ہوا اگر دوسری قسم کی دعوت کی خاصیت کا کسی حکمت سے واقع کرنا منظور ہوتا تو اُس کا حکم فرماتے اور اُس میں زیادہ اجابت ہوتی جیسا آیت قرآنی میں خود حق تعالیٰ کی شان میں وارد ہے "ولو شاء ربك لأمن من فى الارض كلهم جميعًا" اور ظاہر ہے کہ اس عدم مشیت کا موجب نقص ہونا کلام سے مقصود نہیں محض مشیت کا ایک اثر بتلانا مقصود ہے اس مضمون کو بالی آفندی نے خوب ادا کیا ہے۔ "فالمقصود بيان تفاوت المراتب فمقام نوح عليه السّلام مرتبة من المراتب و هو التنزيه يظهر منه الاحكام الالٰهية بمقتضى مرتبة من غير نقص منها ولا زيادة عليها علے ان الزيادة نقص فعدم الجمع كمال بالنسبة اليه والجمع نقص بالنسبة الى مرتبته و مقامه و هو تفصيل التنزيه اذلا تفصيل فى الجمع فلواتى

بالجمع فقد نقص عن مقامه لعدم اتیانه بالتنزیه علی وجه التفصیل کما ان محمد علیه السّلام لو لم یات بالجمع لنزل عن درجته فمعنی قوله لو ان نوحا جمع لقومه بین الدعوتیں لاجابوه ای لو کان مرتبۃ نوح علیه السلام مقام الجمع لا جابوه فزال توهم النقص للعقول الضعیفة اھ'' اور مولانا جامی رحمہ اللہ نے اس حکمت کو بھی بیان کیا ہے''ولما کان الغالب علی نوح علیه السلام تسبیح الحق و تنزیہٗ لتمادی قومه علی التشبیه و عبادة الاصنام فکان یعالجهم بالضد وصف حکمة بالسبوحیة اھ'' اور شیخ رحمہ اللہ کے کلام ما اختص بالقران الخ میں اس طرف اشارہ قریب بصراحت ہے کہ خاص خاص طرز کو اختیار کرنا منجانب اللہ تھا رائے اور اجتہاد سے نہ تھا۔

(ف) تنزیہ وتشبیہ دو اِصطلاحی لفظ ہیں اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حق تعالیٰ صفات امکان وسمات حدوث سے پاک ہے پھر بعض صفات کی اسناد جو حق تعالیٰ کی طرف وارد ہوئی ہے پس بعض نے تو نفس ثبوت صفات ہی کو مستلزم افتقار ذات الیٰ ہذہ الصفات سمجھ کر ان کی نفی کردی اور اُس ثبوت کو ماؤل بکون الذات مبدأ للافعال ککون الصفات مبداء کہا اور یہ تنزیہ میں مبالغہ ہے پھر ان میں جو بے باک تھے اُنہوں نے تو اس کو بعنوان نفی ہی تعبیر کردیا اور جن میں شرائع کا ادب تھا انہوں نے ثابت مان کر عین ذات کہہ دیا الاوّل قول الحکماء والثانی قول المعتزلة اور بعض نے اُن صفات میں تفصیل کی کہ بعض کو تو ثابت اور زائد علی الذات مانا جیسے سمع وبصر اور بعض میں تاویل کی جیسے نزول الی السماء وکونہ علی العرش اور بعض کو افعال قرار دیا جیسے اماتت واحیا ان کا مسلک بھی تنزیہ محض ہے چنانچہ جن میں استلزام حدوث پایا اُن کی نفی کردی اور یہ مذہب ہے جمہور متکلمین کا اور بعض نے سب کو ثابت مان کر مشابہت محدثات سے بھی تحاشی نہیں کی یہ تشبیہ محض کے قائل ہوگئے یہ مذہب ہے مجسمہ وحلولیہ کا اور بعض نے سب کو مان کر مشابہت مخلوق کی نفی کردی جس میں کوئی

اشکال عقلی نہیں وہ محکمات کہلاتے ہیں اور جن میں اشکال عقلی ہے وہ متشابہات کہلاتے ہیں یہ جمع بین التنزیہ والتشبیہ ہے یہ مذہب ہے سلف کا مگر انہوں نے اس کی کوئی خاص کیفیت تجویز نہیں کی بلکہ متشابہات کو بے کیف حقیقت پر محمول کرتے ہیں اور صوفیہ نے اسی مذہب کو اختیار کیا مگر اُس کی صورت اپنے ذوق سے یہ تجویز کی کہ ذات کا درجہ منزہ اور ان قیود سے پاک ہے اور تجلی وظہور کے درجہ میں ان صفات سے موصوف ہے بصورت تجلیات خاصہ ومظاہر مثالیہ وعینیہ کے۔

تتمہ مقام ثالث

اور اس فص کے متعلق ایک اعتراض یہ ہے کہ انہوں نے قوم نوح کے باب میں کہا ہے ''فغرقوا فی بحار العلم باللّٰہ و ھو الحیرۃ فادخلوا نارا فی عین الماء'' تو ان کافروں کا مآل سعادت کی طرف بتلایا جواب اس کا یہ ہے کہ یہ ایک مستقل تحقیق ہے جو آئندہ اِن شاء اللہ تعالیٰ فص ہودی میں آوے گی چنانچہ مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''وکل ذلک بناء علی ما ذھب الیہ من ان مآل حال اھل الشفاء الی السعادۃ ولو کانوا خالدین فی دارالشقاء اھ''

مقام رابع

فص ابراہیمی میں ہے ''ویعبدنی واعبدہ'' تو اپنے کو اللہ تعالیٰ کا معبود قرار دیا جواب یہ ہے کہ اس کی تفسیر یطیعنی فیما اطلب منہ بلسان حالی ہے اور اس کو عبادت مشاکلۃ کہہ دیا کذا قال الجامی رحمہ اللہ۔

مقام خامس

فص اسحاقی میں ہے ''اعلم ایدنا اللّٰہ و ایاک ان ابراھیم الخلیل علیہ السلام قال لابنہ (انی اری فی المنام انی اذبحک) والمنام حضرۃ الخیال فلم یعبرھا وکان کبش ظھر فی صورۃ ابن ابراھیم فی

المنام فصدق ابراهیم الرویا ففداه ربه من وهم ابراهیم بالذبح العظیم الذی هو تعبیر رؤیاه عند اللّٰہ و هو لایشعر" اور اُسی میں ہے" وقال اللّٰہ تعالٰی لابراهیم علیه السّلام حین ناداه ان یا ابراهیم قد صدقت الرؤیا وما قال صدقت فی الرؤیا انه ابنک لانه ما عبر بل اخذ بظاهر ما رأی والرؤیا یطلب التعبیر" اور اُسی میں ہے "فلو صدق فی الرؤیا لذبح ابنه و انما صدق الرؤیا فی ان ذلک عین ولده وما کان عند اللّٰہ الا الذبح العظیم فی صورة ولده ففداه لما وقع فی ذهن ابراهیم علیه السلام ما هو فداء فی نفس الامر عند اللّٰہ" اور اُسی میں ہے "ففعل فما وفی الموطن حقه و صدق الرؤیا بهذا السبب کما فعل تقی بن مخلد الامام صاحب المسند سمع فی الخبر الذی ثبت عنده انه علیه السلام قال من رانی فی النوم فقد رانی فی الیقظة فان الشیطان لا یتمثل علٰے صورتی فرأه تقی بن مخلد سقاه النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فی هذه الرؤیا لبنا فصدق تقی بن مخلد رؤیاه فاستقاء فقاء لبنا ولو عبر رؤیاه لکان ذلک اللبن علما فحرمه اللّٰہ علما کثیرا علٰے قدر ما شرب اھ"

ان عبارات میں شیخ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف غلط فہمی کی نسبت کی کہ اُن کو اس خواب کی تعبیر لینا چاہئے مگر انہوں نے ظاہر پر محمول کیا اور اس حمل کو وہم اور غفلت کہا ہے اور حق موطن کی عدم ایفاء کو اُن کی طرف منسوب کیا ہے اور اس حمل علی الظاہر کو ایسے حمل علی الظاہر کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس کو موجب حرمان کہا ہے جس سے فعل ابراہیمی کے ایجاب حرماں کا ایہام ہوتا ہے اور ایسے ایہام سے بچنا واجب ہے اسی طرح صاحب وحی میں وہم اور غفلت کا احتمال کیسے ہوسکتا ہے غرض اس کلام سے یہ سب محذورات لازم آتے ہیں جواب یہ ہے کہ بلاشبہ عنوان وطرز بیان بے باکی سے خالی نہیں جس کا عذر غلبۂ حال ہوسکتا ہے چنانچہ مولانا جامی رحمہ اللہ نے بعض سے

نقل کیا ہے ''ھٰذا کلام زخرفه الشیخ ولا اراه حقا بل کله صادر عن سوء ادب احسن محامله ان یقال انه صدر عنه فی حال کونه مغلوبا اھ'' مگر احقر اس میں موافق نہیں کہ زخرفه الشیخ اور اسی طرح اگر صدر عنه فی حال کونه مغلوبا کے یہ معنی ہیں کہ معنون بھی غلبۂ حال میں صادر ہوا تو اس میں بھی میں موافقت نہیں کرتا کیونکہ وہ اس پر دلائل قائم کر رہے ہیں تو مغلوب الحال دلائل کب قائم کرسکتا ہے اور اگر عنوان کے اعتبار سے ہے تو میں بھی متفق ہوں اب تحقیق رہ گئی معنون کی تو میں کہتا ہوں کہ اس میں شک نہیں کہ خواب کبھی ظاہر پر محمول ہوتا ہے اور کبھی محتاج تعبیر ہوتا ہے احادیث میں غور کرنے سے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اپنے خوابوں کے ساتھ دونوں طرح ثابت ہے اور اُس میں بھی شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتی ہے اور وحی قطعی ہوتی ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کبھی اجتہاد بھی فرماتے تھے اور ظاہراً اطلاق دلائل سے اس کے قائل ہونے میں بھی بُعد نہیں کہ اجتہاد جب تک اجتہاد رہے گا اور مؤید بالوحی نہ ہوگا خواہ وہ تائید صریح وحی سے ہو یا عدم نزول وحی بالانکار علیہ سے ہو اُس وقت تک وہ ظنی رہے گا اور اُس میں بھی بُعد نہیں کہ اس ظنی کی دو قسمیں ہونا عجب نہیں ظنی الثبوت جبکہ اصل حکم ہی اجتہادی ہو اور ظنی الدلالۃ جب اصل حکم میں تو نص موجود مگر اُس کا کوئی محمل خاص اجتہاد سے معین کرلیا گیا ہو جب یہ مقدمات ممہد ہو چکے تو شیخ کے قول کا حاصل یہ ہے کہ خواب آپ کا ضرور وحی تھا مگر اس وحی کے دو محمل ہو سکتے تھے حمل علی الظاہر و حمل علی غیر الظاہر یعنی تعبیر آپ نے اپنے اجتہاد سے پہلا محمل متعین فرمالیا اور منشاء اس اجتہاد کا یہ ہوا کہ اُس کے قبل آپ معتاد اسی کے تھے کہ ہر خواب آپ کا مطابق ظاہر کے واقع ہوتا تھا پس اس سے آپ نے اس کو بھی محمول ظاہر پر فرمایا حالانکہ دلیل سے ثابت ہوگیا کہ مراد تعبیر تھی اور وہ دلیل اس وقت تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس نہ تھی ورنہ نص کو اجتہاد پر مقدم رکھتے بلکہ اجتہاد بھی نہ فرماتے اور

اُس خواب کا تعبیر پر محمول ہونا یعنی آپ کا مامور بذبح الکبش ہونا قطعی ہوتا اب دلیل نہ ہونے کے سبب خواب تو قطعی مگر دلالت اُس کی ظنی پس ذبح ابن کا مامور بہ ہونا ظنی اور اجتہادی تھا اور اجتہاد میں غلطی واقع ہوسکتی ہے چنانچہ غلطی واقع ہوگئی اور وہ دلیل یہ ارشاد ہے **قد صدقت الرؤیا** یعنی رؤیا ذبح ابن کے اعتبار سے صادق نہ تھی آپ نے اُس کو صادق یعنی واقع کرنا چاہا ورنہ اگر ذبح ابن ہی مراد ہوتا تو ذبح ابن کے عزم کے بعد یوں فرماتے **صدقت فی الرؤیا** جس کا مداول یہ ہوتا کہ اسی محمل کے اعتبار سے آپ کا خواب سچا ہے جیسا اس آیت میں **لقد صدق اللّٰہ رسولہ الرؤیا بالحق** پھر جب یہ ارشاد ہوگیا تو وہ خطائے اجتہادی برقرار نہیں رکھی گئی اور محمل معلوم ہوگیا کہ مراد ذبح کبش تھا اور ساتھ ساتھ کبش آگیا آپ نے اس کو ذبح کردیا باقی اس پر یہ شبہ ہوتا تھا کہ اگر یہ محمل ہوتا تو اُس کبش کو فداء کیوں فرماتے اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ذبح مامور بہ ابن کا تھا اور کبش اُس کا فدیہ شیخ نے اس کا جواب دے دیا کہ اس کو فداء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خیال کے اعتبار سے کہہ دیا یہ حقیقت ہے اس معنون کی تو اس میں کسی مقدمہ میں کسی دلیل کی مخالفت نہیں کی گئی باقی تشبیہ دینا تقی بن مخلد کے فعل سے سو وجہ تشبیہ میں اعتبار حرمان ماخوذ نہیں یہ حکم تو اُن کی خصوصیت کے اعتبار سے کردیا تشبیہ محض حمل علی الظاہر اور ایقاع الظاہر فی الیقظۃ ہی ہے گو اس حمل علی الظاہر و ایقاع الظاہر فی الیقظۃ کا اثر ایک جگہ حرماں ہو دوسری جگہ ازدیاد مراتب قرب و علو مکان ہو جس کی تحقیق مختصراً مولانا جامی رحمہ اللہ سے نقل کی جاتی ہے

''فاراہ فی المنام ذبح الکبش ولکن فی صورۃ ذبح ابنہ و ستر علیہ المقصود منہ واوقع فی و ھمہ ان ذبح ابنہ ھو المقصود بعینہ بناء علی ما اعتادہ من الاخذ من عالم المثال فاعتقد صدق ما وقع فی و ھمہ من ذبح ابنہ فتصدی لہ وانقاد لہ ابنہ فظھر سیر کمال استسلامھما و انقیاد ھما للّٰہ تعالٰی الی قولہ ولا یخفی علے المنصف

أن ذلک بیانٌ لحسن تربیة اللّٰہ سبحانہ ابراھیم الخلیل علیہ السلام ولیس فیہ شائبة سوء ادب من الشیخ بالنسبة الی ابراھیم علیہ السلام اھ‘‘اب احقر کہتا ہے کہ عنوان کے قلت ادب ہونے کا انکار مشکل ہے حق تعالیٰ شیخ کو معاف فرماوے باقی میں معنوں کو بھی غلط سمجھتا ہوں بیان اُس کا یہ ہے کہ اب تک اُس کی کوئی نظیر ذہن میں نہیں آئی کہ نص کو انبیاء علیہم السلام نے اپنے اجتہاد سے کسی محمل پر محمول کرلیا ہو اور پھر اُس کا غلط ہونا ثابت ہوا ہو اور اگر اس کو تسلیم بھی کرلیا جاوے تو اس صورت میں ذبح ابن کا جواز ظنی ہوگا اور حرمت اس ذبح کی پہلے سے قطعی تھی تو ظنی سے قطعی کیسے منسوخ ہوسکتا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کی یہی مراد تھی کہ ابن کو ذبح کریں اور یہ محمل قطعی تھا اور قطعی ناسخ قطعی کا ہوسکتا ہے اور اگر اس پر کسی کو شبہ ہو کہ جب یہ خواب قطعی تھا تو واقع کیوں نہیں ہوا چنانچہ ذبح متحقق نہیں ہوا جواب یہ ہے کہ خواب میں مباشرۃ ذبح کی دیکھی تھی قطع حلقوم نہ دیکھا تھا چنانچہ یقظہ میں یہ مباشرۃ واقع ہوئی یعنی اضجاع واخذ مُدیہ وامرارھا علی الحلقوم للقطع اور اگر اس ناسخیت کے اشکال سے قطع نظر کرلی جاوے تب بھی جب یہ محمل اجتہادی غلط تھا تو جب باپ بیٹوں کی گفتگو ہوئی اور انہوں نے عزم ذبح کا کرلیا اور سامان شروع ہوگیا اب وقت تھا اُس غلطی کے اظہار کا کہ ایسا مت کرو ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کیونکہ بیان کی تاخیر حاجت کے وقت تک ہوئی ہے تو یہ وقت حاجت کا یقینی تھا اور استسلام گفتگو اور عزم ہی سے ظاہر ہوگیا تھا اضجاع وامرار سکین کے انتظار پر کوئی اَمر موقوف نہ تھا رہا استدلال صدقت الرؤیا کے کہنے اور صدقت فی الرؤیا کے نہ کہنے سے نہایت ہی ضعیف ہے اگر ذبح ابن ہی مراد ہو تو بھی صدقت الرؤیا بمعنی اوفیت حق الرؤیا کما اختارہ المفسرون صادق ہے غایت یہ ہے کہ صدقت بالتخفیف بھی صحیح ہوتا مگر اُس کی صحت نہ اس کو مستلزم ہے کہ بالتخفیف ہی وارد ہونا ضروری ہے اور نہ مشدد کے غلط ہونے کو مستلزم ہے پھر ’’روح المعانی‘‘ میں ایک قراءۃ بالتخفیف

بھی نقل کی ہے اور گو یہ قراءت متواتر نہیں مگر قرأت شاذہ کم از کم تفسیر بننے کی تو صلاحیت رکھتی ہے تو مشدد کو مفسر بالمخفف کہا جاوے گا گویا مخفف ہی وارد ہوگیا تو اَب شیخ کے اس استدلال کا جواب بھی ہوگیا اور لفظ فداء سے جو شیخ پر اشکال ہوتا ہے وہ بہت قوی ہے اور شیخ نے جو جواب دیا ہے نہایت ضعیف اور بلا وجہ عدول عن الظاہر ہے اور یہی لفظ فداء کافی ہے رؤیائے محمول علی الظاہر ہونے کے لئے اسی لئے مولانا جامی رحمہ اللہ نے شیخ کے کلام کی شرح کر کے فرمایا ہے:

''والحق فی ذلک واللّٰہ اعلم ان ابراھیم علیہ السلام رای فی المنام انہ مباشر للذبح بمعنی انہ اضجع ابنہ و اخذ الدیۃ وامرھا علی حلقومہ لیقلعہ ولکن لم یحصل القطع و ھذا ھو المراد بقولہ انی اری فی المنام انی اذبحک ای رایت انی مشتغل بافعال الذبح ولا یلزم منہ تمامہ و قد وقع منہ فی الیقظۃ ما راہ فی المنام ووطن ھو وابنہ للانقیاد لذلک فلما تم العزم ووجد مقدما الذبح حصل المقصود من الابتلاء فتدارکہ اللّٰہ تعالٰی برحمتہ باعطاء الذبح لیذبح فداء لہ فوقع ما راہ بعینہ و لم تکن رؤیاہ و ھما و خیالاً حاشا منصب الخلۃ عن مثل ھذاالخطاء واللّٰہ ولی التوفیق'' مگر باوجود شیخ کی تحقیق کو غلط سمجھنے کے اُن کی شان میں گستاخی کو جائز نہیں سمجھتا کیونکہ یہ غلطی اجتہادی ہے مگر جتنے الفاظ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے استعمال کئے ہیں ادب کے ساتھ اُن الفاظ کا استعمال تو کرنے کو جی چاہتا ہے کہ شیخ کا وہم اور غفلت ہے۔

(ف) اس تحقیق کو فص اسحاقی میں لانا اس بناء پر ہے کہ شیخ کی تحقیق یہی ہے کہ ذبیح حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں جیسا کہ اس میں اختلاف مشہور ہے۔

❁❁❁

مقام سادس

فص اسماعیلی میں ہے۔

وان دخلوا دارالشفاء فانهم — علی لذۃٍ فیها نعیم مبائن
نعیم خبان الخلد فالامر واحد — وبینهما عند التجلی تبائن

فی شرح بالی افندی لان نعیم الجنان رحمة خالصة عن العذاب و نعیم دارالشقاء رحمة ممتزجة لا یخلوا عن العذاب اصلا فکانا عند التحقیق واحداداخلا فی حدالنعم و متباینان عند التجلی
اس میں وہی سوال جواب ہے جو تتمہ مقام ثالث میں گذرا۔

(ف) مولانا جامی رحمہ اللہ نے اس مقام پر فرمایا ہے: ''فان قلت التجاوزوالعفو یستلزم کذب الخبر الدال علی الوعید والحضرة الٰهیه منزهة عن ذلک قلت یعمل الشیخ ذهب الی ان الوعید لیس بخبر حقیقة بل هو تهدید و زجر اوقد تقرر فی العربیة ان الکلام الخبری یجیٔ لمعانٍ کثیرۃٍ من غیر الاعلام ولا خبار کالتلهف والتحسر والدعاء و غیر ذلک''

مقام سابع

فص یوسفی میں ہے: ''وعلم ذلک یعقوب علیه السّلام حین قصها علیه فقال (یا بنی لاتقصص رؤیاک علی اخوتک فیکید والک کیدا) ثم برأبنیه عن ذلک الکیدوالحقه بالشیطن ولیس (ای الحاق الکید بالشیطان) الا عین الکید (مع یوسف علیه السلام) ''تو یعقوب علیہ السلام کی طرف کید کی نسبت کی جس کا قبح ظاہر ہے جواب یہ ہے کہ یہاں مصلحت وحکمت کو مجازاً ومشاکلۃً کید کہہ دیا جیسے قرآن مجید میں حق تعالیٰ کی نسبت وارد ہے

”انهم یکیدون کیدًا واکید کیدًا“ اور وہ مصلحت وحکمت وہ ہے جس کو بالی آفندی نے ذکر کیا ہے ”فلا یبقی عداوۃ اخوته فی قلبه فانه لما اسند الکید الی بینه علم یوسف علیه السلام ان اخوته عدوله فوقع فی قلب یوسف علیه السلام عداوۃ اخوته فعلم یعقوب علیه السّلام ذلک من یوسف علیه السلام فالحق الکید بالشیطان لدفع ذلک من یوسف علیه السّلام“۔

مقام ثامن

اس کا لقب ہے النعیم فی الجحیم فص ہودی کے اوّل میں ہے فکل ماش علی صراط الرب المستقیم فهو غیر مغضوب علیهم من هذاالوجه ولا ضالین و کما کان الضلال عارضا کذلک الغضب الالٰهی عارض والمال الی الرحمة التی وسعت کل شی ء و هی السابقة اور چند سطروں کے بعد ہے ”وهی البعد الذی کانوا یتوهمونه فلما ساقهم الی ذلک الموطن حصلوا فی عین القرب فزال البعد فزال مسمی جهنم فی حقهم ففازوا بنعیم القرب من جهة الاستحقاق لانهم مجرمون فما اعطاهم هذاالمقام الذوقی اللذیذ من جهة المنة و انما اخذوه بما استحقتهٗ حقائقهم من اعمالهم التی کانوا علیها و کانوا فی السعی فی اعمالهم علی صراط الرب المستقیم لان نواصیهم کانت بید من له هذه الصفة فما مشوا بنفوسهم فانما مشوا بحکم الجبر الی ان وصلوا الی عین القرب (و نحن اقرب الیه منکم ولکن لا تبصرون) وانما هو یبصر فانه مکشوف الغطاء فبصره الیوم حدید وما خص میتامن میت ای ما خص سعیدًا فی القرب من شقے (ونحن اقرب الیه من حبل الورید) وما خص انسانا من انسانٍ فالقرب الٰهی من العبد لا خفاء به فی الاخبار الالٰهیة فلا قرب اقرب من ان

یکون ھویتہ عین اعضاء العبد وقواہ الخ" اور اس فص کے اخیر میں ہے "فالکل مصیب وکل مصیب ما جورٌ وکل ما جورٍ سعیدٌ وکل سعیدٍ مرضی عند ربہ و ان شقی زمانًا فی الدار الاٰخرۃ فقد مرض و تالم اھل العنایۃ مع علمنا بانھم سُعداء اھل حق فی الحیوۃ الدنیا فمن عباد اللّٰہ من تدرکھم تلک الاٰلام فی الحیوۃ الاخریٰ فی دارٍ تسمی بجھنم و مع ھذا لا یقطع احد من اھل العلم الذین کشفوا الامر علی ما ھو علیہ انہ لا یکون لھم فی تلک الدار نعیم خاصٌ بھم اما لفقد الم کانوا یجدونہ فارتفع عنھم فیکون نعیمھم راحتھم عن وجدان ذلک الالم او یکون نعیم مستقل زاید کنعیم اھل الجنان فی الجنان واللّٰہ اعلم" تو اس میں ایک تو دنیا میں سب کو صراط مستقیم پر اور سب کو مقرب اور سب کو غیر مغضوب علیہ اور غیر ضال بتلایا اور پھر سب کو آخرت میں سعید اور صاحب نعیم بتلایا اور ان دعووں کا نصوص قطعیہ کے خلاف ہونا ظاہر ہے جواب یہ ہے کہ صراط مستقیم اور قرب سے مراد معنی شرعی اصطلاحی نہیں بلکہ درجہ تکوینی مراد ہے حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے احکام دو قسم کے ہیں ایک تکوینی ایک تشریعی تکوینی تو مراد ہے مرضی ہونا ضروری نہیں اور تشریعی مرضی ہے مراد ہونا ضروری نہیں۔ کہیں دونوں جمع بھی ہو جاتے ہیں اور احکام تشریعیہ کا صراط مستقیم ہونا تو شرعی اصطلاح ہے اور صوفیہ احکام تکوینیہ کو بھی اپنی اصطلاح میں صراطِ مستقیم کہتے ہیں پس مضل کے اقتضاء سے جو ضال ہوا مضل کو اُس کا رب اور ضلال کو اُس کا صراط مستقیم کہتے ہیں اور قرب سے مراد بھی عام ہے تکوینی و تشریعی کو چنانچہ خود شیخ کی یہ تفسیر فلا قرب اقرب من ان یکون ھویتہٗ عین اعضاء العبد وقواہ اس کی دلیل ہے ولا مشاحۃ فی الاصطلاح جیسا منکر طاغوت کو قرآن مجید میں کافر یعنی بالطاغوت فرمایا گیا ہے اور مغضوبیہ وضلال کی جو نفی کی ہے اُس کے معنی بھی یہی ہیں کہ جس اسم کا جس کو وہ رب کہتے ہیں یہ ضلال اقتضاء ہے اُس رب کی طرف سے

نہ اُس پر غضب ہے یعنی وہ مقتضی غضب کو نہیں کیونکہ یہ تو اُس کے مقتضے کے موافق ہے اور اسی طرح اُس کے اعتبار سے یہ شخص ضال یعنی غیر صراط مستقیم پر نہیں کیونکہ اُس کے اعتبار سے اُس کو صراط مستقیم بالاصطلاح المذکور پر قرار دیا گیا ہے البتہ اس اسم کے مقابل جو اِسم ہے مثلاً ہادی اُس کے اعتبار سے یہ شخص صراط مستقیم پر بھی نہیں اور اُس کے اعتبار سے مغضوب علیہ اور ضال بھی ہے تو یہ تو کسی مسئلہ میں خلاف نہیں البتہ دوسرا اُمر یہ البتہ مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اہل جہنم یعنی اہل خلود بھی نعیم سے مشرف ہو جاویں گے سو شارح بالی نے جو اس مقام پر تحقیق کیا ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ شیخ انقطاع عذاب اور تبدل عذاب بالنعیم کے جزماً قائل نہیں ہیں نہ اُن کا کوئی کلام اس میں نص ہے بلکہ اُن کا مقصود یہ ہے کہ ابد کے لئے اُس عذاب کے خالص ہونے کی کوئی دلیل نہیں ممکن ہے کہ اُس عذاب میں بعد زمانہ دراز کے جس کی درازی کا علم اللہ ہی کو ہے اس انکشاف سے کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے ساتھ یہی منظور ہے اور اللہ تعالیٰ کی منظور شدہ تجویز پر راضی رہنا چاہئے ایک گونہ روحانی راحت اُن کو میسر ہو جاوے پس جسد اُن کا معذب لہ رہے اور رُوح اُن کی متنعم رہے جیسے اہل عرفان کو دنیا میں کلفتیں پیش آتی ہیں مگر دل سے وہ راضی ہوتے ہیں تو اُن میں دونوں کیفیتیں مجتمع رہتی ہیں جیسا کہ مقام سادس کی عبارت بھی اس طرف مشیر ہے چنانچہ اُس میں اُن کی نعیم کو مبائن نعیم جنت کہا ہے جس کی مباینت کی تفسیر بالی آفندی نے خلوص وعدم خلوص سے کی ہے اور اس تفسیر کی نسبت شارح موصوف کہتے ہیں ''**ھذا مما افاض علی من روح صاحب الکتاب و قد غلط بعض الشارحین بحمل کلامه علی القطاع العذاب عن الکفار ولیس ذلک مراد الشیخ**'' اور یہ کہنا کہ **فزال مسمی جھنم فی حقھم ای من حیث کونھا خالصة** اور مصیب ماجور اور سعید اور مرضی یہ سب غیر خالص درجہ میں ہیں چنانچہ شیخ کا اس مضمون کو اس طرح ادا کرنا و **مع ھذا لا یقطع** الخ خود قرینہ ہے اس کا کہ شیخ جزماً اس کے قائل نہیں

ورنہ حق عبارت یہ تھا کہ "و لھذا یقطع اھل العلم انه یکون لھم فی تلک الدار نعیم الخ "اسی طرح وجہ تنعم میں ان کا تردّد اُن کی اس عبارت سے ظاہر ہے اما لفقد الم کانوا یجدونه فارتفع عنھم او یکون نعیم مستقل معلوم ہوا کہ نہ ارتفاع کا حکم متعین ہے نہ نعیم مستقل کا پھر جب ان میں تردّد ہے تو خود اس کی بھی دلیل نہیں کہ ان میں اَمر مشترک کا جزم ہے اسی طرح اس تردّد کے بعد واللہ اعلم کہنا اس مسئلہ میں شیخ کے توقف کی دلیل ہے خلاصہ یہ کہ شیخ خود مدعی نہیں بلکہ عدم تخفیف کی دلیل پر اپنے مطلع نہ ہونے کو ظاہر کر رہے ہیں اور آیات میں جو لا یخفف عنھم آیا ہے اُس کی تابید کی تصریح نہیں البتہ نفس عذاب کی تابید کی تصریح ہے تو وہ مزج بالنعیم کے ساتھ بھی متحقق ہو سکتا ہے یہ تو کلام فصوص کے اعتبار سے تھا۔

اب دوسری دلیل رہی اجماع سو اجماع کے قطعی ہونے کی جو شرطیں ہیں ممکن ہے کہ شیخ کے نزدیک وہ اس اجماع میں نہ پائی جاتی ہوں اس لئے شیخ اس حکم میں معذور ہیں اور دل کی تمنا تو یہی ہے کہ اخیر میں سب پر رحمت ہو جاوے گو ممزوج بالالم ہی سہی مگر نصوص کے جو متبادر معنی ہیں اور جن میں آج تک سلف میں سے کسی نے کلام نہیں کیا یہ دعویٰ اُس کے بالکل خلاف ہے اس واسطے اس اعتقاد کا احتمال بھی رکھنا جائز نہیں اور شیخ نے جن ادلہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ بالکل لاشے ہیں یعنی باعتبار دلالت کے اور بعض ادلہ اس باب میں اور بھی بعض کتب میں مذکور ہیں مگر وہ باعتبار ثبوت کے لاشی ہیں احقر نے اُن کی تحقیق اپنے رسالہ "مسائل السلوک" میں تحت آیۃ فاما الذین شقوا ففی النار الآیہ کے ذیل میں کی ہے ان اشتقت فانظر۔

(ف) بعد تحریر اس مقام کے فص داؤدی کے اخیر میں اسی مضمون کے متعلق ایک مقام نظر پڑا وہاں شیخ نے اس دعویٰ کی ایک دلیل خاص بھی بیان کی ہے اس دلیل نے اس فن کے اُصول پر بالکل اس مسئلہ کا فیصلہ کر دیا اور متعین کر دیا کہ شیخ مطلق عذاب کے انقطاع کے قائل نہیں ایک خاص عذاب کو منقطع مانتے ہیں اور رفع خاص

سے رفع عام لازم نہیں اور یہ اپنی اصطلاح ہے کہ ایک خاص نوع کے عذاب کے انقطاع کو وہ سعادت کہتے ہیں یعنی سعادت اضافی نہ کہ حقیقی اُس مقام کی یہ عبارت ہے جس کو مع شرح بالی نقل کرتا ہوں ''ولما کان الامر فی نفسه علی ما قررناه من انه لا یقع شئ فی الوجود ولایرتفع خارجا عن المشة لذلک یتعلق بقوله کان مال الخلق فی الأخرة الی السعادة ای الی الرحمة علی اختلاف انواعها ای انواع السعادة لان حال بعضهم الی رحمة خالصة من شوب الا لم وهم اهل الجنان وبعضهم الی الرحمة الممتزجة من العذاب وهم المخلدون فی النار قوله کان جواب لما فعبر الحق عن هذاالمقام بان الرحمة وسعت کل شیء وانها سبقت الغضب الالٰهی ای العذاب الالٰهی باستیفاء والسابق متقدم فاذا الحقه ای المتقدم اوالسّابق بالسّلوک اذهو غایته لان الکل سالک الی الغایة هذا فاعل لحقه الذی صفته حکم علیه المتاخرای العذاب مدة ایام دولته حکم علیه المتقدم وهو الرحمة والاکان ذلک العبد عدما محضا وهو خلاف ما وقع علیه النص والکشف من انهما (ای الجنان والنیران ۱۲/ احقر)مع اهلهما یبقیان لایفینان فنالته الرحمة اذ لم یکن غیرها سبق من موانع ظهورها والعذاب الذی اجتمع معها لا یعد غیرها و ان یکن عینها فهذا ای هذاالمعنی الذی بیناه بقولناوالسابق متقدم معنی سبقت رحمته غضبه وما سبقت الرحمة علی الغضب الا لتحکم الرحمة علی من وصل الیها وانما وجب الوصول الیها فانها فی الغایة وقفت والکل سالک الی الغاية فلا بد من الوصول الیها فلا بد من الوصول الی الرحمة ومفارقته الغضب فکانت الرحمة مرکز العالم کلها فیکون الحکم لها فی کل الیها بحسب ما یعطیه حال

الواصل الیھا لان بعضھم یصل الیھا فی عین الجحیم مع بقاء الالم و بعضھا یضل فی دار النعیم بلا الم اھ۔" یہ تقریر نص ہے اس پر کہ علت رحمت کی یہ ہے کہ اسم رحیم سابق ہے اسم منتقم پر اس لئے مظہر منتقم پر رحیم حکم کرے گا اور اُس حکم کا اثر ادراک رحمت ہے گو خاص ہی نوع کی رحمت ہو یعنی ممزوج بالالم پس اس سے صاف معلوم ہوا کہ علت ارتفاع عذاب کی تاخر مقتضی عذاب کا تھا رحمت سے پس اگر کوئی مقتضے عذاب رحمت سے بھی مقدم ہو تو ظاہر ہے کہ یہ دلیل وہاں نہ چلے گی تو اُس مقتضی کے اقتضاء سے جو عذاب ہوگا اس کے ارتفاع کا حکم نہ کیا جاوے گا۔ اور اگر وہ مقتضی لہذا غیر مرتفع ہو تو عذاب کو بھی ابد کے لئے ثابت اعتقاد کیا جاوے گا اور وہ مقتضے استعداد خاص ہے معذبین کی ذوات کی تو جب حق تعالیٰ کو اُن کی اس خاص استعداد کا علم ہے اور رحمت متاخر ہے علم سے پس ان ذوات کے ساتھ رحمت متعلق نہ ہوگی اور عذاب کی یہ نوع کبھی ان ذوات سے منقطع نہ ہوگی اسی مضمون کو شارح موصوف نے اس عبارت آتیہ میں ادا کیا ہے اور اخیر میں دعویٰ کیا ہے کہ شیخ کی رُوح سے بھی میرے اس فہم کی تائید ہوئی تب اس کو لکھا "اعلم ان العذاب فی حق العباد الٰھی وامکانی الی قولہ الکلامیۃ الشرعیۃ ص 309، 310" اور شارح کی اس تحقیق پر کوئی شبہ نہ کرے کہ شیخ نے فص یونسی کے اخیر میں تصریح کی ہے "واما اھل النار فما لھم الی النعیم ولکن فی النار اذلا بدلصورۃ النار بعد انتھاء مدۃ العقاب ان تکون بردًاو سلامًا علی من فیھا وھذا نعیمھم فنعیم اھل النار بعد استیفاء الحقوق نعیم خلیل اللّٰہ حین القی فی النار فانہ علیہ السلام تعذب برویتھا و بما تعود فی علمہ و تقرر من انھا صورۃ تؤلم من جاورھا من الحیوان وما علم مراداللّٰہ فیھا و منھا فی حقہ فیعمد وجود ھذہ الامر وجد برداوسلامًا مع شھود الصورۃ اللونیۃ فی حقہ اھ" تو اس عبارت میں تاویل مذکور نہیں چلتی جواب یہ

ہے کہ یہ عبارت بھی توجیہ مذکور کو محتمل ہے چنانچہ شارح موصوف نے ''الی النعیم'' کی شرح میں کہا ہے الی نعیمھم الخاص بھم و بعد وصولھم و ان کانوا یعذبون بالنار ابدا اور برداً و سلامًا کی شرح میں کہا ہے ''من حیث روحانیتھم الٰی قولہ لکنھا احرقت ابدانھم بوجہ اٰخر'' اوراس کا خلاصہ اس طرح بیان کیا ہے ''معنی قولہ واما اھل النار فما لھم ای آخرحا لھم ان یرجع من العذاب الخالص عن الراحۃ والنعیم الی النعیم الممتزج بالعذاب الی قولہ فصار النار برداو سلاما لا رواحھم من ھذا الوجہ و مولمًا لابدانھم من حیث شقاوتھم الذاتیۃ فقد تساوی راحتھم عذابھم فیجتمع نوع من الرحمۃ بنوع من العذاب فیھم لاستحقاقھم الذاتی فلا ینقطع حکم الراحۃ بعد الوصول الیھا ولا حکم القھر عنھم ابدا '' اوراس کے بعد کہا ہے فلا مخالفۃ بین الطائفتین فی دوام اصل العذاب بل الاختلاف فی نوع ولا یضرفی الاعتقادات الدینیۃ ھذالمقدار من الاختلاف فی مثل ھذا المحل فانہ محل تحیرت العقول فیہ الی قولہ فھم فی راحۃ غیر راحۃ فالنار تکون برد او غیر برد اھ۔ اور چونکہ اس تاویل کی دلیل خود شیخؒ کا کلام ہے اس لئے یہ تاویل بما لا یرضی بہ قائلہ نہیں ہے اس کے بعد اس باب میں ایک عبارت فص ایوبی میں نظر پڑی ''وانما قلنا ھذا من من اجل من یری ان اھل النار لا یزال غضب اللّٰہ علیھم دائمًا ابدا فی زعمہ فما لھم حکم الرضا من اللّٰہ فصح المقصود فان کان کما قلنا مال اھل النار الی ازالۃ الالام و ان سکنوا النار فذلک رضی فزال الغضب لزوال الا لام اذعین الا لم عین الغضب ان فھمت اھ اس پر شارح موصوف لکھتے ہیں تصریح منہ بان الوجوہ المذکورۃ فی اثبات حکم الرضی والرحمۃ تدل علی جواز

وقوع ذلک الحکم لھم فلا یقطع ان یکون العذاب دائما لھم فیو دی ادلته الی التوقف بین جواز دوام وقوع العذاب و بین جواز ازالته فمذھبه التوقف فی مثل ھذہ المسئلة کما بیناہ من قبل اِن شاء اللّٰه تعالٰی فی مسئلة فرعون اھ" اس سے توحش من الشیخ میں اور کمی ہوتی ہے معلوم ہوا کہ وہ حکم جزماً نہیں کرتے صرف تردّد احتمال کو ظاہر کرتے ہیں یہ سب وہ ہے جو شارحین نے لکھا ہے لیکن شیخ کے کلام میں نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاویلات اُس میں چل نہیں سکتیں وہ ضرور انقطاع عذاب کے قائل معلوم ہوتے ہیں خصوص تاویل انقطاع عذاب علی الاعمال وبقاء عذاب بالشقاوہ الاصلیہ کہ یہ تو بالکل مصداق فرمن المطروقف تحت المیزاب کا ہے شیخ کے کلام میں تاویل کو اس لئے اختیار کیا تھا کہ اُن کا کلام نص کے مخالف نہ ہو سو یہ تقدیر اُس سے بڑھ کر نص کے خلاف ہے کہ اس میں قائل ہونا پڑتا ہے عذاب بلا عمل کا جس کو حق تعالٰی نے جابجا ظلم سے تعبیر کر کے اُس کی نفی فرمائی ہے اسی طرح نعیم ممتزج بالعذاب کا قائل ہونا آیت لا یذوقون فیھا بردا ولا شرابًا کے صریح خلاف ہے اسی طرح اس کا قائل ہونا کہ خلود فی النار سے جس کے شیخ منکر نہیں خلود فی العذاب لازم نہیں آتا یہ اس آیت کے خلاف ہے "ان المجرمین فی عذاب جھنم خالدون لا یفتر عنھم وھم فیه مبلسون" اس میں خلود فی العذاب اور عدم امتزاج نعیم جو کہ مستلزم تخفیف عذاب کو ہے سب منصوص ہے اس باب میں جو میں نے اپنے استاد علیہ الرحمۃ سے سُنا ہے وہ نقل کرتا ہوں ارشاد فرماتے تھے کہ بعض کو منکشف ہوا ہے کہ بعد دخول جنت ونار کے سب پر ایک ایسی حالت طاری ہوگی جو مشابہ ہوگی اُس حالت کے جو نفخ صور کے بعد اہل برزخ پر ہوگی کہ اس میں احساس عذاب یا راحت کا نہ رہے گا اور پھر وہ حالت زائل ہو کر سب اصلی حالت کی طرف عود کر آئیں گے۔

پس شیخ کو وہ حالت تو منکشف ہوئی مگر اس کا زوال منکشف نہیں ہوا شیخ نے

انقطاع عذاب کا حکم کر دیا اور میں کہتا ہوں اس کے خلاف جو نصوص آئے ہیں اُن کو موقت سمجھا اور خلود کو مکث طویل پر محمول کرلیا ہوگا اور ایسی حالت کا طاری ہو جانا تھوڑی دیر کے لئے منافی استمرار نہیں ہے جیسا بعض علماء نے باوجود جنت و دوزخ کو غیر فانی ماننے کے نفخ صور کے وقت باقتضاء نص **کل شیء هالک الا وجهه** کے فانی مان لیا اور یہ کہا کہ ایک لحہ کے لئے فنا ہو جانا منافی حکم بعدم فناء کے نہیں غالبًا یہ تقریر نہ شیخ کی کسی تصریح کے معارض ہے اور نہ کسی نص کی باقی دلیل چونکہ اس کی ضعیف ہے اور سلف میں سے کسی سے یہ منقول نہیں اس لئے اس کا قائل ہونا بھی جائز نہیں البتہ شیخ کو اپنے کشف کی وجہ سے معذور سمجھنا چاہئے۔

مقام تاسع ملقب برفع الزحمہ عن معنی وسع الرحمہ فص شعیبی میں ہے "**اعلم ان القلب اعنی قلب العارف باللّٰہ هو من رحمة اللّٰه و هو اوسع منها فانه وسع الحق جل جلاله و رحمته لا تسعه وهذالسان عموم من باب الاشارة فان الحق راحم لیس بمرحوم فلا حکم للرحمة فیه**"

یعنی عارف کا قلب ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے (کیونکہ وجود ہر شی کا اسماء جمالیہ سے ہے اور یہی مراد ہے رحمت سے) اور (ساتھ ہی اس کے) وہ رحمت سے بھی وسیع تر ہے کیونکہ وہ قلب حضرت حق جل وجلالہٗ کو سمائے ہوئے ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت خود حق تعالیٰ کو سمائے ہوئے نہیں چنانچہ حق تعالیٰ راحم ہے اور مرحوم نہیں پس رحمت کا کوئی اثر حق تعالیٰ کے ساتھ (اس طرح) متعلق نہیں (کہ وہ مرحوم ہو جاوے اس پر اعتراض یہ ہے کہ قلب کو خدا تعالیٰ کی رحمت سے بھی بڑا قرار دیا کہ قلب میں تو حق تعالیٰ سماتا ہے اور خود رحمت حق میں خدا تعالیٰ نہیں سماتا۔ کیا خدا تعالیٰ اپنی ذات یا صفت کے اعتبار سے کسی سے چھوٹا ہو سکتا ہے۔

جواب: یہ ہے کہ وسعت کے معنی دونوں جگہ ایک نہیں بلکہ وسعت کے دو معنی ہیں ایک احاطۂ علم و شہود ولو بالوجہ دوسرے احاطہ ایجاد۔ پس یہاں وسعت قلب میں تو

پہلے معنی مراد ہیں یعنی اُس کا محیط ہونا باعتبار علم وشہود کے اور وسعت رحمت میں دوسرے معنی مراد ہیں یعنی اُس کے آثار ایجاد وغیرہ کا پہنچنا اب اس کے اعتبار سے دونوں حکم صحیح ہوگئے چنانچہ قلب کا مشاہدہ اور علم جہاں ممکنات کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اسی طرح حضرت حق کے ساتھ بھی گو بالوجہ سہی تو یہ مطلب ہے قلب کے وسیع ہونے کا حضرت حق کو اسی طرح یہ بھی صحیح ہے کہ رحمت کا اثر ایجاد ذات حق پر نہیں کیونکہ حق تعالیٰ نے اپنے کو ایجاد نہیں کیا جس سے اُس کو مورد رحمت ومرحوم کہہ سکیں چنانچہ ظاہر ہے اور اگر دونوں جگہ معنی ثانی لئے جاویں تو حکم بالعکس ہوگا۔ چنانچہ آئندہ چل کر کہا ہے **فھی اوسع من القلب** یعنی حق تعالیٰ تو محیط ہے قلب کو کہ اُس کا موجد ہے اور قلب خود قلب کو محیط نہیں کیونکہ اپنا موجد نہیں۔

پس حق وسیع تر ہوا قلب سے اور اگر دونوں جگہ معنی اوّل لئے جاویں تو دونوں کی وسعت مساوی ہوگی چنانچہ **اوسع من القلب** کے بعد کہا ہے **او مساویة له فی السعة** جس کی شرح میں مولانا جامی لکھتے ہیں ''**واما اذا اعتبرت باعتبار العلم فھو (ای القلب) یسع نفسه ایضاً فتکون الرحمة مساویة فی السعة و الی ھذااشار بقوله او مساویة له الخ**'' پس شیخ کے مجموعہ کلام میں نظر کرنے سے خود اشکال رفع ہوجاتا ہے ورنہ اوّل کلام وآخر کلام میں تعارض لازم آتا ہے **ولا یصح عن عاقل ولو جاھلاً فکیف بالفاضل**۔

مقام عاشر

''**وھی تتمة لحفظ الحدود فی حقوق الجدود**'' فص لوطی میں ہے **فالرسول یحکم ما یوحی الیه به ما عنده غیر ذلک فان او حی الیه بالتصرف فیه بجزم تصرف و ان منع امتنع و ان خیر اختار ترک التصرف الا ان یکون ناقص المعرفة**'' یعنی رسول (باب تصرف میں) بالکل وحی کے موافق عمل کرتے ہیں اگر تصرف کے لئے جزم کے ساتھ وحی ہو تو تصرف

کرتے ہیں اور اگر منع کر دیا جاوے تو باز رہتے ہیں اور اگر اختیار دیا جاوے تو ترک تصرف کو اختیار کرتے ہیں لیکن جس کو اختیار دیا گیا ہے وہ اگر ناقص المعرفۃ ہو تو تصرف کو اختیار کر لیتا ہے۔ اعتراض اس عبارت کے اخیر میں پیغمبروں کی نسبت نقص معرفت کا احتمال نکالا جواب یہ ہے کہ مرجع ضمیر یکون کا رسول نہیں بلکہ مطلق مخیر چنانچہ اسی لئے میں نے ترجمہ میں ظاہر کر دیا ہے اور دلائل سے ثابت ہے کہ انبیاء کی معرفت کامل ہوتی ہے پس لامحالہ غیر نبی مراد ہوگا چنانچہ مولانا جامی نے یکون کا مرجع المخیر کو قرار دیا ہے اور بالی آفندی نے اس سے زیادہ تصریح کر دی ہے بقوله الاستثناء منقطعٌ ان یکون المخیر الخ۔

مقام حادی عشر

ملقب بالکلمة التامة فی النبوة العامة فص عزیری میں ہے واعلم ان الولایة هی الفلک المحیط العامّ ولهذا لم تنقطع ولها الانباء العام و اما نبوة التشریع والرسالة فمنقطعة و فی محمد صلی اللّٰه علیه وسلم فقد انقطعت فلا بنی بعده یعنی مشرعا او مشرعا له ولا رسول و هو المشرع و هذاالحدیث قصم ظهور اولیاء اللّٰه لانه یتضمن انقطاع ذوق العبودیة الکاملة التامة فلا ینطلق علیه اسمها الخاص بها فان العبد یریدان لا یشارک سیده وهو اللّٰه فی اسم واللّٰه لم یسم بنبی ولا رسول و یسمی بالولی واتصف بهذا الاسم فقال اللّٰه ولی الذین آمنوا وقال و هوالولی الحمید وهذاالاسم باق جار علی عباداللّٰه دنیا واخرة فلم یبق اسم یختص به العبد دون الحق بانقطاع النبوة والرسالة الا ان اللّٰه لطیف بعباده فابقی لهم النبوة العامة التی لا تشریع فیها اھ۔ اس عبارت میں نبوۃ کے بقاء کا حکم کر دیا جواب یہ ہے کہ شیخ اپنی اصطلاح میں مطلق اخبار عن العلوم کو نبوۃ عامۃ کہتے ہیں اور اس نبوت کے احکام مثل

نبوۃ مشہورہ کی نہیں حتیٰ کہ اُس کے علوم بھی قطعی نہیں ہوتے چنانچہ شیخ نے خود اس بحث کے اثناء میں اس تفاوت کی تصریح کردی بقولہ وھذاالحدیث (یعنی لا نبی بعدی) قصم ظھور اولیاء اللّٰہ لانہ یتضمن انقطاع ذوق العبودیۃ الکاملۃ التامۃ اھ۔ اس میں تصریح ہے کہ نبی ذوق عبودیت میں (کہ منتہی مقامات ولایت ہے) سب سے بڑھا ہوا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ جو شیخ کا قول مشہور ہے کہ رسول من حیث ہو ولی افضل ہے رسول من حیث ہو رسول سے چنانچہ اسی فص میں اس کی بھی تصریح ہے یہ علی الاطلاق نہیں ہے بعض علوم کے اعتبار سے ہے ورنہ نبی کی عبدیت جو افضل مقامات ولایت ہے اولیاء کے لئے موجب حسرت کیوں ہے جیسا کہ قصم ظہور سے معلوم ہوتا ہے۔

مقام ثانی عشر مع مقام ثالث عشر

ملقب بتدویر الفلک فی تطھیر الملک فص عیسوی میں ہے

فسرت الشھوت فی مریم فخلق جسم عیسیٰ من ماء محقق من مریم ومن ماء متوھم من جبرئیل سری فی رطوبۃ ذلک النفخ لان النفخ من الجسم الحیوانی رطب لما فیہ من رکز الماء الخ۔ اس عبارت میں حضرت مریم علیہا السلام کے لئے میلان الی الرجل المتمثل اور جبرئیل علیہ السلام کے لئے مادہ منویہ کا اثبات کیا ہے تو گویا دونوں کو میاں بی بی قرار دیا جس سے تنزہ قرآن سے ثابت ہے جواب یہ ہے کہ شہوۃ سے مراد رغبت اولاد کی ہے نہ کہ رغبت وقاع کی اور ماء سے مراد منی نہیں نفخ جبرئیل سے جو بھاپ نکلی اُس بھاپ کو پانی کہہ دیا اور اُس کے غیر محسوس ہونے کے سبب اُس کو متوہم کہہ دیا اور بھاپ کی حقیقت مسلم ہے کہ ایک رطوبت ہے مرکب اجزا صغار مائیہ وہوائیہ سے جب شہوت اور ماء کے وہ معنی ہی نہیں تو پھر جو اشکال اس پر مبنی تھا کہ دونوں کو میاں بی بی ٹھہرایا ہے قطع ہو گیا۔

(ف) شیخ کی بعض عبارات سے متوہم ہوتا ہے کہ یہ حضرات انبیاء علیہم السلام

کے ساتھ زیادہ متادب نہیں مگر فص عیسوی میں ایک عبارت سے بے حد ادب معلوم ہوتا ہے ''وھو قوله ثم قال متمما للجواب (ما قلت لهم الاما امرتنی به) فنفٰی اولا مشیرًا الی انه ما هو ثمه ثم اوجب القول ادبًا مع المستفهم ولو لم یفعل کذلک لاتصف بعدم علم الحقائق وحاشاه من ذلک اھ'' اس سے صاف معلوم ہوا کہ شیخ کا اعتقاد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام علم حقائق میں کامل ہوتے ہیں اسی طرح فص سلیمانی میں مفسرین کے ایک قول پر کلام کرنے کے ضمن میں فرمایا ہے ''وکلموا فی ذلک بما لا ینبغی مما لا یلیق بمعرفة سلیمان علیه السلام بربه الخ'' جس سے بے حد عظمت حضرات انبیاء علیہم السلام کی شیخ کے قلب میں معلوم ہوتی ہے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام یا حضرت نوح علیہ السلام کے باب میں جو کہا ہے سب ماؤل ہے۔

مقام ثالث عشر

نیز فص عیسوی میں ہے ''فما فضل الانسان غیره من الانواع العنصریة الا بکونه بشرا من طین فهوافضل نوع من کل ما خلق من العناصر من غیر مباشرة بالیدین فالانسان فی الرتبة فوق الملائکة الارضیة والسماویة والملائکة العالون خیر من هذاالنوع الانسانی بالنص الٰهیَ اور اس کے ذرا قبل کہا ہے وما فوق العناصر وما تولد عنها فهو ایضًا من صورة الطبیعة و هی الارواح العلویة التی فوق السّموات السبع واما ارواح السّموات السبع واعیانها فهیَ عنصریةٌ فانها من دخان العناصر المتولد عنها وما تکون عن کل سماءٍ من الملائکة فهو منها فهم عنصریون ومن فوقهم طبیعیون اور اس کے بعد کہا ہے فقال لمن ابٰی عن السجود له ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی استکبرت علی من هو مثلک یعنی عنصر یا ام کنت من العالین عن العنصر

والست کذلک ونعنی بالعالین من علا بذاته عن ان یکون فی نشأته النوریة عنصر یاوان کان طبیعًا'' اس میں تین شبہے ہوتے ہیں ایک یہ کہ بعض ملائکہ کو عنصری کہہ دیا حالانکہ ظاہراً حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نوری ہیں دوسرے یہ کہ عالین کو سجدۂ آدم سے مستثنیٰ کیا تیسرے یہ کہ بعض ملائکہ کو مطلقاً انسان سے افضل کہا جواب یہ ہے کہ بعض علماء اہل ظاہر تو بعض ملائکہ کے لئے توالد و تناسل تک ثابت کرتے ہیں جیسے تفاسیر میں منقول ہے تو شیخ کا قول اُس سے زیادہ بعید نہیں اور حدیث بعض ملائکہ پر محمول ہو سکتی ہے جیسے شیخ نے اُوپر کے قول میں کہا ہے علا بذاتہ عن ان یکون فی نشأتہ النوریہ عنصریا اور یا اُن عنصریات میں بھی غالب جزء نور ہی ہو وھو اقرب اور اس استثناء میں بعض علماء ظاہر بھی شریک ہیں چنانچہ مفسرین نے اس میں اختلاف نقل کیا ہے کہ مامور بالسجدہ کل ملائکہ تھے یا بعض اور آیات میں سے بعض جیسی اوّل میں ظاہر ہیں جیسے فسجد الملائکة کلهم اجمعون اسی طرح بعض ثانی میں ظاہر ہیں جیسے استکبرت ام کنت من العالین اور تفاضل کے مسئلہ کے ظنی ہونے کی خود علماء کلام نے تصریح کی ہے تو ممکن ہے کہ شیخ کا یہی مذہب ہو چنانچہ مولانا جامی رحمہ اللہ نے فتوحات سے شیخ کا ایک خواب نقل کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ الانسان افضل ام الملائکة آپ نے جواب دیا اما علمت ان اللّٰہ یقول من ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی و من ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملا خیر منهم عمم قال علیه السلام و کم ملأ ذکر اللّٰہ فیهم و انابین اظهرهم۔ شیخ کہتے ہیں ففرحت بذلک پھر شیخ کا کلام فضیلت جزئیہ پر بھی محمول ہو سکتا ہے یعنی نوری ہونے کے اعتبار سے ملائکہ عالیں فاضل ہوں بشر طینی سے اور جامعیت حقائق الٰہیہ وکونیہ کی وجہ سے نوع بشر افضل ہو نوع ملائکہ سے چنانچہ فص آدم میں خود شیخ نے بھی دعویٰ کیا ہے تو ایک ہی شخص کے کلام میں تعارض کو حتی الامکان دفع کیا جائے گا چنانچہ بالی آفندی نے بعد ایک کلام

طویل کے کہا ہے ''فالانسان من حیث حقیقته الجامعة لجمیع المراتب افضل من الموجودات العنصریة والطبعیة فکان الانسان افضل من الملائکة العالین من ذلک الوجه والعالون افضل من حیث انه لم یکن نشأتهم النوریة عنصریا والیه اشار بقوله و یعنی بالعالین والمراد بالخیریة بالنص هی هذه الخیریة لاالخیریة من کل الوجوه''

(ف) یہ ملائکہ عالین مہیمیہ بھی کہلاتے ہیں باب تفعیل سے مادہ ہیمان سے بوجہ اس کے کہ یادالٰہی میں سرگرداں ومشغول ہیں تدبیر عالم سے اُن کو کچھ سروکار نہیں۔واللہ اعلم

مقام رابع عشر

ملقب بالقول الانفع فی تحقیق امکان الابدع فص ایوبی میں ہے فلیس فی الامکان ابدع من هذاالعالم اس میں تحدید ہے حق تعالیٰ کی قدرت کی کہ اس عالم سے بدیع تر ممتنع ہے اور ممتنع محل قدرت نہیں ہوتا جواب یہ ہے کہ اس کا سیاق وسباق خود اس کا مفسر ہے چنانچہ سباق کا خلاصہ مولانا جامی رحمہ اللہ نے اس طرح لکھا ہے ''واذا کان هویته تعالیٰ هویة العالم و ترجع جمیع امور العالم الیه فلیس فی الامکان الخ ''اور سیاق خود متصلا متن ہی میں مذکور ہے یعنی لانه علی صورة الرحمٰن اوجده الله تعالیٰ الخ ۔پس یہ تعلیل سابق ولا حق کہ دونوں کا حاصل ایک ہی ہے اس قول کی خود شرح کررہی ہے مطلب یہ کہ عالم امکان کے وجود کے طرق محتملہ بہت سے ہیں بعض تو وہ ہیں جن سے ظہور حق تعالیٰ کا تام نہ ہوتا مثلاً صرف ایسے ممکنات واقع ہوتے جن سے بعض صفات کا ظہور ہوتا اور بعض کا نہ ہوتا یا سب کا ہوتا مگر تام نہ ہوتا جیسا فص آدم میں کہا ہے کہ قبل تخلیق انسان کے ظہور تام نہ تھا انسان سے ظہور تام ہوا اور بعض وہ ہیں جن سے ظہور تام ہو خواہ وہ یہی مجموعہ ہو جواب ہے یا دوسرا مجموعہ ہو جو اس صفت میں اسی مجموعہ کا مشارک ہو کہ حق تعالیٰ کا مظہر اتم ہے پس وہ مجموعہ بھی اگرچہ واقع نہیں ہوا اور اُس پر ہذا العالم

ظاہراً صادق نہیں آتا۔ مگر حکماء وہ بھی ہذا العالم میں داخل ہے پس معنی کلام کے یہ ہوئے کہ عالم امکان کی کوئی ہیئت وقوع منجملہ ہیئات محتملہ کے اس ہیئت سے زیادہ بدیع نہیں جو کہ حق تعالیٰ کا مظہر اتم ہو اور اس میں کوئی خفا نہیں۔

پس لیس فی الامکان کے معنی امکان کی نفی نہیں بلکہ وقوع کی نفی ہے اور اُمکان سے مراد مقدور یہ نہیں بلکہ خود مقدور ہے بمعنی ممکن یعنی عالم ممکنات میں کوئی مجموعہ ایسے مجموعہ سے بدیع تر جو کہ مظہر اتم حق کا ہو واقع نہیں اور امام غزالی رحمہ اللہ پر بھی اُن کے ایک ایسے ہی قول سے اعتراض کیا گیا ہے۔ احقر نے اُس کا جواب اپنی بعض تحریرات میں دیا ہے جو اس وقت مستحضر نہیں اگر کسی کی نظر پڑ جاوے اس مقام کے حاشیہ میں ملحق کر دے۔ ﴿وہ جواب بعد میں مل گیا جو ذیل میں منقول ہے سوال امام غزالی علیہ الرحمۃ افعال کے باب میں لکھتے ہیں کہ جیسا عالم پیارا ہوا اس سے بہتر غیر ممکن ہے کیونکہ باوجود امکان کے اگر نہ پیدا کرے تو عجز لازم آوے یا بُخل اور یہ دونوں اس کے لئے محال ہیں اس مضمون کا مطلب تحریر فرمایئے تاکہ موافق اہل سنت کے عقیدہ کے سمجھ میں آجائے۔ (الجواب) یہ تقریر قدیماً وحدیثاً لوگوں پر مشکل ہوئی میں بتوفیقہ تعالیٰ کہتا ہوں کہ یہ نفی امکان کی باعتبار قدرت خالق تعالیٰ کے نہیں بلکہ باعتبار حالت مخلوق کی ہے کہ اس عالم کے مجموعی مصالح باعتبار اس کی استعداد خاصہ کے اس ہیئت موجودہ ونظام خاص پر موقوف ہے اس معنی خاص کے افادہ کے لئے اس سے بہتر نظام ممکن نہیں پس رعایۃ المصالح الخاص باعتبار الاستعداد الخاص ملزوم ہے اور ہیئت اور نظام خاص لازم اور انفکاک لازم کا اس سے غیر ممکن اس مسئلے کی تعبیر اس طور سے کی گئی کہ اس سے بہتر غیر ممکن ہے باقی خود استعداد خاص کا جو کہ مقصد ہے ملزوم کی اور شرط ہے لزوم کی بدل دینا یہ ممکن اور مقدور ہے اور اس طور پر رعایت مذکورہ وہیئت موجودہ میں انفکاک ممکن ہے اور شان ہے کل لوازم وملزوم وذوات وذاتیات کی جیسے انسان کہ ناطق اس کا ذاتی وضاحک القوہ مثلاً اس کا کلام ہے اور انسان سے ممتنع الانفکاک لیکن وہ انسان ہی کا انتفاء اور اُس کے واسطہ سے ناطق اور ضاحک کا انتفاء یہ ممکن ہے اور امر نہایت ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محرم ۱۳۴۳ھ﴾ اور اگر

امکان ہی کی نفی مراد لے لی جاوے تب بھی امتناع بالغیر پر محمول کرلیا جاوے گا اور معنی یہ ہیں کہ چونکہ ایک وقت خاص میں اس عالم کا وقوع اور دوسرے عالم کا عدم وقوع علم الٰہی میں مقدر تھا اور خلاف معلوم کا وقوع ممتنع ہے اس لئے اُس وقت خاص میں اُس عالم کا وقوع واجب بالغیر اور دوسرے عالم کا وقوع ممتنع بالغیر تھا رہا یہ کہ اس حکم میں ابدع کی کیا تخصیص ہے غیر ابدع کا وقوع بھی ایسا ہی ممتنع ہے جواب یہ ہے کہ غیر ابدع کے وقوع کا تو مقتضی ہی نہیں اس لئے اُس کا امتناع ظاہر ہے کہ مقتضی معدوم اور مانع موجود بخلاف ابدع کے کہ اُس کا ابدع ہونا مقتضے ہوسکتا تھا وقوع کو اس لئے اس کی نفی کردی یعنی باوجود ابدع ہونے کے یہی وہ ممتنع ہے۔ واللہ اعلم

مقام خامس عشر

تتمه حفظ الحدود فص ایوبی میں ہے ثم کان لایوب علیه السّلام ذلک الماء شرابا لازالة الم العطش الذی هو من النصب والعذاب الذی مسّه به الشیطان ای البعد عن الحقائق ان یدرکها علی ما هی علیه فیکون بادراکها فی محل القرب اه قال الجامی رحمه الله فسر الشیطان بالبعد علی لسان الاشارة لانه من شطن ذا بعد علی رائ اھ اس عبارت میں ایوب علیہ السلام کو حقائق سے بعید اور ناواقف بتلایا جو شان نبوت سے بعید ہے۔ جواب یہ ہے کہ حقائق سے مراد کل حقائق نہیں بلکہ بعض حقائق تھے جو اُس وقت غیر معلوم تھے کیونکہ حقائق انبیاء علیہم السلام کو تدریجاً حاصل ہوتے ہیں۔ "کما قال تعالٰی فی حق صفیه صلی الله علیه وسلم ما کنت تدری مالکتاب ولاالایمان ولکن جعلناه نورا الخ وقال تعالٰی و علمک ما لم تکن تعلم وقال تعالٰی و قل رّب زدنی علمًا" تو اگر حقائق غائبہ کے اعتبار سے یہ حکم کردیا جاوے تو اس میں اعتراض کی کیا بات ہے۔

مقام سادس عشر

تتمہ حفظ الحدود فص یحییٰ میں ایک مضمون طویل کے ضمن میں یہ عبارت ہے:

فسلام الحق علی یحی من هذا الوجه ارفع للالتباس الواقع فی العناية الالٰهية به من سلام عیسے علٰی نفسه و ان کانت قرائن الاحوال تدل علی قربه من اللّٰه فی ذٰلک و صدقه اذ نطق فی معرض الدلالة علٰی براء ة امه فی المهد فهو احدالشاهدین والشاهد الأخر هو الجذع الیابس فسقط رطبا جنیئا من غیر فحل ولا تذکیر کما ولدت مریم عیسی من غیر فحلٍ ولا ذکر ولا جماع عرفیٍ معتاد لو قال بنی اٰیتی ومعجزتی ان ینطق هذاالحائط فنطق الحائط وقال فی نطقه تکذب ما انت رسول اللّٰه بصحّت الأیة وثبت بها انه رسول اللّٰه ولم یلتفت الٰی ما نطق به الحائط فلما دخل هذاالاحتمال فی کلام عیسی باشارة امه الیه وهو فی المهد کان سلام اللّٰه علی یحیی ارفع من هذا الوجه۔ اس میں انہوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بدون نص صریح کی ترجیح دی اوّل تو رائے سے نفس ترجیح ہی جائز نہیں پھر خصوصاً اولوالعزم پر ترجیح مولانا جامی رحمہ اللہ نے شرح میں جواب دیا ہے "ولا یخفے الفطن ان مقصود الشیخ من هذه الکلمات لیس تفضیل یحیی علے عیسی علیهما السّلام کما توهمه بعض القاصرین بل ترجیح ما وقع فی شان یحی علٰی ما وقع فی شان عیسٰی علیهما السلام من حیث التفصیص علے مقصود واین احدهما عن الأخر فکانه نظر الٰی امثال هذه التوهمات فقال فتحقق مااشرنا الیه تهتد الی فهم المراد واللّٰه الموفق للسدادوللرشاد"

مقام سابع عشر

تتمہ حفظ الحدود فص الیاسی میں ہے الیاس ھو ادریس کان نبیا قبل نوحٍ ورفعه الله مکانًا علیًا فھو فی قلب الافلاک ساکن و ھو فلک الشمس ثم بعث الٰی قریة بعلبلک وبعل اسم صنم وبک ھو سلطان تلک القریة وکان ھذاالصنم المسمٰی بعلا مخصوصاً بالملک وکان الیاس الذی ھو ادریس قد مثل له انفلاق الجبل المسمی لبنان من اللبانة و ھی الحاجة عن فرس من نارٍ وجمیع الأنه من نار فلما راہ رکب علیه فسقطت عند الشھوة وکان بمقابلا شھوة فلم یبق له تعلقٌ بما یتعلق به الاغراض النفسیة فکان الحق فیه منزهًا فکان علی النصب من المعرفة باللّٰہ اس میں چند سوال ہیں۔

سوال اَوّل

انہوں نے دوشخصوں کوایک کہہ دیا۔(جواب) بعض مفسرین بھی اس طرف گئے ہیں چنانچہ شارح بالی آفندی نے نقل کیا ہے قال المفسرون و ھو الیاس بن یاسین سبط ھٰرون اخی موسی بعث بعده و قیل ھوادریس و کشف الشیخ وافق الاخیر اھ۔صرف اتنا فرق ہے کہ یہ علماء ظاہر صرف تعدد اسم کے قائل ہوئے ہیں اور شیخ تعدد بعثت بزمانین مختلفین کے قائل ہیں جیسے عیسٰی علیہ السلام آسمان پر اُٹھالئے گئے اور پھر نزول فرمائیں گے۔

سوال ثانی

اگر یہ دونوں ایک ہیں تو ان کے لئے ایک ہی فص کافی تھا جُدا جُدا کیا ضرور تھا اس کا جواب مولانا جامی رحمہ اللہ نے دیا ہے فلنا له حکم قدسیة متعلقة بتقدیس الحق حین کان یسمے بادریس قبل عروجه الی السّماء و حکما بناصیه بعد نزوله

معنا فعقد له بکل اعتبار فص و نسب حکمة فی کل فص باسم

سوال ثالث

شیخ کی بعض کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ ادریس والیاس جُدا جدا ہیں چنانچہ اُنہوں نے کہا ہے کہ بدن عنصری سے دو نبی آسمان میں موجود ہیں ادریس و عیسیٰ علیہم السلام اور دو زمین میں خضر اور الیاس۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ تعدد بناء علی المشہور ہے اور اتحاد بناء علی غیر المشہور ہے کذا قال الجامی۔

سوال رابع

ان کی معرفت کو ناقص بتلایا۔ جواب: یعنی قبل تکمیل ایسی تھی نہ کہ بعد تکمیل۔

سوال خامس

شیخ نے فص ادریسی میں کہا ہے "وھو فلک الشمس و فیه مقام روحانیة ادریس علیه السلام" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ساکن فی الفلک صرف رُوح تھی نہ کہ بدن عنصری پھر وہی روح بدالیاسی سے متعلق ہوئی یہ تو تناسخ ہوا۔

جواب: آسمان پر مع بدن سکونت تھی اور نزول الیاسی بھی مع بدن ہوا جیسے عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہے مگر اُس بدن پر ملکوت میں رہنے سے رُوحانیت کا غلبہ ہو گیا اس لئے اُس کو روحانیة سے تعبیر کر دیا اور اگر دونوں بدن جدا جدا بھی مان لئے جاویں تب بھی تناسخ نہیں کیونکہ تناسخ میں رُوح پہلے تعلق کو بالکل چھوڑ دیتی ہے اور یہاں روح کا تعلق ملکوت سے باقی ہے پس اس کو بروز یا تمثل کہیں گے دوسرے تناسخ وہ باطل ہے جو مجاداۃ کے لئے ہو۔ (ف) شیخ کا فلک شمس کو وسط الافلاک میں کہنا غالباً بناء علی الشھرۃ ہے ورنہ اس کی کوئی دلیل صحیح نہیں اگر کشف ہو تو مجھ کو خبر نہیں۔

مقام ثامن عشر

تتمه حفظ الحدود "فص ہارونی" میں ہے "وسبب ذٰلک و ای

سبب ما وقع من موسٰی من الغضب واخذ اللحیة والراس عدم التثبت من موسی فی النظر الخ ''اس میں موسیٰ علیہ السلام پر عدم تحقیق کا حکم کیا جو شانِ نبوت کے بالکل خلاف ہے جواب یہ ہے کہ مطلقاً عدم تثبت شان نبوت کے خلاف نہیں خلاف وہ ہے جہاں قصد بھی تثبت کا نہ ہو اور جہاں قصد ہو مگر وہاں تک نظر نہ پہنچے وہ شانِ نبوت کے خلاف نہیں۔

مقام تاسع عشر

تتمه حفظ الحدود اور اسی فص میں ہے ''فکان عتب موسٰی اخاہ ھٰرون لماوقع الامر فی انکارہ و عدم اتساعه فان العارف من یری الحق فی کل شیء''اس سے معلوم ہوا کہ سبب عتاب کا گوسالہ پرستی پر ہارون علیہ السلام کا انکار کرنا تھا جواب یہ ہے کہ انکار کی دو قسم ہے ایک وہ انکار جس کا سبب اسے ذہول ہو یری الحق فی کل شیء دوسرا وہ انکار جس کا سبب یہ ہو کہ ان عابدین کے اس فعل میں اس سے ذہول ہے کہ یری الحق فی کل شیء پس انکار جو واقع ہوا تھا تو وہ قسم ثانی تھا اور موسیٰ علیہ السلام سمجھے کہ قسم اوّل ہے اخذت ھذاالجواب من خزائن اسرار الکلم حامش قوله فان العارف الخ یہ تو توجیہ ہے کلام شیخ کی باقی یہ دعویٰ کہ عتاب کا سبب یہ تھا بالکل بلا دلیل ہے بلکہ غلط محض ہے۔

مقام عشرین

ملقب بنعم العون فی تحقیق توبة فرعون ''فص موسوی'' ہے فقالت لفرعون وکانت منطقة بالنطق الالٰهی کما قال قبیل ھذا) فی حق موسٰی انه قرة عین لی ولک فیه قرة عینها بالکمال الذی حصل لها کما قلنا وکان قرة عین لفرعون بالایمان الذی اعطاہ اللّٰه عند الغرق فقبضه طاھراو مطھر الیس فیه شئ من الخبث لانه قبضه عند

ایمانه قبل ان یکتسب شیئا من الاثام والاسلام یجب ما قبله وجعله اٰیة علی عنایة سبحانه من شاء حتی لا ییأس احد من رّحمة اللّٰه فانه لا ییأس من رّوح اللّٰه الا القوم الکفرون فلو کان فرعون ممن ییاس ما بادرالی الایمان اوراسی فص میں ہے واما قوله (فلم یک ینفعهم ایمانهم لما رؤابأسنا سنة اللّٰه التی قد خلت فی عباده الا قوم یونس فلم یدل ذلک علی انه لا ینفعهم فی الاخرة بقوله فی الاستثناء الا قوم یونس فارادان ذلک لا یرفع عنهم الاخذ فی الدنیا فلذلک اخذ فرعون مع وجود الایمان منه هذا ان کان امره امر من تیقن بالانتقال فی تلک الساعة و قرینة الحال تعطی انه ما کان علی یقین من الانتقال لانه عاین المؤمنین یمشون فی طریق الیبس الذی ظهر یضرب موسیٰ بعصاه البحر فلم یتیقن فرعون بالهلاک اذا اٰمن بخلاف المحتضر حتی لا یلحق به فاٰمن (بالذی آمنت به بنو اسرائیل) علی التیقن بالنجاة فکان کما تیقن لکن علیٰ غیر الصورة التی اراد فنجاه اللّٰه من عذاب الاٰخرة فی نفسه و نجا بدنه کما قال تعالیٰ (فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک اٰیة لانه لو غاب بصورته ربما قال قومه احتجب فظهر بالصورة المعهودة میتا لیعلم انه هو فقد عمته النجاة حسًّا و معنی و من حقت علیه کلمة العذاب الاخراوی لا یؤمن (ولوجاء تهم کل آیة حتی یرواالعذاب الالیم) ای یذوقوا العذاب الاخراوی فخرج فرعون من هذا الصنف هذا هوالظاهر الذی ورد به القران ثم ان القول بعد ذلک والامر فیه الی اللّٰه لما استقرفی نفوس عامة الخلق من شقائه وما لهم نص فی ذلک یستندون الیه واما آله فلهم حکم اخر لیس هذا موضع ذکره اھ۔ ان عبارات میں شیخؒ نے صحت

ایمان فرعون پر کئی دلیلیں قائم کی ہیں۔

(۱) اوّل حضرت آسیہ کا یہ کہنا قرۃ عین لی ولک اور وہ کامل ہونے کے سبب ناطق بحق تھیں تو ضرور موسیٰ علیہ السلام سے فرعون کو قرۃ عین حاصل ہونا چاہئے اور وہ صحت ایمان ہے اس پر یہ خدشہ ہے کہ اس حصر کی کیا دلیل ممکن ہے کہ یہ قرۃ عین طبعی ہو جیسے بچے والدین کے قرۃ عین ہوتے ہیں چنانچہ بچپن میں فرعون کے لئے وہ قرۃ عین ہے۔

(۲) دوسری دلیل ''لانه قبضه الله عند ایمانه الخ'' اس پر یہ شبہ ہے کہ اس سے وجود ایمان کا ثابت ہوتا ہے نہ کہ قبول ایمان کا اور وجود مستلزم قبول نہیں ورنہ ان آیات کے کچھ معنی نہ ہوتے ''لا ینفع نفسا ایمانها فلم یک ینفعهم ایمانهم لما راوا باسنا'' جب دلیل مخدوش ہے تو یہ دعویٰ قبضه الله طاهرا مطهرا جو اس پر مبنی تھا وہ بھی غیر صحیح ہے۔

(۳) تیسری دلیل وجعله اية الخ حق تعالیٰ کی عنایتوں کی بہت دلیلیں ہیں خاص اس واقعہ کا آیت عنایت ہونا کیسے ثابت ہوا۔

(۴) چوتھی دلیل ''فلو کان فرعون ممن ییأس الخ'' اس پر یہ خدشہ ہے کہ اس کی رجاء سے اُس رجاء کی صحت وتاثیر کیسے ثابت ہوئی جیسے طلوع الشمس من مغربها کے وقت سب ایمان لاویں گے اور ظاہر ہے کہ جو شخص ایمان لاتا ہے رجا ہی سے ایمان لاتا ہے مگر پھر غیر مقبول ہوگا۔

(۵) پانچویں دلیل ''وقرینة الحال تعطی انه ما کان علی الیقین بالانتقال الخ'' اس پر یہ شبہ ہے کہ اول تو اس میں کلام ہے کہ اُس کو یقین ہلاک کا ہوا یا نہیں دوسرے ممکن ہے کہ اُس کو آخرت منکشف ہوگئی ہو اور اس کا انکشاف مانع ہے قبول ایمان سے اور '' فلم یک ینفعهم ایمانهم لما رواباسنا'' کے یہی معنی ہیں تو اس میں اور محتضر میں کچھ فرق نہ ہوگا۔

(۶) چھٹی دلیل: ”ومن حقت علیه کلمة العذاب الخ “اس پر یہ شبہ ہے کہ ایمان سے مراد ایمان نافع اختیاری ہے نہ کہ غیر نافع واضطراری۔

(۷) ساتویں دلیل: جو فتوحات کے باب سابع وستین مائۃ میں نقل کی ہے ”حاصله ان الله تعالٰی کان علم انه قد طبع علی کل قلب مظهر للجبروت والکبریاء و ان فرعون اَذل اذلاء امة موسٰی و هارون علیهما السلام ان یعاملاه بالرحمة واللین لمناسبة باطنة واستنزال ظاهره من جبروته و کبریائه فقال سبحانه فقولا له قولا لینا لعله یتذکر او یخشی ولعل و عسی من الله تعالٰی واجبتان“ اس پر یہ شبہ ہے کہ لعل و عسی کا وقوع کے لئے ہونا مجاز ہے جس کو تعذر حقیقت یعنی توقع کے وقت مراد لیا جاتا ہے اور یہاں حقیقت صحیح ہے باعتبار علم موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے۔ غرض شیخ کے دلائل سب مخدوش ہیں اور اس کے خلاف پر دلائل قویہ قائم ہیں جن میں تاویل مشکل ہے۔ مثلاً قولہ تعالٰی ”وعادا و ثمود و قد تبین لکم من مساکنهم و زین لهم الشیطان اعمالهم فصدهم عن السبیل و کانوا مستبصرین وقارون و فرعون و هامان ولقد جاء هم موسٰی بالبینات فاستکبروا فی الارض وما کانوا سابقین فکلا اخذنا بذنبه فمنهم من ارسلنا علیه حاصبا و منهم من اخذته الصیحة و منهم من خسفنا به الارض و منهم من اغرقنا وما کان الله لیظلمهم ولکن کانوا انفسهم یظلمون“ وجہ استدلال روح المعانی میں اس طرح ہے اور ظاہر ہے ”فانه ظاهر فی استمرار فرعون علی الکفر والمعاصی الموجبة لما حل به کما یدل علیه التعبیر یکان والفعل المضارع ومع الایمان لاستمرار علٰی ان نظمه (هذااستدلال اٰخر) فی سلک من ذکر معه ظاهرا ایضاً فی المدعی و مثلا قوله تعالٰی فی جواب قوله اٰمنت الخ الان و قد عصیت وجه

الاستدلال انه ردلایمانه لانه عتاب محض علی تقصیره و تفریطه فی الزمان الطویل و تدارکه فی الزمان القصیر کما ذهب الیه بعض الناصرین لا بانه ما فی روح المعانی و من وقع له الرضا لا یخاطب بمثل ذلک الخطاب کما لا یخفے علی من له وقوف علی اسالیب کلام العرب و محاوراتهم وایضاً کیف یخاطب من محاالایمان عصیانه وافساده بماهو ظاهر فی الذنب المحض والتقریع الصرف وللتوبیخ البحت فماذلک الا لاقامة اعظم نوامیس الغضب علیه و تذکیره بقبائحه التی قدمها و اعلامه باتها هی التی منعته عند النطق بالایمان الی حیث لا ینفعه ومثلا قوله تعالیٰ کذبت قبلهم قوم نوح و اصحاب الرس و ثمود و عاد و فرعون و اخوان لوط وو اصحاب الایکة وقوم تبع کل کذب الرسل فحق و عید "اوراسی قسم کی ایک آیت سورۃ "ص" میں ہے "و مثلا قوله علیه السلام فی الحدیث الصحیح فی من لم یحافظ علی الصلوٰة وکان یوم القیٰمة مع قارون و فرعون و هامان الحدیث رواه احمد والدارمی والبیهقے فی شعب الایمان (کذا فی المشکوٰة" اورمثلاً اجماع اُمت کا کہ شیخ کے قبل کسی نے اس کا دعویٰ نہیں کیا اگر یہ کسی ضعیف درجہ میں بھی محتمل قرآنی ہوتا تو کوئی تو اس طرف جاتا پھر شیخ نے خود فتوحات میں جمہور کی موافقت کی ہے چنانچہ "روح المعانی" میں باب ثانی و ستین سے نقل کیا ہے "ان الذین خذلهم اللّٰه تعالیٰ من العباد جعلهم طائفتین الی ان قال وقسم الطائفة الأخرة الی قسمین الی ان قال قسم أخرا بقاهم فی النار الی ان قال وهم علی اربعة طوائف کلهم فی النار لا یخرجون منها الطائفة الاولی المتکبرون علی اللّٰه تعالیٰ کفرعون واشباهه ممن ادعی الربوبیة لنفسه الخ "اب اس کی تحقیق باقی رہی کہ شیخ کو

اس کے قائل ہونے پر کون اَمر باعث ہوا اور یہ کہ اس کے قائل ہونے سے شیخ پر کیا حکم جاوے گا تیسرے یہ کہ اب اگر کوئی قائل ہو تو اُس کا کیا حکم ہے۔ سو اَمر اوّل کے متعلق یہ تحقیق ہے کہ گو بعض لوگ اس کے قائل ہیں کہ یہ اُن کا کشف ہے لیکن ان کے کلام میں نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے نظر و استدلال سے کہا ہے اَمر ثانی چونکہ وہ درجہ اجتہاد تک پہنچے ہوئے ہیں اور کتاب اللہ سے استناد کرتے ہیں گو استناد ضعیف بلکہ غلط سہی اور نصوص معارضہ میں تاویل کرتے ہیں اور خود اپنی دلیل کو بھی اور دوسرے کی ادلہ کو بھی ظاہر غیر نص بتلاتے ہیں اور مسئلہ ضروریات دین سے نہیں ہے پھر شیخ اُس کا بھی جزم نہیں کرتے بلکہ تصریحاً یہ بھی فرماتے ہیں والامر فیه الی اللّٰه جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ متردد و متوقف ہیں اس لئے ایسی اجتہادی غلطی پر شیخ کی تضلیل و تکفیر جائز نہیں ہاں تخطیہ واجب ہے، جیسا روح المعانی میں ہے "وانکار بعض المنکرین له فیه ضلال واضلال و ظلم عظیم موجب للنکال فان له قدس سره فی ذلک مستند الغیره المقابل له و ان اختلفا فی القوة والضعف علیٰ ان الوقوف علی حقیقة هذه المسئلة لیس مما کلفنا به فلا یضر الجهل بها فی الدین اھ" اگر کسی کو شبہ ہو کہ فقبضه طاہراً مطہراً تو صیغہ جزم کا ہے جواب یہ ہے کہ اگر آخر کلام میں یہ جملہ نہ ہوتا کہ هذا هو الظاهر الذی و رد به القران اور یہ نہ ہوتا مالهم نص فی ذلک اور یہ نہ ہوتا والامر فیه الی اللہ تو بے شک ظاہر اس کا جزم تھا مگر اب ان قرائن سے اُس جملہ کو مقید کیا جاوے گا قید ظاہراً کے ساتھ چنانچہ بالی آفندی نے کہا "فتبین آخر الکلام ما هو المراد من قوله فقبضه اللّٰه طاهر امطهرا وهو الجواز لا الصحة ای فجاز ان یقبضه اللّٰه طاهرًا مطهرًا اھ" اور سب سے اچھی وجہ تطبیق ان کے دو متعارض کلاموں میں یہی معلوم ہوتی ہے کہ حکم بالتابید کو اصل قول کہا جاوے اور حکم بالنجات کو محتمل قرار دیا جاوے اور جب شیخ اس دعویٰ پر زور نہیں دیتے تو

پھر اُن پر تشنیع میں زور دینا بالکل تدین وانصاف کے خلاف ہے ''قال الجامی ثم ان هذاالکلام کان مما تفرد به الشیخ رحمة الله علیه بین ائمة الاسلام مع رسوخ اعتقاد کفر فرعون وعناده فی النفوس شنع علیه القاصرون وبالغوا فی انکاره فلا حاجة الی تلک المبالغة فانه لا مبالغة له فی ذلک کما یقول فی اخر هذاالفص هذا هو الظاهر الی قوله یستندون الیه (وقدمر) اھ'' رہا اَمر ثالث تو جب حقیقت مسئلہ کی معلوم ہوگئی اور اب کوئی مجتہد بھی نہیں اس لئے اگر اب کوئی اس کا قائل ہواُس کو گمراہ کہا جاوے گا خصوص جب کہ شیخ کی طرف منسوب ہونے میں بھی کلام ہے اور اگر نسبت ثابت بھی ہو تو اُن کا کشف ونظر دلائل صریحہ وصحیحہ کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں'' کما قال بالی افندی فظهر لک ان ما یقوله الناس فی هذه المسئلة فی حق الشیخ افتراء منهم علیه و محل غلط العامة ینشأ من کلام الشارحین الذین لم یصلوا بروحانیة الشیخ و بینوا کلامه علی خلاف مراده وقال وما علم هذا الشارح (ای داوٗد القیصری القائل یکون ایمانه صحیحًا) مراد المصنف فغلط و من غلطه غلط بعض الناس حتی اکثرالصوفیة فی زماننا فشاع هذاالمعنے فیما بینهم فاشتهر فزعموا ان الشیخ قد ذهب الی ان فرعون من اهل الاسلام و هو برئ من زعمهم هذا والمقصود ان اللّٰه قد تجلی لاهل اللّٰه برحمته فانکشف لهم جواز الرحمة فی حق فرعون فی وجوه الأیات واشاراتها التی لا تنکشف للعلماء اھ۔قلت کما غلب تجلی الرحمة علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی قصة الصلوة علیٰ ابن ابی مالم یغلب علی عمر رضی الله عنهما ولذازاحمه وما زال صلی اللّٰه علیه وسلم یدافع مزاحماته بما فیه بعد من مدلول النص وما ذلک

اما لغلبة الرحمة و کما ذهب بعض العلماء الٰی ایمان ابویه صلی اللّٰه علیه وسلم بل الی ایمان ابی طالب و کل ذلک من غلبة الرحمه ثم قال شارحًا لقوله هذا هو الظاهر الذی ورد به القران ای یدل علیه ظاهر القران الذی یجب العمل به اذا لم یعارضه النص اوالاجماع فلما زعم من لا یفهم کلامه انه قد جعل فرعون الذی قد ثبت شقاء ه بحجة قاطعة شرعیة من المؤمنین فظن السوء فی حقه اراد دفع ذلک الظن الفاسد فی حقه فقال ثم انا نقول والامر فیه الی اللّٰه فعدل عن الظاهر الذی ذکره واورده دلیلا علی ایمان فرعون الی التوقف لمعارضة الاجماع و بین سبب عدوله لما استقر فی نفوس عامة الخلق و هم الفرق الاسلامیة کلها بل الکفرة ایضاً من شقائه اھ۔ و فی روح المعانی فالذی ینبغی ان یعول علیه ماذهب الیه اولا و قد قالوااذا اختلف کلام امام یوخذ منه بما یوافق الادلة الظاهرة علی انه لو لم یکن له قدس سره الاالقول بقبول ایمانه لایلزمنا اتباعه فی ذلک والاخذ به لمخالفته مادل علیه الکتاب والسنة و شهدت به ائمه الصحابة والتابعین فمن بعدهم من المجتهدین وکان الشیخ قدس سره قال ذلک من طریق النظر والنظر یخطیٔ و یصیب علی انه لو کان قال ذلک من طریق الکشف الا انه ابدی الاستدلال تفهیمًا وارشادا الی ان فهمه لم یخالف ما یدل علیه الکتاب لم یلزمنا ایضاً تقلیده اھ۔مخلصاً"

خلاصہ مقام کا یہ ہوا کہ مسئلہ بالکل غلط جس کا قائل ہونا کسی کو جائز نہیں لیکن چونکہ یہ غلطی شیخ کی اجتہادی ہے اس لئے اُن پر تشنیع بھی جائز نہیں۔فقط۔

"قَدْ تَمَّتْ رَسَالة الحل القوم لعقد فصُوص الحکم"

لمنتصف العشرة الآخرة من رمضان ۱۳۳۸ھ۔

تربیتُ السّالک

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ، راس المفسرین مقدام الراسخین، صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

آئندہ صفحات میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بعض نادر رسائل دیئے جا رہے ہیں جو تصوف وطریقت کے متعلق اہم سوالوں کے جوابات میں تحریر فرمائے گئے تھے۔ یہ رسائل نادرہ حقیقت میں تو ''تربیت السالک'' ہی کے اجزاء بننے کے قابل ہیں اور ان رسائل کے مآخذ ماہنامہ النور میں بھی ''تربیت السالک'' ہی کے بڑے عنوان کے تحت دیئے گئے ہیں۔ اللہ کرے ''تربیت السالک'' کی آئندہ اشاعت میں یہ رسائل بھی شامل کر لیے جائیں تو سالکین طریقت کے لیے نہایت نافع ذخیرہ ہاتھ آ جائے گا۔ (مرتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تربیت السالک

(سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ النور بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ)

سلوۃ الکئیب بخلوۃ الحبیب

حال: حضرت مخدوم ومحترم ادام اللہ فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ عریضہ بہت ضیق و پریشانی کے حال میں لکھ رہا ہوں۔ حضرت کے لئے کوئی بات باعث تکلیف ہو تو معافی کا خواستگار ہوں۔ کچھ اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ عجیب معاملہ ہے۔ جب تک دین سے بعد تھا دنیا کے معاملات میں دشواریاں کم پیش آتی تھیں۔ مشکل سے مشکل کام بھی نہیں رُکتے تھے اپنے پرائے سب دوست معلوم ہوتے تھے سختی بھی کرتا تھا تو گوارا کرتے تھے۔ لیکن جیسا جیسا بظاہر کچھ دین کا خیال پیدا ہوا دنیا کے معاملات کچھ بگڑتے ہی جارہے ہیں۔ خصوصاً اِدھر دو تین سال سے جس قدر اپنی طبیعت کے دیکھتے اپنے اندر نرمی تحمل اور لوگوں کے ساتھ ہر طرح کی رعایت پا رہا ہوں اُسی قدر لوگ دشمن و بدمعاملہ ہوتے جارہے ہیں۔ جس سے سابقہ ہوتا ہے نقصان و اذیت ہی کا درپے نظر آتا ہے۔ اس دو سال کے عرصہ میں کئی ہزار کا مالی نقصان بھی پہنچ چکا ہے اور پہنچانے والے میری خاموشی پر بھی دشمن ہی ہیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ ان باتوں کا قلب پر زیادہ دیر اثر نہیں رہتا نہ روپیہ پیسہ کے نقصان کا زیادہ افسوس ہوتا ہے بلکہ روپیہ تو چونکہ میرے لئے راحت کی جگہ اذیت ہی کا سامان بنتا جا

رہا ہے اس لئے بال بچوں کا خیال نہ ہو تو جو کچھ رہ گیا ہے اس کو لٹا دینے میں زیادہ عافیت محسوس کرتا ہوں۔ البتہ دو باتوں سے بہت عاجز ہو رہا ہوں ایک تو نوکروں چاکروں کی دقت سے۔ اور دوسرے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں اور کس طرح رہوں جو کچھ راحت قلب ملے۔ نوکر اندر باہر 4، 5 رہا کرتے تھے اور ضرورت بھی تھی۔ چھوٹے چھوٹے پانچ بچے ہیں۔ اوسطاً 12 سے 15 آدمیوں کا کھانا رہتا ہے۔ گھر میں اگر ہمت وصلاحیت ہوتی بھی تو بھی تنہا سب بچوں اور خانہ داری کو سنبھالنا مشکل تھا۔ والدہ مدظلہا بے شک بہت ہمت وانتظام کی تھیں مگر وہ بھی دائم المرض ہوگئی ہیں اور خانگی حالات سے اور بھی گھلی جارہی ہیں۔ نوکروں چاکروں کا اب یہ رنگ ہوگیا ہے کہ ایک دو بھی بہ مشکل ہی ہوتے ہیں۔ نہ کوئی ملتا ہے اور ملتا ہے تو ٹھہرتا نہیں۔ ابھی پندرہ دِن ہوئے ایک پُرانا آدمی جو عرصہ تک رہ گیا تھا خود ہی آیا اور خود ہی چل دیا۔ والدہ نے پوچھا کوئی شکایت کوئی تکلیف۔ کہا کچھ بھی نہیں مگر رہوں گا نہیں۔ ایک ٹوٹا پھوٹا مالی تھا دوسرے ہی دن اُس نے کہا کہ میری اُنگلیاں پک رہی ہیں گھر جاتا ہوں۔ تیسرے دن کھانا پکانے والی عورت گھر میں بیٹھ رہی کہ طبیعت اچھی نہیں۔ یہ ایک مرتبہ کی بات نہیں برابر اسی طرح کی صورتیں پیش آتی رہتی ہیں۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ گھر میں صرف عورتیں اور بچے ہوتے ہیں نہ باہر سے کوئی پانی لانے والا نہ بازار سے سودا لانے والا۔ جب تک بھتیجوں بھانجوں کو پڑھواتا رہا ایک معلم بھی اچھے مل گئے تھے جب اپنے بچوں کی باری آئی تو وہ بھی چل دیئے اور جب سے نہ معلوم کتنے آ اور جا چکے ہیں۔ نہ کوئی ڈھنگ کا ملتا ہے اور نہ ٹھہرتا ہے۔ غرض دن رات یہ حال سامنے ہے کہ نہ بچوں کا کوئی ٹھیک پڑھانے لکھانے والا نہ اُن کی دیکھ بھال کرنے والا۔ یتیموں کی طرح خراب خستہ مارے مارے اور روتے پھرتے ہیں۔ ماں الگ تنگ و پریشان ہر وقت اپنا بدن نوچتی غصہ کرتی اور بچوں کو کوستی رہتی ہیں والدہ بے چاری بجائے اس کے کہ اُن کو اس بڑھاپے اور بیماری میں کوئی پانی اُٹھا کر دینے والا تھا اُلٹے جہاں تک

اُن کی ہمت وقوت کام دیتی ہے بچوں کی بھی خبر گیری کرتی ہیں ۔ گھر کا بھی انتظام دیکھتی ہیں بخار میں بھی آرام سے نہیں لیٹ سکتی ہیں۔ استطاعت رکھ کر حضرت یہ باتیں ایسی ہیں کہ قدرۃً ہر وقت گھر میں اور والدہ وغیرہ سب ہی کو ان کا غم کھائے جاتا ہے اور میں بھی اپنی آنکھوں سے بے بسی کے ساتھ یہ تماشا دیکھتا رہتا ہوں کہ نہ گھر بھر میں کسی کو راحت ومسرت نصیب نہ مجھ کو۔ نہیں معلوم اللہ تعالیٰ کی کیا مرضی ہے کہ ایک طرف سے بظاہر سب کچھ دے رکھا ہے اور دوسری طرف سے سب کچھ چھین لیا ہے کاش یہ مرضی ہی کسی طرح کھل کر معلوم ہو جاتی ۔ میں گھر سے دُور نسبۃً کچھ نہ کچھ تنہائی میں آرام سے رہتا ہوں۔ لیکن اب یہ سخت خود غرضی معلوم ہوتی ہے کہ والدہ اور بال بچوں کو اس حال میں بے بس اور بے کس چھوڑ کر اکیلا رہوں۔ لیکن جاؤں تو کہاں۔ پہلے (نام شہر) سے (نام شہر) بھاگتا تھا اب (نام شہر) سے اگر (نام شہر) بھاگوں تو اوّلاً تو وہاں میری صحت مسلسل قیام میں درست نہیں رہتی ۔ دوسرے وہاں کے اور حالات بھی خلاف مزاج ومذاق ہی ہیں۔ پھر جو خدا یہاں وہی وہاں ۔ وہاں بھی ایک نوکر جو دو سال سے تھا اور جس سے نہ مجھ کو کوئی شکایت تھی نہ بظاہر مجھ سے اُس کو۔ دو ایک مرتبہ خرچ میں گڑبڑ کی صرف سمجھا کر معاف کر دیا۔ تنخواہ کے علاوہ دو سال کے اندر قریباً سو روپیہ کا سلوک شادی وغیرہ کے لئے کیا گیا لیکن سب کا بدلہ یہ تھا کہ اس مرتبہ سارے برتن، کپڑے وغیرہ چُرا کر مفرور ہو گیا۔ پولیس نے گرفتار کیا پھر مجھ کو لکھا اور رویا پیٹا کہ کسی طرح چھڑا دو۔ حاکم اتفاق سے ملاقاتی تھے۔ بے چارے نے کچھ قانونی گنجائش نکال کر چھوڑ دیا۔ مصمم اِرادہ یہ ہو چکا تھا کہ اسی سال بال بچوں اور والدہ مدظلہا سب کو لے کر کم از کم ایک سال کے لئے حرمین چلا جاؤں گا۔ جنگ نے اس کی راہ بھی روک دی۔ کبھی خیال ہوتا ہے کہ بال بچوں کو مستقل تعلیم کے خیال سے (نام مدرسہ) میں رکھ دوں اور خود زیادہ تر حضرت کے قدموں میں آپڑوں ۔ خواجہ صاحب پر بڑا رشک آتا رہتا ہے مگر معاملہ ایسا بالعکس ہو گیا کہ پہلے کم از کم گھر کے ایسے حالات

تھے کہ جب جی چاہا بے فکری سے ایک آدھ مہینہ کے لئے حاضر ہو جاتا تھا اب اتنی سہولت بھی نہیں نصیب۔ سب سے بڑی روک (نام شہر) کے گھر اور گرستی کی ہے پہلے جب (نام شہر) گھر کو لے گیا تو کوئی نہ کوئی کرایہ دار بھی مل جاتا تھا کہ گھر کی آبادی بھی رہتی تھی اور حفاظت بھی۔ اب سال بھر سے فکر میں ہوں کوئی چھوٹا بڑا کرایہ دار ایسا نہیں ملتا جو چھوٹا بڑا کوئی حصہ مکان کا آباد رکھ سکے اور مکان اور سامان کی بربادی نہ ہو۔

حضرت کی خدمت میں یہ سب کچھ عرض کر دینے کا دل میں مہینوں سے تقاضا تھا عرض کر دیا اور جب یہ خیال کرتا ہوں کہ باوجود ان باتوں کے نہ تو اللہ تعالیٰ نے کسی وقت بھوکا رکھا نہ پیاسا۔ رہی نوکر چاکر تو دنیا میں کتنوں کے پاس ہیں۔ لاکھوں کروڑوں کے مقابلہ میں اپنا حال ہر طرح لائق شکر ہی ہے اور جو کچھ ہے اپنے حق سے بہت زیادہ۔ پھر دیکھتا ہوں تو اپنے بہتیرے اخلاقی و باطنی امراض کا علاج بھی ہو رہا ہے۔ تاہم راحت پسندی کی عادت یا اپنے ساتھ والدہ اور بال بچوں کی پریشانیوں کو نہ دیکھ سکنا اور سب سے بڑھ کر یکسوئی سے قطعاً محروم ہو کر دن رات فکر و تردد میں گرفتار رہنا ایسی اذیتیں ہیں کہ کبھی کبھی شکایت دل میں آنے لگتی ہے کہ کیا اُن کی قدرت میں راحت و فراغت کے ساتھ رکھ کر امراض کا علاج کر دینا نہیں۔ یا میرے ساتھ معصوم بچوں اور بوڑھی ماں پر ہی کیوں نہیں رحم فرمایا جاتا۔ دل تو اَب بالکل ساتھ دیتا نہیں۔

زبان دُعا کرتے کرتے تھک گئی ہے۔ استغفر اللہ۔ حضرت توبہ کرتا ہوں جنون میں کیا کیا بکنے لگا۔ بس حضرت ہی دُعا فرمائیں کہ اب زیادہ امتحان و ابتلاء میں نہ ڈالا جاؤں بہت کم ظرف ہوں ایمان پر خاتمہ ہو جائے۔ بعض اوقات سوء خاتمہ کا ڈر ہونے لگتا ہے۔ دُعا کے علاوہ اگر کوئی تدبیر بھی اللہ تعالیٰ حضرت کے ذہن میں ڈال دیں تو اُمید ہے کہ اُس سے بھی محروم نہ رکھا جاؤں گا۔ اُمید کہ مزاج مبارک بعافیت ہوگا اور سب خیریت ہوگی۔ والسلام مع الاکرام۔

تحقیق: از اشرف علی عفی عنہ۔ السلام علیکم! جس ڈاک میں آپ کا خط تھا مجھ

کو آج صبح دس بجے ملی۔ سطحی نظر سے تو اُسی وقت دیکھ لیا تھا مگر تفصیل مطالعہ کے لئے فرصت کا منتظر رہا جو ڈاک پوری کر کے بارہ بجے مجھ کو میسر ہوئی اُس وقت سے عصر کے وقت تک سوچتا رہا اور مختلف مسودات میں محو واثبات کا سلسلہ جاری رہا۔

گو وہ سب تدبیرات بجائے خود نافع تھیں اور نافع ہونا ان کا یہی ہے کہ مقلل غم ہیں مزیل غم نہیں۔ مگر بدرجۂ کفایت۔ اس خاصیت کے مرتب ہونے میں کسی تدبیر پر شرح صدر نہ ہوتا تھا آخر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اور عین اقامت جماعت عصر کے وقت بے ساختہ قلب پر یہ دو شعر وارد ہوئے۔

چندانکہ گفتیم غم باطبیبان | در مان نکردند مسکین غریباں
ما حال دل را با یار گفتیم | نتوان نہفتن درد از حبیباں

اور چونکہ ان کا ورود بے ساختہ ہوا اس لئے ان کی نسبت یہ کہہ دینا بعید نہ ہوگا۔

دردم نہفتہ بہ زطبیباں مدعی | باشد کہ از خزانۂ غیبش دوا کنند

تفسیر اس مبہم کی یہ ہے کہ آپ کو کوئی ایسا شخص تلاش کر لینا چاہئے جس میں یہ صفات ہوں (۱) دل سے اپنا خیر خواہ و محب و ہمدرد ہو۔ (۲) عاقل ہو اور اگر صاحب تجربہ بھی ہو تو سونے پر سہاگہ۔ (۳) راز دار یعنی حافظ اسرار ہو۔ (۴) بے تکلف ہو کہ اگر اُس کی رائے میں آپ کی کوئی غلطی ہو تو اُس کو محبت سے ظاہر کر دے۔

(۵) اور اگر دیندار بھی ہو تو نور علی نور۔ ایسے شخص کے مل جانے کے بعد کسی غم و فکر کا بوجھ اپنے دل پر نہ رکھا جاوے بلکہ ہر واقعہ کو جس سے خلجان بڑھنے لگے اُس پر ظاہر کر دیا جایا کرے خود اس اظہار ہی میں خاصیت ہے کہ غم خفیف ہو جاوے گا اور اگر وہ کچھ تسلی کر دے یا کوئی مناسب تدبیر بتلا دے تو اور اخف ہو جاوے گا۔ اگر ایسے شخص سے روزانہ ملاقات ممکن ہو تو غم بڑھنے ہی نہ پاوے اور اگر کسی فصل سے ملاقات ہو سکے تو بڑھنے کے بعد گھٹ جاوے۔ یہ تو مادی تدبیر ہے اور اس کے ساتھ ہی روحانی علاج کو اس سے زیادہ اہم سمجھ کر اُس کا التزام کیا جاوے اور وہ دُعاء اور استغفار کی

کثرت ہے خصوص یہ دُعا۔ ربنا و لا تحملنا مالا طاقة لنا به۔ اس سے یا غم کا وقوع ہی نہ ہوگا یا وہ مؤثر نہ ہوگا اور اگر بقدر تحمل وسہولت اس کے ساتھ اجزاء ذیل کو بھی منضم کرلیا جاوے تو قوی اور مقوی بدرقہ کا کام دے گا۔

(الف) غیر ضروری تعلقات کی تقلیل (ب) دوسروں کی مصالح کے اہتمام میں اعتدال یعنی ترک غلو۔ (ج) افعال غیر مقدور یا غیر کے مقدور کی عدم تقدی۔

تربیت السّالک

(سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ النور بابت ماہ ربیع الثانی، ۱۳۶۰ھ)

(د) کوئی شغل تفریح کا جس میں کچھ قوت دماغیہ کا بھی صرف ہو مگر تعب کا درجہ نہ ہو اور اپنے اختیار کا ہو تجویز کرلینا اور سب سے بہتر تصنیف ہے۔ (ہ) قضاوقدر کے اسرار میں خوض نہ کرنا کیونکہ اس خوض سے کوئی نتیجہ تو نکلتا نہیں اور ہلاکت کا اندیشہ ہے اور اس عدم خوض میں اجمالی مراقبہ حاکم اور حکیم ہونے کا کافی معین ہے ان اجزاء منضمہ کا اگر جمع تکلف ہو تو ''د'' اور ''ہ'' پر اکتفاء بھی اِن شاء اللہ تعالیٰ بدرجہ معتد بہ نافع ہوگا۔ داری ان یلقب هذاالجواب بسلوة الكئيب بخلوة الحبيب.

والسلام! خیر ختام

رسالہ التسلیم للحاکم والحکیم

سوال: السلام علیکم! حضور والا درخواست ہے۔ دُعا فرمائی جائے۔ حالت یہ ہے کہ باوجود ہر طرح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور رحمتوں میں خود کو پانے کے اور اختیاری طور پر زبان اور دِل سے اُس کا شکر گذار ہونے کے نہایت واضح طور پر کبھی کبھی مثل اس وقت کے یہ محسوس ہونے لگتا ہے اور واقعی غیر اختیاری طور پر میری یہ حالت ہو جاتی ہے کہ میرے قلب پر یہ خیال محیط ہو جاتا ہے کہ (گو خالق و مالک ہونے کی بناء پر ظلم نہیں) نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک اللہ تعالیٰ نے (اپنی تمام مخلوقات کو عموماً اور) مجھ کو تو

(خصوصاً) پیدا فرما کر بالکل نا قابل تحمل الم اور کلفت میں مُبتلا فرما دیا جس سے کچھ مفر ہی نہیں خواہ موت اور عذاب سے نجات ہی کیوں نہ ہو جائے (عافیت کی بس ایک ہی صورت تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو پیدا ہی نہ فرماتا) اس خیال کے طاری ہوتے ہی ایک غیر اختیاری حالت بغض و عداوت و شکایت و ناراضی قلب میں حق تعالیٰ کے ساتھ محسوس ہوتی ہے اور یہ نظر آتا ہے کہ اندرون قلب میں یہ حالت مستقلاً اور دوامار ہتی ہے اور گاہ گاہ شدت کے ساتھ ظہور ہو جاتا ہے جیسا اس وقت غیر اختیاری ہونے کے سبب دینی اور اُخروی ضرر تو بفضلہٖ تعالیٰ نہیں معلوم ہوتا۔

البتہ نفسانی اور جسمانی الم اور غم اور خوف و ضرر نا قابل بیان ہے اور صرف تحمل نہ ہونے کے سبب دُعا کی درخواست کرتا ہوں۔ حضور والا کی عافیت کاملہ دائمہ کے لئے دل سے دُعا ہے اس کا اندیشہ ہے کہ یہ غیر اختیاری حالت قلب کی اصلی اور دوامی حالت معلوم ہوتی ہے جو اکثر و بیشتر تو مضمحل یا کمزور ہونے کی وجہ سے مستور رہتی ہے مگر معدوم کسی وقت نہیں ہوتی اور بعض اوقات قلب پر محیط اور نمایاں ہو جاتی ہے اور اصلی اور حقیقی صفت و حالت قلب کی یہی شکایت و ناراضی ہے.... حضور والا.... یہ خیال ہو کر کہ اللہ تعالیٰ **فعّال لما یرید** ہے۔ اور **لا یُسئل عما یفعل** کیا عجب ہے کہ میرے لئے خوف و غم اور الم ہی مقدر کیا گیا ہو باوجود بالکل تحمل نہ عطا ہونے کے غیر اختیاری طور پر بہت رونا آیا اور شدید ہراس و مایوسی میں یہی خیال ہوا کہ حقیقت خواہ کچھ ہی ہو مگر چارۂ کار بجز استغفار اور دُعا اور اظہار عجز و عبدیت کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت و رحمت فرمائے فقط۔ والسلام علیکم و رحمۃ اللہ تعالیٰ

الجواب الملقب بالتسلیم + للحاکم و الحکیم

حاصل استفسار ہٰذا مسئلہ قدر کے متعلق ایک خاص عنوان سے جس کا حاصل تحقیق ہے حکمت تخلیق کی ایک داء عضال کا بغرض دعا اظہار ہے جس کے لئے علاوہ

جواب کے دُعا بھی کی گئی جیسے اس مسئلہ کے متعلق دوسرے عنوانات سے بھی مختلف اشکالات کئے جاتے ہیں جو کبھی درجہ وسوسہ تک رہ جاتے ہیں کبھی حدیث النفس تک پہنچ جاتے ہیں اور کبھی اس سے آگے بڑھ کر شک یا اعتراض تک بھی۔ اور علماء نے ہمیشہ ہر اشکال کا جواب اپنی کافی علمی تقریر سے اور مشائخ نے ہر درجہ مضرہ کا علاج اپنی شافی عملی تدبیر سے ارشاد فرمایا ہے اور وہ سب بجائے خود نافع اور شبہات کے دافع ہیں لیکن اس وقت امزجہ کے اختلاف سے جواب میں کسی قدر تغییر عنوان کی ضرورت محسوس ہوئی جس کا مختصر بیان یہ ہے کہ بعض حقائق کی خاصیت یہ ہے کہ اگر اجمال کے درجہ میں اُن کی فہمائش اور تحقیق پر اکتفا کیا جاوے تو وہ مقنع اور مشبع ہوتی ہے اور اگر تفصیل کے درجہ میں اُن کی کاوش اور تدقیق کی جاوے تو اُس میں خدشات و شبہات بڑھتے چلے جاتے ہیں یہ تفاوت تو حقائق میں ہے اور ایک تفاوت ان حقائق کے طالبین و مجسین میں ہے وہ یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں اکثر طبائع پر ببرکت قرب عہدِ نبوی سلامتی و سادگی کا غلبہ تھا وہ ایسے اُمور میں اجمال پر قناعت کرتے تھے۔

لہٰذا ان کے لئے علماء و مشائخ کی اُن تقریرات و تدبیرات سے مقصود حاصل ہو جاتا تھا چنانچہ احادیث میں بھی بعض جواب مختصر تفصیل کے ساتھ وارد ہیں مگر اُس میں کسی سائل سے جرح وقدح منقول نہیں اور اس زمانہ میں بوجہ بُعد عہد نبوی جربزہ ﴿بتقدیم الراء علی الزای وفتح الجیم مصدر من جُربُزہ بضم الجیم والباء مکاروحیلہ گر معرب گُربُزہ مخفف گرگ بُز یعنی گرگ بصورت بز من منتخب اللغات از رشیدی و برہان و جہانگیری و موید و حاصل معناہ چالاکی و موشگافی۔ ۱۲۔ منہ﴾ اور تکلف کے غلبہ سے سائلین ہر چیز میں تنقیر و تنقید سے کام لیتے ہیں لہٰذا اس وقت اس مسئلہ میں بھی ایسے ہی عنوان کی ضرورت ہے کہ اُس میں تفصیل پر بھی ضرر اور باخطر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کہ وہ عنوان اس آوارہ ناکارہ کے قلب میں القاء فرما دیا اور اس وقت اسی عنوان سے مسئلہ کا جواب عرض کر رہا ہوں اور اُس عنوان کا حاصل یہ ہے کہ طالب کو یہ بتلایا جاوے کہ صدہا مسئلے علوم عقلیہ میں

ایسے ہیں کہ اُن کی کنہ آج تک کسی فلسفی پر منکشف نہیں ہوئی مگر چونکہ یہ عدم انکشاف اصل مقصود میں مخل نہیں تھا اس لئے سب عقلاء اُس کے علم کے درجہ مبہمہ پر اکتفاء کر کے اصل مسئلہ کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کا استعمال کرتے ہیں۔

مثلاً خود اپنے ہی علم کی جو اپنی ہی صفت ہے کنہ کا آج تک پتہ نہیں چلا کہ کس مقولہ سے ہے لیکن پھر بھی اس عدم انکشاف کو کسی نے اصل مقصود میں مخل نہیں سمجھا اور ضروریات کا علم حاصل کرنے کو کسی نے ترک نہیں کیا **ولا هل الفن امثالها سوأگر** اسی طرح مسئلہ متکلم فیہا کی کنہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کی جاوے اور اُس کا جو اَصل مقصود ہے یعنی علم کے درجہ میں ایک صحیح واقعہ کے اعتقاد سے نفس کی تکمیل وتشریف اور عمل کے درجہ میں اس علم صحیح کے ثمرات کی تحصیل جس کا ایک تمثیلی نمونہ اس آیت میں بصورت غایت ارشاد فرمایا ہے: ”**ما اصاب من مصيبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأها ان ذلک علی الله یسیر لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتاکم**“ تو اس اخفاء کنہ میں کیا ضرر ہے اور اس سے کون سا ضروری مقصود فوت ہوتا ہے۔ اب جواب کے اس عنوان کی تائید وتشید کے لئے چند صحیح تعلیمات کو مختصراً پیش کرتا ہوں جس کی طرف اس مضمون کے لقب یعنی التسلیم للحاکم والحکیم میں بھی اشارہ کر دیا گیا ہے اور جس کے مراقبہ کی تعلیم اس احقر کا مدت دراز کا معمول ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے حاکم و حکیم ہونے کو جس کا اجمالاً سب کو اعتقاد ہے مستحضر رکھا جاوے (**وهذا درجة العلم**) اور اس بناء پر اُن کے احکام تشریعیہ وتکوینیہ یعنی اُن کے اوامر ونواہی وتصرفات کے ساتھ اعتماد و انقیاد کا معاملہ علی الدوام والالتزام رکھا جاوے (**وهذا درجة العمل**) یہ صحیح تعلیمات مع ضروری توضیح ذیل میں مذکور ہیں۔

التعلیم الاوّل

”**عن ابی هُریرة رضی الله عنه قال خرج علینا رسول الله صلی**

اللّٰہ علیه وسلم و نحن نتنازع فی القدر فغضب حتی احمر وجهه حتی کانما فقیٔ فی و جنتیه حب الرمان فقال ابهذا امرتم ام بهذا ارسلت الیکم انما هلک من کان قبلکم حین تنازعوا فی هذاالامر عزمت علیکم عزمت علیکم ان لا تنازعوا فیه. (رواہ الترمذی)"

اس حدیث میں سخت ممانعت کی گئی ہے مسئلہ قدر میں مباحثہ کرنے سے۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو (جو کہ فہم و عقل و سلامت فطرت میں اعلیٰ درجہ پر تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے تعلیم فرمانے والے جو حُسنِ بیان اور نور باطنی کے فیضان میں بے نظیر اور لاثانی تھے اُن کے سوالوں کے حل کرنے والے تشریف رکھتے تھے) اس میں خوض و کلام کرنے سے ممانعت کی گئی تو دوسروں کو اس کی کب اجازت ہوگی اور ظاہر ہے کہ باوجود یکہ عقائد دینیہ کی تحقیق مقصود بالذات ہے پھر بھی اس کی تحقیق سے منع فرمانا اس کی وجہ بجز اس کے کیا ہوسکتی ہے کہ عقول و اذہان اس کی کنہ کا احاطہ نہیں کرسکتے۔

التعلیم الثانی

"**عن عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول من تکلم فی شیٔ من القدر سئل عنه یوم القیٰمة و من لم یتکلم فیه لم یسئل عنه.** (رواہ ابن ماجہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس میں کلام کرنے سے قیامت کے دن باز پُرس ہوگی جس سے اس کلام کرنے کا معصیت ہونا ثابت ہوتا ہے یہ حدیث گویا شرح ہے حدیث سابق کی یعنی اُس میں جو نہی وارد ہے اس حدیث میں تصریح ہوگئی کہ یہ نہی تحریم کے لئے ہے جیسا خود اُس حدیث میں بھی آپ کا غضب ناک ہونا اس پر دلالت کے لئے کافی ہے کیونکہ مباحات پر ایسا غصہ نہیں آسکتا ورنہ اُمت کو مباح اور غیر مباح میں خلط ہوجاوے و هذا محال من الشارع۔ باقی اس حدیث میں جو باز پرس کا ذکر ہے اُس میں دو احتمال ہیں ایک مشہور یعنی کسائر الاقوال

والافعال وجوزی فی کل ما یستحقه (کذا فی المرقاة) اور ایک ہمارے مشائخ سے منقول یعنی یہ باز پُرس ہوگی کہ تم بڑے محقق تھے بتلاؤ کیا تحقیق ہوا یہ ایسی تکلیف ہوگی جیسی مصور کو نفخ روح کی تکلیف دی جاوے گی اور جب وہ اس سے عاجز ہو جاوے گا تو اُس کا مستحق مواخذہ ہونا ثابت ہو جاوے گا۔

التعلیم الثالث

"عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما کنت خلف النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال لی یا غلام انی اعلمک کلمات احفظ اللّٰه یحفظک احفظ اللّٰه تجده تجاهک اذا سألت فاسأل اللّٰه واذا استعنت فاستعن باللّٰه. واعلم ان الامة لواجتمعت علی ان ینفعوک بشیٔ لم ینفعوک الا بشیء قد کتبه اللّٰه لک و ان اجتمعوا علی ان یضروک بشیٔ لم یضروک الا بشیء قد کتبه اللّٰه علیک. رفعت الاقلام وجفت الصحف" (للترمذی)

اعتقاد مسئلہ قدر کا ثمرہ اس حدیث کا صاف مدلول ہے جو تعلیم اوّل کے قبل آیت کا وہی مدلول ہے۔ اور اس ثمرہ کا ترتب ظاہر ہے جس شخص کا یہ کامل یقین ہوگا کہ جو نفع یا ضرر مقدر نہیں وہ سارے عالم کے جمع ہو کر عزم کرنے سے بھی نہیں واقع ہو سکتا اُس پر کوئی خوف کوئی طمع کوئی غم کوئی پریشانی غالب نہیں آسکتی کیا بجز اس اعتقاد کے کسی دوسری چیز میں ایسا قوی اثر ہوتا ہے اور یہ ثمرہ نفس اعتقاد اجمالی پر مرتب ہو جاتا ہے گو اس اعتقاد کی کنہ معلوم نہ ہو۔

التعلیم الرابع

"من الجامع الصغیر القدرسر اللّٰه تعالٰی (عزیزی ج۳، ص۲۶) قال العلقمی لم یذکر المخرج ولاالراوی. قال المناوی قال بعضهم کالشارح لروایة

الجامع الصغیر استاثر اللّٰہ تعالٰی بسر القدر و نھی عن طلبہ"

اُوپر کی حدیثوں سے جو مفہوم تھا اس روایت میں اُسی کی لِم مذکور ہے یعنی اس کے علم کو اللہ تعالٰی نے اپنی ذات کے ساتھ خاص رکھا ہے اس لئے اس کے علم کے در پے ہونا گویا علم الٰہی میں شرکت کی ہوس ہے کیا اس سے بڑھ کر کوئی گستاخی ہے۔

التعلیم الخامس

"عن مالک بلغنی انہ قیل لا یاس ما رأیک فی القدر قال رای ابنتی یرید لا یعلم سرہ الا اللّٰہ تعالٰی و بہ کان یضرب المثل فی الفھم" (جمع الفوائد)

یہ قاضی ذہن ثاقب و ذکاوت میں مشہور اور مسلم ہیں ان کی بھی یہی تحقیق ہے کہ حق تعالٰی کے سوا اس کی کنہ کوئی نہیں جانتا۔ ہمارا علم اس کے ساتھ ایسا ہے جیسا میری لڑکی کا علم کہ اُس کو اجمالی علم حاصل ہے تفصیلی حاصل نہیں۔

التعلیم السادس

فی فتح الباری ج ۱، ص ۴۱۶، قال ابوالمظفر بن السمعانی سبیل معرفۃ ھذاالباب التوقیف من الکتاب والسنۃ دون محض القیاس والعقل فمن عدل عن التوقیف فیہ ضل وتاہ فی بحار الحیرۃ و لم یبلغ شفاء العین ولا ما یطمئن بہ القلب لان القدرسر من اسرار اللّٰہ تعالٰی اختص العلیم الخبیر بہ وضرب دونہ الاستار وحجبہ عن عقول الخلق و معارفھم لما علمہ من الحکمۃ فلم یعلمہ نبی مرسل ولا ملک مقرب و قیل ان سرالقدر ینکشف لھم اذا دخلواالجنۃ ولا ینکشف لھم قبل دخولھا ۔اھ"

دیکھئے ان محقق جلیل کے کلام میں کیسی تصریح ہے کہ اس مسئلہ کی کنہ بجز اللہ تعالٰی کے نہ کسی نبی کو معلوم نہ کسی فرشتہ کو۔ اور بعض کا یہ قول بھی نقل کیا کہ جنت میں جانے

کے بعد اس کا انکشاف ہوگا پہلے نہ ہوگا۔ اور میں نے یہ قول دیکھا ہے کہ جنت میں بھی اس کا انکشاف نہ ہوگا جیسا خود ذات حق کی کنہ جنت میں منکشف نہ ہوگی۔ کما صرح فی حدیث ما بین القوم و بین ان ینظرون الی ربھم الا رداء الکبریاء علی وجھه فی جنة عدن (جمع الفوائد) اور راز اس میں یہ ہے کہ اس مسئلہ کا خاص تعلق صفات حق سے ہے کہ اُن کے علم اُن کے ارادہ اُن کے قدرت و اختیار کی کنہ معلوم ہو تب اس مسئلہ کی کنہ معلوم ہو اور صفات کی کنہ جب معلوم ہو جبکہ ذات کی کنہ معلوم ہو کیونکہ صفات ہر ذات کی اُس ذات کے مناسب ہوتی ہیں اور ذات کی کنہ کا منفی الادراک ہونا حدیث بالا سے ثابت ہے پس صفات اور سر قدر کی علم بالکنہ کی نفی بھی اس سے لازم آگئی البتہ اہل جنت کو باوجود علم بالکنہ حاصل نہ ہونے کے مسئلہ میں قناعت ہو جاوے گی جیسا انبیاء و عرفا کو دنیا میں بھی قناعت ہو جاتی ہے۔

التعلیم السابع

خود فلاسفہ اور معقولیین نے بعض علوم کے متعلق اقرار کیا ہے ''ھذا طور وراء طور العقل المتوسط خارج عن البحث بالنظر والفکر'' اور عقل کا ایک اور درجہ معمولی درجات سے فوق مانا ہے اور اُس کا نام قوتِ قدسیہ رکھا ہے۔ ''حیث قالوا ثم العقل بالملکة ان کان فی الغایة یسمی قوة قدسیة'' فلاسفہ کی تحقیق یہاں تک رہ گئی چونکہ مشائین کا عجز بعض مسائل میں دیکھا اس لئے ایک درجہ عقل کا اُن کے درجات عقل سے فوق مان لینے کو کافی سمجھا اور اُنہوں نے خود قوۃ قدسیہ کے عجز کا مشاہدہ نہیں کیا اس لئے اس سے تعرض نہیں کیا علماء اسلام نے خود اس درجہ کا عجز بھی مشاہدہ کیا اس لئے اُن کی وہ تحقیق ہے جو تعلیم سادس میں گذری۔

ان تعلیمات سے جن اُمور کی تائید مقصود تھی وہ سب واضح ہو گئے۔

(ا) عقول واذہان اس مسئلہ کا تفصیلی احاطہ نہیں کر سکتے۔

(۲) اس مسئلہ سے جو منافع متعلق ہیں وہ اُس کے علم اجمالی سے حاصل ہو سکتے ہیں یعنی ایک صحیح اور شریف علم کی دولت حاصل ہو جاوے اور حق تعالیٰ کے ساتھ عبدیت واطاعت کا تعلق قوی ہو جاوے اور غیر اللہ کے طمع نفع وخوف ضرر سے حریت واستغناء نصیب ہو جاوے۔

(۳) یہ مشورہ تعلیم عدم احاطہ جمیع علوم کا کچھ شریعت کے ساتھ خاص نہیں حکماء وفلاسفہ کو بھی بعض حقائق کے ادراک کنہ سے اپنے کو عاجز دیکھ کر اس عدم احاطہ کا اقرار کرنا پڑا اور ان اُمور سے جواب کے عنوان مجوز کی تائید ظاہر ہو گئی۔ اب اس عنوان جواب کے اسلم ہونے کو غور سے دیکھ لیا جاوے کہ اس میں خواہ کتنی ہی تفصیل وتحلیل کی جاوے تب بھی کسی ضرر وخطر کا احتمال نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ دوسرے اجوبہ کے عنوانات کی تفصیل میں تو مقدمات علمیہ کی تکثیر ہوتی ہے اور یہی علوم محل ہیں خطر کے۔ اور اس عنوان میں اُن مقدمات کا انتفاء ہے تو خطر سے بعید ہونا یقینی ہے۔ اب اس عنوان نافع سے کامل درجہ میں منتفع ہونے کا طریقہ (جس کا ذکر ضمناً آچکا ہے یعنی احکام تشریعیہ وتکوینیہ کے ساتھ اعتماد وانقیاد کا معاملہ کیا جاوے) دوسرے بعض ضروری اجزاء کو منضم کر کے بتلاتا ہوں۔ اور دوسرے اجزاء کے انضمام کی حاجت اس لئے ہوئی کہ اس نفی علم بالکنہ کا اصل اور مقصود بالذات نفع نفس مسئلہ سے قطع شبہات ودفع اشکالات ہے جس کا حاصل نفع مقصود کے ایک مانع کا ارتفاع ہے لیکن کسی مقصود کے ترتب کے لئے جو کہ نفع کامل ہے جمیع شرائط کا اجتماع اور جمیع موانع کا ارتفاع شرط ہے اور یہاں نفع کامل جو ابھی بتلایا گیا ہے یعنی احکام کے ساتھ خاص معاملہ وہ رفع اشکالات کے لئے لازم نہیں اس غرض سے تکمیل نفع کے لئے دستور العمل کو دوسرے بعض اُمور سے بھی ترکیب دینے کی ضرورت ہوئی جس کی سہل اور مختصر تعبیر یہ ہے کہ:

(۱) مسئلہ کے متعلق جب کوئی سوال ذہن میں پیدا ہو یہ جواب دیا جاوے کہ تیرا ادراک اس جواب قاطع سے عاجز ہے اس لئے اس میں خوض کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ

شد پریشان خواب من از کثرت تعبیرہا

اگر کسی کو وہم ہو کہ اگر غیر مدرک بالعقل ہونا حق ہونے کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے تو اسی طرح دوسرے مذاہب باطلہ والے اپنے مستلزم استحالہ مسائل کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ فوق العقل ہیں ان کو بے چون و چرا تسلیم کر لینا چاہئے تو ان میں فرق کیا ہوا جواب یہ ہے کہ مدرک بالعقل نہ ہونے کے دو درجے ہیں۔

ایک یہ کہ گو اُن پر کوئی دلیل عقلی قائم نہیں مگر اُن کے مناقض پر بھی کوئی دلیل نہیں ہمارا یہ مسئلہ ایسا ہی ہے۔ دوسرا درجہ یہ کہ عقل اُس کے مناقض کا حکم کرتی ہے سو یہ دلیل ہے بطلان کی مسائل غیر اسلامی ایسے ہی ہیں فافترقا۔ (۲) اسی طرح اگر بجائے تحقیق مسئلہ کے کسی واقعہ کی کسی حکمت کا سوال پیدا ہو تب بھی یہ جواب دے کہ خود ایک مخلوق کو دوسری مخلوق کے بعض افعال کی بعض حکمتیں معلوم نہیں ہوسکتیں تو خالق کی حکمتوں کا کون احاطہ کرسکتا ہے اس لئے اپنا یہ مسلک رکھنا چاہئے ۔

حدیث مطرب و مے گو و راز دہر کم تر جو — کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمارا

(۳) ان اُمور کے متعلق سوال و جواب میں خوض ترک کر کے حق جل وعلا شانہ کے احسانات و انعامات کے استحضار میں مشغول ہو جاوے خواہ ان انعامات کی آیات کو جمع کر کے اُن کا مطالعہ کر لیا کرے اس کے دو اثر ہوں گے ایک اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھے گی جو سب سے بڑھ کر قاطع شبہات و قاطع اعتراضات ہے کما قیل ۔

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت — ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

تیغ لا در قتل غیر حق براند — در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت — مرحبا اے عشق شرکت سوز زفت

دوسرا اثر یہ ہوگا کہ طاعت میں جو کہ اعظم مقصود ہے ہمت ہوگی ۔

از محبت تلخہا شیریں شود

(۴) امتثال اوامر و اجتناب معاصی کا خاص اہتمام رکھے کہ اس میں علاوہ فی

نفسہ ضروری ہونے کے یہ بھی خاصیت ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے اور اگر اس میں کوتاہی ہو جاوے تو تدارک کے ساتھ ہی استغفار کی کثرت کرے اور اگر کبھی نفس و شیطان جبر کا دھوکہ دے تو اُس کو یہ جواب دے کہ گو مجھ کو اپنے اختیار کی کنہ معلوم نہیں مگر یہ علم ضروری کے درجہ میں یقینی ہے کہ اختیار ضروری ہے اور اسی وجہ سے مجھ کو اپنے ماتحتوں پر نافرمانی کرنے سے اور ظالموں پر ظلم کرنے سے غصہ آتا ہے اس لئے جبر کا بہانہ شرارت ہے لیکن اس ضروری جواب میں اختصار سے کام لے کر طاعت و استغفار میں مشغول ہو جاوے اور زیادہ کاوش اور مناظرہ نہ کرے ورنہ پھر خطرہ میں پڑ جاوے گا۔

(۵) اگر کوئی مصیبت پڑ جاوے فوراً اس کا اعتقاد متحضر کر لے کہ اس پر آخرت میں اجر عطا ہوگا۔ یہ معاملہ تو اپنی مصیبت کے ساتھ رہے اور اگر دوسرے کی ایسی مصیبت پر نظر پڑے۔ جس پر آخرت میں بھی اجر متوقع نہ ہو مثلاً ابلیس کے کفر پر تو اگر اُس کے اختیار پر نظر اجمالی جواب کے لئے کافی ہو فبہا ورنہ اس سے آگے مثلاً اُس کے اختیار کی کنہ میں یا اُس کے اور اسی طرح اُس کے امثال کی تخلیق کی حکمت میں خوض نہ کرے اور نفس کو یہ جواب دے کہ کیا تو تمام جہان کا ٹھیکیدار ہے تیرے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کا معاملہ لطف و رحمت کا ہے اطاعت پر بھی اجر اور مصیبت پر بھی اجر ہے دوسروں کے معاملات کی تجھ کو کیا فکر۔

کار خود کن کار بیگانہ مکن

(٦) ہر وقت اور ہر معاملہ اور ہر عمل میں اس مراقبہ میں مستغرق رہے کہ یہ تو یقینی ہے کہ تو خداوند تعالیٰ کا غلام ہے اس لئے غلام کو جس طرح آقا کے ساتھ رہنا چاہئے اُسی طرح تجھ کو ہر وقت رہنا چاہئے اور آقا خود رحیم و کریم ہیں وہ تیرے گمان سے بہت زیادہ تجھ پر ہر طرح کا لطف و احسان رکھیں گے خواہ تیری سمجھ میں نہ آوے۔

کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند۔

(۷) جب ذرا بھی کوئی علمی یا عملی یا حالی یا خیالی خلجان ہو فوراً تضرع و ابتہال و

دعا والتجا میں مشغول ہو جاوے کہ بجز اس کے نہ کوئی پناہ ہے نہ کہیں نباہ ہے۔

توانی ازاں دل پرداختن کہ دانی کہ بے اوتواں ساختن

اور یہ دُعا خواہ اپنی زبان میں ہو اور اگر عجز وزاری کے الفاظ ذہن میں حاضر نہ ہوں تو احادیث یا بزرگوں کے کلام میں جو دُعائیں منقول ہیں اُن میں سے کسی کو انتخاب کر لے۔ اور یہ دو نعمتیں ایک علمی ایک عملی یعنی ''نمبر 6، نمبر 7'' آج ہی عطا ہوئی ہیں اور ایسے وقت عطاء ہوئی ہیں کہ مسئلہ کی تحقیق اور نشیب وفراز کے ورطہ میں ایسا مبتلا ہو گیا تھا جو بالکل نمونہ تھا کنتم علی شفا حفرۃ من النار کا جس کے بعد فانقذکم منها کی دولت عطا ہوئی تحدث بالنعمۃ و بالنعمۃ کو اس لئے جمع کر دیا گیا کہ اگر کوئی ایسے گرداب میں مبتلا ہو جاوے تو وہ اس کشتی میں بیٹھ کر ساحل پر آسکے۔ الحمد للہ یہاں تک مسئلہ کی ضروری اور جامع تحقیق مختصر اور سلیس عنوان سے ہو گئی جس میں خط کا جواب بھی پورا آ گیا کسی جزو کا جزئیاً کسی کا کلیاً۔ صرف ایک جزو کا ایک خاص جواب باقی ہے وہ بھی لکھ کر تحریر ہذا کو ختم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ مفید فرماوے اور وہ جزو یہ ہے قولکم۔ میرے قلب پر یہ محیط ہو جاتا ہے الی قولکم محسوس ہوتی ہے اس کا جواب ضابطہ کا تو خود اس عبارت میں ہے فی قولکم اوّل العبارۃ غیر اختیاری طور پر وفی قولکم اخر العبارۃ غیر اختیاری ہونے کے سبب الخ مگر وہ خاص جواب اس لئے قابل لکھنے کے ہے کہ اُس عبارت میں بعض منکر چیزیں ب ع ش ن کی منسوب کی گئی ہیں شاید اس سے کسی کو غلط فہمی ہوتی کہ منسوب الیہ پر کوئی فتویٰ جاری کر دیتا یا خود کبھی ابتلاء کی حالت میں اختیاری کو غیر اختیاری پر قیاس کر کے بے فکر ہو جاتا اور دونوں شقیں باطل ہیں اس لئے اس جزو کے متعلق ایک خاص تنبیہ کی طرف اہل علم کے لئے اشارہ کرتا ہوں۔ قولہ تعالیٰ اذ ذھب مغاضبا و قولہ تعالیٰ یجادلنا فی قوم لوط (قولہ تعالیٰ حکایۃ ان ھی الا فتنتک. و قولہ علیہ السلام عن اللہ تعالیٰ فی شفاعۃ السقط للابوین ایها الطفل

المراغم ربه و اسهل المحاصل فی الجمیع هو الادلال لکن یخاف منه علی الغافلین الاضلال فقط و هذا اخر الکلام فی هذاالمرام نسئل اللّٰہ حسن الختام . و هذاالنصف ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ۔

ضمیمہ

ختم جواب بالا کے قریب ''نمبرے'' کے اخیر میں دعا کے متعلق دو انتخابوں کا ایک مشورہ دیا گیا ہے اس میں پہلا انتخاب تو مناجات مقبول اصل یا اُس کے نظم ترجمہ سے اُس کے مختصر ہونے کے سبب آسان ہے۔ اور دوسرا انتخاب بوجہ طول ماخذ ہر شخص کو آسان نہ تھا لہٰذا ایسے شائقین کے اشتغال کے لئے بعض اشعار مناجاتیہ بقدر ضرورت مثنوی معنوی سے اس مقام پر نقل کرتا ہوں اور محض تفریح کے لئے اُن پر نمبر بھی لگادیئے گئے اور وہ یہ ہیں (ان کو کلا یا بعضاً جیسا طبیعت پر اثر ہو پڑھ لیا کریں۔)

۱ صد ہزاراں دام و دانہ است اے خدا ماچو مرغان حریص بے نوا
۲ دمبدم پا بستۂ دام نُوایم ہر یکے گر باز و سیمرغے شویم
۳ می رہانی ہر دمے مار او باز سوئے دامے میرویم اے بے نیاز
۴ گر ہزاراں دام باشد ہر قدم چوں تو بامائی نبا شد ہیچ غم
۵ اے خدا اے با عطاؤ با وفا رحم کن بر عمر رفتہ درجفا
۶ اے محبّ عفو از ما عفو کن اے طبیبِ رنج ناسور کُہن
۷ یا غیاث المستغیثین اهدنا لا افتخار بالعلوم والغنا
۸ لا تزغ قلباً هدیت بالکرم واصرف السوء الذی خط القلم
۹ اے خدا اے پاک بے انباز و یار دست گیر و جُرم مارا در گذار
۱۰ اٰتنا فی دار دنیا نا حسن اٰتنا فی دار عقبانا حسن
۱۱ یا غیاثی عند کل کربة یا معاذی عند کل شهوة

۱۲ یا مجیبی عند کل دعوة — یا ملاذی عند کل محنة

۱۳ اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن — گر بدم من سر من پیدا مکن

۱۴ اے کریم ذوالجلال مہربان — دائم المعروف دارائے جہان

۱۵ یا کریم العفو حی لم یزل — یا کثیر الخیر شاہ بے بدل

۱۶ رب اتمم نورنا بالساهره — وانجنا من مفضحات القاهره

۱۷ اے خدا سازندۂ عرش بریں — شام را دادی تو زلف عنبریں

۱۸ روز را با شمع کافور اے کریم — کردۂ روشن تراز عقل سلیم

۱۹ قادرا قدرت تو داری بر کمال — انت ربی انت حسبی ذوالجلال

۲۰ اے خدا احسانِ تو اندر شمار — می نتانم بازبانِ صد ہزار

۲۱ چوں شمارم من ز احسانِ تو چوں — در زباں ہر موشود لطفت فزون

۲۲ یا کریم العفو ستار العیوب — انتقام از ما مکش اندر ذنوب

۲۳ پردۂ اے ستار از ما وامگیر — باش اندر امتحان مارا مجیر

۲۴ کردگار امنگر اندر فعلِ ما — دست ما گیر اے شہِ ہر دوسرا

۲۵ دست گیرم در چنیں بے چارگی — شاگردانم دریں غمخوارگی

۲۶ بے طلب تو ایں طلب مان دادۂ — گنجِ احسان برہمہ بکشادۂ

۲۷ بے طلب ہم میدہی گنج نہاں — رائگان بخشیدہ جان جہاں

۲۸ باطلب چوں ندہی اے حی ودود — کز تو آمد جملگی جود و وجود

۲۹ بگذران از جان ما سوء القضا — وامبر مارا از اخوان الصفا

۳۰ تلخ تر از فرقتِ تو ہیچ نیست — بے پناہت غیر پیچا پیچ نیست

۳۱ ماہمہ نفسی و نفسی می زنیم — گر نخواہی ماہمہ اہرمنیم

۳۲ زان زاریمن رہید ستیم ما   کہ خریدی جان مارا از عمی

۳۳ گر خطا گفتیم اصلاحش تو کن   مصلحی تو اے تو سلطانِ سخن

۳۴ کیمیاداری کہ تبدیلش کنی   گرچہ جوئے خون بود نیلش کنی

۳۵ ایں چنیں مینا گر یہا کارتست   ایں چنیں اکسیر ہاز اسرار تست

۳۶ دست گیر از دست ما مارا بخر   پردہ را بر دار و پردہ ما مدر

۳۷ بازخرمارا ازیں نفس پلید   کاردش تا استخوانِ مار سید

۳۸ از چو ما بیچارگان ایں بند سخت   کے کشاید جزتو اے سلطانِ بخت

۳۹ ایں چنیں قفل گراں را اے ودود   کے تو اند جز کہ فضل تو کشود

۴۰ خویش را دیدیم و رسوائی خویش   امتحانِ ما مکن اے شاہ بیش

۴۱ از ہمہ نومید گشتیم اے خدا   اوّل و آخر توئی و منتہا

۴۲ دست گیر و رہ نما توفیق دہ   جرم بخش و عفو کن بکشا گرہ

۴۳ اے قدیم رازدانِ ذوالمنن   در رہِ تو عاجز یم و ممتحن

۴۴ ہر دل سرگشتہ را تدبیر بخش   وین کمانہائے دو تور اتیر بخش

۴۵ اے مبدل کردہ خاکے را بزر   خاک دیگر رانمودہ بوالبشر

۴۶ کارِ تو تبدیل اعیان و عطا   کارما سہوست و نسیان و خطا

۴۷ اندراں کاریکہ ثابت بودنیست   قائمی دہ نفس را کہ منثی ست

۴۸ منگر اندر زشتی و مکر وہیم   کہ زپر زہری چومارِ کوہیم

۴۹ جملہ می بینی نہ گیری انتقام   از در حلم و کرم آئی مدام

۵۰ شکر احسان ترا چوں سر کنم   اندریں رہ گو قدم از سر کنم

تمت الرساله مع الضميمة

نوٹ: اس کی روانگی کے بعد سائل کا خط آیا جس کا حاصل یہ تھا کہ اس تحریر کے شکریہ کے ادا کرنے کے لئے خود حاضر ہونے کے لئے چلا تقریباً نصف مسافت قطع ہوئی تھی کہ سفر سے کچھ تکلیف ہوگئی اور واپس ہوگیا تاہم اس مضمون کو روزانہ پڑھتا ہوں۔ پھر تین چار روز کے بعد دوسرا خط آیا جس کا خلاصہ میرے لئے دُعا کرنے کے بعد یہ ہے کہ انتظار بلکہ نا اُمیدی کی حالت میں بحر ظلمات میں مدت دراز سے غوطہ پر غوطہ کھانے والے کے لئے سفینہ نمودار ہوا اچانک معلوم ہونے لگا کہ سفینہ تسلیم میں آرام سے بیٹھا ہوا بحر انوار کے ساحل مغفرت کی طرف بے خوف وخطر بعافیت جا رہا ہوں اور حضور والا جہاز راں ہیں۔ اھ۔

پھر قریب ہی زمانہ میں تیسرا خط آیا کہ ''التسلیم'' دوبار روزانہ مطالعہ معمولاً کرتا ہوں شکایت (معہودہ) اب تک مفقود ہے الحمد للہ وجزاکم اللہ تعالیٰ۔ اھ۔

پھر چوتھا خط آیا جس میں لکھا ہے کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ التسلیم سے مسئلہ تخلیق میں بفضلہٖ تعالیٰ پوری قناعت ہوگئی ہے شیطان دل کا طواف ہر وقت کرتا ہے مگر قلب میں داخل ہونے کے لئے کوئی رخنہ نہ پا کر حیران و پریشان ہوتا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ التسلیم کا مطالعہ ہر روز جاری ہے۔ اھ۔

التنعیم من المنعم الرّحیم

بعد حمد وصلوٰۃ یہ رسالہ گویا تتمہ ہے رسالہ ''التسلیم للحاکم الحکیم'' کا کیونکہ اس رسالہ میں تعلیمات سبعہ کے بعد اُن سے انتفاع کا جوایک دستور العمل بتلایا گیا ہے اُس کے ''نمبر۳'' میں آیات انعام الٰہی کو جمع کر کے اُن کے مطالعہ کا مشورہ دیا گیا ہے پس وہ آیات یہی ہیں جن کو طالبین کی سہولت کے لئے میں نے خود جمع کر دیا۔ بعض پوری آیات ہیں بعض آیات کے اجزاء ہیں مگر تناسب کے لئے سب کو آیات ہی سے تعبیر کیا گیا ہے اور مقصود جمیع آیات انعامیہ کا استیعاب نہیں صرف خاص شان کی آیات کو لیا ہے اور وہ بھی بقدر ضرورت وعدم ذکر مکرر یعنی جن آیات میں عطاء انعامات کو لفظاً کسی قید ساق سے مقید یا کسی جماعت کے ساتھ خاص نہیں فرمایا گیا گو دلائل کلیہ سے ایسی آیات میں بھی بعض آیات مقید ہیں مگر لفظاً قید کا مذکور نہ ہونا عادۃً صاف علامت ہے کہ نعمت کے ساتھ توجہ حق تعالیٰ کی اصل عادی ہے اور نقمت کے ساتھ کسی عارض سے جیسا کہ حدیث سبقت رحمتی علی غضبی میں اس کی تصریح ہے ان آیات کے عنوان میں سورت کا نام ہوگا اور ہر آیت کے شروع میں نمبر شمار ہوگا اور اخیر میں موضع ضرورت میں آیت کا موقع بتلا دیا جاوے گا۔ والاٰن اشرع فی المقصود بعون رب الکرم والجود۔

البقرۃ:۔ آیت (۱) انہ ھو التواب الرحیم (قریب ربع الٓمٓ) آیت (۲) واللّٰہ ذوالفضل العظیم (قریب ۳ ربع الٓمٓ) آیت (۳) ان اللّٰہ بالناس لرؤف رحیم (قریب شروع ربع سیقول) آیت (۴) لا اِلٰہَ اِلَّا

هُوالرحمٰن الرحیم (قریب ربع سیقول)آیت (۵) ان اللّٰہ غفور رحیم (ذرا قبل ربع سیقول) آیت (۶) واللّٰہ رؤف بالعباد (بر نصف سیقول) (آیت ۷) واللّٰہ یرزق من یشاء بغیر حساب (ذرا بعد نصف سیقول) آیت (۸) واللّٰہ غفور حلیم (ذرا قبل تین ربع سیقول).

اٰلِ عمران (آیت ۹) ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ. انک انت الوھاب (ذرا قبل نصف تلک الرسل) (آیت ۱۰) واللّٰہ عندہ حسن الماب (ذرا قبل نصف تلک الرسل)

النساء (آیت ۱۱) ان اللّٰہ کان بکم رحیما (شروع ربع والمحصنت) (آیت ۱۲) و کفٰی باللّٰہ وکیلا(ذرا قبل نصف والمحصنٰت) (آیت ۱۳) وکان اللّٰہ عفوا غفورا (ذرا بعد نصف والمحصنت) (آیت ۱۴) وکان اللّٰہ غنیا حمیدا (بعد ۳ ربع والمحصنت)

المائدہ (آیت۱۵) وارزقنا وانت خیر الرازقین (قریب ختم ربع و اذا سمعوا).

الاعراف (آیت ۱۶) فاذکروا اٰلاء اللّٰہ لعلکم تفلحون (قریب ختم ولو اننا) (آیت ۱۷) ادخلنا فی رحمتک وانت ارحم الراحمین (درمیان ربع و نصف قال الملاء) (آیت ۱۸) انت ولینا فاغفرلنا وارحمنا و انت خیر الغافرین (قریب نصف قال الملاء)

الانفال (آیت۱۹) نعم المولٰی و نعم النصیر (برختم قال الملاء)

توبہ (آیت ۲۰) ھو مولٰنا و علی اللّٰہ فلیتوکل المؤمنون (درمیان نصف و تین ربع واعلموا).

یونس (آیت ۲۱) و یھدی من یشاء الی صراط مستقیم(قریب نصف یعتذرون)(آیت ۲۲) قل بفضل اللّٰہ و برحمتہ فبذلک

فلیفرحوا هو خیر ممّا یجمعون (قریب ۳ ربع یعتذرون) (آیت ۲۳) حقاً علینا ننج المؤمنین (قریب ختم یعتذرون).

هود:(آیت ۲۴) ان ربی قریب مجیب (درمیان ربع و نصف وما من دابة) (آیت ۲۵) ان ربی رحیم ودود (بعد نصف وما دابة)

یوسف (آیت ۲۶) فاللّٰہ خیر حافظا (در شروع ربع اوّل وما ابرئ نفسی)

ابراهیم (آیت ۲۷) و ان تعدوا نعمة اللّٰه لا تحصوها (قریب ختم وما ابرئ نفسی)........بنی اسرائیل (آیت۲۸) وما کان عطا ربک محظورا (درمیان ربع و نصف سبحن الذی)

المؤمنون (آیت ۲۹) و قل رب اغفروارحم و انت خیر الراحمین (درمیان بع و نصف قد افلح).........الفرقان (آیت ۳۰) و کفی بربک هادیا و نصیرا (شروع وقال الذین لا یرجون)

روم (آیت ۳۱) کان حقا علینا نصر المؤمنین (درمیان ربع و نصف اُتل ما اوحی) ....احزاب : (آیت ۳۲) و بشر المؤمنین بان لهم من اللّٰه فضلاً کبیرا (درمیان شروع وربع و من یقنت).

سبا (آیت ۳۳) انه سمیع قریب (درمیان نصف و۳ ربع و من یقنت)

زمر (آیت ۳۴) قُل یٰعبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لا تقنطوا من رحمة اللّٰه ان اللّٰه یغفر الذنوب جمیعًا انه هو الغفور الرحیم (درمیان شروع و ربع فمن اظلم)

شوریٰ (آیت۳۵) اللّٰه یجتبی الیه من یشاء و یهدی الیه من ینیب (درمیان شروع ربع الیه یرد) (آیت ۳۶) ان اللّٰه غفور شکور(قریب ختم ربع الیه یرد) (آیت ۳۷) و هو الولی الحمید (ایضا)

زخرف (آیت ۳۸) و رحمة ربک خیر ممّا یجمعون (نصف الیه یرد)

جاثیہ (آیت ۳۹) ھذا بصائر للناس و ھدی و رحمۃ لقوم یوقنون (درمیان ۳ ربع و ختم الیہ یرد)

محمد (آیت ۴۰) فلا تھنوا وتدعوا الی السلم و انتم الاعلون واللہ معکم ولن یترکم اعمالکم (درمیان ربع و نصف حمٓ).....والذاریات (آیت ۴۱) ان اللہ ھو الرزاق ذوالقوۃ المتین (قریب ختم سورت)

رحمٰن (آیت ۴۲) یسئلہ من فی السموات والارض کل یوم ھو فی شان (شروع سورت کے ذرا بعد).....صف (آیت ۴۳) نصر من اللہ و فتح قریب و بشر المؤمنین (قریب ختم سورت)

المنافقون (آیت ۴۴) وللہ خزائن السمٰوٰت والارض ولکن المنافقین لا یفقھون (بعد نصف سورت)

طلاق (آیت ۴۵) و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب و من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ (قبل نصف سورت) (آیت ۴۶) سیجعل اللہ بعد عسر یسرا (بعد نصف سورت)

الملک (آیت ۴۷) ھوالذی جعل لکم الارض ذلولا فامشوا فی مناکبھا وکلوا من رّزقہ۔ (نصف سورت) (آیت ۴۸) قل ھو الذی انشأکم وجعل لکم السمع والابصار والافئدہ (قریب ختم سورت)

نوح (آیت ۴۹) استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدارا و یمددکم باموال و بنین و یجعل لکم جنت و یجعل لکم انھارا (قریب نصف سورت) اور سورۂ نباء والنازعات و عبس وانفطار میں ایسی نعم زیادہ مذکور ہیں۔

انشراح (آیت ۵۰) ان مع العسر یسرًا ان مع العسر یسرا (وسط سورت)

خاتمہ مشتملبر چند اطلاعات (الف) حُسنِ اتفاق ہے کہ رسالہ تسلیم میں بھی بلا قصد

پچاس ہی اشعار مناجاتیہ جمع کے لئے ذہن میں آئے اور اس رسالہ تنعیم میں بھی جو بمنزلہ اُس کے متمم کے ہے پچاس ہی آیتیں بلا کسی اہتمام کے ذہن میں آئیں۔ (ب) میں نے یہ آیتیں بلا ترجمہ جمع کر لی ہیں جن میں اکثر مقدار میں مختصر اور دلالت میں سلیس ہیں کہ ان کو سنتے ہی اُن کا حاصل اکثر سامعین کے سمجھ میں آجاتا ہے کیونکہ عام مسلمانوں کو بھی ببرکت اسلام کے اتنی مناسبت قرآن مجید سے ہوتی ہے نیز یہ مناسبت اس وجہ سے بھی قوی ہو جاتی ہے کہ اُن آیات میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات مذکور ہیں جیسے غفور رحیم ارحم الراحمین۔ خیر الرازقین وہ اکثر مسلمانوں کی زبان پر جاری رہتی ہیں۔ (ج) اگر کسی کا دل چاہے ان کا ترجمہ ہر ایک آیت کے ساتھ لکھ کر اپنے پاس رکھ لے اور مع ترجمہ کے ان کا وِرد کیا کرے۔ مشورۃً کہا جاتا ہے کہ "بیان القرآن" کے ترجمہ میں تمام رعایتیں کی گئی ہیں اُس سے اگر لے لیں تو مصلحت ہے۔ واللّٰہ الموفق والهادی + للمقاصد والبادی + وكان تحرير هذه الرسالة بعد ثلثة ايام من تحرير رسالة التسليم جعلها اللّٰه لی و للمنتفعين بها وسيلة الى النعيم ووقاية عن الجحيم فقط . تمت الرسالة .

نوٹ:۔ اس کے بعد سائل مذکور بالا کا خط آیا جس کا خلاصہ یہ ہے "اطلاع ورود مسعود نعمت عظمیٰ التنعیم من المنعم الرحیم بعد نعمت عظمیٰ التسلیم للحاکم الحکیم نورٌ علیٰ نور حضور والا باللہ تعالیٰ اس عظیم الشان احسان اور اس شفقت کے بعد جس کا مجھ کو وہم وگمان بھی کبھی نہیں ہوسکتا تھا میں کسی طرح قصد شکر کے قابل بھی نہیں رہا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ ظن غالب ہے کہ فعال لما یرید نے حضور والا کے واسطہ سے مجھے بھی بلا استحقاق لا خوف علیهم ولا هم یحزنون میں شامل فرمادیا ہے۔ دادِ حق را قابلیت شرط نیست اھ۔

تمہید رسالہ فتح الظفر

احقر نے اس زمانہ میں دو رسالے مسئلہ قدر کے متعلق لکھے ہیں جو ظاہراً و غالباً اپنے موضوع میں بے نظیر ہیں ایک ''التسلیم للحاکم الحکیم''۔ دوسرا التعیم من المنعم الرحیم۔ چونکہ اس مسئلہ کی صحیح اور سنت کے موافق تحقیق کی ضرورت عام تھی۔ مگر زبان دونوں رسالوں کی علمی درسی تھی اس لئے میں نے ایک خاص مجمع میں یہ آرزو ظاہر کی کہ اگر ان کی ضروری تسہیل ہو جاوے جس سے تھوڑی مناسبت رکھنے والا بھی سمجھ سکے تو ان کا نفع عام ہو جاوے میرے اس کہنے پر میرے ہمشیرہ زادہ عزیز ارشد مولوی ظفر احمد سلمہ اللہ الاحد نے جو کہ قریب ہی زمانہ میں میری ایک ایسی ہی آرزو رسالہ القول المنصور کی شکل میں پوری کر چکے ہیں فوراً اپنے کو اس کے لئے پیش کر دیا جس کو میں نے نہایت مسرت اور دُعاؤں کے ساتھ قبول کیا چنانچہ اُنہوں نے باسرع اوقات اس ذخیرہ کو مرتب کر دیا اور میرے مشورہ کے موافق دو رسالوں کے ساتھ متعلق ہونے سے اُس کا نام ''فتح الظفر'' جلد اوّل و دوم تجویز کیا۔ پھر ساتھ ہی ساتھ میرے دوسرے عزیز یعنی میرے برادر زادہ مولوی شبیر علی وقاہ اللہ کل شر خفی و جلی نے میرے رسالوں کے ساتھ ہی اپنے رسالہ ''النور'' میں ان کی بھی اشاعت منظور کی چنانچہ سب رسالے مقرون ہیں دو تمہید سے پہلے اور دو تمہید کے بعد۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں عزیزوں کو دونوں جہان کی نعمتوں سے سر فراز فرماوے۔ بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی یہ ہوئی کہ اس خدمت کے لئے اس وقت ایک ہی خاندان کے آحاد کو جمع کر دیا۔ ..... والسلام اشرف علی

تسہیل رسالہ التسلیم للحاکم الحکیم

الملقب ''ب'' فتح الظفر فی مسئلۃ القدر

(سوال): السلام علیکم! حضور والا درخواست ہے دُعاء فرمائی جائے حالت یہ ہے کہ باوجود ہر طرح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور رحمتوں میں خود کو پانے کے اور اختیاری طور پر زبان اور دِل سے اُس کا شکر گذار ہونے کے نہایت واضح طور پر کبھی کبھی مثل اس وقت کے یہ محسوس ہونے لگتا ہے اور واقعی غیر اختیاری طور پر میری یہ حالت ہوجاتی ہے کہ میرے قلب پر یہ خیال محیط ہوجاتا ہے کہ (گو خالق و مالک ہونے کی بناء پر ظلم نہیں) نعوذ باللہ من ذٰلک۔ اللہ تعالیٰ نے (اپنی تمام مخلوقات وعموماً اور) مجھ کو تو (خصوصاً) پیدا فرما کر بالکل نا قابل تحمل الم اور کلفت میں مبتلا فرمادیا جس سے کچھ مفر ہی نہیں خواہ موت اور عذاب سے نجات ہی کیوں نہ ہوجاوے (عافیت کی بس ایک ہی صورت تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو پیدا ہی نہ فرماتا) اس خیال کے طاری ہوتے ہی ایک غیر اختیاری حالت بغض و عداوت و شکایت و ناراضی قلب میں حق تعالیٰ کے ساتھ محسوس ہوتی ہے اور یہ نظر آتا ہے کہ اندرون قلب میں یہ حالت مستقلاً اور دواماً رہتی ہے اور گاہ گاہ شدت کے ساتھ ظہور ہوجاتا ہے جیسا اس وقت'' غیر اختیاری ہونے کے سبب دینی اور اُخروی ضرر تو بفضلہٖ تعالیٰ نہیں معلوم ہوتا البتہ نفسانی اور جسمانی الم اور غم اور خوف و ضرر نا قابل بیان ہے اور صرف تحمل نہ ہونے کے سبب دُعا کی درخواست کرتا ہوں۔ حضور والا کی عافیت کاملہ دائمہ کے لئے دل سے دُعاء ہے۔

اس کا اندیشہ ہے کہ یہ غیر اختیاری حالت قلب کی اصلی اور دوامی حالت معلوم ہوتی ہے جو اکثر و بیشتر تو مضمحل یا کمزور ہونے کی وجہ سے مستور رہتی ہے مگر معدوم کسی وقت نہیں ہوتی اور بعض اوقات قلب پر محیط اور نمایاں ہوجاتی ہے اور اصلی اور حقیقی صفت و حالت قلب کی یہی شکایت و ناراضی ہے۔۔۔حضور والا۔۔۔یہ خیال ہوکر کہ

اللہ تعالیٰ فعال لما یرید ہے اور لا یسئل عما یفعل کیا عجب ہے کہ میرے لئے خوف وغم والم ہی مقدر کیا گیا ہو باوجود بالکل تحمل نہ عطاء ہونے کے غیر اختیاری طور پر بہت رونا آیا اور شدید ہراس ومایوسی میں یہی خیال ہوا کہ حقیقت خواہ کچھ ہی ہو مگر چارۂ کار بجز استغفار اور دُعا اور اظہار عجز وعبدیت کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت ورحمت فرمائے فقط والسلام ورحمۃ اللہ تعالیٰ۔

تسهيل الجواب الملقب ب التسليم للحاكم الحكيم

اس سوال کا حاصل یہ ہے کہ دُعا کی غرض سے مسئلہ تقدیر کے متعلق ایک خطرناک باطنی مرض کو ظاہر کر کے خاص عنوان سے تحقیق طلب کی گئی ہے جس کا حاصل تخلیق (و تکوین عالم) کی حکمت دریافت کرنا ہے جس کے لئے علاوہ جواب کے دُعا بھی کی گئی۔

اس مسئلہ کے متعلق دوسرے عنوانات سے بھی مختلف اشکالات کئے جاتے ہیں جو کبھی وسوسہ ﴿وسوسہ وہ خیال جو بلا اختیار دِل میں آیا اور چلا گیا اور حدیث النفس وہ جو کچھ دیر دل میں رہا مگر جما نہیں ۔۱۲۔ط﴾ کے درجہ تک رہ جاتے ہیں کبھی حدیث النفس تک پہنچ جاتے ہیں کبھی اس سے آگے بڑھ کر شک یا اعتراض تک بھی پہنچ جاتے ہیں۔ علماء نے ہمیشہ ہر اشکال کا جواب کافی علمی تقریر سے اور مشائخ نے ہر مضر درجہ کا علاج اپنی شافی عملی تدبیر سے ارشاد فرمایا ہے اور وہ سب اپنی جگہ پر نافع اور شبہات کے دافع ہیں لیکن اس وقت اختلاف طبائع (اور تبدل مذاق) کی وجہ سے دوسرے عنوان سے جواب کی ضرورت محسوس ہوئی جس کا مختصر بیان یہ ہے کہ بعض مسائل کی خاصیت یہ ہے کہ اگر اجمالی طور سے اُن کی تحقیق پر اکتفاء کیا جائے تو اُس سے اطمینان قلب پوری طرح حاصل ہو جاتا ہے اور اگر تفصیل کے ساتھ اُن کی کاوش اور کھود کرید کی جائے تو اُن میں شبہات اور خدشات بڑھتے چلے جاتے ہیں، یہ تفاوت تو خود مسائل وحقائق میں ہے، اور ایک تفاوت طالبان تحقیق میں ہے۔

وہ یہ کہ پہلے زمانہ میں زمانۂ نبوت کے قُرب کی برکت سے اکثر طبائع پر

سلامتی اور سادگی کا غلبہ تھا وہ ایسے اُمور میں اجمال پر قناعت کرتے تھے لہٰذا اُن کے لئے علماء و مشائخ کی اُن تقریرات و تدبیرات سے مقصود حاصل ہو جاتا تھا۔ چنانچہ احادیث میں بھی بعض جوابات کسی قدر تفصیل کے ساتھ وارد ہیں مگر اُن میں کسی سائل سے ردوقدح منقول نہیں اور اس وقت بوجہ بُعد زمانۂ نبوت کے اکثر طبائع پر موشگافی اور تکلف کا غلبہ ہے تو سوال کرنے والے ہر چیز میں کاوش اور تنقید سے کام لیتے ہیں اس لئے اس وقت اس مسئلہ میں بھی ایسے ہی عنوان کی ضرورت ہے کہ اُس میں تفصیلی گفتگو سے کچھ ضرر یا خطرہ نہ ہو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کہ وہ عنوان اس ناکارہ آوارہ کے قلب میں القاء فرما دیا۔ چنانچہ اس وقت اُسی عنوان سے مسئلہ کا جواب عرض کر رہا ہوں۔ اُس عنوان کا حاصل یہ ہے کہ طالب تحقیق کو یہ بتلا دیا جاوے کہ علوم عقلیہ میں صدہا مسئلے ایسے ہیں جن کی حقیقت اور کنہ آج تک کسی فلسفی کو معلوم نہیں ہوئی مگر چونکہ حقیقت معلوم نہ ہونے سے اصل مقصود میں کچھ خلل نہ تھا اس لئے سب عقلاء اجمالی علم پر اکتفا کر کے اصل مسئلہ کو تسلیم کرتے اور اُس سے کام لیتے ہیں۔ مثلاً خود اپنے علم ہی کی جو اپنی ہی صفت ہے حقیقت اور کنہ کا آج تک پتہ نہیں چلا کہ یہ عرض کی کون سی قسم میں داخل ہے۔ لیکن پھر بھی کسی نے اس بے خبری کو اصل مقصود میں مخل نہیں سمجھا اور ضروری چیزوں کا علم حاصل کرنے کو کسی نے ترک نہیں کیا۔ اہل فن کے نزدیک ایسی ہی اور بھی بہت چیزیں ہیں (جن کی کنہ اور حقیقت کی کسی کو خبر نہیں)۔

سو اگر اسی طرح مسئلہ زیر بحث (یعنی مسئلہ تقدیر) میں بھی کنہ اور حقیقت معلوم کرنے کی کوشش نہ کی جائے اور اس کا جو اَصل مقصود ہے اُس کو حاصل کر لیا جائے یعنی علم کے درجہ میں ایک صحیح واقعہ کے اعتقاد سے نفس کی تکمیل کی جائے اور عمل کے درجہ میں اس علم صحیح کے ثمرات سے منتفع ہوا جائے جس کا ایک نمونہ بطور مثال کے اس آیت ﴿عجائب اتفاقات سے یہ ہے کہ حضرت اقدس نے جس آیت کو عنوان جواب میں اختیار فرمایا ہے کہ ایک حدیث میں اسی کو فتنۂ قدر کا سد باب کرنے والی فرمایا گیا

ہے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں سیفتح علی امتی باب من القدر فی آخر الزمان لا یسدہ شیٔ یکفیکم منہ الا ان تلقوھم بھذہ الآیۃ ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب الآیۃ رواہ الدیلمی عن سلیم بن جابر الجھمی کنز العمال ص ۳۴، ج ۱، میری اُمت پر آخر زمانہ میں تقدیر (پر شبہ) کا ایک دروازہ کھولا جائے گا اُس کو کوئی چیز پوری طرح بند نہ کرے گی سوا اس کے کہ تم اُن کے سامنے یہ آیت پیش کر دو ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب ۱۲﴾ میں مسئلہ تقدیر کی غایت کے طور پر ارشاد فرمایا ہے: ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأھا ان ذلک علی اللہ یسیر لکیلا تأسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اٰتاکم (ترجمہ از بیان القرآن) کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ (سب) ایک کتاب میں (یعنی لوح محفوظ میں) لکھی ہیں قبل اس کے کہ ہم اُن جانوں کو پیدا کریں (یعنی تمام مصیبتیں خارجی ہوں یا داخلی وہ سب مقدر ہیں اور) یہ اللہ کے نزدیک آسان کام ہے (کہ قبل وقوع لکھ دیا کیونکہ اس کو علم غیب حاصل ہے اور ہم نے یہ بات بتلا اس واسطے دی ہے) تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے (عافیت یا اولاد یا مال) تم اُس پر (اتنا) رنج نہ کرو (کہ مانع ہو جاوے اشتغال ﴿یعنی آخرت کے کاموں میں مشغول ہونے اور اللہ کی رضا مندی طلب کرنے سے روک دے۔۱۲﴾ بالآخرۃ وابتغاء مرضاۃ حق سے اور رنج طبعی کا مضائقہ نہیں) اور تاکہ جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے (اُس کی نسبت بھی یہ سمجھ کر کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و فضل سے ہمارے لئے عطا فرمانا تجویز کر دیا تھا اور اُسی نے ہم کو دی ہے) اُس پر اتراؤ نہیں (کیونکہ اتراوے تو وہ جس کا استحقاق ذاتی ہو اور جب دوسرے کی مشیت و حکم سے ایک چیز ملی ہے اُس پر اترانے کا کیا استحقاق ہے) تو تقدیر کی حقیقت اور کنہ کے مخفی رہنے میں کیا ضرر ہے اور اس سے کون سا ضروری مقصود فوت ہوتا ہے۔

اب جواب کے اس عنوان کی تائید اور تاکید کے لئے چند صحیح تعلیمات کو مختصراً پیش کرتا ہوں اور اس عنوان کی طرف اس مضمون کے لقب میں بھی اشارہ کر دیا گیا ہے یعنی ''التسلیم للحاکم والحکیم'' جس کے مراقبہ کی تعلیم اس احقر کا مدت دراز کا معمول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حاکم اور حکیم ہونے کو جس کا اجمالاً سب کو اعتقاد ہے دل میں جما لیا جائے اور اس کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے یہ تو علم کا درجہ ہوا۔ اور اس بناء پر اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کے ساتھ خواہ شرعی احکام ہوں جیسے اوامر ونواہی یا تکوینی احکام ہوں جیسے وہ تصرفات جو عالم میں ہوتے رہتے ہیں ہمیشہ اعتماد وانقیاد کا معاملہ بالالتزام رکھا جائے یہ عمل کا درجہ ہوا۔

وہ صحیح تعلیمات مع ضروری توضیح وشرح کے ذیل میں مذکور ہیں:

التعلیم الاوّل

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال خرج علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم و نحن نتنازع فی القدر فغضب حتی احمر وجهه حتی کانما فقیء فی وجهه حب الرمان فقال ابهذا امر تم ام بهذا ارسلت الیکم انما هلک من کان قبلکم حین تنازعوا فی هذا الامر عزمت علیکم ان لا تنازعوا فیه رواه الترمذی .

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور اُس وقت ہم تقدیر کے بارے میں باہم بحث ومباحثہ کر رہے تھے تو آپ کو غصہ آ گیا یہاں تک کہ انار کے دانوں کی طرح آپ کا چہرہ (مبارک) سرخ ہو گیا پھر فرمایا کیا تم کو ایسی بات کا اُمر کیا گیا ہے یا میں تمہاری طرف اسی لئے بھیجا گیا ہوں؟ تم سے پہلی اُمتیں جب ہی ہلاک ہوئیں جبکہ اس مسئلہ مین مباحثہ کرنے لگیں۔ میں تم کو تاکید کرتا ہوں کہ اس میں ہرگز مباحثہ نہ کرنا۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔''

اس حدیث میں مسئلہ تقدیر میں بحث و مباحثہ کرنے سے سخت ممانعت کی گئی ہے۔ ﴿اسی کے موافق ابن عدی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے **عزمت علی اُمتی ان لا یتکلموا فی القدر ولا یتکلم فی القدر الاشرار اُمتی فی آخر الزمان** (کنز العمال ص ۳۰، ج۱) میں اپنی اُمت کو تاکید کرتا ہوں کہ تقدیر کے مسئلہ میں (کاوش کے ساتھ) گفتگو نہ کریں تقدیر میں (ایسی) گفتگو میری اُمت کے شریر لوگ ہی آخر زمانہ میں کریں گے۔۱۲۔ ظ﴾ جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو (جو کہ فہم و عقل اور سلامت فطرت میں اعلیٰ درجہ پر تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے تعلیم فرمانے والے جو حُسن بیان اور خوبی گفتار اور نور باطنی کے فیضان میں بے نظیر اور لاثانی تھے اُن کے سوالوں کے حل کرنے کو تشریف رکھتے تھے) اس میں غور و خوض اور گفتگو سے ممانعت کی گئی تو دوسروں کو اس کی کب اجازت ہوگی، اور یہ بات ظاہر ہے کہ عقائد دینیہ کی تحقیق بذات خود مقصود ہے پھر بھی اس کی تحقیق سے منع فرمانے کی وجہ بجز اس کے کیا ہو سکتی ہے کہ عقول و اذہان اس کی حقیقت و کنہ کا احاطہ نہیں کر سکتے۔''

التعلیم الثانی

''عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول من تکلم فی شیٔ من القدر سئل عنه یوم القیٰمة و من لم یتکلم فیه لم یسئل عنه'' (رواه ابن ماجه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا جو شخص تقدیر کے کسی جزو میں بھی گفتگو کرے گا قیامت میں اُس سے بازپُرس کی جاوے گی اور جو اُس میں گفتگو نہ کرے گا اُس سے (یہ) سوال نہ کیا جائے گا (کہ تو نے اس مسئلہ میں اپنی تحقیق کیوں نہ بیان کی)۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس میں کلام کرنے سے قیامت کے دن باز پُرس ہوگی، جس سے اس میں گفتگو کا معصیت ہونا ثابت ہوتا ہے تو یہ حدیث گویا پہلی

حدیث کی شرح ہے کہ اُس میں جو تقدیر میں گفتگو کرنے کی ممانعت وارد ہے۔

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ وہ ممانعت تحریم کیلئے ہے (یہ نہیں کہ اس میں گفتگو صرف خلاف ادب اور خلاف اولیٰ ہی ہے بلکہ حرام اور گناہ ہے) اور خود اُس حدیث میں بھی آپ کا غضبناک ہونا اس پر دلالت کے لئے کافی ہے کیونکہ جائز باتوں پر ایسا غصہ نہیں آ سکتا ورنہ اُمت کو جائز اور ناجائز میں خلط ہو جائے گا اور شارع علیہ السلام سے ایسا خلط محض محال ہے۔ باقی اس حدیث میں جو باز پرس کا ذکر ہے اُس میں دو احتمال ہیں ایک تو مشہور ہے کہ جس طرح اور اقوال وافعال پر (جو شریعت کے خلاف ہوں) باز پرس ہوگی اُسی طرح اس پر باز پُرس ہوگی اور ہر ایک پر مناسب سزا دی جائے گی (مرقاۃ) اور ایک احتمال ہمارے مشائخ سے منقول ہے یعنی یہ باز پُرس ہوگی کہ تم بڑے محقق تھے بتلاؤ (تقدیر کے متعلق تم کو) کیا تحقیق ہوا۔ یہ ایسی تکلیف ہوگی جیسے تصویر بنانے والے کو تصویر میں جان ڈالنے کی تکلیف دی جائے گی اور جب وہ اس سے عاجز ہو جاوے گا تو اُس کا مستحق سزا ہونا ثابت ہو جائے گا۔

التعلیم الثالث

عن ابن عباس رضی الله عنهما کنت خلف النبی صلی الله علیه وسلم فقال لی یا غلام انی اعلمک کلمات. احفظ الله یحفظک ، احفظ الله تجده تجاهک اذا سالت فاسأل اللّٰه واذا استعنت فاستعن باللّٰه واعلم ان الامة لواجتمعت علی ان ینفعوک بشی لم ینفعوک الا بشیء قد کتبه اللّٰه لک ، وان اجتمعوا علی ان یضروک بشیء لم یضروک الا بشیء قد کتبه اللّٰه علیک ، رفعت الا قلام وجفت الصحف (للترمذی)

(ترجمہ): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا تو آپ نے فرمایا اے لڑکے میں تم کو چند باتیں بتلاتا ہوں

(اُن کو غور سے سنو) اللہ کا دھیان رکھو وہ تمہارا دھیان رکھیں گے، اللہ کا دھیان رکھو اُس کو اپنے سامنے پاؤ گے، جب مانگو اللہ سے مانگو، جب مدد چاہو اللہ سے مدد چاہو۔ اور جان لو کہ اگر ساری خلقت اس بات پر متفق ہو جائے کہ تم کو کچھ نفع پہنچائیں تو وہ کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے مگر وہی جو اللہ نے تمہارے واسطے لکھ دیا ہے اور اگر ساری خلقت اس پر متفق ہو جائے کہ تم کو کچھ ضرر پہنچائیں تو وہ تم کو کچھ ضرر نہیں دے سکتے سوا اُس کے جو اللہ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے، قلم اُٹھا کر رکھ دیئے گئے اور (تقدیر کے) صحیفے خشک ہو چکے (اب اُن میں کمی بیشی نہیں ہوگی) اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

مسئلہ تقدیر کے اعتقاد کا ثمرہ اور فائدہ اس ﴿ایک حدیث میں جسے حاکم نے تاریخ میں اور قضاعی نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس فائدہ کی اور زیادہ تصریح ہے ''الایمان بالقدر یذهب الهم والحزن۔'' کنز العمال ص ۲۷، ج ۱۔ یعنی تقدیر پر اعتقاد جازم رکھنا پریشانی اور رنج کو دُور کر دیتا ہے۔'' چنانچہ مشاہدہ ہے کہ دنیوی مقاصد میں ناکام ہو جانے اور تدابیر و اسباب کے بیکار ہو جانے پر اکثر خودکشی کرنے والے وہی ہیں جن کا تقدیر پر اعتقاد نہیں، تقدیر پر اعتقاد رکھنے والا یہ سمجھ کر مطمئن ہو جاتا ہے کہ مقدر یوں ہی تھا۔ ۱۲۔ ظ﴾ حدیث سے بخوبی واضح ہو رہا ہے، یہی فائدہ اُس آیت کا مدلول ہے جو تعلیم اوّل سے پہلے بیان کی گئی ہے اور اعتقادِ تقدیر پر اس ثمرہ کا مرتب ہونا ظاہر ہے کیونکہ جس شخص کا یہ کامل یقین ہوگا کہ جو نفع یا ضرر مقدر نہیں وہ تمام عالم کے جمع ہو کر ارادہ کرنے سے بھی واقع نہیں ہو سکتا، اُس پر کوئی خوف کوئی طمع یا اُمید اور کوئی غم اور کوئی پریشانی غالب نہیں آ سکتی، کیا بجز اس اعتقاد کے کسی دوسری چیز میں ایسا قوی اثر ہو سکتا ہے؟ اور یہ ثمرہ محض اجمالی اعتقاد پر مرتب ہو جاتا ہے گو اس اعتقاد کی حقیقت اور کنہ معلوم نہ ہو۔

التعلیم الرابع

''من الجامع الصغیر القدرسر اللّٰہ تعالٰی (عزیزی ص ۶۶، ج ۳) قال

العلقمی ﴿قلت ولکن فی العزیزی بعد ذکر کلام العلقمی حل عن ابن عمر اے هو فی زیادات المسند لا حمد عن ابن عمر ص ۶۷، ج ۳ وسیأتی بسط الکلام فیه ۱۲۔ظ﴾ لم یذکر المخرج ولا الراوی قال المناوی قال بعضهم کالشارح لروایة الجامع الصغیر استأثر اللّٰه تعالٰی بسر القدر و نهی عن طلبه"

ترجمہ: ''جامع صغیر میں یہ حدیث ہے کہ تقدیر کا (مسئلہ) اللہ تعالیٰ کا راز ﴿اس حدیث کو کنز العمال میں ان الفاظ سے روایت کیا ہے لا تکلموا فی القدر فانه سر اللّٰه فلا تفشوا اللّٰه سره حل عن ابن عمر ص ۳۴، ج ۱۔﴾ تقدیر میں گفتگو نہ کرو کیونکہ وہ اللہ کا راز ہے پس اللہ کے راز کو ظاہر نہ کرو، اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسئلہ تقدیر میں اجمالی کلام بھی نہ کیا جائے بلکہ تکلف اور کاوش کے ساتھ گفتگو سے ممانعت ہے جس کی دلیل وہ حدیث طویل ہے جس کو طبرانی نے کبیر میں بسند لیّن حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے جس کا اخیر جزو یہ ہے فجمع عیسے من یتبعه فقال القدر سر اللّٰه فلا تتکلفوه (جمع الفوائد، ص ۱۴۰، ج ۲) یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متبعین کو جمع کر کے فرمایا کہ تقدیر اللہ کا راز ہے تو اُس میں تکلف (اور کاوش) نہ کرو۔۱۲۔ظ) ہے بعض شارحین نے (اس کی شرح میں) فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سر تقدیر کو اپنے ساتھ خاص رکھا ہے اور اُس کی طلب (وتحقیق) سے (جو تکلف اور کاوش کے درجہ میں ہو) منع فرمایا ہے اُوپر کی حدیثوں سے جو کچھ مفہوم ہوا تھا اس حدیث میں اُسی کی علت اور وجہ مذکور ہے یعنی اس کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ خاص رکھا ہے اس لئے اس کے علم (اور تحقیق) کے درپے ہونا گویا علم الٰہی میں شرکت کی ہوس ہے، کیا اس سے بڑھ کر (بھی) کوئی گستاخی (ہو سکتی) ہے۔

التعلیم الخامس

"عن مالک بلغنی انه قیل لا یاس ما رأیک فی القدر قال رأی ابنتی یرید لا یعلم سره الا اللّٰه و به کان یضرب المثل فی الفهم". (جمع الفوائد)

ترجمہ: ''امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ قاضی ایاس رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے کہا تقدیر کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے فرمایا جو میری بیٹی کی رائے ہے۔ مطلب یہ تھا کہ اس کے راز (اور کنہ) کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، یہ قاضی جودت ذہن اور ذکاوت وفہم میں مشہور اور مسلم (اور ضرب المثل) ہیں۔ ان کی بھی یہی تحقیق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تقدیر کنہ کو کوئی نہیں جانتا۔ ہمارا علم اس کے متعلق ایسا ہی ہے جیسا میری لڑکی کا کہ اُس کو اجمالی علم حاصل ہے تفصیلی حاصل نہیں۔''

التعلیم السادس

فی فتح الباری ص۴۱۶،ج۱۱. قال ابوالمظفر بن السمعانی سبیل معرفة هذاالباب التوقیف من الکتاب والسنة دون محض القیاس والعقل فمن عدل عن التوقیف فیه ضل و تاه فی بحار الحیرة و لم یبلغ شفاء العین ولا ما یطمئن به القلب لان القدرسر من اسرار اللّٰه تعالٰی اختص العلیم الخبیربه وضرب دونه الاستاد و حجبه عن عقول الخلق و معارفهم لما علمه من الحکمة فلم یعلمه نبی مرسل ولا ملک مقرب وقیل ان سرالقدر ینکشف لهم اذا دخلواالجنة ولا ینکشف لهم قبل دخولها ۔اھ۔

ترجمہ: ''ابوالمظفر بن السمعانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس مسئلہ (تقدیر) کی معرفت کا راستہ صرف وہی ہے جو کتاب وسنت نے بتلا دیا محض قیاس وعقل سے اس کی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی تو جو شخص اس کے اندر شریعت کی بتلائی ہوئی حد سے ہٹے گا وہ حیرت (وپریشانی) کے سمندروں میں کھویا جائے گا نہ اُس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی نہ دل کو اطمینان نصیب ہوگا کیونکہ تقدیر اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک راز ہے جس کو علیم وخبیر (سبحانہ) نے اپنی ساتھ خاص رکھا ہے اور اُس (کی حقیقت وکنہ) کے سامنے پردے ڈال دیئے ہیں اور کسی حکمت کی وجہ سے جس کو وہی جانتا ہے اس کو

مخلوق کی عقل و معرفت سے مخفی کر دیا ہے تو اس (کی کنہ وحقیقت) کو نہ کوئی نبی مرسل جانتا ہے نہ مقرب فرشتہ۔ بعضوں نے فرمایا ہے کہ تقدیر کا راز مخلوق پر جنت میں داخل ہونے کے وقت منکشف ہوگا اس سے پہلے منکشف نہ ہوگا۔

التعلیم السّابع

خود فلاسفہ اور حکماء نے بعض علوم کے متعلق اقرار کیا ہے کہ یہ درجہ عقل متوسط کے درجہ سے بالا اور غور وفکر کی طاقت سے باہر ہے اور اس درجہ کا نام ''قوتِ قدسیہ'' رکھا ہے۔ چنانچہ اُن کا قول ہے کہ اگر عقل اپنے انتہائی درجہ پر پہنچ جائے تو اُس کو قوت قدسیہ کہتے ہیں، فلاسفہ کی تحقیق یہاں تک رہ گئی۔ اُنہوں نے بعض مسائل میں اہل نظر واصحاب استدلال کی کمزوری کا مشاہدہ کیا تو عقل کا ایک درجہ اُن کی عقلوں سے بالاتر مان لینے کو کافی سمجھا خود قوت قدسیہ کے عجز کا اُنہوں نے مشاہدہ نہیں کیا اس لئے اُس سے تعرض نہیں کیا، علماء اسلام نے اس درجہ کے عجز کا بھی مشاہدہ کیا اس لئے اُن کی وہ تحقیق ہے جو تعلیم سادس (٦) میں (ابھی) گذری ہے۔

ان تعلیمات سے جن باتوں کی تائید مقصود تھی وہ سب واضح ہوگئیں یعنی

(۱) مخلوق کی عقلیں اس مسئلہ کا تفصیل کے ساتھ احاطہ نہیں کرسکتیں۔

(۲) اس مسئلہ سے جو منافع متعلق ہیں وہ اُس کے اجمالی علم سے حاصل ہو سکتے ہیں یعنی ایک صحیح اور شریف علم کی دولت حاصل ہو جانا اور حق تعالیٰ کے ساتھ عبدیت و اطاعت کا تعلق قوی ہو جانا اور غیر اللہ کے نفع کی اُمید اور اندیشۂ ضرر سے آزادی اور استغنا نصیب ہونا۔ (۳) یہ مشورہ کہ عقل تمام علوم کا احاطہ نہیں کرسکتی کچھ شریعت ہی کے ساتھ خاص نہیں۔ حکماء وفلاسفہ نے بھی بعض اُمور کی حقیقت وکنہ کی ادراک سے اپنے کو عاجز دیکھ کر اس کا اقرار کیا ہے اور مجبور ہو کر انہیں کہنا پڑا کہ بعضے علوم کے ادراک سے عقل متوسط عاجز ہے اُن کی حقیقت غور وفکر کی طاقت سے معلوم نہیں ہوسکتی بلکہ اس کے لئے دوسری قوت کی حاجت ہے۔

ان سب باتوں سے جواب کے اُس عنوان کی تائید واضح ہوگئی جو ہم نے تجویز کیا ہے، اب اس عنوان کی سلامتی اور خوبی کو غور سے دیکھ لیا جائے کہ اس میں خواہ کتنی ہی تفصیل و تحلیل کی جائے پھر بھی کسی ضرر یا خطرہ کا احتمال نہیں ہوسکتا کیونکہ دوسرے جوابوں کی تفصیل میں تو علمی مقدمات بڑھانے پڑتے ہیں اور اسی سے خطرہ پیدا ہوتا اور بڑھ جاتا ہے۔ اور اس جواب کے عنوان میں اُن مقدمات کا پتہ بھی نہیں تو اس کا خطرہ سے پاک ہونا یقینی ہے۔ اب اس مفید عنوان سے پوری طرح منتفع ہونے کا جو طریقہ اجمالاً اُوپر بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کے ساتھ خواہ شرعی احکام ہوں یا تکوینی اعتقاد و انقیاد کا معاملہ کیا جاوے اُسی کو بعض اور ضروری اجزاء ملا کر بیان کرتا ہوں۔

ان دوسرے اجزاء کے ملانے کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ اب تک جو کچھ تعلیمات کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ تقدیر کی کنہ اور حقیقت کا علم نہیں ہوسکتا اور اس کا اصل نفع یہ ہے کہ اس مسئلہ سے شبہات و اشکالات کا قلع قمع ہوگیا اور اس فائدہ کا حاصل یہ ہوا کہ نفع مقصود کا ایک مانع مرتفع ہوگیا اور محض موانع کے مرتفع ہوجانے سے اصل مقصود یعنی نفع کامل حاصل نہیں ہوتا بلکہ اُس کے لئے شرائط کے جمع ہونے کی بھی ضرورت ہے۔ اس لئے دستور العمل کو دوسرے بعض اجزاء سے ملانے کی ضرورت ہوئی جس کی آسان اور مختصر تقریر یہ ہے کہ:

(۱) مسئلہ تقدیر کے متعلق جب کوئی سوال ذہن میں پیدا ہو یہ جواب دے دیا جائے کہ تیرا ادراک اور تیری فہم اس کے قطعی جواب سے عاجز ہے اس لئے اس میں غور و خوض کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا۔

شد پریشان خواب من از کثرت تعبیرہا

﴿تعبیروں کی کثرت سے خواب ہی پریشان ہوگیا۔۱۲﴾

یہ وہم نہ کیا جائے کہ اگر کوئی مسئلہ ادراک عقل سے باہر ہو کر بھی حق ہوسکتا ہے تو دوسرے باطل مذہب والے بھی اپنے غلط مسائل کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ

باتیں عقل کے ادراک سے بالا ہیں۔ ان کو بے چون و چرا تسلیم کر لینا چاہئے تو مسئلہ تقدیر میں اور اُن کے غلط مسائل میں کیا فرق ہوا؟

جوابؔ یہ ہے کہ کسی حقیقت کا ادراک عقل سے باہر ہونا دو قسم پر ہے ایک یہ کہ جیسا اُس کے ثبوت پر دلیل عقلی قائم نہیں ایسا ہی اُس کی نفی پر بھی دلیل عقلی قائم نہ ہو، ہمارا یہ مسئلہ ایسا ہی ہے۔ دوسرے یہ کہ اُس کی نفی پر دلیل عقلی قائم ہو عقل اُس کے غلط ہونے کا حکم کرتی ہو مسائل غیر اسلامی ایسے ہی ہیں، پس دونوں میں فرق واضح ہے۔

(۲) اسی طرح اگر کسی واقعہ کے متعلق ذہن میں حکمت کا سوال پیدا ہو (کہ اس واقعہ میں کیا حکمت ہے ایسا کیوں ہوا؟) تو یہ جواب دے دے کہ خود ایک مخلوق کو دوسری مخلوق کے بعض افعال کی بعض حکمتیں معلوم نہیں ہوسکتیں تو خالق کی حکمتوں کا کون احاطہ کرسکتا ہے اس لئے (ایسے مواقع میں) اپنا یہ مسلک رکھنا چاہئے۔

حدیث مطرب و می گو و راز دہر کم تر جو ۔۔۔ کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمارا

﴿محبوب کی اور محبت کی باتیں کرو زمانہ کے (واقعات کا) راز تلاش نہ کرو کہ حکمت اور عقل سے کسی نے اس معمہ کو نہ حل کیا ہے نہ حل ہوسکتا ہے (اگر حل ہوگا محبوب ہی سے ہوگا تو اُس کے ساتھ تعلق کو بڑھانا چاہئے)﴾

(۳) اس قسم کی باتوں کے متعلق سوال و جواب کا سلسلہ قطع کر کے حق جل وعلا شانہ کے انعامات و احسانات کی یاد میں مشغول ہو جاوے خواہ اس قسم کی آیتوں کو جمع کر کے اُن کا مطالعہ کر لیا کرے اس کے دو اثر ہوں گے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھے گی جو سب سے بڑھ کر شبہات و اشکالات کا قلع قمع کرنے والی ہے جیسا مولانا رومی نے فرمایا ہے۔

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت ۔۔۔ ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

﴿عشق وہ شعلہ ہے کہ جب بھڑکتا ہے تو معشوق کے سوا جو کچھ ہو سب کو پھونک دیتا ہے غیر حق کو فنا کرنے کے لئے لا الٰہ کی تلوار (عشق نے) چلائی غور سے دیکھو کہ لا کے بعد کیا رہا۔ بس اِلا اللہ ہی رہا۔ باقی سب جل گئے۔ عشق کو مرحبا ہے وہ

شرک کو پھونکنے کے لئے کیسا اچھا روغن ہے۔۱۲﴾

تیغ لا در قتل غیر حق براند در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند

ماند اِلا اللہ باقی جملہ رفت مرحبا اے عشق شرکت سوز زفت

دوسرا اثر یہ ہوگا کہ طاعت (وعبادت) میں جو کہ بڑا مقصود ہے ہمت (بلند) ہوگی۔

از محبت تلخہا شیریں بود

(محبت سے بہت سی تلخیاں شیریں ہوجاتی ہیں)

(۴) احکام الٰہیہ کی بجا آوری اور گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام رکھے کہ یہ خود بھی ضروری ہے اور اس میں یہ خاصیت بھی ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے اور اگر اس میں کوتاہی ہوجاوے تو کوتاہی کی تلافی کے ساتھ ہی استغفار کی کثرت کرے، اور اگر کبھی نفس وشیطان یہ دھوکہ دے کہ جب تقدیر میں یہی تھا تو میں مجبور تھا تو اُس کو یہ جواب دے کہ گو مجھ کو اپنے اختیار کی حقیقت معلوم نہیں (کہ کتنا ہے اور کس درجہ کا ہے) مگر یہ اَمر بدیہی اور یقینی ہے کہ مجھے اور ہر انسان کو اختیار ضرور دیا گیا ہے، اسی وجہ سے مجھے اپنے ماتحتوں کی نافرمانی پر اور ظالموں کے ظلم پر غصہ آتا ہے (اگر سب مجبور ہی ہیں تو کسی پر بھی غصہ نہ آنا چاہئے) پس جبر کا بہانہ شرارت ہے اس جواب میں بقدر ضرورت اختصار سے کام لے کر طاعت واستغفار میں مشغول ہوجاوے زیادہ کاوش اور مناظرہ نہ کرے ورنہ پھر خطرہ میں پڑ جاوے گا۔

(۵) اگر کوئی مصیبت پڑ جائے فوراً یہ اعتقاد دل میں حاضر کرلے کہ اس پر آخرت میں اَجر عطا ہوگا۔ یہ معاملہ تو اپنی مصیبت کے ساتھ رہے اور اگر کسی دوسرے کی ایسی مصیبت پر نظر پڑے جس پر آخرت میں بھی ثواب کی توقع نہ ہو۔ مثلاً ابلیس کے کفر پر نظر پڑے تو اگر اُس کے اختیار پر اجمالی نظر کرنے سے دل کو تسلی ہوجاوے فبہا ورنہ اس سے آگے ذہن نہ چلائے مثلاً اُس کے اختیار کی کنہ اور حقیقت میں یا اُس کے اور اُس جیسے دوسرے کافروں کے پیدا کرنے کی حکمت میں غور نہ کرے اور نفس کو یہ

جواب دے کہ کیا تو تمام جہان کا ٹھیکہ دار ہے تیرے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کا معاملہ لطف و رحمت کا ہے کہ طاعت پر بھی ثواب دیتے ہیں اور مصیبت پر بھی اَجر دیتے ہیں۔ دوسروں کے معاملات کی تجھ کو کیا فکر۔

کار خود کن کار بیگانہ مکن

(تو اپنا کام کر۔ دوسروں کے کام میں نہ لگ)

(۶) ہر وقت اور ہر معاملہ اور ہر عمل میں اس مراقبہ میں ہمہ تن مشغول رہے کہ یہ تو یقینی ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کا غلام ہے اس لئے غلام کو جس طرح آقا کے ساتھ رہنا چاہئے اُسی طرح تجھ کو ہر وقت رہنا چاہئے اور آقا خود رحیم و کریم ہیں وہ تیرے گمان سے بہت زیادہ تجھ پر ہر طرح کا لطف احسان رکھیں گے خواہ تیری سمجھ میں نہ آوے کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند۔ آقا کو غلاموں کی پرورش کا طریقہ خود ہی معلوم ہے (وہ کسی کے بتلانے کا محتاج نہیں)

(۷) جب ذرا بھی کوئی علمی یا عملی یا حالی یا خیالی پریشانی اور خلجان واقع ہو فوراً تضرع و زاری اور دُعا و التجا میں مشغول ہو جاوے کہ بجز اس کے نہ کوئی پناہ ہے نہ کہیں پناہ ہے۔

توانی ازاں دل بپر داختن　　　　کہ دانی کہ بے اوتواں ساختن

(دل کو اُسی سے تو ہٹا سکتے ہو جس کے متعلق یہ معلوم ہو جاوے کہ اُس کے بغیر نباہ ہو سکتا ہے خدا سے دل کو کیونکر ہٹا سکتے ہو کہ اُس کے در کے سوا پناہ کہاں ہے)

اور یہ دُعا و التجا خواہ اپنی زبان میں ہو اور اگر عجز و زاری کے الفاظ ذہن میں حاضر نہ ہوں تو احادیث یا بزرگوں کے کلام میں جو دُعائیں منقول ہیں اُن میں سے کسی کو انتخاب کر لے" اور یہ دو نعمتیں ایک علمی ایک عملی یعنی "نمبر ۶، نمبر ۷" آج ہی عطاء ہوئی ہیں اور ایسے وقت عطاء ہوئیں کہ اس مسئلہ کی تحقیق اور اس کے نشیب و فراز کے گرداب میں ایسا مبتلا ہو گیا تھا جو بالکل نمونہ تھا "کنتم علی شفا حفرة من النار" ﴿تم جہنم کے گڑھے کے کنارہ پر تھے ۱۲۔﴾ کا جس کے بعد "فانقذ کم

منھا'' ﴿پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو اُس سے بچالیا۔۱۲﴾ کی دولت عطاء ہوئی۔ میں نے اُس مصیبت اور اس نعمت کو ساتھ ساتھ اس لیے بیان کر دیا تا کہ کوئی دوسرا ایسے گرداب بلا میں مبتلا ہو جاوے تو وہ اس کشتی میں بیٹھ کر (یعنی دستور العمل کی ''نمبر۶، نمبر۷'' پر عمل کر کے سلامتی کے ساتھ) کنارہ پر آسکے۔

الحمد للہ یہاں تک مسئلہ کی ضروری اور جامع (ومکمل) تحقیق مختصر اور سلیس عنوان سے ہوگئی جس میں خط کا جواب بھی پورا آ گیا کسی جزو کا تعیین کے ساتھ اور کسی کا کلی طور پر، البتہ ایک جزو کا ایک خاص جواب باقی ہے وہ بھی لکھ کر اس تحریر کو ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مفید فرمادے۔ یہ جزو خط کی عبارت ''میرے قلب پر یہ محیط ہو جاتا ہے'' سے ''محسوس ہوتی ہے'' تک ہے اس کا ضابطہ کا جواب تو اُسی عبارت کے ان الفاظ میں ہے، غیر اختیاری طور پر'' اور اسی عبارت کے آخر میں یہ لفظ ہے ''غیر اختیاری ہونے کے سبب'' (ان الفاظ سے خود ہی جواب نکل آیا کہ جب یہ خیالات بے اختیاری طور سے آتے ہیں تو ان کی پروانہ کرنا چاہئے کیونکہ انسان غیر اختیاری اُمور کا مکلف نہیں) مگر وہ خاص جواب اس لئے لکھنے کے قابل ہے کہ اُس کی عبارت میں بعض باتیں خلاف ادب ''ب ش ن'' کی طرف منسوب کی گئی ہیں شاید اس سے کسی کو غلط فہمی ہوتی کہ خط لکھنے والے پر کوئی فتویٰ جاری کر دیتا یا خود کبھی ایسے ابتلاء کی حالت میں اختیاری کو غیر اختیاری پر قیاس کر کے بے فکر ہو جاتا اور یہ دونوں شقیں باطل ہیں اس لئے اس جزو کے متعلق اہل علم کے لئے ایک خاص تنبیہ کی طرف اشارہ کرتا ہوں (جس کا حاصل یہ ہے کہ بے اختیاری طور پر ایسے کلمات کا دل میں آنا یا زبان سے نکل جانا معاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اذ ذھب مغاضبا۔ نیز ارشاد ہے یجادلنا فی قوم لوط۔ نیز بطور حکایت کے ارشاد ہے ان ھی الا فتنتک۔ نیز حدیث شفاعت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مذکور ہے ایھا الطفل المراغم ربه اور ان سب مقامات میں اچھا جواب یہ ہے کہ یہ سب باتیں نازو

ادلال پر محمول ہیں۔ (جو اہل مقام کو معاف ہیں) مگر اہل غفلت پر ان سے (گمراہ ہونے اور) گمراہ کرنے کا اندیشہ ہے۔ بس اس مسئلہ میں یہ آخری بات ہے اللہ تعالیٰ سے ہم اپنے لئے اور سب کے لئے حُسن خاتمہ کی درخواست کرتے ہیں۔

نصف ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ (باقی آئندہ)

اس باقی میں رسالہ کا ضمیمہ جو اشعار مثنوی کے ترجمہ پر مشتمل ہے اور رسالہ تنعیم کی تسہیل ہے جو ان شاء اللہ آئندہ رسالہ میں درج ہوگی۔

تربیۃ السّالک

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ النور بابت ماہ جمادی الاخری ۱۳۶۱ھ)

ضمیمہ

جواب مذکور کے ختم کے قریب ''نمبر ۷'' میں دعا کے متعلق دو انتخابوں کا مشورہ دیا گیا ہے اس میں پہلا انتخاب تو مناجات مقبول کی اصل یا اُس کے نظم ترجمہ سے اُس کے مختصر ہونے کے سبب آسان ہے۔ (پس حدیثوں کی دُعاؤں کو دل چاہے تو اُس میں سے منتخب کر لی جائیں) اور دوسرا انتخاب (یعنی بزرگوں کے کلام سے دُعائیں لینا) ہر شخص کو آسان نہ تھا کہ اس میں زیادہ تلاش کی ضرورت ہے اس لئے ایسے شائقین کی دلچسپی کے لئے اصل رسالہ میں مثنوی معنوی کے جو اشعار مناجاتیہ نقل کئے گئے ہیں اُن کا منظوم ترجمہ نقل کرتا ہوں۔ یہ ترجمہ جناب خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری نے نظم فرمایا ہے اور حضرت والا دام ظلہم نے اس منظوم ترجمہ کو ملاحظہ بھی فرمالیا ہے۔ اصل پر اور اس ترجمہ پر دونوں جگہ نمبر بھی لگے ہوئے ہیں اور وہ یہ ہیں (ان سب کو پڑھ لیا کریں یا کچھ حصہ پڑھ لیا کریں جیسا طبیعت پر اثر ہو اُس کے مطابق عمل کریں۔)

۱ دام اور دانے ہیں لاکھوں اے خدا ہم ہیں مرغانِ حریصِ بے نوا
۲ ہم ہیں ہر دم دامِ نو میں بستہ پا باز اور سیمرغ بھی گر ہوں تو کیا

۳ تو چھڑاتا ہے ہمیں گو دمبدم دوسرے پھندے میں جا پھنستے ہیں ہم
۴ لاکھ ہوں گو دام زیرِ ہر قدم تُو جو اپنے ساتھ ہے پھر کیا ہے غم
۵ اے خدا اے با عطاؤ با وفا رحم کر کی عمر بھر میں نے جفا
۶ عفو کر میرے گناہ اے ذوالمنن اے طبیب رنج ناسور کہن
۷ تو ہی اے فریاد رس ہو راہبر ہم کو ہو کیا فخر علم و مال پر
۸ کج نکر دل کو مرے بعدِ۔ ہدیٰ اور مٹا دے جو ہو قسمت میں بُرا
۹ بے شریک ویار ہے تو اے اللہ کر مدد اور بخش دے میرے گناہ
۱۰ دے بھلائی دارِ دُنیا میں ہمیں دے بھلائی دارِ عقبےٰ میں ہمیں
۱۱ اے مرے ہر کرب میں فریاد رس اے مرے حافظ بوقت ہر ہوس
۱۲ سننے والے ہر دُعا کے میرے شاہ ہر مصیبت میں ہے تو میری پناہ
۱۳ یا رب اس بندہ کو تو رُسوا نہ کر گر میں بد ہوں میرا راز افشاء نہ کر
۱۴ اے کریم ذوالجلال مہربان دائم المعروف دارائے جہان
۱۵ اے کریم العفو حی لم یزل اے کثیر الخیر شاہ بے بدل
۱۶ روز محشر نورِ کامل کر عطا ذلتوں سے بھی ہمیں اُس دن بچا
۱۷ اے خدا سازندۂ عرشِ بریں شام کو دی تو نے زلف عنبرین
۱۸ شمع کافوری سے دن کو اے کریم کردیا روشن تراز عقلِ سلیم
۱۹ تجھ کو قدرت ہے علے وجہ الکمال تو ہے کافی مجھ کو ربّ ذوالجلال
۲۰ یا رب احسانوں کا تیرے کچھ شمار ہو نہیں سکتا زبانیں ہوں ہزار
۲۱ تیرے احسان ہو نہیں سکتے بیان گو مرا ہر بال ہو جائے زبان
۲۲ اے کریم العفو ستار العیوب لے نہ بدلہ بخش دے میرے ذنوب

۲۳ پردہ رکھ لے تُو ہے ستار اے اللہ امتحان میں ہو مرا پشت و پناہ
۲۴ تو ہمارے فعل مت دیکھ اے خدا دستگیری کر شہِ ہر دوسرا
۲۵ ہو مرا اس بے کسی میں دستگیر شاد کر۔ اس غم میں ہو میرا نصیر
۲۶ بے طلب تونے یہ دی ہم کو طلب گنج احسان سے تیرے فائز ہیں سب
۲۷ بے طلب دیتا ہے تُو گنج نہاں مفت بخشی تونے یہ جان جہان
۲۸ پھر طلب پر کیوں نہ دے تو اے ودود سب کو تجھ سے ہی ملا جُود و وجود
۲۹ جان سے میری چھُڑا سوءِ قضا کر نہ اخوانِ صفا سے تو جُدا
۳۰ تیری فرقت سے ہے بڑھ کر تلخ کیا بے ترے کچھ ہے بھی اُلجھن کے سوا
۳۱ نفسی نفسی کہہ کے ہم ہیں نعرہ زن تو نہ چاہے پھر ہیں ہم سب اہرمن
۳۲ جان شیطان سے ہے مامون اسلئے تُونے دے رکھا ہے اپنا امن اِسے
۳۳ گر کہا ہو کچھ غلط اصلاح دے تو ہے سلطانِ سخن مصلح مرے
۳۴ تجھ میں قدرت ہے کرے تبدیل اُسے جُوئے خون بھی ہو تو کردے نیل اُسے
۳۵ سب یہ اکسیریں یہ مینا کاریان تیری قدرت کے ہیں اسرار نہاں
۳۶ مجھ سے مجھ کو مول لے یارب شتاب میرا پردہ رکھ اُٹھا دے سب حجاب
۳۷ پھر مجھے اس نفسِ بد سے مول لے پہنچے ہیں ہڈی تک اب اس کے چھُرے
۳۸ کُھل سکے تیرے سوا یہ بند سخت اور کس سے اے میرے سلطانِ بخت
۳۹ ایسے بھاری قفل کو اب اے خدا کون کھولے تیری رحمت کے سوا
۴۰ کُھل چکا ہے مجھ پہ اپنا پول سب کر زیادہ امتحان میرا نہ اب
۴۱ نااُمید اب سب سے ہوں میں اے خدا اوّل و آخر ہے تو اور منتہا
۴۲ کر مدد توفیق دے رستہ بتا جُرم بخش اور کھول دے عقدہ مرا

۴۳ اے قدیم رازدانِ ذوالمنن — عاجز اس رہ میں ہوں میں اور ممتحن

۴۴ ہر پریشان دل کو تو تدبیر بخش — تو ہی اس ٹیڑھی کمان کو تیر بخش

۴۵ ایک تو نے خاک کو کر ڈالا زر — خاکِ دیگر کو بنایا بوالبشر

۴۶ تجھ سے ہے تبدیل اعیان و عطا — ہم سے ہے بس سہو و نسیان و خطا

۴۷ جو ہے استقلال سے کرنے کا کام — نفس روگردان کو دے اُس میں قیام

۴۸ دیکھ نقصوں کو نہ عیبوں کو مرے — مثلِ مارِ کوہ پُر ہوں زہر سے

۴۹ دیکھ کر سب کچھ نہیں پھر انتقام — ہم پہ حلم و فضل ہے تیرا مدام

۵۰ شکرِ احسان تیرا میں کیا کر سکوں — گرچہ اس رستے میں سر کے بَل چلوں

الحمد للّٰہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تسہیل رسالہ التنعیم من المنعم الرحیم

(الملقب بفتح الظفر حصہ دوم)

بعد حمد وصلوٰۃ یہ رسالہ گویا رسالہ "التسلیم للحاکم الحکیم" کا تتمہ ہے کیونکہ اس میں سات تعلیمات کے بعد اُن سے نفع حاصل کرنے کا جو ایک دستورالعمل بتلایا گیا ہے اُس کے نمبر ۳ میں ایسی آیتوں کے مطالعہ کا مشورہ دیا گیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر ہے پس وہ آیات یہی ہیں جن کو طالبین کی سہولت کے لئے میں نے خود جمع کر دیا ان میں بعض تو پوری آیات ہیں۔ بعض ادھوری مگر تناسب کے لئے سب کو آیات ہی کہہ دیا ہے، اس وقت مقصود اس قسم کا سب آیتوں کا جمع کرنا نہیں صرف خاص شان کی آیتوں کو لے لیا ہے وہ بھی بقدر ضرورت، اور مکرر آیتوں کو نہیں لیا گیا، اور خاص شان کا مطلب یہ ہے کہ جن آیتوں میں انعامات عطاء کرنے کو کسی قید یا شرط کے ساتھ مشروط نہیں کیا گیا اُن ہی کو لیا ہے گو ایسی آیات میں بھی بعض آیتیں دلیل کلی سے کسی قید کے ساتھ مقید ہیں مگر لفظوں میں قید کا مذکور نہ ہونا عرفاً اس بات کی صاف علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اصل عادت یہ ہے کہ بندہ پر رحمت ونعمت کے ساتھ توجہ فرماتے ہیں اور سزا یا عذاب کرنا اُن کی اصل عادت نہیں بلکہ کسی عارض کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے جیسا حدیث سبقت رحمتی علی غضبی (میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے)

میں اس کی تصریح ہے، ان آیات کے عنوان میں سورت کا نام ہوگا اور ہر آیت کے شروع میں نمبر شمار ہوگا اور آخر میں جہاں ضرورت ہوگی آیت کا موقع بتلا دیا جاوے گا اب میں کرم وجود والے پروردگار کی مدد سے مقصود کو شروع کرتا ہوں۔

(**تنبیہ**) چونکہ اصل رسالہ میں آیت اور سورت اور موقع آیت مذکور ہے تسہیل میں دوبارہ اس کے بیان کی حاجت نہیں اس لئے یہاں صرف ترجمہ آیات کا ہوگا اور اُن کے نمبر شمار پر اکتفاء کی جائے گی۔

(۱) بے شک وہی ہیں بڑے توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان۔

(۲) اور مولےٰ بڑے فضل والے ہیں۔(۳) واقعی اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر بہت ہی شفیق و مہربان ہیں۔(۴) اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں (وہی) رحمان ہے رحیم ہے۔(۵) واقعی اللہ تعالیٰ ہیں بڑے غفور رحیم۔(۶) اور اللہ تعالیٰ بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہیں۔(۷) اور روزی تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے انداز دیتے ہیں۔(۸) اور اللہ تعالیٰ غفور ہیں حلیم ہیں (بخشنے والے ہیں بُردبار ہیں)۔

(۹) اے ہمارے پروردگار ہمارے دِلوں کو کج نہ کیجئے بعد اس کے کہ آپ ہم کو (حق کی طرف) ہدایت کر چکے ہیں اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطاء فرمائیے۔ بلا شبہ آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔(۱۰) اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے۔(۱۱) بلا شبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے مہربان ہیں۔(۱۲) اور اللہ تعالیٰ کافی کار ساز ہیں۔(۱۳) اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے مغفرت کرنے والے ہیں۔(۱۴) اور اللہ تعالیٰ کسی کے حاجت مند نہیں خود اپنی ذات میں محمود ہیں۔

(۱۵) اور آپ ہم کو عطا فرمائیے اور آپ سب عطا کرنے والوں سے اچھے ہیں۔

(۱۶) سو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تم کو (ہر طرح کی) فلاح ہو۔

(۱۷) اور ہم کو اپنی رحمت (خاص) میں داخل فرمائیے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

(۱۸) آپ ہی تو ہمارے خبر گیران ہیں ہم پر مغفرت ورحمت فرمایئے اور آپ سب معافی دینے والوں سے زیادہ ہیں۔ (۱۹) (یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رفیق ہے) وہ بہت اچھا رفیق ہے اور بہت اچھا مددگار ہے۔ (۲۰) (ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے) وہ ہمارا مالک ہے اور (ہماری کیا تخصیص ہے) سب مسلمانوں ﴿اس آیت کے ترجمہ میں بیان القرآن کے ترجمہ سے کچھ تغیر کیا گیا ہے۔۱۲۔ظ﴾ کو اپنے سب کام اللہ ہی کے سپرد رکھنے چاہئیں۔

(۲۱) اور (اللہ) جس کو چاہتا ہے راہِ راست پر چلنے کی توفیق دے دیتا ہے۔

(۲۲) آپ کہہ دیجئے کہ پس لوگوں کو اللہ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے وہ اُس (دنیا) سے بدرجہا بہتر ہے جس کو جمع کر رہے ہیں۔ (۲۳) ہم اسی طرح سب ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں یہ (حسب وعدہ) ہمارے ذمہ ہے۔

(۲۴) بے شک میرا رب قریب ہے قبول کرنے والا ہے۔

(۲۵) بلاشک میرا رب بڑا مہربان ہے۔ بڑی محبت والا ہے۔

(۲۶) سو اللہ سب سے بڑھ کر نگہبان ہے (اور وہ سب مہربانوں سے بھی بڑا مہربان ہے)۔ (۲۷) اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اگر شمار کرنے لگو تو شمار میں نہیں لا سکتے۔

(۲۸) اور آپ کے رب کی (دنیوی) عطا (کسی پر) بند نہیں۔

(۲۹) اور آپ یوں کہا کریں کہ اے میرے رب (میری خطائیں) معاف کر اور (ہر حالت میں مجھ پر) رحم کر اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

(۳۰) اور ہدایت کرنے کو اور مدد کرنے کو آپ کا رب کافی ہے۔

(۳۱) اور اہل ایمان کا غالب کرنا ہمارے ذمہ تھا۔

(۳۲) اور مؤمنین کو بشارت دیجئے کہ ان پر اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہونے والا ہے۔ (۳۳) وہ سب کچھ سنتا بہت نزدیک ہے۔ (۳۴) آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنے اُوپر زیادتیاں کی ہیں تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید

مت ہو بالیقین اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے۔ (۳۵) اللہ ہی اپنی طرف جس کو چاہے کھینچ لیتا ہے اور جو شخص رجوع کرے اُس کو اپنے تک رسائی دے دیتا ہے۔

(۳۶) بے شک اللہ بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے۔ (۳۷) اور وہ کارساز قابل حمد ہے۔ (۳۸) اور آپ کے رب کی رحمت بدر جہا اُس سے بہتر ہے جس کو یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں۔" (۳۹) یہ قرآن عام لوگوں کے لئے دانشمندیوں کا سبب اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور یقین لانے والوں کے لئے بڑی رحمت ہے۔

(۴۰) تو تم ہمت نہ ہارو (اور ہمت ہار کر اُن کو) صلح کی طرف مت بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہیں اور تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا۔

(۴۱) اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا ہے قوت والا نہایت قوت والا ہے۔

(۴۲) اُسی سے سب آسمان اور زمین والے مانگتے ہیں وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے۔ (۴۳) (اور ایک اور ثمرہ بھی ہے کہ تم اُس کو پسند کرتے ہو یعنی) اللہ کی طرف سے مدد اور جلدی فتح یابی اور آپ مؤمنین کو بشارت دے دیجئے۔

(۴۴) اور اللہ ہی کے ہیں سب خزانے آسمانوں اور زمین کے ولیکن منافقین سمجھتے نہیں ہیں۔ (۴۵) اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اُس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اُس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

(۴۶) اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد جلدی فراغت بھی دے گا۔

(۴۷) وہ ایسا ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کر دیا سو تم اُس کے راستوں میں چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ۔ (۴۸) آپ کہہ دیجئے کہ وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تم کو کان اور آنکھیں اور دِل دیئے۔ (۴۹) تم اپنے رب سے گناہ بخشواؤ بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغ لگا دے گا اور تمہارے لئے نہریں بہا دے

گا۔ اس قسم کی نعمتیں سورۂ نبأ۔ والنزعٰت۔ وعبس۔ وانفطار میں زیادہ مذکور ہیں۔

(۵۰) بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے۔

خاتمہ: جس میں چند اطلاعات ہیں۔ (الف) یہ عجیب اتفاق ہے کہ رسالہ تسلیم میں بھی بلا قصد پچاس ہی اشعار مناجاتیہ جمع کے لئے ذہن میں آئے اور اس رسالہ تنعیم میں بھی جو گویا اُس کا تتمہ ہے پچاس ہی آیتیں بدون کسی اہتمام کے ذہن میں آئیں۔

(ب) میں نے یہ آیتیں بلا ترجمہ جمع کر لی ہیں جن میں زیادہ تر بہت مختصر ہیں اور اُن کا مطلب بھی آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کیونکہ عام مسلمانوں کو بھی اسلام کی برکت سے اتنی مناسبت قرآن مجید سے ہوتی ہے اور یہ مناسبت اس وجہ سے اور زیادہ ہوتی ہے کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات مذکور ہیں جیسے **غفور رحیم، ارحم الراحمین، خیر الرازقین** ۔ وہ اکثر مسلمانوں کی زبان پر جاری رہتی ہیں۔

(ج) اگر کسی کا دل چاہے ان کا ترجمہ ہر آیت کے ساتھ لکھ کر اپنے پاس رکھ لے اور ترجمہ کے ساتھ اُن کو پڑھا کرے، اور مشورہ کے طور پر کہا جاتا ہے کہ بیان القرآن کے ترجمہ میں تمام ضروری رعایتیں کی گئی ہیں اگر اُس سے ترجمہ لے لیں تو مناسب ہے (الحمد للہ کہ اس تسہیل میں بیان القرآن ہی سے ترجمہ لیا گیا ہے۔ ہر آیت کے ترجمہ پر اُسی آیت کا نمبر دے دیا گیا ہے جس سے ناظرین کو سہولت ہوگی) اور تمام مقاصد اور مقدمات کی اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والے ہیں وہی راہ دِکھانے والے ہیں، یہ رسالہ پہلے رسالہ التسلیم کے تین دن بعد لکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو میرے لئے اور سب منتفع ہونے والوں کے لئے جنت و راحت میں پہنچنے کا وسیلہ اور جہنم سے بچنے کا ذریعہ بنائیں۔ (آمین)

فقط تمت الرسالہ

اقامة البرهان علی سلامة الایمان

(تمہید) ایک صاحب کو اپنے ایمان کے متعلق کچھ شبہات پیدا ہو گئے۔ یہاں سے اُن کے شبہات کے جواب دیئے گئے وہ خطوط جمع کر کے مجموعہ کا ایک لقب تجویز کیا گیا۔

اقامۃ البرہان علی سلامۃ الایمان۔ یہ رسالہ اُن خطوط کا مجموعہ ہے۔

حال: میں تو حضرت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب بالکل ڈوب رہا ہوں اور حضرت والا کی دستگیری کا سخت محتاج ہوں۔ کبھی کبھی اپنے ایمان تک میں شک تو ہوتا ہی رہتا تھا لیکن اب تو بارہا عدم کا یقین ہونے لگتا ہے اور کوئی تاویل بن نہیں آتی خصوصاً ایمان بالآخرت میں۔ کبھی کبھی کسی وقت بھی آخرت کے عذاب وثواب کی فکر نہیں معلوم ہوتی نہ جنت وجہنم کی ترغیبات وترہیبات کا دل پر مطلق کوئی اثر محسوس ہوتا ہے نہ کوئی خوف پاتا ہوں نہ رجا۔ پھر آخر یہ کس قسم کا ایمان ہوسکتا ہے البتہ ایک بات یہ سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ پھر احکام یا اوامر ونواہی کا آخر کیوں خیال رہتا ہے۔ طبیعت کی افتاد ایسی ہے کہ جس بات کو اپنے اُوپر عائد کرلوں اس کے احکام ومقتضیات کو پورا ہی کر دینے کا جی چاہتا ہے خواہ بے یقینی وبے دلی ہی کے ساتھ ہو مثلاً اگر کسی سے نہ تو ملنے کا جی چاہتا ہو نہ اُس سے ملنے کا کوئی نفع ہوتا ہم اگر محض مروۃً یا بے سوچے سمجھے محض زبان سے نکل جائے کہ فلاں وقت تم سے ملنے آؤں گا تو پھر اُس کو پورا کیے بغیر چین نہیں آتا اور اگر وہ نہیں ملتا تو خوشی ہوتی ہے کہ چلو وعدہ بھی پورا ہوگیا اور خلل بھی نہیں پڑا۔ مجھ کو اپنی دینی پابندیاں بھی بظاہر کچھ اسی طرح کی معلوم ہوتی ہیں کہ لوگوں میں دیندار مشہور ہوگیا ہوں یا کسی وجہ سے اپنے اُوپر دینداری عائد کرلی ہے لہٰذا اُس کی صورت پوری کر دینے کا جی چاہتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ایمان ویقین سے خالی ایک منافقانہ دینداری ہے اور اکثر اپنے نفاق کا وہم نہیں بلکہ یقین ہوتا رہتا ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آخرت کا خیال بس ایک احتمال عقلی کے درجہ میں

ہے اور جو کچھ کرتا ہوں وہ صرف احتمال ضرر کی بناء پر نہ کہ ایقان آخرت کی بناء پر۔

البتہ اتنا ضرور ہے کہ اپنی اس حالت کو پسند بالکل نہیں کرتا ہوں۔ اور دل بھی چاہتا ہے کہ کسی طرح کامل ایمان واخلاص حاصل ہوتا اور اس کی روزانہ دُعا بھی کرتا رہتا ہوں لیکن خواہش ودُعا واقعہ تو بہر حال نہیں ہے۔ جو کچھ سمجھ میں آیا اُس کو بُری بھلی شرح عرض کرنے کی کوشش کی ورنہ اب ایک حال یہ بھی مستقل ہو گیا ہے کہ نہ خود اپنا حال پوری طرح سمجھ میں آتا ہے نہ ٹھیک طرح اُس کو ادا کرتے بنتا ہے۔ کئی کئی دن یہی سوچا کرتا ہوں کہ حضرت کی خدمت میں فلاں بات کس طرح عرض کروں کیا عرض کروں حضرت اپنے ظاہر وباطن دین ودنیا سب کی طرف سے مایوسی ہی مایوسی نظر آتی ہے۔ دُعاء سے بھی کوئی تسلی نہیں ہوتی نہ قطعاً جی لگتا ہے بس الفاظ دُہرا لیتا ہوں۔ کسی سے اپنا یہ حال کہتے ہوئے بھی شرم معلوم ہوتی ہے۔ حضرت والا تک کی خدمت میں مہینوں کے ارادہ کے بعد عرض کرر ہا ہوں۔ بس حضرت والا ہی کی شفقت سے امید ہے کہ دُعا اور دوا دونوں سے دستگیری فرمائیں گے۔

تحقیق: خط ہی میں جواب موجودہ ہے مگر غور نہیں فرمایا۔ وہ جواب خط کشیدہ عبارت میں مصرح ہے یعنی البتہ سے نہیں کرتا ہوں تک کیونکہ کوئی شخص خالی عن الایمان اس خلوعن الایمان کو ناپسند نہیں کرتا بلکہ اتصاف بالایمان کو ناپسند کرتا ہے (اور متصفین بالایمان سے عداوت کرتا ہے پس یہ کافی دلیل ہے۔

اور اگر اس میں بھی ذہین شیطان کوئی وسوسہ ڈالے تو مریض کو بجائے اپنے فہم پر اعتماد کے طبیب پر اعتماد ضروری ہے سو اگر اس ناکارہ کا یہ درجہ سمجھا جاتا ہے تو میری تشخیص کو صحیح سمجھا جاوے یا اور کسی ماہر کو طبیب منتخب کیا جاوے اور اُس کی تقلید جامد اختیار کی جاوے اور جس کیفیت کے آثار اپنے اندر محسوس ہوتے ہیں وہ خلل قلب میں نہیں باہر کے وساوس ہیں کہ اُن کا عکس قلب میں نظر آتا ہے جیسے مکھی آئینہ کے اُوپر بیٹھتی ہے اور اندر نظر آتی ہے پس وہ حالت ہوتی ہے۔

عذل العواذل حول قلبی التائه و هوی الاحبة منه فی سودائه

حال: (چند معمولی احوال کے بعد) باقی حضرت کے ارشادات تو الحمد للہ میرے لئے ہمیشہ اور ہر معاملہ میں اکسیر ہی ثابت ہوتے ہیں۔ اگر کسی اُمر میں طبعی طمانینت نہ بھی نصیب ہو تو عقلی تو بہر حال ہو ہی جاتی ہے۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ میرا شیطان ذہین ضرور معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق:۔ آپ کو خائف دیکھ کر ذہین بننے لگا ورنہ واقع میں انہ لیس لہ سلطان علی الذین اٰمنوا وعلٰی ربھم یتوکلون. و ان کید الشیطان کان ضعیفا وہ اس خاصیت میں یورپین ہے۔

حال: گذشتہ ارشاد کی نسبت ہی فوراً سوال کر دیا کہ کسی بات کا پسند یا ناپسند ہونا اُس کے حصول یا عدم حصول کی دلیل کیسے ہے۔ بیماری کو ناپسند کرتا ہوں تو کیا بیمار نہیں ہوں۔

تحقیق: قیاس مع الفارق ہے۔ بیماری اضطراری چیز ہے بلا قصد طاری ہوتی ہے اس لئے ناگوار بھی ہو جاتی ہے اور ایمان وعدم ایمان دونوں اختیاری چیز ہیں اگر کفر کو ناپسند کرے گا اُس کو اختیار کیوں کرے گا اور بدون اختیار کے اُس کا تحقق ہی نہ ہوگا۔

تربیۃ السّالک

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ النور بابتہ ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ)

حال: اور اگر آخرت کا ایقان ہے تو ثواب وعقاب کی طرف التفات کیوں مفقود معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق: ایقان اور التفات مرتبۂ فعل میں مفقود ہونا بے شک منافی ہے و لم یوجد مرتبۂ انفعال میں فقدان مضر نہیں۔

حال: میری غباوت بعض اوقات اُس کی ذہانت کا مقابلہ بالکل نہیں کر سکتی۔

تحقیق: آپ کو خائف دیکھ کر ذہین بننے لگا الی قولہ یورپین ہے یہ وہی عبارت ہے جو اَبھی گذر چکی۔

حال: بس حضرت ہی کے ارشادات سپر بن جاتے ہیں اور اب کے تو استعاذہ کے ساتھ ہی غصہ سے کہہ دیا کہ تو جھوٹا اور حضرت سچے۔

تحقیق: بس اس کا یہی علاج ہے کہ بے دلیل ہی اُس کے بُطلان کا حکم کر دیا جاوے اور یہ بے دلیل ہونا بھی محض ظاہر میں ہے ورنہ اُس کے مضاد کا حق ہونا کافی دلیل ہے۔

حال: اس طرف عرصہ سے قریب قریب مسلسل یہ حال چلا جا رہا ہے کہ نہ صرف ایمانیات میں اپنے صدق کی نسبت خلجان کا غلبہ رہتا ہے بلکہ اعمال واخلاق سب علانیہ جسد بے روح معلوم ہوتے ہیں۔ نماز ایسی کہ **نا ھی عن الفحشاء والمنکر** یا اقامت ذکر ہونے کی جگہ اُلٹی منہ پر ماری جائے۔ اخلاق میں کبر و جاہ و بغض وحسد وریا وتصنع سے اب تک چھٹکارا نہیں۔ غض بصر تک میں صرف لغزش ہی نہیں ہوتی رہتی بلکہ خدا ہی مزید آلودگی سے بچاتا ہے یہ بھی نہیں کہ دماغ خانہ خالی ہے جو خواہ مخواہ موشگافی یا کر بزگی میں مصروف رہتا ہے کچھ نہ کچھ پڑھنے پڑھانے کی مشغولیت بھی رہتی ہے پھر بھی جب کبھی ایمان وعمل پر نظر جاتی ہے تو خلاء ہی محسوس ہوتا ہے۔

تحقیق: اعمال واخلاق میں اگر واقعی کمی ہے تو وہ جزو ایمان تو نہیں جزو کمال ایمان ہیں سو نجات کے لئے کمال شرط ہی نہیں اور خود کمی کا تدارک بھی ہر وقت اختیار میں ہے یعنی **اللھم اغفرلی** کا تکرار کراراً ومراراً۔

حال: کسی اور پر تو یہ حال ظاہر کرتے بھی رسوائی معلوم ہوتی ہے۔ البتہ حضرت کی خدمت میں ضرور کبھی کبھی عرض کرنے ہی میں فلاح معلوم ہوتی ہے آگے جیسا ارشاد ہو۔

تحقیق: یہی عرض ہے کہ ؎

حریفان بجان می پرستی کنید بنوشید و جوشید و مستی کنید

اور مطرب خوش نوا بگو تازہ بتازہ نو بنو۔

حال: السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'۔ جواب اقدس سعادت بخش ہوا۔ حضرت کی شفقتوں اور تسلی فرمائیوں سے جی بھر آیا۔

تحقیق: محبت کی ایک خاص نوع کا یہ اثر ہے اور یہ گریہ وہ نہیں جو خوشی سے پیدا ہوتا ہے بلکہ اُس کے علاوہ ہے اور اس نوع کا نام ہمارے حضرت رحمہ اللہ نے گرم بازاری عشق رکھا ہے اور یہی بُکا تھا جو اُبی بن کعب صحابی پر یہ سُن کر کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا طاری ہوگیا تھا۔ رواہ الشیخان اور اسی کا ذکر حافظ رحمہ اللہ نے کیا ہے ؎

بلبلے برگ گلے خوش رنگ در منقار داشت وا اندر آن برگ ونوا خوش نالہائے زار داشت
گفتمش در عین وصل این نالہ وفریاد چیست گفت مارا جلوۂ معشوق در ایں کار داشت

اور یہ مسائل علوم مکاشفہ کے ہیں جو مقاصد میں سے نہیں علوم معاملہ سے نہیں جو کہ مقاصد میں سے ہیں اسی طرح یہ آثار احوال غیر مقصودہ میں سے ہیں اعمال مقصودہ سے نہیں۔

حال: لیکن خدا جانے کیا بات ہے کہ اب ایک طرح کی ہیبت محسوس کرتا رہتا ہوں پہلے یہ بات نہ تھی بلکہ اتنی بے تکلفی محسوس کرتا تھا کہ بے ادبی معلوم ہوتی تھی۔

تحقیق: اُس وقت محبت غالب تھی معرفت پر اور اب معرفت غالب ہوگئی محبت پر دونوں کے غلبہ کے یہی جُدا جُدا آثار ہیں یہ بھی مسائل علوم مکاشفہ سے ہے جس میں خوض لذیذ ہے مگر مفید نہیں اور علوم معاملہ مفید ہیں لذیذ نہیں جیسے چٹنی اور بریانی۔

حال: باقی الحمدللہ ایمان کے متعلق ایک عرصہ سے شیطانی وسوسہ مستولی تھا اُس کا اس والا نامہ کی برکت سے بالکل ازالہ ہوگیا بلکہ شیطان کی ذہانت ﴿خط ہذا سے جو سابق خط ہے اُس سے سابق میں اس کے متعلق مضمون ہے۔۱۲﴾ سے زیادہ اپنی غباوت ثابت ہوئی کہ غیر اختیاری بیماری کو اختیاری کفر وایمان پر قیاس کر لیا۔

تحقیق: اجتہادی خطا معاف ہے جس سے شیطان کی ذہانت غباوت نکلی کہ اُس نے بہکایا تھا ضرر پہنچانے کے لئے مگر بجائے ضرر کے نفع ہوگیا کہ اَجر مل گیا۔

حال: البتہ یہ جو عرض کیا تھا کہ آخرت پر یقان ہے تو ثواب وعقاب کی طرف التفات سرے سے کیوں مفقود ہے، حضرت نے تحریر فرمایا ہے ''کہ ایقان والتفات مرتبۂ عقل میں مفقود ہونا منافی ہے مرتبۂ انفعال میں فقدان مضر نہیں'' تو افعال تو

حضرت اخروی جزا وسزا کے اعتقاد کے بغیر عادت وصحبت یا دنیاوی نیک نامی وبدنامی کے خیال پر بھی مبنی ہو سکتے ہیں اور کبھی کبھی ایسا خیال آ بھی جاتا ہے کہ فلاں فعل پر لوگ کیا کہیں گے جس سے ریاء کا شبہ بھی ہوتا رہتا ہے گو استغفار کر لیتا ہوں۔

تحقیق: آپ نے افعال کے معنے میں غور نہیں فرمایا۔ یہاں افعال جوارح مراد نہیں بلکہ خود التفات وایقان کا ایک درجہ فعل ہے اور ایک درجہ انفعال۔ اس درجہ فعل میں عادت وصحبت ونیک نامی وغیرہ کا کچھ بھی دخل نہیں۔

حال: کبر وجاہ بغض وحسد وغیرہ کے اخلاقی رذائل کا بھی یہ حال ہے کہ ان کے مقتضی پر عمل سے تو بڑی حد تک اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتے رہتے ہیں لیکن ایک طرف یہ رذائل موجود بہر حال معلوم ہوتے ہیں اور دوسری طرف قوت مقاومت میں روز بروز ضعف نظر آتا ہے اس لئے اگر ازالہ کی کوئی تدبیر نہ ہو سکی تو ضعف مقاومت سے آگے خدا جانے کیا صورت پیدا ہو ازالہ کی جگہ اضافہ کا اندیشہ ہے۔

غض بصر کے معاملہ میں بھی یہی دیکھتا ہوں کہ بازاروں وغیرہ میں بلا ضرورت گذرنے سے تو احتیاط کرتا ہوں لیکن جب ایسے مواقع پر گذر ہوتا ہے تو مقاومت پر پوری طرح قادر نہیں رہتا ہوں یعنی کبھی تو فوراً نظر پھیر لیتا ہوں اور استغفار کرتا ہوں اور کبھی سرے سے صرف نظر کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی۔

تحقیق: اضافہ سے بڑھ کر بھی اگر کوئی درجہ ہو تو مقاومت اور ازالہ سے جو کہ علاج قانونی ہے بڑھ کر ایک اور چیز ہے جو اثر میں اُس قانونی علاج سے زیادہ قوی مؤثر ہے اور وہ استغفار وابتہال ہے جس کی حقیقت ازالہ واذہاب حق ہے۔ کما قال تعالیٰ انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اور ازالۂ عبد سے ازالۂ حق کا اقویٰ ہونا ظاہر ہے اسی کو فرماتے ہیں ”والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ذکروا اللّٰہ فاستغفروا لذنوبھم و من یغفر الذنوب الا اللّٰہ ولم یصروا علٰی ما فعلوا و ھم یعلمون، اولئک جزاء ھم مغفرۃ من ربھم

و جنت تجری من تحتها الانھٰرُ خالدین فیھا و نعم اجر العاملین "

حال: سب سے بڑی تدبیر دُعا ہی معلوم ہوتی ہے اور کرتا بھی ہوں لیکن حضرت کیا عرض کروں کہ دُعا اور نماز دونوں میں غیر معمولی گرانی و بے توجہی دیکھتا ہوں اس بارے میں حال بد سے بدتر ہی ہو رہا ہے۔ اعمال وعبادات میں سب سے بڑی دولت نماز تھی اُس کا یہ حال۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

تحقیق: وہ اذہاب ربانی ان سب کو بھی اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے اور اس کا جلب عبد کے اختیار میں ہے۔"

حال: حضرت والا ہی سے دُعا اور دوا دونوں کی درخواست ہے۔"

تحقیق: زصاف ودُرد پیش آرانچہ داری پر میں نے عمل کر کے سب کو پیش کر دیا اب آپ اس پر عمل کیجئے۔

کوئے نومیدی مرو کامید ہاست　　　سوئے تاریکی مرو خورشید ہاست

مضمون: گھٹنوں کی تکلیف کا حضرت اب کیا حال ہے لال تیل کی مالش سے کچھ نفع ہوا۔ **جواب:** الحمد للہ معتد بہ نفع ہے اور اس میں اپنے اذہاب کے بعد اذہاب حق کی اُمید کر رہا ہوں۔

التحقیق الفائض

فی حکم قرأۃ الادعیۃ القرآنیہ للحائض

﴿چونکہ سائل ایک عالم اہل حدیث ہیں اس لئے جواب میں دلائل حدیثیہ لکھے گئے تا کہ سائل پر ظاہر ہو جاوے کہ فقہاء کے سب اقوال حدیث سے ہیں گو بعض اقوال کی دلیل مشہور نہ ہو۔۱۲۔﴾

السوال: بعض مستورات کا سوال ہے کہ جناب کی تالیف کتاب **قربات عند اللّٰہ وصلوات الرسول و مناجات مقبول۔**

ایام حیض میں بھی اس کی منزل پڑھی جاوے یا نہ اس لئے کہ آیات قرآن مجید واحادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں مسطور ہے:

الجواب: فی الدر المختار۔ احکام الجنب و یحرم به تلاوة القرآن ولو دون آیة علی المختار بقصده فلو قصد الدعاء والثناء او افتتاح امراو التعلیم ولقن کلمة کلمة حل فی الاصح اھ۔ فی رد المحتار قوله علی المختار ای من قولین مصححین. ثانیها انه لا یحرم مادون آیة در حجه ابن الهمام بانه یعد قرءً ا بما دون آیة فی حق جواز الصلوٰة فکذاههنا واعترضه فی البحر تبعاللحلیة بان الاحادیث لم تفصل بین القلیل والکثیر والتعلیل فی مقابلة النص مردوُد. اھ۔ قلت (ای اشرف علی) بانه لیس تعلیلا بل تفسیر للحدیث الناهی کحدیث ابن عمر مثلا عن

النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاتقرء الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن اخرجه الترمذی فان النهی بالقرآن وما دون آیة لا یسمی قرآن والنصوص واردة علی محاورات اهل اللسان فهو ایضًا عمل بالحدیث ثم ذکر فی الدرالمختار فی احکام الحیض و قراء ة قرآن بقصدهٖ الخ فی رد المحتار قوله یقصده فلو قراء ت الفاتحة علٰی وجه الدعاء اوشیئا من الایات التی فیها معنی الدعاء ولم ترد القاء ة لا باس بهٖ کما قدمناه عن العیون لابی اللیث (قلت و هو مانقل فی احکام الجنب و نصه) قال فی العیون لابی اللیت قرأ الفاتحة علی وجه الدعاءِ او شیئا من الآیات التی فیها معنی الدعاءِ و لم یرد القراء ة لا باس به وفی الغایة انه المختار واختاره الحلوانی لکن قال الهند و انی لا افتی بهٖ و ان روی عن الامام الخ۔ اُن روایات سے چند اُمور مستفاد ہوئے۔

اَمرِ اَوّل

جنب اور حائض کو قرآن پڑھنا جائز نہیں اس میں کسی کا اختلاف نہیں اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ایک آیت تامہ کا پڑھنا جائز نہیں۔

اَمرِ ثانی

احادیث کا پڑھنا جائز ہے اس میں بھی اختلاف نہیں۔

اَمرِ ثالث

آیت سے کم پڑھنا بعض کے نزدیک جائز ہے بعض کے نزدیک جائز نہیں۔

اَمرِ رابع

اگر قرآن بقصد تلاوت نہ پڑھا جاوے بلکہ بقصد دُعا پڑھا جاوے جبکہ اس میں دُعا کے معنی ہوں تو اکثر کے نزدیک جائز ہے بعض نے اس پر فتویٰ نہیں دیا۔

اَمر خامس

چونکہ مفاہیم روایات فقہیہ کے حجت ہیں لہٰذا یہی روایات جواز قرأت احادیث پر خصوص احادیث دعا پر دال ہیں اس تقریر سے سوال کا مفصل جواب حاصل ہوگیا۔ یہ تو نفس احکام کا بیان تھا جو ضروری تھا جس کے (دلائل بیان کرنا عمل کیلئے ضروری نہیں لیکن اہل علم کے نشاط کیلئے ان کے دلائل کی طرف مختصراً اشارہ کرتا ہوں۔

''اَمر اوّل'' کی دلیل عبارت مذکورہ میں مذکور ہے یعنی لا تقرء الحائض ولا الجنب الخ و فی الباب احادیث کثیرة غیر ماذکر۔ اَمر اوّل کے جزء ثانی کی دلیل بھی یہی احادیث ہیں کیونکہ اس پر قرأت قرآن صادق آتا ہے۔

''اَمر ثانی'' کی دلیل بھی یہی احادیث ہیں کیونکہ اس پر قرأت قرآن صادق نہیں آتا۔ نیز بجز بخاری ونسائی کے سب اصحاب صحاح نے حدیث ذکر کی ہے۔ کان صلی اللّٰہ علیہ وسلم یذکراللّٰہ فی کل احیانہ کذا فی احیاء السنن۔ ظاہر ہے کہ یہ حدیث کو بھی عام ہے بلکہ قرآن کو بھی لیکن چونکہ قرأت قرآن سے نہی وارد ہے وہ اس سے مخصوص ہوگئی اور قرأت حدیث اس عموم میں داخل رہی نیز خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں کلام فرماتے تھے اور آپ کا ہر کلام حدیث ہے پس قرأت حدیث کا جواز دلیل فعلی سے بھی ثابت ہوگیا۔

''اَمر ثالث'' مانع کی دلیل یہی احادیث ہیں منطوقاً اس بناء پر کہ قرأت لغۃ اس کو بھی عام ہے اور مبیح کی دلیل بھی یہی احادیث ہیں مفہوماً اس بناء پر کہ یہ عرف اور محاورہ میں قرأت نہیں۔

''اَمر رابع'' اکثر کی دلیل یہ حدیث ہوسکتی ہے۔

''عن عائشة رضی اللّٰہ عنھا کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا کان جنبًا و اراد ان یاکل اوینام توضأ وضوء ہ للصلوة رواہ

مسلمٌ و عن عائشة رضی اللّٰہ عنھا ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یطعم و ھو جنب غسل کفیہ و مضمض فاہ ثم طعم رواہ الدار قطنی وقال صحیح کذا فی احیاء السنن۔''

اور دوسری احادیث سے ابتداء اکل میں بسم اللہ اور فراغ عن الاکل پر الحمد للہ کہنا منقول ہے اور وضو شرعی بھی رافع جنابت نہیں اور وضو لغوی تو وضو ہی نہیں تو جنابت کی حالت میں بسم اللہ اور الحمد للہ کہنا ثابت ہوا۔ اور بسم اللہ کا قرآن ہونا تواتر سے ثابت اور دلائل مطلق ہیں تسمیہ تامہ اور غیر تامہ کو اور الحمد للہ ایک قول پر کہ قرآن آیت غیر تامہ کو بھی عام ہے قرآن ہے۔ مگر چونکہ اس تسمیہ وحمد لہ سے مقصود تلاوت نہ تھی بلکہ افتتاح واختتام وتبرک مقصود تھا اس لئے جائز رکھا گیا پس ''اَمر رابع'' میں اکثر کا قول ثابت ہوگیا۔ اور بعض کا قول معلوم ہوتا ہے محض تنزہ واحتیاط پر مبنی ہے کہ لوگ حدود سے تجاوز نہ کرنے لگیں پس بطور سد ذرائع کے جواز پر فتویٰ نہیں دیا۔ ورنہ تسمیہ وحمد لہ کو وہ بھی ناجائز نہیں کہتے کیونکہ اس وقت اس کے قرآن ہونے کا خطور بھی نہیں ہوتا۔ تو اس میں تجاوز عن الحدود کا احتمال نہ تھا۔

''اَمر خامس'' کے لئے اَمر ثانی کی تقریر کافی ہے۔ فرع چونکہ جنب اور حائض کے احکام میں کچھ فرق نہیں اس لئے یہ احکام اور دلائل دونوں کے لئے مشترک ہیں۔ اصل سوال کا خلاصہ جواب یہ ہے کہ قربات عند اللہ کی ادعیہ قرآنیہ وحدیثیہ کا حائضہ کو پڑھنا جائز ہے صرف ادعیہ قرآنیہ میں یہ قید ہوگی کہ دُعا کی نیت سے پڑھے۔ قرآن کی نیت سے نہ پڑھے اور جہاں اس احتیاط کی علماً وعملاً توقع نہ ہو وہاں احوط واورع منع ہی ہے اور عجب نہیں فقیہ ہندوانی نے ایسے ہی عوام کے لئے منع فرما دیا ہو۔

(فائدہ) اس تحریر سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ سب اہل فتویٰ کا قصد اتباع حدیث کا ہے گو وجہ استدلال میں اختلاف ہوگیا۔ واللہ اعلم۔

اشرف علی ۴ شعبان ۱۳۵۶ھ۔

کراماتِ امدادیہ

یعنی

مجموعہ کرامات

حضرت قطب عالم

حاجی امداد اللہ صاحب چشتی صابری مہاجر مکی رحمہ اللہ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ واقف الاسرار الفرقانیۃ،
رأس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مَولانا مُحمّد اَشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

شیخ العرب والعجم سید الطائفہ

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ

پیدائش: ۲ر صفر ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷ء، وطن: تھانہ بھون

وفات: ۱۲ر جمادی الآخر ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء

آپ فاروقی النسب اور حنفی المذہب طریقت ومعرفت کے امام بڑے عالی نسبت بزرگ تھے۔ آپ سے سلسلہ وار فیضان حاصل کرنے والے آج بھی کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ آپ کے نامور خلفاء میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمہ اللہ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔ اس وقت علمائے حق کے کارناموں اور سلسلوں کے جو نقوش عالم اسلام پر چھائے ہوئے ہیں ان سب کا سرا حضرت حاجی صاحب سے جڑ جاتا ہے۔

آپ کی ذاتِ گرامی

۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی میں آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا اور تھانہ بھون کو مرکز بنا کر میدانِ شاملی میں اُتر پڑے۔ انگریزوں سے جہاد کیا۔ اس میں

آپ نے اپنے رُفقاء کے ساتھ جو کارنامے انجام دیئے وہ تاریخ ہند کا روشن باب ہیں۔ اس معرکہ میں حضرت حافظ محمد ضامن صاحب نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اس کے بعد حاجی صاحب رحمہ اللہ مکہ مکرمہ ہجرت فرما گئے اور حیاتِ مستعار کے تقریباً ۴۲ سال وہیں پورے فرمائے۔

ہم نے اس سے قبل کمالاتِ امدادیہ اور آپ کے حالات و کمالات اور کارناموں پر مشتمل حاجی امداد اللہ اور ان کے نامور خلفاء شائع کیں جو بے حد مقبول ہوئیں۔ آپ کے وجود باجود سے ہزارہا کرامات صادر ہوئیں جن کو اگر جمع کیا جاتا تو ایک بہت ضخیم کتاب تیار ہو جاتی۔ لیکن آپ کے منتسبین نے آپ کو اس نظر سے بہت کم دیکھا تھا۔ اس کے باوجود آپ کی بہت سی کرامات جمع ہو گئیں جو قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

نجم الحسن تھانوی عفی عنہ

خادم مدرسہ امداد العلوم، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

تھانہ بھون، ضلع شاملی، یوپی

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله الذی اید انبیائه بالمعجزات و کرم اولیاء ہٗ بالکرامات، والصلوٰة والسلام علٰی رسوله محمد ان الذی علماء امته کانبیاء بنی اسرائیل، وعلٰی اٰله واصحابه الذین هم کالسفینة والنجوم، من تمسک واقتدی بهم اهتدی الی السبیل، ومن تخلف وتعالٰی عنهم غرق فی بحار التضلیل، وضل فی بوادی التجهیل، وعلٰی اولیاء ہ الذین اخرجهم من الظلمات الی النور وخلع علیهم حلل الحبور والسرور، اللّٰهُمَّ اجعلنا ممن یحبک ویحبه ویحبهم ویطیعک ویطیعه ویطیعهم ما احییتنا واذا متنا و حین تسأل فی القبور و یوم یحشر الخلق وحصل ما فی الصدور. امابعد!

یہ چند سطریں ہیں بیان میں بعض کرامات حضرت قطب العالم شیخ العرب والعجم مولانا سیدنا الحاج الحافظ الشاہ محمد امداد اللہ لا زالت ﷺ وقت جمع کرنے رسالہ ہذا کے حضرت قطب العالم رحمہ اللہ اس عالم میں تشریف رکھتے

تھے۔ یعنی زندہ تھے، اس کے بعد وصال ہو گیا۔ ۱۲ منہ ﴿ شموس فیوضہم بازغہ

کہ مقصود اس سے نہ حضرت مدظلہم کے کمال پر دلیل قائم کرنا ہے کیونکہ اس ذات مقدس کے کمالات حقیقیہ کے روبرو کرامت کا ایک ادنیٰ درجہ ہے۔

اعلیٰ کے روبرو ادنیٰ سے کیا استدلال کیا جائے اور نہ استیعاب و احاطہ کرامات کا مقصود ہے کیونکہ بعض کرامات کا تو لوگوں کو علم ہی نہیں ہوتا اور جو علم بھی ہوا تو اوّل سے اگر اس کے ضبط کا اہتمام کیا جائے تو قریب قریب اکثر کے مدون بھی ہو سکتا ہے ورنہ یکے از صد بھی جمع ہونے کی اُمید نہیں بلکہ محض دو امر مقصود ہیں۔

(۱) یہ کہ معتقدین کا دل خوش ہو اور محبت بڑھے۔

(۲) عام لوگوں کو حضرت ممدوح کے کمالات پر زیادہ اطمینان ہو کیونکہ کرامات سے ان کے دلوں کو قرار ہوتا ہے اور حتی الامکان معتبر روایات اس میں درج کی گئی ہیں، محض شہرت پر اعتقاد نہیں کیا گیا۔ قبل شروع مقصود چند ضروری مضامین اس مبحث کے متعلق بطور مقدمہ عرض ہیں۔

تحقیق مسائل متعلقہ کرامت

مسئلہ اوّل

جاننا چاہیے کہ خلاصہ کلام محققین کا اس باب میں یہ ہے کہ کرامت اس امر کو کہتے ہیں جو کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی متبع کامل سے صادر ہو اور قانون عادت سے خارج ہو۔ پس اگر وہ امر خلاف عادت نہ ہو تو کرامت نہیں ہے اور جس شخص سے وہ امر صادر ہوا ہے اگر وہ کسی نبی کا متبع اپنے کو نہیں کہتا وہ بھی کرامت نہیں ہے جیسے جوگیوں، ساحروں وغیرہم سے بعض اُمور ایسے سرزد ہو جاتے ہیں اور اگر وہ شخص مدعی اتباع کا تو ہے مگر واقع میں متبع نہیں ہے، خواہ اُصول میں خلاف کرتا ہو جس طرح اہل بدعت یا فروع میں جیسے فاسق و فاجر اس سے بھی اگر ایسا امر صادر ہو وہ بھی کرامت نہیں ہے بلکہ استدراج ہے جس کا ضرر یہ ہے کہ یہ شخص بوجہ خرق عادت کے اپنے کو کامل سمجھتا ہے اور اس دھوکہ میں کبھی حق کی طلب کرنے اور اتباع کرنے کی کوشش نہیں کرتا (نعوذ باللہ) کس قدر خسران عظیم ہے۔ بس کرامت اس وقت کہلائے گی جب کہ اس کا محل صدور مؤمن متبع سنت کامل التقویٰ ہو۔ اب ہمارے زمانے میں جس شخص سے کوئی فعل عجیب سرزد ہو جاتا ہے اس کو غوث و قطب قرار دے دیتے ہیں، خواہ اس شخص کے کیسے ہی عقائد ہوں اور کیسے ہی اعمال و اخلاق ہوں، یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ بزرگوں نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کسی شخص کو ہوا میں اُڑتا ہوا یا پانی پر چلتا ہوا دیکھو مگر وہ شریعت کا پابند نہ ہو تو اس کو بالکل ہیچ سمجھو۔

مسئلہ دوم

اور جاننا چاہیے کہ کرامت کے لیے نہ اس ولی کو اس کا علم ہونا ضروری ہے اور نہ اس کے قصد کا متعلق ہونا ضروری ہے اور احیاناً علم ہوتا ہے اور قصداً نہیں ہوتا اور کبھی علم وقصد دونوں امر ہوتے ہیں۔ اس بناء پر کرامت کی تین قسمیں ٹھہریں۔ ایک قسم وہ جو جہاں علم بھی ہو اور قصد بھی جیسے نیل کا جاری ہونا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فرمان سے اور دوسری وہ جہاں علم ہو اور قصد نہ ہو جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے فصل میووں کا آ جانا۔ تیسری قسم وہ جہاں نہ علم ہو نہ قصد جیسے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانا اور کھانے کا دو چند سہ چند ہو جانا۔ چنانچہ خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تعجب ہوا جس سے ان کے علم وقصد کا پہلے سے متعلق نہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور ایک احتمال حصر عقلی میں سے خلاف واقع ہے کہ قصد ہو اور علم نہ ہو کیونکہ بدون علم قصد ممکن نہیں اور لفظ تصرف و ہمت کا صرف قسم اوّل پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ قسم ثانی، ثالث کو تصرف نہیں کہتے۔ البتہ برکت وکرامت کہلاتی ہے۔

مسئلہ سوم

اور جاننا چاہیے کہ ایک اور اعتبار سے کرامت کی دو قسمیں ہیں ایک حسی اور ایک معنوی، عوام لوگ اکثر حسی کو جانتے اور اسی کو کمال شمار کرتے ہیں جیسے مافی الضمیر پر مطلع ہو جانا، پانی پر چلنا، ہوا پر اُڑنا وغیرہ اور خواص کے نزدیک بڑا کمال کرامت معنوی ہے۔ یعنی شریعت پر مستقیم رہنا، مکارم اَخلاق کا خوگر ہو جانا، نیک کاموں کا پابندی و بے تکلفی سے صادر ہونا، حسد وکینہ و دیگر صفات مذمومہ سے قلب کا طاہر ہو جانا، کوئی سانس غفلت میں نہ گزرنا۔

یہ وہ کرامت ہے جس میں استدراج کا احتمال نہیں بخلاف قسم اوّل کے کہ اس میں یہ احتمال موجود ہے اسی واسطے کاملین صدور کرامت کے وقت بہت ڈرتے ہیں

کہ یہ استدراج نہ ہو یا خدانخواستہ اس سے نفس میں عجب نہ پیدا ہو جائے یا اس کی وجہ سے عوام میں شہرت و امتیاز پیدا ہو کر موجب ہلاکت ہو بلکہ بعض نے فرمایا ہے کہ بعض اولیاء نے مرتے وقت تمنا کی ہے کہ کاش! دُنیا میں ہماری کوئی کرامت صادر نہ ہوتی تا کہ اس کا عوض و اُجر بھی آخرت میں ملتا کیونکہ یہ امر مقرر ہے کہ جس قدر دُنیا میں کسی نعمت میں کسی کو کمی رہے گی اس کا بدلہ آخرت میں عنایت ہوگا۔

مسئلہ چہارم

اور جاننا چاہیے کہ بعض علماء نے کرامت کی قوت ایک حد خاص تک متعین کی ہے اور جو اُمور نہایت عظیم ہیں جیسے بدون والد کے اولاد پیدا ہونا یا کسی جماد کا حیوان بن جانا یا ملائکہ کا باتیں کرنا، اس کا صدور کرامت سے ممتنع قرار دیا ہے مگر محققین کے نزدیک کوئی حد نہیں کیونکہ وہ فعل پیدا کیا ہوا اللہ تعالیٰ کا ہے، صرف ولی کے ہاتھ پر اس کا ظہور ہو گیا ہے، واسطے اظہار کرامت و قرب و مقبولیت اس ولی کے سوا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی جب کوئی حد نہیں پھر کرامت محدود کیسے ہو سکتی ہے؟

رہا یہ شبہ کہ معجزہ کے ساتھ مساوات لازم آنے کا احتمال ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب صاحب کرامت خود کہتا ہے کہ میں نبی کا غلام ہوں تو جو کچھ اس سے ظاہر ہوا ہے یہ تبعیت اس نبی کے ہے استقلالاً نہیں جو اس شبہے کی گنجائش ہو۔ البتہ جس خرق عادت کی نسبت نبی کا ارشاد ہو کہ اس کا صدور مطلقاً محال ہے وہ بطور کرامت کے سرزد نہیں ہو سکتا۔ جیسے قرآن مجید کا مثل لانا۔

مسئلہ پنجم

اور جاننا چاہیے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اپنی کرامت کا اخفا واجب ہے مگر جہاں اظہار کی ضرورت ہو یا غیب سے اِذن ہو یا حالت اس قدر غالب ہو کہ اس میں قصد و اختیار باقی نہ رہے یا کسی طلب حق و مرید کے یقین کا قوی کرنا مقصود، وہاں اظہار جائز ہے۔

مسئلہ ششم

اور جاننا چاہیے کہ بعض اولیائے کاملین کا مقام غلبہ عبودیت و رضا کا ہوتا ہے، اس لیے کسی شے میں وہ تصرف نہیں کرتے۔ اس وجہ سے ان کی کرامتیں معلوم نہیں ہوتیں اور بعضوں کو قوت تصرف ہی عنایت نہیں ہوتی، تسلیم وتفویض ہی ان کی کرامت ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ولایت کے لیے کرامت کا وجود یا ظہور ضروری نہیں۔

مسئلہ ہفتم

اور جاننا چاہیے کہ بعض اولیاء اللہ سے بعد انتقال کے بھی تصرفات وخوارق سرزد ہوتے ہیں اور یہ امر معنی حد تواتر تک پہنچ گیا ہے۔

مسئلہ ہشتم

اور جاننا چاہیے کہ کرامت کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ اسباب طبعیہ سے وہ اثر پیدا نہ ہوا ہو خواہ وہ اسباب جلی ہوں یا خفی، اس مقام پر لوگوں کو دو غلطیاں واقع ہو جاتی ہیں۔ بعض تو مطلق عجیب اُمور کو کرامت سمجھتے ہیں اور عامل کے معتقد کمال بن جاتے ہیں۔ آج کل اس قسم کے بہت قصے واقع ہو رہے ہیں۔

مسمریزم، فریمیشن، حاضرات ہمزاد کا عمل، عملیات ونقوش، طلسمات وشعبدات، تاثیرات عجیبہ ادویات، سحر، چشم بندی وغیرہا کہ اس میں بعض کے آثار تو محض خیال ہیں اور بعض کے واقعی بھی ہوں تو اسباب طبعیہ خفیہ سے مربوط ہیں، کرامت ان سب خرافات سے منزہ ہے اور بعض کرامات کو بھی قوت طبعیہ پر محمول کر کے سب کو ایک لکڑی سے ہانکتے ہیں۔ صاحب بصیرت طالب حق کو قرائن قویہ سے بنظر انصاف فرق معلوم ہو جاتا ہے کہ اس فعل میں قوئ طبعیہ کو دخل ہے یا محض قوت قدسیہ ہے یا کسی قوت کو بھی دخل نہیں محض کائن عن الغیب ہے۔

مسئلہ نہم

اور جاننا چاہیے کہ جس فعل کا ظاہر قویٰ سے کرنا ممنوع ہے، باطنی قویٰ سے بھی ممنوع ہے جیسے کسی بے گناہ کو قتل کر دینا یا کسی کے قلب پر زور ڈال کر اس سے کچھ روپیہ لے لینا یا کسی کا راز پنہائی معلوم کرنا یا قصداً نامحرم کی طرف التفات کرنا۔ بعض لوگ مطلقاً خرق عادت کو شعبہ ولایت کا سمجھ کر ان سب تصرفات کو حلال اور داخل کرامت سمجھتے ہیں۔

مسئلہ دہم

اور جاننا چاہیے کہ ولی سے احیاناً کوئی امر ناجائز صادر ہو جانا بشرطیکہ اس پر اصرار نہ ہو تنبیہ کے وقت توبہ کر لے یا کسی اختلافی مسئلہ میں غلط شق کو اختیار کرنا ولایت و کرامت میں قادح نہیں ہے۔ یہ کل دس مسئلے ضروری اس باب کے متعلق ہیں۔ اب بعد فراغ مقدمہ کے مقصود شروع کیا جاتا ہے۔

"ومنه التوفيق وهو خير رفيق" اس میں ترتیب مضامین کا لحاظ نہیں رکھا گیا بلکہ ہر راوی کے مرویات کو جداگانہ یکجا جمع کر دیا گیا۔

مرویات حافظ عبدالقادر صاحب تھانوی

کرامت...۱

حضرت مولانا شیخ محمد صاحب قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ ہم جہاز میں سوار ہو کر حج کو چلے، جہاز ہمارا گردش طوفان میں آ گیا اور چار پانچ روز تک گردش میں رہا۔ محافظان جہاز نے بہت تدبیریں کیں کوئی کارگر نہ ہوئی۔ آخرکار جہاز ڈوبنے لگا، ناخدا نے پکار کر کہا کہ لوگو! اب اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگو، یہ دُعا کا وقت ہے۔ میں اس وقت مراقب ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا، ایک حالت طاری ہوئی اور معلوم ہوا کہ اس جہاز کے ایک گوشے کو حافظ محمد ضامن صاحب اور دوسرے کو حاجی صاحب اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے اوپر کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور اُٹھا کر پانی کے اوپر سیدھا کر دیا اور جہاز بخوبی چلنے لگا، تمام لوگ بہت خوش ہوئے اور جہاز کی سلامتی کا چرچا ہوا۔ میں نے وہ وقت اور دن اور تاریخ اور مہینہ کتاب پر لکھ لیا اور بعد حج و زیارت اور طے منازل سفر کے تھانہ میں آ کر اس لکھے ہوئے کو دیکھا اور دریافت کیا، اس وقت ایک طالب علم قدرت علی ساکن اپندری ملک پنجاب مرید و خادم حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر تھا، اس نے بیان کیا کہ بیشک فلاں وقت میں حاضر تھا، حاجی صاحب حجرے سے باہر تشریف لائے اور اپنی لنگی بھیگی ہوئی مجھ کو دی اور فرمایا کہ اس کو کنویں کے پانی سے دھو کر صاف کر لو، اس لنگی کو جو سونگھا اس میں سے دریائے شور کی بُو اور چکنا پن معلوم ہوا، اس کے بعد حضرت حافظ صاحب اپنے حجرے سے برآمد ہوئے اور اپنی لنگی دی، اس میں بھی اثر دریا کا معلوم ہوتا تھا۔

کرامت...۲

حضرت حاجی صاحب یوں فرمایا کرتے تھے کہ بھائی ہم نے ایک باب دیباچہ گلستاں کا اور ایک باب بوستاں کا اور کچھ مفید نامہ اور کچھ دستور المبتدی اور چند اوراق زلیخا کے پڑھے تھے اور حصن حصین حضرت مولوی قلندر صاحب سے پڑھی۔ بعد میں شوق وردو وظائف کا ہوا اور دہلی میں آ کر حضرت شاہ نصیر الدین صاحب سے بیعت کی۔ بعد ان کے وصال کے پھر کسی کامل کی جستجو ہوئی۔ ایک روز خواب میں بشارت ہوئی اور آپ کا ہاتھ حضرت میاں جی صاحب (یعنی حضرت میاں جی نور محمد صاحب قدس سرہ ہمارے حضرت کے پیر۔۱۲) کے ہاتھ میں دے دیا گیا۔

اس سے اور بھی بے قرار ہوئی۔ ایک روز مولوی قلندر صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ کو بہت بے قراری ہے تو لوہاری جا کر حضرت میاں جی صاحب قدس اللہ سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی تسکین کر لو، بموجب ارشاد مولوی صاحب کے آپ لوہاری پاپیادہ تشریف لے گئے۔ حضرت ممدوح المناقب نے دیکھتے ہی فرمایا کہ میاں خواب وخیال کا کچھ اعتبار نہیں۔ اس فرمانے سے دل بے قرار کو کچھ قرار ہوا اور اسی وقت حضرت میاں جی صاحب نے آپ کو سلسلہ بیعت میں داخل کیا۔

کرامت...۳

میں ایک بار رامپور میں حضرت حاجی صاحب کے ہمرکاب تھا، رات کو میری ٹانگوں میں شدت سے درد پیدا ہو گیا کہ کسی طرح قرار نہ ہو سکا اور نہایت درجہ بیتاب ہو گیا۔ میری یہ حالت دیکھ کر حضرت میرے پاس تشریف لائے اور باصرار مجھ کو چت لٹا کر ایک ٹانگ میری حضرت نے اپنے ہاتھوں سے پکڑی اور دوسری ٹانگ حضرت مولانا ممدوح نے دبانا شروع کی۔ میں اس وقت اپنے دل میں بہت شرمندہ ہوا اور اسی وقت درد بالکل جاتا رہا۔

کرامت...۴

ایک روز موسم سرما میں حافظ غلام مرتضیٰ صاحب مجذوب لنگوٹا کسے ہوئے اور کمبل سر پر ڈالے ہوئے آگے خود اور پیچھے قاضی نجابت علی خان اور بہت سے ہمراہی پیر محمد والی مسجد کے روبرو گزرے اور شارع عام سے جانب شمال میں زمین پر بیٹھ گئے۔ اس عرصے میں جناب حاجی صاحب مسجد سے باہر تشریف لائے۔ اسی وقت حافظ صاحب نے تمام بدن اپنا کمبل سے ڈھانک لیا اور ستر کو چھپالیا اور وہاں سے اُٹھ کر اپنی جگہ شاملی دروازہ تشریف لے گئے۔

کرامت...۵

حضرت حاجی صاحب کبھی کبھی جناب حافظ غلام مرتضیٰ صاحب موصوف کی ملاقات کے لیے جنگل میں تشریف لے جاتے اور پہلے سے بہت آدمی حافظ صاحب کی تلاش میں جمع ہوکر منتظر بیٹھے رہتے اور آپ کسی سے نہ ملتے، جس وقت حاجی صاحب وہاں پہنچتے فوراً کسی جھاڑی میں سے نکل آتے اور ملاقات کرتے اور بہت نرمی اور ہنسی مذاق کی باتیں کرتے اور پھر رُخصت کردیتے۔

کرامت...۶

ایک روز عصر کے وقت منشی محمد اسحاق خلف شیخ احمد علی ہمشیرزادہ قاضی محبوب علی خان مرحوم کہ نہایت درجہ بیباک اور خوش مزاج تھے، دوڑے ہوئے آئے اور عرض کیا کہ چچا جان آج تو بادا کالو یعنی چماروں، بھنگیوں کا گروہ ہاتھی پر سوار ہوکر اس طرح کو آتا ہے اور اس کے ساتھ بہت سامان خیمہ لشکر موجود ہے، کوٹلہ کے پاس (یعنی پیر۱۲) وہ خیمہ زن رہے گا۔ آپ ذرا اس پر ایک نگاہ ڈال دیں تو میں یقین کرتا ہوں کہ وہ سب چھوڑ چھاڑ کر توبہ کرلے گا اور مسلمان ہوجاوے گا۔

آپ بہت ہنسے اور بہت دیر تک ہنستے رہے۔ آخر وہ مسجد کے سامنے سے گزرا

اور کچھ قدم دروازے سے آگے کو بڑھا اور پھر ہٹا اور دریافت کیا کہ کوئی فقیر صاحب یہاں مسجد میں رہتے ہیں، ہماری طرف سے سلام عرض کردو، یہ کہہ کر سیدھا کسی گاؤں کو چلا گیا، اپنے خیمہ گاہ پر نہیں گیا۔

کرامت...۷

ایک روز نصف شب کے وقت ایک سفید باف آیا اور آپ کو جگا کر عرض کیا کہ حضرت میری لڑکی کو آسیب کی خلش سے بہت تکلیف ہے، آپ تشریف لے چلیں اور اس کا علاج فرمادیں، اسی وقت آپ اس کے ہمراہ ہوئے وہاں جا کر دیکھا کہ میاں اللہ بخش اس کے سر پر موجود ہیں۔ انہوں نے آپ کو سلام کیا اور کہا کہ آج اس نے اپنی زبان سے ایسے ایسے کلمات ہماری نسبت کہے تھے، اس لیے ہم یہاں آگئے تھے آپ تشریف لے آئے ہم جاتے ہیں اور پھر کبھی یہاں نہ آویں گے۔

آئندہ آپ کسی کی درخواست پر ایسے وقت تشریف نہ لایا کریں، صرف ایک پرچہ اس کے ہاتھ بھیج دیا کریں، موافق اس کے تعمیل کیا کروں گا، مجھ سے آپ کی تکلیف دیکھی نہیں جاتی، پھر جب کہیں ایسی شکایت ہوتی آپ ایک پرچے پر اپنا نام نامی لکھ کر دے دیتے وہ شکایت رفع ہو جاتی۔

کرامت...۸

بعضے لڑکے بلا اطلاع کہیں چلے جاتے اور ان کے اقارب پریشان ہوتے، حضرت کے روبرو جس وقت کسی لڑکے کے چلے جانے کا ذکر آتا حضرت اسی وقت دستک دیتے وہ لڑکا اس وقت جس جگہ ہوتا تھا اس سے آگے نہ بڑھتا، وہاں ہی سے واپس اپنے گھر چلا آتا، آپ فرمایا کرتے کہ جس وقت فرار کا حال معلوم ہوا کرے فوراً بیان کر دیا کریں جس قدر جلدی بیان کر دیا جائے گا اتنا ہی جلدی وہ لڑکا واپس آجائے گا اور جس قدر دیر کی جاوے گی اتنی ہی دیر سے واپس آوے گا۔

کرامت...۹

میرا معمول تھا کہ اکثر آپ کی چارپائی کے نیچے فرش بوریا و جاجم وغیرہ پر رات کو سورہتا اور جو جدید اُمور اس روز ظاہر ہونے والے ہوتے دل میں ان کا خیال آتا اور پھر محو ہو جاتا، جب دن کو اس کا ظہور ہوتا تب یاد آتا کہ آج صبح اس کا خیال آیا تھا۔

کرامت...۱۰

سفرِ حج میں جو لوگ قبل حج زیارت سے مشرف ہو کر واپس آئے تو راستے کی خرابی اور جبر و تعدی کا حال ان سے معلوم کر کے بہت لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا ہوا اور مدینہ شریف جانے سے رُک گئے۔ ایک روز حضرت نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ مدینہ شریف جانے کا ارادہ کس طرح ہے؟ عرض کیا گیا کہ یا حضرت ضرور جائیں گے، جو کچھ ہو سو ہو۔ ارشاد فرمایا کہ تم ضرور بلاخوف وخطر پہنچو گے اور بخیر و خوبی واپس آؤ گے۔ اس وقت پورے طور سے اطمینان ہو گیا اور ہرگز دل پر کوئی خوف وخطر نہ گزرا۔ آخر کار ارکان حج ادا کر کے ہمراہی قافلہ مدینہ طیبہ گئے اور بلاخطر مدینہ طیبہ پہنچے اور اطمینان کے ساتھ زیارت سے مشرف ہوئے اور وہاں سے رُخصت ہو کر مکہ معظمہ میں بخیر و خوبی حضرت سے قدم بوس ہوئے۔

مرویات حافظ قاری مولوی احمد مکی رحمہ اللہ

کرامت...۱۱

۱۳۰۸ھ میں احقر جب سفر ہند کے قصد سے آگبوٹ میں سوار ہوا اور بعد گزرنے عدن کے چھ روز گزرے آگبوٹ کا کوئلہ تمام ہوگیا جس کے باعث انجینئر مع کپتان و معلم کے بہت حیران و پریشان ہوئے حتیٰ کہ رسیاں و تختے جلانے کی نوبت پہنچی۔ احقر نے انجینئر سے پوچھا بھلا رسیوں اور تختوں کا جلانا کچھ مفید ہے اور آگبوٹ موافق معمول کے چلتا ہے یا کم؟ اس نے کہا کہ موافق معمول چلنا تو درکنار پانی کے زور سے کسی قدر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ تب احقر نے نہایت ملول ہوکر کہا پھر رسیوں کا جلانا کیا مفید ہے۔ کہا کہ فقط انجن گرم رہنے کے لیے یہ گفتگو بعد الظہر ہوئی اور وہ باقی روز نہایت شدت سے گزرا، شب کے وقت ایک بجے نیم خوابی کی حالت میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت اعلیٰ مدظلہ عالی رؤس المسترشدین احقر کو نہایت دلجوئی سے فرمارہے ہیں کہ تو کیوں گھبرا رہا ہے کل ان شاء اللہ تعالیٰ بندرگاہ بمبئی ساتھ سلامتی کے پہنچے گا۔ اسی وقت بیدار ہوا اور اپنے وظیفہ و ورد میں مشغول رہا اور انجینئر پھرتے پھرتے میرے پاس آن پہنچا اور کہا کہ اس وقت آگبوٹ ان ہی رسیوں اور لکڑیوں کے زور سے کچھ آگے بڑھ رہا ہے، یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک آگبوٹ نظر آیا اور روشنی صبح کی ظاہر ہوئی، اپنی اصطلاح خاص میں اس کو کچھ کہا کہ وہ آگبوٹ نزدیک آیا اور تھوڑے کوئلے ان سے لیے، کوئلہ لینے کی دیر تھی کہ آگبوٹ کی رفتار ایسی ہوئی کہ وہی

انجینئر کہتا تھا کہ جب سے میں اس آگبوٹ میں ہوں ایسی چال کبھی نہیں چلا۔

پھر میں نے پوچھا اب کب پہنچے گا، کہا کل صبح کو۔ احقر متحیر ہوا کہ حضرت نے فرمایا آج کے روز اور یہ کہتا ہے کہ کل، خیر اسی خیال میں ایک عرصہ گزر گیا بامداد اللہ تعالیٰ اسی روز مع الخیر والسلامۃ بمبئی پہنچے اور شہر میں اُترے۔

کرامت...۱۲

اسی سفر میں اکثر اوقات قبض کی وجہ سے لوگوں سے متنفر رہتا۔ حضرت اعلیٰ خواب میں کچھ ارشاد فرماتے کہ وہ قبض مبدل بہ بسط ہو جاتا۔

کرامت...۱۳

مکہ معظمہ میں جب احقر زادہ میاں عبدالحمید اطال اللہ عمرہٗ وزاداللہ فی علمہ وعملہ قرآن شریف حفظ کر چکے، حضرت اعلیٰ مدظلہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ نے فرمایا کہ مدرسے میں ضرور جاؤں گا اور امتحان میں شریک ہوں گا۔ صبح کے وقت تشریف لائے اور خوبی امتحان ہوا۔ حاضرین جلسہ اور بعض بعض احباب کی احقر نے دعوت کر دی کہ عصر کے بعد ماحضر تناول فرما کر احقر کو ممنون کریں، کل احباب تشریف لائے، مولوی شاہ بہاؤالدین و شیخ عبدالرحیم و منشی عبداللہ صاحب وغیرہم لیکن صبح کے وقت جب حضرت تشریف لائے تھے بسبب حرکت سواری کے کچھ حرارت ہو گئی تھی، اس لیے قبل عصر کے احقر نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور اگر وقت عصر کے تکلیف نہ فرماویں مصلحت ہے، کیونکہ حرکت ثانیہ سے حرارت کے بڑھ جانے کا احتمال ہے۔ حضرت سیدی وسندی ومعتمدی وملجائی نے زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ میاں تمہاری خوشی مجھے منظور ہے اور ایسے احتمال سے نہ جانا محبت کے خلاف ہے۔ یہ تو ظاہری آپ کا ارشاد تھا، باطن کا معاملہ دیکھئے کیا ظہور میں آتا ہے کہ احقر نے کل طعام سو شخصوں کے کھانے کے اندر کا مہیا کیا تھا اور حضور اعلیٰ پر روشن ہوا

کہ کھانا تھوڑا ہے اور یہاں جمع ہو گئے دو سو سے زیادہ۔

حضرت اعلیٰ مدظلہ بعد عصر رونق افروز ہوئے اور آتے ہی ارشاد کیا کہ بھائی اور لوگوں کو کھلا دو، اس وقت ہماری فکر نہ کرو، تمام مہمان مردانے وزنانے میں قریب دوسو کے کھانا کھا کر فارغ ہوئے۔ پھر حضرت مدظلہ نے فرمایا اپنے گھر کے سب لوگوں کو کھلا دو، میں حکم بجالایا، بعد سب کے فراغت کے حضرت اعلیٰ مدظلہ نے مع اپنے احباب کے اور جو اس مجلس مبارک میں شریک تھے (قریب تیس چالیس کے ہوں گے) کھایا۔ بعدازاں جب احقر دیگ کے پاس گیا کیا دیکھتا ہوں ثلث دیگ کھانا موجود ہے۔ حضرت اعلیٰ مدظلہ جب تشریف لائے تھے دیگ کے پاس ذرا ٹھہر کر فرمایا تھا، ڈھکنا بالکل نہ اُتارو، ایک کنارے سے کھانا نکالو اور بار بار اس طرف خیال کرتے تھے جاتے وقت فرمایا تھا بھائی فقیر اسی لیے آیا تھا۔

کرامت...۱۴

اسی سال ایک مشائخ جو طریقہ رفاعی کے مجاز تھے۔ حضرت اعلیٰ مدظلہ سے نہایت شوق ومحبت سے ملے، نام ان کا شیخ احمد مجاہد تھا اور یہ صاحب روس کی لڑائی میں پلونا میں غازی عثمان پاشا کے ساتھ شریک تھے۔

انہوں نے حضرت اعلیٰ مدظلہ اور چند معززین مشائخ کی جمعہ کے روز دعوت کی۔ جب حضرت اعلیٰ مدظلہ رونق افروز ہوئے بہت لوگ حضرت اعلیٰ سے ملاقات کرنے کو وہاں جمع ہو گئے۔ مجاہد صاحب نے دروازہ مکان کا بند کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اس جلسہ میں مولوی محمد اسماعیل صاحب ولد ملا نواب صاحب مرحوم اور مولوی محمد سعید صاحب اور قاری عبداللہ صاحب وغیرہم شامل تھے۔ انبوہ کثیر کو دیکھ کر مجاہد صاحب بہت پریشان ہوئے اور دوسری دفعہ کھانا پکانے کا ارادہ کیا۔

حضرت اعلیٰ مدظلہ نے احقر سے ارشاد فرمایا کہ مجاہد صاحب کو بلاؤ وہ حاضر

ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ کھانا پکوانے کی حاجت نہیں۔ ماحضر اس وقت اہل دعوت کو کھلا دو اور اس مجلس کو آخر میں رکھو۔ مجاہد صاحب قدموں پر گر پڑے اور کہا "یا قطب الزمان یا غوث الوقت کیف یمکن ان .....قبلک" آپ نے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں اور اسی میں میری خوشی ہے، بہ مجبوری بحکم "الا مر فوق الادب" مجاہد صاحب نے ایسا ہی کیا سو آدمی کا کھانا قریب تین سو آدمی نے کھایا لیکن مجاہد صاحب نے آخر میں گھبرا کر کچھ روٹی منگوالی۔ آخر میں وہی روٹیاں بچ گئیں۔

کرامت...۱۵

اب بالفعل اسی ماہ میں مولوی محمد شفیع الدین صاحب واسطے نماز صبح کے غلس کے وقت جا رہے تھے، راہ میں اتفاقاً گر گئے اور پسلی میں کچھ تکلیف ہوئی۔ حضرت اعلیٰ نے مکان پر صبح کے وقت چند بار فرمایا کہ مولوی شفیع الدین صاحب کو بہت تکلیف ہوئی اور ہنوز نہ کوئی آیا اور نہ کوئی گیا۔ جب مولوی صاحب تشریف لائے تب معلوم ہوا۔

کرامت...۱۶

حضرت مدظلہ نے مولوی احمد حسن صاحب کے بارے میں چند بار فرمایا ارے! مولوی احمد حسن صاحب کو تکلیف ہوئی، ماجرا معلوم نہیں ہوا۔ خط آنے سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب زینے سے گرے جس میں تکلیف پائی۔

کرامت...۱۷

ایک محبّ کے آنے میں کچھ دیر ہوئی، فرمایا کہ ان سے جھگڑا ہوا، جب آئے تو معلوم ہوا کہ ان کے گھر کے لوگ ان سے لڑے تھے۔

کرامت...۱۸

اسی ماہ میں حضرت اعلیٰ مدظلہ نے فرمایا کہ مولوی اشرف علی صاحب کا کوئی خط

نہیں آیا۔ احقر نے جواب دیا کہ حضور اس وقت تک نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ آنا چاہتا ہے بلکہ اسی وقت جب حرم محترم میں بندہ پہنچا ڈاک والا خط لے کر آیا۔

کرامت...۱۹

اسی ماہ میں جب مولانا مولوی احمد حسن صاحب کا خط آیا حضرت کو اطلاع نہیں کی گئی تھی۔ خود حضرت نے فرمایا کہ چہارم جلد مثنوی شریف کی شروع ہے اور خط آیا ہے یا نہیں؟ مولوی محمد شفیع الدین صاحب نے عرض کیا کہ حضور خط آیا ہے لیکن پڑھا نہیں گیا، فرمایا کہ پڑھو اسی وقت کیفیت چوٹ اور شروع ہونے جلد چہارم مثنوی شریف کی معلوم ہوئی۔

کرامت...۲۰

ایک سفر میں حضرت کا بہت اشتیاق رہا، خواب میں دیکھا کہ حضرت اعلیٰ مدظلہ حلقۂ ذکر میں رونق افروز تھے۔ فقط

احمد مکی (۱۹؍ربیع الاوّل ۱۳۱۷ھ)

مرویات مولانا شاہ محمد حسین الٰہ آبادی رحمہ اللہ

اوّل ایک قول حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کا فتوحات سے نقل کرتا ہوں۔ اس کے بعد اصل مطلب گزارش کروں گا۔ باب ۱۸۴ میں ہے:

وھی علی قسمین حسیة و معنویة فالعامة ماتعرف من الکرامة الا الحسیة مثل الکلام علی الخاطر والاخبار بالمغیبات الماضیة والکائنة والاتیة والاخد عن الکون والمشی علی الماء واخراق الھواء وعلی الارض والاحتجاب عن الابصار واجابة الدعاء فالعامة لایعرف الکرامة الا مثل ھذا.

حضرت قبلہ کی کرامات اس قبیل کی دو ایک یاد ہیں۔

کرامت...۲۱

ایک مرتبہ یہ ناچیز بقصد حرمین شریفین وطن سے چلا، ممبئی میں سوتا تھا، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت تشریف لائے اور فرماتے ہیں کہ اس مرتبہ تو ہم ہی ہندوستان میں آ گئے تم مکے نہ جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اب تو یہاں آ گئے اور جہاز کا کرایہ بھی کر لیا اور کل جہاز روانہ ہو جائے گا؟ فرمایا نہیں جانا مناسب نہیں، میں عرض کرتا رہا۔ ارشاد ہوا کہ نہیں امسال نہ جاؤ، آنکھیں کھلیں فی الجملہ تردد رہا مگر اسی دن جہاز کی روانگی تھی۔ میں اس بھید سے واقف نہ تھا، سوار ہو لیا اور جہاز روانہ ہوا۔ اسی دن ایسا طوفان آیا کہ جہاز میں نقصان آ گیا اور جہاز واپس آیا۔

کرامت...۲۲

ایک بزرگ زادے اور سید زادے تھے۔ ایک روز میں اور وہ حضرت کی خدمت میں حاضری کے ارادے سے جانے لگے۔

راہ میں انہوں نے یہ کہا کہ میں حضرت کی خدمت میں بہت دنوں سے حاضر ہوتا ہوں مگر آپ نے کبھی میرے قلب پر ایسا تصرف نہیں کیا کہ مجھے بے اختیاری عقیدت پیدا ہو جاتی جس وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت کو اس خطرے پر اشراف ہو گیا، سید صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ سید صاحب تصوف سراسر ادب ہے، ہم سید زادوں اور بزرگ زادوں کا ان کی بزرگی کی وجہ سے بہت بڑا ادب کرتے ہیں، ان سے جب ملتے ہیں تو اپنی نسبت سے خالی ہو کر ملتے ہیں کہ اگر صاحب نسبت بھی ہو تو اس کو کچھ پتہ نہ چلے کہ ان کو کچھ تعلق نسبت باطنی سے ہے۔ سید صاحب بہت محجوب ہوئے اور مجھ سے اشارۃً کہنے لگے کہ یہ ہمارے اس خطرے کا جواب ہے۔

کرامت...۲۳

اسی طرح ایک پورب کے پیرزادے اور سید اور عالم تھے، مجھ سے ایک دن کہنے لگے کہ اگلے بزرگوں کے تصرفات کی حکایتیں جو کتابوں میں لکھی ہیں! اس زمانے کے مشائخ میں نہیں پائی جاتیں۔ حضرت حاجی صاحب بڑے شیخ وقت ہیں مگر ان باتوں کا یہاں بھی پتہ نہیں، کاش! میرے قلب میں کوئی سوز و گداز کی حالت پیدا کر دی ہوتی۔ جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے رُخصت کے وقت لوگ سلام کر کے اُٹھے اور چلے۔ حضرت نے تسبیح ہاتھ میں لے لی اور مولوی صاحب سے فرمایا کہ کیا تم بھی جاتے ہو، تسبیح کے دو تین دانے کھسکائے ہوں گے کہ ان پر بے خودی کی حالت طاری ہوئی اور بے اختیار رونے لگے، تین دن تک حالت درست نہیں رہی۔

کرامت...۲۴

جس دن خدیوں مصر کے پیر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر داخل سلسلہ عالیہ صابریہ ہوئے میں اس وقت حاضر تھا، ذرا سا قلب کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ حضرت نے مثنوی ہاتھ سے رکھ دی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ تمام مکان میں آگ لگ گئی ہے اور ہر شخص بے اختیار کانپتا تھا، شاہ شرف الدین صاحب رودولی شریف کے پیرزادے ایسے گھبرائے کہ بیٹھ نہ سکے اور مکان کے باہر چلے گئے اور دیر تک بدحواس رہے۔ شیخ صاحب سر سے پیر تک عرق عرق ہوگئے اور بیعت کی اور اپنے بہت سے مریدوں کو داخل سلسلہ کرایا۔

کرامت...۲۵

حرم شریف میں مالکی مصلے کے پیچھے ایک دن حضور تشریف رکھتے تھے۔ ایک ملا صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں نسبت باطنی کا منکر نہیں ہوں مگر مرید ہونے کی کچھ ضرورت نہیں سمجھتا۔ بزرگوں نے کتابوں میں اذکار واشغال لکھے ہیں جب ان پر عمل کیا جائے گا تحلیہ ہوگا ذوق وشوق پیدا ہوجائے گا۔

یہ بات کہہ ہی رہے تھے کہ دفعۃً ان کے قلب پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ بے اختیار چیخ مار کر رونے لگے۔ جب افاقہ ہوا تو میں نے کہا مولوی صاحب یہی بات ہے جو کتابوں میں نہیں ملتی۔ دوسرے دن انہوں نے بیعت کی۔

کرامت...۲۶

ایک دن ظہر کے بعد میں اور مولوی منور صاحب اور ملا محب الدین صاحب کوئی ضروری بات عرض کرنے کو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت حسب معمول اوپر جا چکے تھے، کوئی آدمی تھا نہیں کہ اطلاع کرائی جاتی، آواز دینا ادب کے خلاف تھا۔ آپس میں مشورہ یہ کیا کہ حضرت کے قلب کی طرف متوجہ ہوکر

بیٹھ جائیں یا بات کا جواب مل جائے گا یا حضرت خود تشریف لائیں گے، تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ حضرت اوپر سے نیچے تشریف لائے۔ ہم لوگوں نے معذرت کی کہ اس وقت حضرت لیٹے ہوئے تھے ناحق تکلیف فرمائی۔ ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں نے لیٹنے بھی دیا کیونکر لیٹتا ہم لوگ سخت نادم ہوئے۔

کرامت...۲۷

ایک مولوی صاحب نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ایک دوسرے بزرگ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ تھے۔ مولوی صاحب کو ان کی خدمت میں مدت سے حسن عقیدت تھی۔ ان کا یہ خیال تھا کہ مولوی صاحب میرے ذریعہ سے داخل سلسلہ ہوں گے، انہوں نے ان کے دل میں سلسلہ چشتیہ کی طرف سستی اعتقاد پیدا کرنی شروع کی اور یہ کہتے کہ اس سلسلے میں سلوک ختم ہی نہیں ہوتا۔ عمر بھر کشف نہیں حاصل ہوتا کچھ نظر نہیں آتا۔ مولوی صاحب چونکہ مشائخ کی صحبت میں کم بیٹھے تھے کسی قدر اعتقاد سست ہوگئے۔ میں نے حضرت سے ان کا حال بیان کیا۔

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ کشف کوئی چیز نہیں، لڑکوں کو ہو جاتا ہے کشف حقائق اہل حقیقت کے نزدیک معتبر ہے اور فرمانے لگے کہ حب جاہ دو قسم کی ہوتی ہے، ایک جاہ عند الخلق اور ایک جاہ عند الخالق۔ اس بات کو درست رکھنا کہ ہمارے وسیلے سے دوسرے کی بہ نسبت لوگ خدا رسیدہ زیادہ ہوں۔ یہ بھی ایک قسم کی حب جاہ ہے۔

مگر عند الخالق جاہ عند الخلق سے تو اکثر اہل اللہ خالی ہوتے ہیں مگر جاہ عند الخالق سے کم لوگ خالی ہوتے ہیں اور یہ معیوب بھی نہیں۔ ہاں عبدیت محضہ اور ولولہ اور شیفتگی اور بے اختیاری کا مقام اس سے ارفع ہے۔ یہ فرمایا اور تبسم ہو کر خاموش ہوگئے۔ مولوی صاحب پر اسی دن سے اشراف علی الخطرات کی حالت پیدا ہوگئی، پاس بیٹھنے والوں کے دل کے حالات بیان کرنے لگے۔ ان شیخ صاحب سے

مقابلہ پر آمادہ ہوئے اور اپنی تکمیل ولایت کا خیال پیدا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ کہیں مولوی صاحب وساوس نفس کے مرض میں نہ مبتلا ہو جائیں۔ حضرت سے جا کر شکایت کی۔ حضرت نے فرمایا یہ عارضی حالت ہے نہ رہے گی۔ چنانچہ اسی روز سے وہ حالت رہی کئی دن تک تو مجھ سے بہت خفا رہے۔ میں مدینہ شریف چلا گیا، جب وہاں سے آیا تو میرے شکر گزار تھے کہ تم نے مجھے خوب سنبھالا۔

کرامت...۲۸

مولوی افضال الحق میرے ایک دوست تھے۔ حضرت کے غلاموں میں وہ بھی داخل ہیں وہ کہتے تھے کہ جن دنوں میں حضرت کی خدمت میں حاضر تھا، ایک دن اشراق کی نماز کے بعد مراقبے سے آپ نے سر اُٹھایا اور ارشاد فرمایا کہ عجب نہیں کہ کل مولوی محمد قاسم وغیرہ یہاں آ جائیں۔ میں نے عرض کیا کوئی خط آیا ہے، فرمایا خط تو نہیں آیا مگر مجھے اس وقت جہاز کا مستول نظر آیا کہ اس نے جدہ میں لنگر کیا، اس جہاز پر غالباً یہ لوگ ہیں، دوسرے روز آپ کے فرمانے کے موافق یہ سب لوگ پہنچ گئے۔

کرامت...۲۹

انہی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دفعہ حضرت کی خدمت میں ہندوستان سے کہلا بھیجا کہ مجھے حضور کی زیارت کی کمال تمنا ہے۔ آپ نے ایک دُعا مجھے لکھ بھیجی کہ فجر کی نماز کے بعد پڑھ لیا کرو، جب میں اس دُعا کو پڑھتا تو یہ معلوم ہوتا کہ حضرت چھڑی لیے ہوئے سامنے کھڑے ہیں، یہ کرامت کی قسم اوّل کے متعلق حکایتیں ہیں جو اس وقت یاد آئیں۔ دوسری قسم کرامت کی نسبت حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

واما الكرامة المعنوية فلا يعرفها الا الخواص من عباداللّٰه، والعامة لا يعرف ذالک، وهى ان تحفظ عليه آداب الشريعة وان يوفق لاتيان مكارم الاخلاق واجتناب سفسافها،

والمحافظة على اداء الواجبات مطلقا فى اوقاتها، والمسارعة الى الخيرات وازالة الغل للناس من صدره والحسد والحقد وسوء الظن، وطهارة القلب من كل صفة مذمة و تخليته بالمراقبة مع الانفاس، و مراعاة حقوق الغير فى نفسه وفى الاشياء وتفقه الارد به فى قلبه و مراعاة انفاسه فى خروجها ودخولها فتيها بالادب اوردت عليه ويخرجها وعليه خلقه الحضور فهذه كلها عندنا كرامات الاولياء المعنوية التى لايدخلها مكر و استدراج، فان ذلک كله دليل على الوفاء بالعهود وصحة المقصود والرضاء بالقضاء فى عدم المطرب ووجود المكروه ولا يشاركک فى هذه الكرامة الا الملئكة المقربون واهل الله المصطفون الاخيار، واما الكرامة التى ذكرنا ان العامة يعرفها فكلها يمكن ان يدخلها المكر الخفى ثم اذا فرضناها كرامة فلا بد ان نكون نتيجة استقامة او ينتج استقامة لابد من ذالک والا ليست بكرامة و اذا كانت انكرامة ينتج استقامه فقد يمكن ان يجعلها الله حظ عملک و جزاء فعلک فاذا قد همت عليه يمكن ان يحاسبک بها وما ذكرنا من الكرامة المعنوية فلا يدخلها شىء مما ذكرناه.

اور بعد چند سطروں کے تحریر فرماتے ہیں:

فانس ما اكرمهم الله به من الكرامات العلم خاصة

اور فرماتے ہیں:

وسئل ابو يزيد عن طئ الارض فقال ليس بشىء، فان ابليس بقطع من المشرق الى المغرب فى لحظة واحدة وما

هو عندالله بمكان، وسئل عن اخراقا لهواء فقال ان الطير يخرق الهواء المومن عندالله افضل من الطير فكيف يحسب كرامة من يشاركه فيها طائر و هكذا علل جمع ما ذكر له ثم قال الهي يحسب ان قوما طلبوک بما ذکروه فشغلتهم به واهلتهم له اللهم ان اهمتی بشیء من اشيائک ای من اسرارک فما طلب الا العلم لانه اسنى تحفة واعظم كرامة.

جس نے حضرت کی صحبت کی سعادت کچھ دن بھی پائی ہوگی وہ جانتا ہوگا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب، مولانا رشید احمد صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب، مولوی فیض الحسن صاحب، مولوی احمد حسن صاحب وغیرہم کا حضرت صاحب قبلہ کے غلاموں میں داخل ہونا بڑی دلیل ہے۔ آپ کے کمالات علمی واخلاقی کی اس لیے کہ ان حضرات کی نظر ظاہر ہے کہ کبھی ان کرامات عامی پر مقصود نہیں بلکہ ان حضرات کا مطمح نظر یقیناً کمالات علمی، اخلاقی، اتقائی کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ حضرات علوم ظاہری کے دقیقہ شناس معارف باطنی کے نکتہ رس بارگاہ تقویٰ کے ذروۂ قصوے کے بہرہ یاب تھے۔ ان حضرات کی گرویدگی کسی کی طرف اور گرویدگی بھی اس درجہ کی کہ غلامی سے زائد اسی وقت متصور ہوسکتی ہے جب انہوں نے اپنی نظر میں ان منازل ومقامات میں آپ کو اپنے سے کیا اور کتنوں سے کہیں مافوق سمجھا ہوگا۔ بقول شخصے:

زہ چشم پرس حال جلوۂ آغاز حسن او
صبوحی کردگان دانند قدر صبح گاہانرا

اخلاق کے حضرت کی یہ حالت ہے کہ ہر شخص یہ ہی سمجھتا ہے کہ جو عنایت آپ کی میرے حال پر ہے شاید کسی پر نہ ہوگی۔ ادنیٰ ادنیٰ مریدوں کی تعظیم کرتے میں نے دیکھا، جس کو پیرانِ عظام سے ذرا بھی نسبت ہے یعنی کسی بزرگ کے پیرزادے ہیں

انتہا درجے کی ان کی تعظیم فرماتے ہیں، ہر وقت صبح میں وہ اسرار و نکات زبان پر جاری ہوتے ہیں کہ عوام کا کیا ذکر خواص کو بھی سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے۔

کرامت...۳۰

ایک مولوی صاحب نے ایک دن آ کر پوچھا کہ "الید العلیا خیر من ید السفلی" کی حدیث تو فقیر پر غنی کی ترجیح نکلتی ہے۔ فوراً ارشاد فرمایا کہ "ید علیا" اسی لیے افضل ٹھہرا کہ مال کو علیحدہ کر کے فقیر بننا چاہتا ہے اور "ید سفلیٰ" اس لیے مفضول ہوا کہ مال لے کر غنی بنتا ہے۔

کرامت...۳۱

ایک دن مثنوی شریف کے درس میں ایک مولوی صاحب معقولی شریک تھے، اتفاقاً توحید کے بیان میں حضرت کی زبان اقدس سے بشرط شئے اور لابشرط شئے اور بشرط لاشئے یہ الفاظ نکلے۔ مولوی صاحب نے تعجباً مجھ سے کہا کہ حاجی صاحب تو فرماتے ہیں کہ میں نے کتب درسیہ سے محض مختصرات پڑھی ہیں۔ یہ اصطلاحات کیونکر آپ کو معلوم ہوئیں، یہ تو بے درسی کتابوں کے پڑھے ہوئے آ ہی نہیں سکتیں حالانکہ معانی ان کے عقل میں آ جائیں گے مگر اصطلاحی الفاظ کیونکر عقل میں آ سکتے ہیں، حضرت کو اس خطرے پر اشراف ہوا، فرمایا کہ حق کی جانب سے اہل اللہ پر القاء کبھی تو محض معانی مجردہ کا ہوتا ہے اور کبھی معانی کا بواسطہ الفاظ کے ہوتا ہے، الفاظ عربی ہوں یا اصطلاحی اس لیے کہ الفاظ کے لیے ایک قسم کا وجود ضرور ہے گو وجود خیالی ہی سہی اور جس چیز کے لیے شائبہ وجود ہے اس کے لیے خزانہ صور علمیہ حق میں تحقیق ضرور ہے اور جس کا تحقیق وہاں ہے اس کا القاء ممکن ہے۔

کرامت...۳۲

ایک دن ایک فقیر صدا دیتا تھا کہ مافی قلبی غیر اللہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ما

نافیہ نہیں ما موصولہ ہے ما نافیہ ہوتا اور اس کو اس کی حالت ہوتی تو کبھی سوال نہ کرتا۔

کرامت...۳۳

"واعبد ربک حتی یاتیک الیقین" کے معنی نہایت بسط کے ساتھ ارشاد فرمائے جس کا حاصل یہ تھا کہ یقین کے مراتب ہیں۔ مثلاً حضرت ابراہیم نے احیائے موتیٰ کا مشاہدہ طلب کیا تھا۔ حالانکہ یقین احیائے موتیٰ ان کو حاصل تھا۔ اسی لیے جواب "اولم تؤمن" میں عرض کیا کہ "بلٰی ولکن لیطمئن قلبی" لیکن اس سوال سے مقصود ترقی مراتب یقینی تھی اور ممکن تھا کہ کسی مُردے کو جلا کر مشاہدہ کرادیا جاتا مگر یوں نہیں کیا گیا بلکہ احیاء کی صفت کا ان ہی میں ظہور فرما کر ان ہی سے احیاء کرادیا تا کہ مراتب یقین کی تکمیل انتہائی ہو جاوے۔

کرامت...۳۴

ایک دن "اللهم متعنی بالسمع والبصر وجعلهما الوارث" کی تفسیر مولویوں سے دریافت فرمائی اور ارشاد ہوا کہ وارث تو وہ ہے جو مرنے کے بعد باقی رہ جاوے، سمع و بصر کے وارث ہونے کے معنی کیا ہیں، لوگوں کو تامل ہوا تو خود ہی ارشاد فرمایا کہ یہ کنایہ ہے کہ سمع و بصر میرے سمع و بصر حق ہو جائیں اور "ربی یسمع" اور "ربی یبصر" کا مرتبہ ہو کہ "ان الله خیر الوارثین" غرض اس قسم کی ہزاروں باتیں ہیں جو ہر وقت حضرت رحمہ اللہ کی زبان اقدس سے ارشاد ہوتی ہیں کہ ضبط ان کا دُشوار ہے۔

کرامت...۳۵

باوجود پیرانہ سالی کے مجاہدہ کا حال یہ تھا کہ ایک سال رمضان شریف میں مجھے حاضری خدمت اقدس کا اتفاق ہوا، دیکھا کہ تمام رات نماز پڑھنے اور قرآن سننے میں بسر ہوتی ہے، حافظ عبداللہ پنجابی ایک بزرگ تھے، تراویح میں ہر روز وہ حرم شریف میں محض حضرت رحمہ اللہ کے سنانے کو سات آٹھ سیپارے پڑھتے، اس میں قریب

نصف شب کے گزر جاتی، اس کے بعد حضور کبھی کبھی شیخ حسن عرب کا قرآن سننے جاتے، نصف شب سے حافظ عبدالحمید صاحب باب الزیارۃ پر تہجد میں پانچ چھ سیپارے روز پڑھتے۔ ان کا قرآن سنتے فجر تک برابر یہی کیفیت رہتی۔

ایک دن حضرت کی طبیعت صحیح نہ تھی، کھانا تناول نہیں فرمایا محض افطار فرما کر چلے آئے۔ میں نے حافظ عبداللہ سے کہا کہ آج کم پڑھئے گا حضرت کی طبیعت درست نہیں، کھانا بھی نہیں تناول فرمایا۔

حافظ جی نے کم پڑھا، آپ نے سلام کے بعد ارشاد فرمایا کہ حافظ جی طبیعت کیسی ہے، آج تم نے کم کیوں پڑھا؟ حافظ جی نے عرض کیا کہ آپ کے خیال سے، آپ نے فرمایا کہ میں تو جب قرآن سننے لگتا ہوں تو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا، اور یہ جی چاہتا ہے کہ بس یہ آواز برابر آتی ہی جاوے اور اس وقت تک ذرا ضعف نہیں معلوم ہوتا۔ فقط

مرویات حکیم مقبول احمد صاحب مقیم تھانہ بھون

کرامت...۳۶

عرصہ تقریباً پچیس برس کا ہوا ہوگا کہ جناب بھائی حافظ محمد مقصود صاحب خلف الصدق جناب قبلہ حاجی احمد حسین صاحب مرحوم تھانوی نبیرۂ جناب قبلہ حاجی صاحب دام برکاتہ مکہ معظمہ دام شرفہا واسطے حصول زیارت حرم شریف اور قدم بوسی حضرت قبلہ ممدوح کے تشریف لے گئے تھے۔

جس وقت مکے پہنچے شوق زیارت جناب قبلہ دام فیضہ کی وجہ سے قافلہ سے علیحدہ ہوکر اس ارادے سے چلے کہ سب سے پہلے حصول قدم بوسی کریں۔ چونکہ مکہ معظمہ دام شرفہا بہت بڑا شہر ہے اور زبان عربی وہاں پر بولی جاتی ہے۔ تقدیر سے محمد مقصود صاحب اثنائے راہ میں دولت خانہ اعلیٰ حضرت کی بھول گئے اور جن جن صاحبوں سے راستہ دریافت فرمایا انہوں نے ہندی نہ سمجھی اور یہ عربی نہ سمجھ سکے۔

بہت حیران و پریشان ہوکر مجبوراً ایک محلے میں کسی پرانی مسجد میں جا بیٹھے، وہاں ایک روز بے آب و دانہ آبدیدہ رہے، دوسرے روز یا تیسرے روز مسماۃ رحیمن سقن نے جس نے پہلے بھی دو تین حج کیے تھے اور حضرت قبلہ سے بیعت تھی اور اب کی دفعہ محض زیارت حضرت قبلہ کے واسطے مکہ معظمہ گئی تھی۔

عرض کیا صاحبزادہ محمد مقصود صاحب واسطے حصول قدم بوسی حاضر ہوا تھا۔ یوم حاضری سے اس وقت تک اس کو نہیں دیکھا اس کی طبیعت تو اچھی ہے۔

حضرت قبلہ نے فرمایا محمد مقصود کب آیا ہے؟

عرض کیا یا حضرت! ہمراہ قافلے کے آیا ہے۔ اشتیاقِ قدم بوسی میں سب سے علیحدہ ہو گیا تھا کہ سب سے پہلے اپنے دادا صاحب قبلہ کی زیارت کروں گا۔ کیا اب تک حضور لامع النور کی زیارت سے مشرف نہیں ہوا۔

حضرت رحمہ اللہ نے یہ سن کر صاحبانِ قافلہ سے اس امر کو دریافت فرما کر اسی وقت وضو فرمایا اور دو رکعت ادا فرما کر سربسجود ہو کر نہایت زاری فرمائی۔

جس وقت سر مبارک اُٹھایا تو کسی خادم سے ارشاد فرمایا کہ فلاں محلہ کی فلاں مسجد میں جانب قطب کے اندر مسجد کے ایک لڑکا ایسی شکل کا چادر کہیں اوڑھے رو رہا ہے، اس کے قریب پہنچ کر سلام کر کے کہہ دے کہ تمہارے دادا نے تمہیں بلایا ہے، فوراً خادم وہاں پہنچا اور حضرت کا پیام پہنچایا، فوراً ہی محمد مقصود سجدے میں گر گئے اور سجدہ شکر ادا کر کے اُٹھ کر ہمراہ اسی مقام کو ہو لئے۔

کرامت...۳۷

اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ جس وقت حضرت قبلہ حاجی صاحب دام ظلہ ہندوستان میں رونق افروز تھے تو اس خاکسار کے والد صاحب کی شادی میں قصبہ بڈولی تشریف لے گئے تھے جس وقت بارات پیش دروازہ میرے نانا صاحب قبلہ کے پہنچی خدا جانے کسی دشمن نے جادو کر دیا یا کوئی بیماری آ پڑی، یا آسیب ہو گیا کہ جس کی وجہ سے میرے والد صاحب جو ہاتھی پر سوار تھے اسی سواری پر بیہوش ہو گئے۔ ہر چند دوائیں کی گئیں کوئی مؤثر نہ ہوئیں اور نہ ہوش آیا۔ تب باراتیوں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت آپ کچھ دم فرما دیں۔ سنا گیا ہے کہ دم کرتے ہی ہوش آ گیا، وہاں سے واپسی میں عرصے تک والد صاحب بیمار رہے، انجام کار اعلیٰ حضرت کے پانی پڑھے ہوئے سے صحت کامل ہوئی۔

کرامت...۳۸

میرے والد صاحب قبلہ اس طرح فرمایا کرتے تھے کہ حضرت قبلہ عموی حاجی محمد امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ نے علم عربی کم پڑھا ہے۔

ایک بار حضرت موصوف نے حجام کو کاندھلہ اپنے ماموں کے پاس واسطے منگانے کسی بڑی کتاب حدیث کے بھیجا۔ اس کے جواب میں حضرت کے ماموں صاحب نے فرمایا کیا میاں امداد اللہ اس کتاب کی زیارت کیا کریں گے یا کسی سے پڑھوا کر سنیں گے۔

حجام نے واپسی میں عرض کیا حضرت انہوں نے ایسا فرمایا کہ میری مجال نہیں کہ عرض کروں۔ حضور نے باصرار وہ لفظ سنا، فرمایا کہ اسی وقت واپس کاندھلہ چلا جا اور میرا خط ماموں صاحب کے حضور میں پیش کر کے عرض کر کہ جو حدیث مشکل ہو وہ آپ تشریف لا کر دریافت فرمالیں۔ خدا کے حکم سے جواب دوں گا۔ سنا گیا ہے کہ وہ بزرگ تشریف لائے اور مشکل مشکل احادیث دریافت فرمائیں، حکم خدا سے جواب درست پایا کہ الحمد للہ علم باطنی سینہ مبارک پر کھل گیا، ظاہری علم اس کے سامنے کیا ہے۔

مرویات مولوی نظام الدین صاحب کرانوی

کرامت...۳۹

ایک دن مولوی عبداللہ صاحب ہراتی سے جو معقول و منقول میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں اور طریقہ نقشبندیہ میں مشرف بہ بیعت ہیں، بزرگانِ دین کا تذکرہ ہوا۔ بزرگانِ سلف کی کرامات و خوارق عادات بیان ہونے لگے۔ اثناء گفتگو میں مولوی صاحب فرمانے لگے، سلف کا تو ذکر ہی کیا ہے جتنے اوصاف بیان کیجئے کم ہیں۔ اس زمانے میں ایسے ایسے لوگ موجود ہیں کہ ان کے حالات سننے سے خدا کی شان نظر آتی ہے اور ایمان تازہ ہوتا ہے اور اگر اس پُرآشوب زمانے کے لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ لوگ سلف پر بھی من وجہ شرف رکھتے ہیں کیونکہ یہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت بعد کا زمانہ ہے اور سلف کا زمانہ نہایت قرب کا زمانہ تھا۔ اس بعد میں یہ قرب بڑا عجیب و غریب امر ہے۔ ابھی کا ذکر ہے ایک نہایت معتبر شخص ولایتی بیان کرتے تھے کہ میرے ایک دوست جو جناب بقیۃ السلف حجۃ الخلف قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا حاجی شاہ امداد اللہ صاحب چشتی صابری تھانوی ثم المکی سلمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت تھے۔ حج خانہ کعبہ کو تشریف لیے جاتے تھے۔ بمبئی سے آگبوٹ میں سوار ہوئے، آگبوٹ نے چلتے چلتے ٹکر کھائی اور قریب تھا کہ چکر کھا کر غرق ہو جائے یا دوبارہ ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ اب مرنے کے سوا چارہ نہیں اسی مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا اور عرض کیا کہ اس وقت سے زیادہ اور کون سا وقت امداد کا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر کارساز مطلق ہے۔ اسی وقت ان کا آگبوٹ غرق سے نکل گیا اور تمام لوگوں کو نجات ملی۔ ادھر تو یہ قصہ پیش آیا، ادھر اگلے روز مخدوم جہاں اپنے خادم سے بولے ذرا میری کمر دباؤ نہایت درد کرتی ہے۔

خادم نے کمر دباتے دباتے پیراہن مبارک جو اُٹھایا تو دیکھا کہ کمر چھلی ہوئی ہے اور اکثر جگہ سے کھال اُتر گئی ہے۔ پوچھا حضرت یہ کیا بات ہے کمر کیونکر چھلی، فرمایا کچھ نہیں پھر پوچھا آپ خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا حضرت یہ تو کہیں رگڑ لگی ہے اور آپ تو کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے۔ فرمایا ایک آگبوٹ ڈوبا جاتا تھا، اس میں ایک تمہارا دینی اور سلسلے کا بھائی تھا اس کی گریہ وزاری نے مجھے بے چین کر دیا۔ آگبوٹ کو کمر کا سہارا دے کر اوپر کو اُٹھایا جب آگے چلا اور بندگان خدا کو نجات ملی اسی سے چھل گئی ہوگی اور اسی وجہ سے درد ہے مگر اس کا ذکر نہ کرنا، اس کے بعد وہ شخص جب مکہ معظمہ پہنچا تمام قصہ آگبوٹ کے غرق میں آ جانے اور اپنی التجا کرنے اور پھر اسی وقت اس بلا سے نجات ملنے کا حضرت سلمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ سن کر چپ ہو رہے مگر خادم نے اس شخص سے تمام کیفیت حضرت صاحب کی بیان کی اور پھر اس نے تمام حضار جلسہ کے سامنے حال بیان کیا۔ چنانچہ یہ قصہ تمام ولایت میں مشہور ہے اور وہ شخص بھی زندہ ہیں نہایت صالح شخص ہیں۔

کرامت...۴۰

مجھ سے میرے دوست مولوی نور الحسن صاحب جو نہایت صالح شخص ہیں بیان کرتے تھے کہ لکھنؤ میں حاجی عبدالرحیم صاحب ایک بزرگ تھے، اکثر تنہائی پسند کرتے تھے جو لوگ ان سے ملنے جاتے چند منٹ کے بعد ان کو رُخصت کر دیتے اور اکثر اوقات جذب میں رہتے۔ ایک روز ایک مولوی صاحب جو عمدۃ العلماء زبدۃ العرفاء مصداق العلماء ورثۃ الانبیاء حضرت مولانا شیخ محمد صاحب محدث تھانوی چشتی

صابری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے، ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حاجی صاحب موصوف نے خلاف عادت ان کے ساتھ نہایت محبت کی اور بہت شفقت سے پیش آئے اور فرمایا دوست کی اولاد ہو اللہ تعالیٰ مدارج میں ترقی کرے۔ انہوں نے پوچھا آپ کے دوست کون بزرگ ہیں فرمایا حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی جواب مکہ معظمہ کو ہجرت فرما گئے ہیں وہ میرے دوست ہیں اور تم ان کے پیر بھائی مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ سے بیعت ہو۔ انہوں نے پوچھا آپ کا حاجی صاحب سے تعارف کیونکر ہوا؟ فرمایا وہ تو روز تشریف لاتے ہیں۔

میں نے عرض کیا حضرت تو مجھ کو بھی ملا دیجئے، فرمایا عصر میں آ جانا ملاقات ہو جائے گی۔ ان کو چونکہ شوق پابوسی غالب تھا، اسی وقت سے مسجد میں جا بیٹھے، جب عصر کی نماز کا وقت آیا اور جماعت تیار ہوگئی۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے اور امامت کی اور بعد نماز تسبیح پڑھنے لگے تو انہوں نے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا اور عرض کی حضرت میرے پیر مجھ کو دکھا دیجئے، فرمایا آنکھیں بند کرلو، آنکھیں بند کیں تو دیکھا کہ مولانا کا جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ ہے اور ہر چہار اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین ہمراہ تشریف لیے چلے آتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر پوچھا یہ کون ہیں؟

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا آپ کا خادم مجھ سے تعلق رکھتا ہے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے سر پر ہاتھ رکھا اور انہوں نے آنکھ کھولی تو حاجی صاحب قبلہ تشریف لے جا چکے تھے۔ یہ نہایت بیتاب ہوئے اور حاجی عبدالرحیم صاحب سے پھر زیارت کی استدعا کی فرمایا اللہ کو منظور ہوگا تو ہو جائے گی اپنا کام کیے جاؤ۔

مرویات مولانا محمد منیر صاحب نانوتوی رحمہ اللہ

کرامت...۴۱

ایک سال میں مریض بخار تھا اور رائے اطباء تپ کہنہ کی تھی۔ بقول شخصے

مشہور ہے جہان میں بیمار کی ہوس

ہر قسم کی اشیاء کے کھانے کو طبیعت چاہتی تھی مگر والدہ مرحومہ لیت ولعل کر کے ٹالتی تھیں کہ ہفتہ بھر صبر کرو پلاؤ ان ہی چاولوں کا تم کو دیں گے۔ اسی حالت میں حضرت امداد اللہ صاحب تھانہ بھون سے تشریف لائے اور میری والدہ صاحبہ نے حضرت رحمہ اللہ کی دعوت کی، تناول طعام کے وقت حضرت رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ آؤ میاں منیر تم بھی کھاؤ، میں نے عرض کیا کہ جناب میں مریض ہوں، والدہ صاحبہ اور طبیب روغن کھانے سے مانع ہیں۔ فرمایا کہ تم میرے پیالے میں سے کھانا ان شاء اللہ کچھ ضرر نہ ہوگا۔ میں حسب الحکم فوراً ہمراہ بیٹھ گیا اور جو دستر خوان پر تھا خوب شکم سیر ہو کر کھایا۔ بعد فراغ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بس اب تو خوش ہوئے، میں نے عرض کیا کہ یا حضرت پیٹ تو ناک تک بھر گیا مگر نیت نہیں بھری۔ ایک وقت اور کہیں شرکت ہو، اتفاقیہ دوسرے وقت میری خالہ کے گھر دعوت ہوئی کیونکہ دونوں صاحبہ حضرت رحمہ اللہ کی مرید تھیں، حضرت نے مجھے بلایا میں نے مکرر ہمراہ کھانا شکم سیر ہو کر کھایا۔ بعد میں پھر حضور نے فرمایا کہ اب کہو میں نے عرض کیا کہ اب نیت اور پیٹ دونوں بھر گئے۔ فرمایا: جہاں مزاج میں آوے آپ کھانا کھاویں۔ اس کے بعد ببرکت انفاس حضرت رحمہ اللہ مجھ کو کوئی ضرر نہیں ہوا اور نہ مرض رہا۔

کرامت...۴۲

ایک کرامت حضرت رحمہ اللہ کی میاں امیر احمد صاحب رامپوری کا مقدمات سے برأت ہے کہ دریں واقعہ اظہر من الشمس ہے۔ مکہ معظمہ میں فرمایا کہ تم ہندوستان کو جاؤ تم کو کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا ہے۔

مرویات مولوی محمد اسماعیل صاحب

(برادر مولانا احمد حسن صاحب مقیم کان پور)

کرامت...۴۳

حضرت مولانا احمد حسن صاحب نے فرمایا کہ اب جو میں حج کے لیے بیت اللہ شریف گیا تھا تو ایک صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اپنا قصہ سرگذشت بیان کیا کہ میں جب مدینہ منورہ میں گیا وہاں چند روز تک رہا۔ بعد چند روز کے حضرت سرور کائنات ختم الرسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف میں دیکھا۔ ارشاد ہوا کہ تم خاندان صابریہ کے مرید ہو جاؤ۔ یہ ناچیز بحسب ارشاد مکہ معظمہ میں ایک بزرگ سے مرید ہوا اور حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں آیا کرتا تھا۔

ایک روز چونکہ بہت بے تکلفی ہو گئی تھی، میں نے عرض کیا کہ حضرت میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ مکہ معظمہ سے ایک ایسا راستہ ہے کہ اگر انسان ظہر کی نماز پڑھ کر چلے تو مدینہ طیبہ میں عصر کی نماز پڑھ کر مغرب کی نماز مکہ معظمہ میں واپس آ کر پڑھ سکتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ بھائی مجھے تو معلوم نہیں چونکہ میں بہت بے تکلف تھا۔ عرض کیا کہ جب آپ کو یہ معلوم نہیں تو یہاں یعنی مکہ معظمہ رہنے کی کون سی ضرورت تھی۔ یہ کہہ کر چلا آیا، بعد چند روز کے حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے مجھ کو فرمایا کہ آؤ حاجی جی ذرا سیر کریں، میرا ہاتھ اپنے ہاتھ مبارک میں لے کر باہر چلے، ایک پہاڑ پر چڑھے اور اس سے اُترتے ہی معاً نیچے مدینہ منورہ میں پہنچ گئے، وہاں نماز

پڑھ کر تیسری نماز مکہ معظمہ میں لوٹ کر پڑھی۔ میں نے اپنے جی میں خیال خام کیا اب تو راستہ معلوم ہو ہی گیا ہے ہمیشہ جایا کریں گے۔

حاجی صاحب کی کیا ضرورت ہے، جب موافق اپنے خیال خام کے اس راستے سے جانا چاہا پہاڑ پر چڑھا ہی نہیں جاتا۔ فقیر (مولوی احمد حسن صاحب) نے کہا کہ بھئی ہم تو اتنا روپیہ خرچ کر کے مدینہ طیبہ میں گئے اگر ہم کو پہلے سے معلوم ہوتا تو ہم بھی حضرت حاجی صاحب قبلہ سے عرض کرتے۔ واللہ اعلم بالصواب

کرامت...۴۴

میں نے اپنے برادر معظم مولوی حاجی عبدالحمید صاحب سے سنا ہے کہ ایک دفعہ مولوی محب الدین صاحب فرماتے تھے کہ چونکہ حاجی صاحب عرصہ دراز سے بوجہ ضعف بدن کے حج کرنے سے معذور تھے، ہم نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ آج خاص یوم عرفات ہے، دیکھنا چاہیے حضرت کہاں ہیں۔ انہوں نے مراقب ہو کر دیکھا کہ حضرت جبل عرفات کے نیچے تشریف رکھتے ہیں۔ ہم لوگوں نے بعد کو عرض کیا کہ حضرت آپ یوم عرفات میں کہاں تھے؟ حضرت نے فرمایا کہ کہیں بھی نہیں مکان پر تھا۔ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ تو فلاں جگہ تشریف رکھتے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ یا اللہ! لوگ کہیں بھی چھپا نہیں رہنے دیتے۔ انتہیٰ فقط

مرویات رسالہ شمائم امدادیہ...(حصہ اوّل)

(مؤلفہ مولوی عبدالغنی صاحب بہاری)

کرامت...۴۵

ایک دن آپ رحمہ اللہ نے خواب دیکھا کہ مجلس اعلیٰ واقدس سرور عالم مرشد اتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ وزواجہ واتباعہ وسلم میں حاضر ہوں، غایت رعب سے قدم آگے نہیں پڑتا ہے کہ ناگاہ میرے جدامجد حضرت حاجی حافظ بلاقی رحمہ اللہ تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ لے کر حوالہ حضرت میاں جیو صاحب چشتی قدس سرہ کے کردیا اور اس وقت تک بعالم ظاہر حضرت میانجیو صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی طرح کا تعارف نہ تھا۔ بیان فرماتے ہیں کہ جب میں بیدار ہوا عجب انتشار و حیرت میں مبتلا ہوا کہ یارب! یہ کون بزرگوار ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیا اور خود مجھ کو ان کے سپرد فرمادیا۔ اسی طرح کئی سال گزر گئے۔ ایک دن حضرت اُستادی مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی رحمہ اللہ نے میرے اضطرار کو دیکھ کر بکمال شفقت وعنایت فرمایا کہ تم کیوں پریشان ہوتے ہو۔

موضع لوہاری یہاں سے قریب ہے وہاں جاؤ اور حضرت میاں جیو صاحب سے ملاقات کرو، شاید مقصد دلی کو پہنچو اور اس حیص وبیص سے نجات پاؤ۔ جناب ایشاں بیان فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت مولانا سے میں نے یہ سنا متفکر ہوا اور دل میں یہ

سوچنے لگا کہ کیا کروں۔ آخر بلا لحاظ سواری وغیرہ میں نے فوراً راہ لوہاری کی لی اور شدت سفر سے حیران و پریشان چلا جارہا تھا۔

یہاں تک کہ پیروں میں آبلے پڑ گئے، بارے بہ کشش و کوشش آستانہ شریف پر حاضر ہوا اور جیسے ہی دور سے جمال با کمال جناب شان ملاحظہ کیا صورت انور کو کہ خواب میں دیکھا تھا بخوبی پہچانا اور محو خود رفتگی ہوگیا اور آپے سے گزر گیا اور افتاں و خیزاں ان کے حضور میں پہنچ کر قدموں پر گر پڑا۔ حضرت میاں جیو صاحب قدس اللہ اسرارہٗ نے میرے سر کو اُٹھایا اور اپنے سینہ نور گنجینہ سے لگایا اور بکمال رحمت و عنایت فرمایا کہ تم کو اپنے خواب پر کامل وثوق و یقین ہے۔ یہ پہلی کرامت منجملہ کرامات حضرت میاں جیو صاحب کی ظاہر ہوئی اور میرے دل کو بکمال استحکام مائل خود کیا۔

کرامت...۴۶

بیان فرماتے تھے کہ ایک دن بہت بھوک کی تکلیف میں ایک دوست سے کہ نہایت خلوص دلی رکھتا تھا چند روپے میں نے بطور قرض مانگے، باوجود موجود ہونے کے انکار صاف کردیا۔ اس کی اس نا اتفاقی سے تکدر و ملال دل میں پیدا ہوا، چند منٹ کے بعد تجلی توحید افعالی نے استعلا فرمایا اور معلوم ہوا کہ یہ فعل فاعل حقیقی سے متکون ہوا ہے۔ اس وقت سے خلوص اس دوست کا زائد ہوا اور وہ تکدر مبدل بہ لطف ہوگیا۔

اس واقعہ کو چند ماہ گزرے تھے کہ میں مراقبہ میں تھا، سیدنا جبرئیل و سیدنا میکائیل علیہما السلام کو بغایت جلال ملکانی و نہایت جمال نورانی سنبل کاکل سیاہ کندھوں پر ڈالے ہوئے اور سبزہ نو اگا ہوا دیکھا محو خود رفتہ ہوگیا جو لذت کہ حاصل ہوئی احاطہ بیان میں نہیں آسکتی اور وہ دونوں تبسم کناں دز دیدہ نگاہ سے دیکھتے ہوئے اسی طرح چلے گئے اور کچھ نہ کہا، راقم (مؤلف ہیچ کارہ) نے بخدمت حضرایشیاں قلبی و روحی فداہ عرض کیا کہ تعبیر دیکھنے ان فرشتگانِ اولوالعزم کی کیا تھی۔

ارشاد فرمایا کہ مرتبہ نزدیکی کا مجھ پر ظاہر ہوا کیونکہ دیکھنا جبرئیل کا بشارت اس امر

کی ہے کہ بفضلہٖ سبحانہ حصہ وافر علم و تعلیم وارشاد وہدایت سے مجھ کو مرحمت ہوگا کہ یہ خدمت ان کو تفویض ہے اور دیکھنا میکائیل کا اشارہ ہے۔ اس طرف کہ "مایحتاج فی الدنیا" بے تکلف میسر آوے کہ قسمت و تقسیم رزق کی حضرت میکائیل سے متعلق ہے۔ راقم ہیچمرز (مؤلف) عرض کرتا ہے کہ فی الواقع ایسا ہی ہوا۔ سائل چند منٹ میں ایک ادنیٰ اشارہ حضرت ایشاں سے صاحب حال ہوتا ہے۔

کرامت...۴۷

اور نیز حضرت مدظلہ العالی نے بیان فرمایا کہ اسی زمانے میں مراقبے میں میں نے حضرت شیخ الشیوخ خواجہ معین الدین چشت کو دیکھا۔ قدسنا اللہ باسرارہ کہ فرماتے ہیں کہ اس نے تمہارے ہاتھ پر زر خطیر صرف کیا، یہ سن کر میں رونے لگا اور عرض کیا کہ میں نے اس لیے قدم شریف نہیں پکڑے ہیں اور میں قوت تحمل اس خدمت کی بھی نہیں رکھتا ہوں۔ ایک قطرہ بحار سیدہ باسکینہ انوار گنجینہ حضرت والا سے چاہتا ہوں کہ سوائے معارف حضرت حق کے نہیں ہے۔ حضرت خواجہ روح اللہ روحہ نے تسکین فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اس وقت سے کوئی حاجت ضروریہ دنیویہ تمہاری بند نہ رہے گی جس قدر ضرورت ہوگی بوجہ نیک رفع ہو جاوے گی۔ فالحمدللہ کہ اس وقت سے ایسا ہی ظہور میں آیا جیسا کہ حضرت خواجہ نور اللہ ضریحہ نے ارشاد فرمایا۔

کرامت...۴۸

اور نیز اسی دن خدمت اشہر فقرائے زماں صاحب تمکین و عرفان مولانا سید قطب علی جلال آبادی قادری رحمۃ اللہ علیہ میں بتقریب فاتحہ والدہ ماجدہ حضرت ممدوح گیا تھا۔ حضرت سید صاحب موصوف بکمال عنایت واخلاق پیش آئے اور فرمایا کہ میں خود آپ کے پاس ارادۂ حاضری رکھتا تھا تاکہ تم کو بشارت پہنچاؤں اور مبارکباد دوں نسبت اس واقعہ کے جو میں نے دیکھا ہے۔ یعنی میں نے عالم واقعہ میں تمام

اولیاء کو عموماً حضرات خواجگان چشت کو خصوصاً دیکھا ذکر تمہارا سنا۔ ایک صاحب نے ان میں سے تمہاری نسبت فرمایا کہ مصارف ان کے بہت ہیں اور آمدنی اقل قلیل، اس کے جواب میں بزرگان چشت نے فرمایا (قدس سرہم) کہ ہاں ایسا ہی تھا لیکن فی الحال "رفع مایحتاج به" ان کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا گیا ہے اب جس قدر کہ حاجت ہوگی عنایت ہوا کرے گی۔ "فالحمدللّٰه علی نواله" کہ تب سے رفع ضروریات لاحقہ بلا تردد و تفکر غیب سے ہوتا ہے۔

کرامت...۴۹

میں نے ثقات سے سنا ہے کہ اس زمانے میں کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ آپ کے سامنے سے گزر کرتا اور متاثر نہ ہوتا اور اس پر رعب نہ ہوتا پھر توجہ والتفات کی حالت کا کیا ذکر۔

کرامت...۵۰

اسی حالت ذوق وشوق میں ۱۲۶۰ھ ایک ہزار دو سو ساٹھ ہجری قدسی میں سید کائنات اشرف مخلوقات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تم ہمارے پاس آؤ، یہ خواب دیکھ کر خواہش زیارت مدینہ طیبہ دل عشق منزل میں متمکن ہوئی، یہاں تک کہ بلا فکر زاد و راحلہ کے آپ نے عزم مدینہ منورہ کر دیا اور چل کھڑے ہوئے۔ جب ایک گاؤں میں پہنچے آپ کے بھائیوں نے کچھ زاد و راحلہ روانہ کیا۔ حضور نے اس کو بخوشی خاطر قبول کیا اور روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ پنجم ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ کو بمقام بندر لیس کہ متصل بندرہ برے کے ہے، جہاز سے اُترے اور براہِ راست عرفات کو تشریف لے گئے اور جملہ ارکان حج بجالائے۔

کرامت...۵۱

آپ مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے تو دل میں خیال آیا کہ اگر کوئی عامل کامل و عارف واصل بلا میری طلب کے اجازت پڑھنے دُرود تنجینا کی دیتا تو بہت اچھا ہوتا۔

بارے بفضلہٖ تعالیٰ اس جوار پاک شاہ لولاک میں پہنچے اور شرف جواب صلوٰۃ وسلام حضرت خیر الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہوئے اور عارف خدا شاہ غلام مرتضیٰ جھنجھانوی ثم المدنی سے ملاقات فرمائی اور اپنے شوق دلی کا نسبت قیام مدینہ منورہ کے اظہار فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب ممدوح نے فرمایا کہ ابھی جاؤ، چندے صبر کرو پھر ان شاء اللہ یہاں بہت جلد آؤ گے اور صاحب جذب واحسان حضرت مولانا مولوی شاہ گل محمد خان صاحب رحمہ اللہ سے کہ متوطن قدیم رام پور تھے اور عرصہ تیس سال سے مجاور روضہ شریف تھے، ملاقات کی اور ان کی خدمت سے بہت فوائد حاصل کیے اور خود حضرت خان صاحب موصوف نے بلا ذکر وطلب اجازت دُرُود تنجینا کی دی کہ ہر روز اگر ممکن ہو ایک ہزار بار ورنہ تین سو ساٹھ بار پڑھا کرو اور اگر اس قدر میں بھی دقت ہو تو اکتالیس بار تو ضرور پڑھا کرو اور ہرگز ناغہ نہ ہونے پاوے کہ اس میں بہت فائدے ہیں۔ راقم (مؤلف) کہتا ہے کہ حضرت نے کمال خادم نوازی سے مجھ کو اس دُرُود شریف ودیگر فوائد کی اجازت عطا فرمائی اور فقیر نے اس کو اپنا معمول کر لیا ہے اور بہت کچھ فوائد پاتا ہے اور درمیان روضہ شریف ومنبر کریمہ کہ "روضۃ من ریاض الجنّۃ" اس کی شان ہے مراقبہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر مقدس خود سے بصورت حضرت میاں جیو صاحب قدس سرہ نکلے اور عمامہ لپٹا ہوا اور تر اپنے دست مبارک میں لیے ہوئے تھے۔ میرے سر پر غایت شفقت سے رکھ دیا اور کچھ نہ فرمایا اور واپس تشریف لے گئے۔ راقم مسکین کہتا ہے کہ یہ عبارت ہے اجازت مطلقہ آنجناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اور پیچیدہ اور تر ہونا عمامہ کا اشارہ ہے طرف سلوک بعد جذب اور تمکین بعد تلوین و بقا بعد فنا کے۔ ونیز یہ مجموعہ اشارہ اجازت واپسی وطن کا ہے۔

کرامت...۵۲

بعد ازاں کہ بفضلہٖ تعالیٰ سفر حج سے بعافیت تمام ۱۲۶۲ھ میں وطن کو معاودت

فرمائی۔ لوگوں نے اصرار و کوشش واسطے بیعت لینے کے کرنا شروع کیا۔ اوّلاً جناب ایشان نے انکار فرمایا اور چندے اس پر اقدام نہ فرمایا کیوں کہ انتظار حکم و اجازت غیبی کا تھا۔ یہاں تک کہ ایک بار تھانہ بھون میں خواب دیکھا کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مع خلفائے راشدین و دیگر اصحاب کرام رضی اللہ عنہم تشریف رکھتے ہیں اور حضور موصوف کی عنایت و شفقت بے انتہا اپنے حال پر مبذول دیکھی۔ و نیز دیکھا کہ زوجۂ شیخ فدا حسین والدہ حافظ احمد حسین مہاجر و امین حجاز مقیم مکہ معظمہ زادھا اللہ شرفاً و کرامتہ، برائے حضرت ایشاں اپنے مکان میں کھانا پکا رہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان مرحومہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تو اُٹھ تا کہ مہمانان امداد اللہ کے واسطے کھانا پکاؤں کہ ان کے مہمان علماء ہیں۔ یہ تو اب بشارت بھی اجازت لینے بیعت کی اور اسی جگہ سے ثابت ہوا کہ اس دن سے ہجوم علماء و طلباء زیادہ سے زیادہ ہوا۔ پھر دوبارہ اشارت غیبی اس بشارت غیبی کی تائید میں ہوئی۔

کرامت...۵۳

اور میں نے ثقات سے سنا ہے کہ مستقل مزاجوں کو حلقہ توجہ حضرت ایشاں میں ضبط آہ نالہ و گریہ و بکا کرنا امکان میں نہ تھا تو ناقصوں کا کیا ذکر مجلس شریف ہردم و ہر آن گرم رہتی تھی اور جو کوئی شخص دو چار منٹ کو بغرض ضروریات دُنیاوی یا دینی حاضر خدمت بابرکت ہوتا تھا کچھ نہ کچھ حاصل کرتا تھا۔ ”ولنعم ماقیل“

وللارض من كأس الكرام نصيب

کرامت...۵۴

اور اسی درمیان میں غایت جوش دلی سے خیال ہجرت دل عرش منزل میں جمنے لگا اور حلقہ نشینان کو ایک کیفیت معلوم ہونے لگی لیکن حکم غیبی سے چارہ نہ تھا اور وہ ارادہ قوۃ سے فعل میں نہ آنا تھا۔ یہاں تک کہ زمانہ غدر ہندوستان میں مشیت حق

سبحانہ وتعالیٰ اس پر متوجہ ہوئی اور یہ آرزوئے دیرینہ کہ مدت دراز سے کالون سینہ میں شعلہ زن تھی۔ ۱۲۷۶ھ قدسی میں ظاہر ہوئی۔

کرامت...۵۵

پچاس اور کئی سال حضرت ایشاں نے تجرد میں بسر کیے اور مشغولی حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ میں مصروف رہے۔ بعدازاں اشارت غیبی پہنچی کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنتوں میں ایک نور خاص وفیض خاص ہے۔ عارف کو نہ چاہیے کہ کوئی ایک سنت نبوی صلی اللہ علیٰ صاحبہا سے دوری اختیار کرے کہ اس میں نقصان ہوگا اور منجملہ سنن سنیہ مؤکدہ کے نکاح ہے اس کو بجالاؤ اور انوار و برکات اس سنت کے حاصل کرو۔ جب یہ اشارت غیبی صادر ہوئی ارباب اخلاص وارادت نے بھی الحاح و خواہش کی اور مبالغہ حد سے زیادہ کیا۔ یہاں تک کہ مرحومہ مہاجرہ بی بی لوزن صاحبہ کلکتو یہ زوجہ سید حیدر علی مہاجر بناری مرحوم نے کہ سرشتۂ خاص حضرت ایشاں تھیں۔ باصرار تمام ۱۲۸۲ھ میں اکیسویں رمضان کو اپنی نواسی حضرت بی بی خدیجہ صاحبہ بنت مرحوم حاجی شفاعت خان رامپوری کو کہ بے مادر و پدر تھیں اور انہیں نانی نے پرورش کیا تھا۔ حبالہ نکاح حضرت ایشاں میں بعوض مہر ساٹھ (۶۰) ریال فرانسی کہ مبلغ ایک سو چوبیس (۱۲۴) روپے کچھ زیادہ سکۂ ہندی سے ہوتے ہیں دیا۔

کرامت...۵۶

ہنگام قیام رباط اسماعیل سیٹھ ان کے لڑکے سے بعض باتیں خلاف طبع مبارک ہوئیں۔ اس وجہ سے آپ نے وہاں کا قیام ترک کر کے رُخ توجہ بحضور باری تعالیٰ کیا۔ اسی مابین میں بلا کسی کی تحریک کے ایک حکم نامہ بتاکید ریاست حیدرآباد سے وہاں کے وکلاء کے نام پہنچا کہ منجملہ دو مکانات ریاست کے جو مکان وجگہ کہ آپ پسند فرمائیں اس کی کنجی خدام حضرت کے سپرد کر دی جائے۔

چنانچہ وکلاء ریاست نے بڑی التجا سے یہ کیفیت حضور میں عرض کی اور ایک مکان کی کنجی حوالہ مع زمان عالی کر دی۔ ابھی تھوڑا زمانہ گزرا تھا کہ ایک مخلص نے ایک مکان مستقل جارۃ الباب میں خرید کر کے حضرت ایشاں کی نذر کیا۔

کرامت...۵۷

قبل ترمیم نہر زبیدہ خاتون جیسی کچھ قلت پانی کی مکہ میں تھی، ظاہر ہے۔ یہاں تک کہ ایام حج میں ایک مشک ایک روپے، دو روپے سے کم نہ آتی تھی اس میں بھی بہت سخت دقت اُٹھانا پڑتی تھی اور غیر ایام حج میں انتہائی درجہ ایک روپے میں دو مشک آتی تھیں۔ بالخصوص محلہ جارۃ الباب میں آب شیریں حکم چشمہ حیات رکھتا تھا۔ جب حضرت نے اس محلہ میں قیام فرمایا اور دقت پانی کی ملاحظہ فرمائی حضور حق سبحانہ وتعالیٰ میں دُعا فرمائی۔ چند دن نہ گزرے تھے کہ مجلس شوریٰ ترمیم نہر زبیدہ خاتون منعقد ہوئی اور اوّل جس شخص نے اس مجلس میں چندہ داخل فرمایا ذات والائے حضرت ایشاں تھی۔ خلاصہ یہ کہ کام جاری ہو کر ہر کوچے میں اور دروازۂ حضرت پر چشمہ پانی کا جاری ہو گیا۔

کرامت...۵۸

اسی زمانے میں ایک مہندس نے آپ کے قریب میں ایک مکان تعمیر کیا اور اس میں ایک غرفہ رکھا کہ جس سے حضرت کے دولت خانہ کی بے پردگی ہوتی تھی اور انواع واقسام کے ظلم و جبر خدمت شریف میں کرتا تھا اور آپ کی طرف سے اپنے دل میں عناد رکھتا تھا۔ حضرت نے ایک شخص کے ذریعہ سے کلمۃ الخیر تبلیغ فرمایا لیکن اس نے کچھ خیال نہ کیا بلکہ کلمات بیہودہ زبان پر لایا۔ لوگوں نے یہ واقعہ حضرت سے عرض کیا اور اکثر احباب کی رائے ہوئی کہ حاکم وقت کے یہاں استغاثہ کیا جائے۔

بجواب اس کے حضرت ایشاں نے ارشاد فرمایا کہ میرا استغاثہ حاکم حقیقی کے یہاں ہے حکام مجازی کے آگے درخواست کرنا درست نہیں ہے۔ ایک ہفتہ بھی نہ

گزرا تھا کہ تیغ برہنہ اہل چشت نے اس پر گزر کیا اور باوجود اعزاز بلیغ واعتبار عظیم بلا وجہ ظاہری اپنے منصب وعہدے سے علیحدہ کر دیا گیا اور ایسی ذلت وخواری میں مبتلا ہوا کہ اللہ کسی کو نہ دکھلاوے۔ بیشک سچ کہا ہے کہ خواجگان چشت علیہم الرحمۃ نے اپنی تلوار بے نیام کر کے لٹکا رکھی ہے اور کسی پر اس کا وار نہیں کیا جاتا مگر جو کوئی اس سے الگ اور چھیڑ کر نکلتا ہے اور اپنی کرنی کو بھرتا ہے۔

پس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات درد کشاں ہرکہ در افتاد بر افتاد

مرویات رسالہ شمائم امدادیہ... (حصہ دوم)

(مؤلفہ یکے از خدام)

کرامت...۵۹

فرمایا کہ ضیاء القلوب کو میں نے نو جزو میں لکھا تھا۔ چار جزو کی اجازت ملی اور پانچ جزو کہ ثمرات میں تھے ممنوع الاظہار والافشاء ہو گئے۔

کرامت...۶۰

فرمایا ایک آدمی خاندان نقشبندیہ میں مرید تھا لیکن اس کی طبیعت ذکر بالجہر سے مناسب تھی اور ذکر جہر سے اس کو لذت ملتی تھی۔ اس کے مرشد نے تلقین ذکر خفی کی۔ ترک جہر سے انقباض ہو گیا اور وہ لذت جو حاصل ہوئی تھی جاتی رہی، مجھ سے اپنا حال بیان کیا۔ میں نے کہا کہ ہر شخص کو ایک ذکر مخصوص سے مناسبت ہوتی ہے۔ بعض کو خفی نے بعض کو جلی سے بعض کو خیال وتصور سے، تمہارے لیے ذکر جلی مناسب ہے نہ خفی۔ اس نے مرشد کی تعلیم کا عذر کیا۔ میں نے جواب دیا کہ جب یہ عذر تھا تب عرض حال

کیا ضرور تھا۔ جب مدینہ منورہ میں پہنچے ایک برادر ارشادی کے پاس ان کے حسب درخواست ضیاء القلوب نقل کے واسطے لے گیا۔ وہ ایسے بزرگ تھے کہ انکار ذکر نفی و اثبات اس درجہ پر پہنچ گیا تھا کہ جب لا الٰہ کہتے تاریکی ہو جاتی اور چادر وغیرہ کچھ نہ رہتی سب فنا ہو جاتی اور جب الا اللہ کہتے ایک نور ظاہر ہوتا۔ یہ دونوں کیفیات معلوم ہوتی تھیں۔ ایک شخص یہ حالت دیکھ کر متحیر رہتا تھا۔ جب تحقیق کیا امر واقعی دریافت ہوا کہ یہ آثار ذکران حضرات کا ہے۔ غرضیکہ انہوں نے ضیاء القلوب لے کر ان نقشبندی کو واسطے نقل کے دی۔ ہنگام نقل فیض ظاہر ہوا اور انبساط حاصل ہوا۔ شکر یہ بجا لائے اور ضیاء القلوب اپنے واسطے نقل کی۔

کرامت...۶۱

فرمایا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بزرگوں کے حالات کی چھان بین میں لگے رہتے ہیں۔ یہ امر مذموم اور ممنوع ہے۔ ''قال اللّٰه تعالٰی **لا تدخلوا بیوتًا غیر بیوتکم**'' بزرگوں کے حضور میں اپنے دل کی نگہداشت کرنا چاہیے۔

پیش اہل دل نگہدارید دل

ایک دن ایک صاحب میرے پاس آئے اور اپنی نسبت سے میرا تفتیش حال کرنے لگے۔ میں نے کہا کہ یہ امر بہت بُرا ہے اہل نسبت اگر اپنی پونجی چھپانا چاہے تو پتہ بھی نہ لگنے دے، یہ سن کر میرے زانو پکڑ لیے اور عذر کرنے لگے۔

کرامت...۶۲

اور فرمایا کہ جو کچھ مثنوی میں ہے اس کی تعلیم روحانی مجھ کو حضرت مولانا روم رحمہ اللہ نے فرمائی ہے۔

کرامت...۶۳

فرمایا کہ ایک شخص محبّ اللہ کہ پہلے قوم ہنود سے تھا، مجاہدہ کیا کرتا تھا اور معنی توحید

کے پوچھا کرتا تھا اور کسی سے اس کا مطلب حاصل نہ ہوتا تھا، میرے پاس آیا اور کیفیت بیان کی۔ اثنائے گفتگو میں ایک لفظ زبان سے نکل گیا اور وہ ہی مطلب تھا اس نے درخواست اسلام کی کی، میں نے فوراً مقراض لے کر اس کے سر کے بال تراش کر داخل اسلام کیا اور اس نے قبل اسلام اتنی محنت کی تھی کہ چودہ طبق تک نظر پہنچتی تھی، بعدہ پہاڑ پر چلا گیا، تھوڑے دنوں بعد زیارت سے مشرف ہوا اور پھر چلا گیا اس کو پہاڑ کے ساتھ نسبت ہوئی اور وہاں کے راجہ ووالیانِ ملک اس کے بڑے معتقد ہوئے۔

کرامت...۶۴

فرمایا کہ ایک طالب ایک بزرگ سے تعلق ونسبت رکھتا تھا، میرے پاس آیا، اس کے مرشد نے چونکہ ایک لطیفہ میں کچھ صفائی حاصل کی تھی۔

دوسرے میں مشغول کر کے مرید کو سیر لطائف میں ڈال رکھا تھا، میں نے کہا کہ اپنے پیر سے کہو کہ بہت اچھی طرح سے پہلے ایک لطیفہ کی صفائی کی کوشش کریں تو ذرا سی توجہ سے تمام لطائف میں صفائی ہو جاوے۔ جب صفائی قلب حاصل ہو جاوے گی تمام جسم وتمام لطائف کی اِصلاح ہو جاوے گی۔

کرامت...۶۵

فرمایا کہ اس شعر میں مجھے خلجان تھا:

علم حق در علم صوفی گم شود　　　این سخن کے باور مردم شود

حضرت مولانا روم رحمہ اللہ کو عالم معاملہ میں دیکھا فرمایا کہ "ملکی اعظم من ملک اللّٰہ" قول بایزید رحمہ اللہ ہے تم نے نہیں سنا۔ اس میں غور کرو فوراً معنی شعر کے سمجھ میں آ گئے، ملک بایزید کا خدا کا ہے اور ملک خدا تمام کائنات ہے اور خدا اعظم ہے سب سے پس ملکی اعظم من ملک اللہ کے معنی حاصل ہو گئے اور یہی معنی شعر کے ہیں۔ علم صوفی خدا ہے (حق) اور علم خدا تمام مخلوقات کہ مظہر اس کے علم کی ہے۔

پس حق کے مقابلے میں مخلوقات کیا چیز ہے۔

کرامت...٦٦

فرمایا کہ ایک دن میں پیشاب کرتا تھا، ایک نور چاروں طرف سے محیط ہو گیا اور تجلی نمودار ہوئی۔ غیب سے القاء ہوا کہ لاحول پڑھ چونکہ اس حالت (پیشاب کرنے کی) میں معذور (زبان سے پڑھنے میں) تھا اپنے دل دل میں لاحول کہا (نور) غائب ہو گیا۔

کرامت...٦٧

فرمایا کہ بعضے لوگ ہمارے قافلے میں ایسے موجود ہیں کہ اپنے دل میں (کچھ بات) خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں (دل ہی میں) کہ اگر یہ (حضرت صاحب قبلہ مدفیضہ) مطلع ہو کر بتلادیں تو البتہ شیخ ہیں۔ بزرگوں کا امتحان لینا بے ادبی ہے۔ ان کو کیا ضرورت ہے کہ تمہارے دل کا حال بیان کریں، بزرگوں کے حضور میں چاہیے کہ کاسۂ دل کو خالی آگے تمنا و آرزو اخذ فیض کی کریں شاید کہ کچھ حاصل ہو جائے۔

کرامت...٦٨

فرمایا کہ میں نے وقت تہجد کے ایک شخص قوی ہیکل زشت رو کو دیکھا کہ داہنی طرف سے آ کر مجھ پر حملہ کرنا چاہا، ناگاہ دو آدمی آئے اور اس کو پکڑ کر لے گئے۔ اس کے بعد دیکھا کہ دو آدمی اور بائیں طرف سے مجھ کو ایذا پہنچانا چاہتے ہیں، میں نے ان کو جھڑک دیا، وہ غائب ہو گئے۔ ایک خادم نے عرض کیا کہ حضور کے دشمن ذلیل ہوں گے، فرمایا نفس و شیطان یہی دشمن ہیں، شاید یہی رہے ہوں اور اگر کوئی بلا وجہ میرے ساتھ بُرائی کا ارادہ کرے گا خود اس پر اُلٹ پڑے گا۔

کرامت...٦٩

فرمایا کہ جب میں (حضرت صاحب) پہلے مکہ آیا تو نوبت فاقوں کی پہنچ گئی، کئی

کئی دن تک اتفاق کھانے کا نہیں ہوتا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ بارالٰہا مجھ میں طاقت امتحان نہیں ہے۔ بعدہٗ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ لاکھوں روپیہ کا خرچ تمہارے ہاتھوں مقرر ہوگا، میں نے عرض کیا کہ اس مہم کی طاقت نہیں رکھتا، ہنس کر فرمایا کہ تمہاری حاجت چند نہیں رہنے کی اس وقت سے خرچ ماہانہ کی اقل سو روپیہ ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے خزانہ رحمت سے پہنچاتا ہے۔

کرامت...۷۰

ایک دن فرمایا کہ یہ مکان جس میں میری نشست ہے، نشست گاہ حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ کی ہے۔

کرامت...۷۱

فرمایا کہ جب حالت ظاہری فرش فروش وتکیوں سے درست تھی سب تونگر سمجھ کر قصداً عطانہ کرتے تھے، اس وقت بکثرت زیارت انبیاء اولیاء وملائکہ سے مشرف ہوتا تھا، بھوک عجیب چیز ہے۔

کرامت...۷۲

فرمایا: مؤمن خان (دہلوی) مجھ سے بہت اعتقاد رکھتے تھے، میں نے پوچھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مثنوی کی نظم سست ہے، جواب دیا کوئی جاہل کہتا ہوگا، اساتذہ کے نزدیک مثنوی سند ہے، بعد انتقال خان صاحب کے لوگ حسب وصیت ان کی قبر پر لے گئے ان کا حال عمدہ پایا۔

کرامت...۷۳

فرمایا کہ حافظ غلام مرتضٰی صاحب غلبہ جذب میں لوگوں کو پتھر مارتے تھے اور جب میں حاضر ہوتا تھا، شفقت فرماتے اور بشارت دیتے تھے کہ توحید تم پر منکشف ہوگی۔

مرویات رسالہ شمائم امدادیہ... حصہ سوم
مؤلفہ مولانا احمد حسن صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہ

کرامت...۷۴

فرمایا کہ جب اوّل مکہ مکرمہ آیا فقر و فاقہ کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ نو روز تک بجز زمزم شریف کے کچھ نہ ملا، تین چار دن کے بعد بعض احباب سے قرض مانگا، انہوں نے باوجود وسعت انکار کیا، مجھے معلوم ہوا کہ یہ امتحان ہے۔ پس عہد کر لیا کہ اب قرض بھی نہ لوں گا اور ضعف سے یہ حالت تھی کہ نشست و برخاست دشوار تھی۔ آخر نویں دن حضرت خواجہ اجمیری عالم واقعہ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اے امداد اللہ! تم کو بہت تکالیف اُٹھانے پڑے، اب تیرے ہاتھوں پر لاکھوں روپیہ کا خرچ مقرر کیا جاتا ہے۔ میں نے انکار کیا کہ یہ اعانت بہت سخت ہے۔ ارشاد ہوا کہ اچھا تمہاری مرضی مگر اب مایحتاج خرچ تمہیں ملا کرے گا۔ تب سے بلا منت دیگرے مصارف روزمرہ چلتے ہیں۔

کرامت...۷۵

فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور حافظ محمد ضامن صاحب تھانہ سے رام پور یا نانوتہ جا رہے تھے۔ جب جلال آباد پہنچے خیال آیا کہ اگر شاہ جمال صاحب مجذوب سے ملاقات ہو جائے بہت اچھا ہو، اسی وقت (مجذوب صاحب) ایک گلی سے نکل کر ہنستے ہوئے سامنے آ گئے۔

کرامت...۷۶

فرمایا کہ ایک دفعہ میرے حوالی قلب میں بشدت درد تھا۔ اس حالت میں بعض اوقات مجھے قہقہہ شروع ہو جاتا تھا۔ اگرچہ شدت قہقہہ سے درد زیادہ ہو جاتا تھا مگر میں مجبور تھا رُک نہ سکتا تھا۔

کرامت...۷۷

فرمایا کہ جو مزہ میں نے فقر وفاقہ میں دیکھا اور اس میں میرے مراتب کی ترقی ہوئی اور انبیاء علیہم السلام وملائک مقربین کی زیارت ہوئی اور انوار وتجلیات مجھ پر نازل ہوئے وہ اُمور پھر فراغت میں میسر نہ ہوئے۔

کرامت...۷۸

فرمایا (حضرت صاحب نے) کہ میں نے حضرت کی قبر مقدس سے وہی فائدہ اُٹھایا جو حالت حیات میں اُٹھایا تھا۔

کرامت...۷۹

فرمایا کہ میرے بڑے بھائی شیخ ذوالفقار علی صاحب جب ملک پنجاب سے واپس آئے اور مجھ کو اوراد کا شائق پایا۔ فرمانے لگے کہ مجھ کو ایک فقیر نے ایک عمل بتلایا ہے تم سیکھ لو۔ میں نے اس کو ان سے لے لیا۔ ایک مرتبہ میرا دہلی جانا ہوا وہاں عبداللہ مسند نشین درگاہ حضرت صابر بخش نے تقریب عرس میں مجھ کو بلوایا اور کسی اپنے مرید کا ہاتھی سواری کو بھیجا۔ جب میں ان کے مکان پر پہنچا تو دیکھا کہ لوگ بڑی شان وشوکت سے جمع ہیں، میں فقیرانہ حالت سے گیا تھا مجھ کو دیکھتے ہی تمام لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور دست بوسی کر کے مسند صدر پر بٹھایا۔ مجھ کو بڑا تعجب تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے جب رات کو وظیفہ پڑھنے لگا تب خیال ہوا کہ یہ سب اسی وظیفہ کا اثر ہے، خواب میں حضرت

پیر و مرشد نے فرمایا کہ اس اعزاز سے کیا حاصل مجھے معلوم ہوا کہ آپ اس عمل سے ناراض ہیں، اسی وقت ترک کر دیا پھر نہیں پڑھا۔

کرامت...۸۰

فرمایا کہ میں نے ایک بار حضرت پیر و مرشد کی شان میں ایک مخمس کہا، چونکہ مجھ میں تاب سنانے کی نہ تھی کسی اور کی معرفت حضرت کو سنوایا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت وثناء بیان کرنا چاہیے۔

میں نے عرض کیا کہ میں نے غیر خدا و رسول کی مدح نہیں کی۔ تیسرے روز حضرت نے فرمایا کہ شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ نے تم کو سرخ رنگ کا جوڑا عنایت کیا ہے۔ گویا وہ خلعت صلہ اس مخمس کا تھا۔ فرمایا کہ کپڑے رنگین سرخ کنایہ دو امر کا ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ محبوبیت، دوم شہادت محبوبیت کا مرتبہ تو بڑے لوگوں کو ملتا ہے، ہم کیسے اس کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ البتہ مرتبہ شہادت عطا ہو تو بعید نہیں (یہ محض آپ کا انکسار) ہے ورنہ رُتبہ محبوبیت میں کیا کلام ہے، تمام مخلوق عوام وخواص کا آپ کو بنظر محبت دیکھنا اس کی دلیل ہے۔ جیسا کہ صحاح ستہ میں حدیث وارد ہے کہ جب خدا کسی کو اپنا محبوب بناتا ہے جبرئیل امین سے کہتا ہے کہ ہم نے فلاں شخص کو اپنا محبوب بنایا ہے تم اس کو اپنا محبوب سمجھو اور آسمان و زمین میں اس کی محبوبیت کی منادی کر دو، پھر تمام مخلوق اس سے بنظر محبت پیش آتی ہے۔

کرامت...۸۱

فرمایا کہ ایک بار مجھے ایک مشکل تھی اور حل نہ ہوتی تھی۔ میں نے حطیم میں کھڑے ہو کر کہا کہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم و زیادہ اولیاء اللہ کے یہاں رہتے ہو اور تم سے کسی غریب کی مشکل حل نہیں ہوتی تو پھر تم کس مرض کی دوا ہو۔ یہ کہہ کر میں نے نماز نفل شروع کر دی، میری نماز شروع کرتے ہی ایک آدمی کالا سا آیا اور وہ

بھی پاس ہی نماز میں مصروف ہوگیا۔ اس کے آنے سے میری مشکل حل ہوگئی۔ جب میں نے نماز ختم کی وہ بھی سلام پھیر کر چلا گیا۔

کرامت...۸۲

فرمایا کہ مطاف میں بعض وقت ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ ان کے انوار میں طواف کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی دل چاہتا ہے کہ ان کے انوار وتجلیات کو دیکھا کرے اور بعض وقت ایسی ظلمت افعال شنیعہ طائفین کی ہوتی ہے کہ قلب مکدر ہو جاتا ہے اور طواف میں لذت وحظ نہیں آتا۔

کرامت...۸۳

فرمایا کہ حافظ غلام مرتضٰی مجذوب مقیم پانی پت سالک مجذوب تھے۔ وحدت سلوک میں ان کو جذب ہوگیا تھا۔ ہماری بستی میں اکثر آیا کرتے تھے، ایک بارغل ہوا کہ غلام مرتضٰی پتھر مار رہے ہیں۔ میں ان کے پاس گیا مجھ کو دیکھ کر انہوں نے پتھر مارنا چھوڑ دیئے اور مجھے قریب بلایا میرے ہاتھ میں کوئی کتاب عشق تھی اور اس کے اوراق کھلوائے گئے جب یہ شعر نظر پڑا:

عشق اوّل عشق آخر عشق کل　　عشق شاخ و عشق نخل و عشق گل

مجھ کو اشارہ کیا اور بشارت غلبہ توحید کی دی، فرمایا کہ جو اسرار توحید میری زبان سے بے ساختہ نکل جاتے ہیں یہ اسی بشارت کا ثمرہ ہے۔

کرامت...۸۴

فرمایا کہ ایک دفعہ میں صحرا میں پھر رہا تھا۔ ایک جھاڑی میں کچھ آثار آدمی کے معلوم ہوئے، غور کرنے سے معلوم ہوا کہ وہی مجذوب صاحب ہیں مجھ کو دیکھ کر بیٹھ گئے، میں بھی بیٹھ گیا، مجھ کو توجہ جذب کی دینا شروع کی، جب مجھے آثار جذب معلوم ہونے لگے میں نے حضرت پیر ومرشد کا تصور کیا۔ اسی وقت حضرت میرے

اوران کے درمیان حائل ہو گئے۔ مجذوب صاحب تبسم کرنے لگے میں نے عرض کیا کہ تمہاری طرح مجھ کو دیوانگی پسند نہیں ہے۔

کرامت...۸۵

فرمایا کہ ایک بار میں ان مجذوب کے پاس گیا، میرے پاس ایک لنگی تھی، فرمانے لگے کہ اس کو بچھا دو، مولوی قلندر صاحب مع اپنے معشوق کے آتے ہیں، میں نے پوچھا مولوی صاحب کہاں ہیں؟ فرمایا ابھی آتے ہیں، تھوڑی دیر میں مولوی قلندر صاحب مع محمد حسین صاحب کے کہ ان سے محبت کرتے تھے آئے۔

مجذوب صاحب نے ان کو میری لنگی پر بٹھانا چاہا۔ مولوی صاحب نے انکار کرکے کہا کہ مجھ سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرانا چاہتے ہو۔ مجذوب صاحب مولوی قلندر صاحب کی بڑی تعظیم کرتے تھے حتیٰ کہ اگر ننگے ہوتے تو اسی وقت کمبل اپنی شرمگاہ پر ڈال لیتے تھے اس کا سبب یہ تھا کہ مولانا قلندر صاحب کو جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت حضوری تھی۔

کرامت...۸۶

فرمایا کہ اسی سال ایک شخص محمود رافع نام باشندۂ طرابلس نے بہمراہی مولوی عبدالوہاب صاحب میرے پاس آ کر استدعائے بیعت کی اور بیان کیا کہ میرے والد مفتی عبدالغنی صاحب نے مجھے خواب میں حکم دیا ہے کہ تم مکہ مکرمہ میں بیٹھے کیا کرتے ہو، حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ سے بیعت کیوں نہیں کرتے؟

کرامت...۸۷

فرمایا کہ میں حرم میں بیٹھا تھا ایک شخص مسمی عبدالرحمٰن باشندہ آسام میرے قدموں پر آ کر گرا اور کہنے لگا کہ میرے والد اولیاء کرام سے تھے، مجھ کو آپ کی صورت مقدس دکھا کر حکم دیا ہے کہ آپ سے بیعت کرو، اسی حلیہ خواب کو آپ سے موافق پا کر حاضر ہوا ہوں۔

کرامت..۸۸

محبوب علی نقاش نے آ کر عرض کیا کہ ہمارا آ گبوٹ تباہی میں تھا، مراقب ہو کر آپ سے ملتجی ہوا، آپ نے مجھے تسکین دی اور آ گبوٹ کو تباہی سے نکال دیا۔

کرامت...۸۹

مولوی غلام حسین صاحب نے مکہ معظمہ میں خواب دیکھا کہ ایک مجمع میں حضرت صاحب کا ایک مرید کہہ رہا ہے کہ حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حاجی صاحب رحمہ اللہ دیگر اولیاء سے سبقت لے گئے ہیں۔

کرامت..۹۰

فرمایا کہ رام پور میں ایک شخص یوسف نام میرے مرید رہتے تھے، ان کو کسی سے عشق تھا، اتفاقاً میرا وہاں جانا ہوا، میری طبیعت میں گرمی غالب تھی، میں نے ان سے کہا کہ جس صورت پر تم عاشق ہو وہ یہاں بھی موجود ہے۔

یہ سنتے ہی حال ان کا بدل گیا اور پہلی محبت محو ہو کر جدید محبت پیدا ہو گئی، جب تک میرا قیام رام پور میں رہا، مجھے ہر وقت دیکھتے رہتے تھے، جب میں مکان چلا آیا تو وہ اکثر وہاں آتے تھے، تھوڑے دن رہ کر چلے جاتے تھے۔

کرامت...۹۱

فرمایا کہ اکثر لوگ ناشکری کی وجہ سے محروم رہتے ہیں، کہتے ہیں کہ ذکر و شغل کرتے ہیں اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ حالانکہ خدا کی لو میں لگ جانا اس کی یاد میں مشغول ہونا بڑی نعمت ہے، اگر خداوند کریم خود جذب نہ فرماتا تو کوئی کیسے اس کی یاد کرتا، بندہ کو اس کی بندگی کرنا چاہیے، خداوندی خدا کے اختیار میں ہے اس سے پہلے رات کو حرم شریف میں بعض لوگوں نے شکایۃً آپس میں ذکر کیا تھا کہ حضرت ہمارے

حال پر کچھ توجہ نہیں فرماتے، صبح کو حضرت نے ان ہی سے مخاطب ہو کر یہ راز فرما دیا۔

کرامت...۹۲

منشی عبداللہ خادم خاص حضرت صاحب نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت کو بیماری لاحق تھی، اس وجہ سے بالا خانے پر تشریف نہ لیجاتے تھے، اسی دیوان خانے میں رہتے تھے، تین مہینے کامل یہی حالت رہی، اکثر ذکر جہر بآواز بلند کرتے تھے۔

مولوی محمد اسماعیل صاحب کو جب معلوم ہوا انہوں نے عرض کیا کہ ذکر جہر بشدت اس مرض میں مضر ہے، آپ نے فرمایا کہ مجھے خبر نہیں ہے کہ میں نے کیا ذکر کیا اور کس کیفیت سے، اسی حالت میں اکثر آپ کو شدت سے ہنسی بھی آتی تھی مگر ہم لوگ بوجہ ادب کے نہ دریافت کر سکتے تھے، ایک بار خود حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے اپنے اعمال کی پاداش نظر آتی ہے، وہ ہنسائی ہے اور نیز عاشق کو رنج و راحت مرض و صحت دونوں یکساں ہیں جو لطف اور مزہ یار کے انعام و اکرام میں ہے وہی لطف اور چین اس کے قہر و ایذاء میں ہے۔

کرامت...۹۳

تعبیر رؤیا کا بیان تھا فرمایا کہ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی مرگیا، اس کا جنازہ حرم شریف میں آیا اور لوگوں کا اس کے گرد مجمع ہے، میں نے اس کی تعبیر کر دی کہ دُنیا میں اس جنازے کا بہت عروج ہوگا۔ چند سال بعد اس کا ایسا عروج ہوا کہ کسی ہندی کا مکہ معظمہ میں ایسا عروج نہ تھا حتیٰ کہ شیخ الہنود اور شرائے عرب میں اس کی بہت تعظیم و توقیر ہوئی۔

کرامت...۹۴

فرمایا کہ جب میں قصبہ پنجلاسہ میں تھا، میرے قلب میں گرمی کا جوش تھا، اکثر میں تنہا رہتا تھا، ایک بار باہر آ کر بیٹھ گیا، وہاں ایک آدمی گاؤں کا رہنے والا ذکر و

شغل کرتا تھا، اس پر جو اثر پڑا تو تڑپنے لگا حتیٰ کہ اس جگہ ایک کمہار کا آوہ تھا، اس میں جا گرا، لوگوں میں شور وغل مچ گیا لیکن تڑپتے تڑپتے وہ باہر نکل آیا اور کچھ ضرر نہ پہنچا۔ اس واقعہ کا اس نواح میں بڑا شہرہ ہو گیا۔

کرامت...۹۵

فرمایا کہ جب یہ فقیر پنجلاسہ میں مقیم تھا، میرے چچا پیر عبداللہ خان کے رشتہ دار امام الدین خان کی چچی پر اللہ بخش گنگوہی کا خلل تھا، جب جھاڑ پھونک سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو اور کہیں لے جانے کا ارادہ ہوا۔ چچا صاحب مانع ہوئے اور فرمایا کہ ان کو حاجی میاں کی مرید کرادو، امام الدین وغیرہ اکثر میرے حلقے میں بیٹھتے تھے، ایک دفعہ وہ بعد حلقے کے گھر میں گئے تو اللہ بخش بولا کہ آج ہم سے بڑا قصور ہوا۔ حاجی میاں پر ہم سے ان کی لاٹھی گر پڑی، میں بھی حلقہ توجہ میں شامل تھا، آنے لگا تو لاٹھی دھکے سے گر پڑی اس کی مجھے بڑی ندامت ہے۔ امام الدین خان نے جواب دیا کہ جب تم کو ان کی اتنی رعایت ہے تو ہماری چچی کو جو ان کی خادمہ ہے کیوں ستاتے ہو؟ بولا کہ ہم سے حاجی میاں سے عہد ہے کہ ان کے مریدوں کو نہ ستاویں گے مگر یہ عورت تو ان کی مرید نہیں ہے، اس کے بعد امام الدین خان مجھے اپنے گھر لے گئے ان کی چچی ہوش میں تھی، جھٹ پٹ غسل کر کے مجھ سے مرید ہو گئی۔ جب میں باہر نکلا اسی وقت اس پر غلبہ آسیب ہوا اور کہنے لگا کہ ہم نے کیا قصور کیا تھا جو اس کو حاجی میاں کا مرید کروا دیا۔ خیر کچھ خوشبو وغیرہ لاؤ ہم چلتے ہیں اسی وقت چلا گیا پھر کبھی نہیں آیا۔

کرامت..۹۶

فرمایا کہ فضل حق جو اولاد شیخ عبدالحق صاحب سے تھے یہاں مکہ مکرمہ آئے تھے، ان کے والد منشی برکت اللہ نے میرٹھ سے ان کو خط لکھا کہ تمہارے بھائی پر اللہ بخش گنگوہی کا اثر ہے۔ حاجی صاحب سے کوئی تعویذ وغیرہ لے کر بھیج دو۔

انہوں نے مجھ سے ذکر کیا، میں نے ان کو ایک خط بنام اللہ بخش لکھ دیا اور کہا کہ مریض کو مولوی محمد قاسم صاحب سے جو میرٹھ میں موجود ہیں مرید کرادو تا کہ وہ ہمارے مریدوں میں داخل ہو جائیں کیونکہ اللہ بخش کا مجھ سے وعدہ ہے کہ میں تمہارے مریدوں کو نہ ستاؤں گا، ہمارا خط دیکھتے ہی چلا گیا۔

کرامت...۹۷

فرمایا کہ یہ مکان جس میں اب مقیم ہوں جنوں کا مشہور تھا، اہل مکہ اس کو ان کا مسکونہ کہتے تھے۔ لہٰذا کوئی خریدتا نہ تھا، اس وجہ سے ہم کو ارزاں مل گیا، خدا کے فضل وکرم سے ہم کو کبھی نہیں ستایا، البتہ بعض حجاج کو جو یہاں اُتارے گئے کبھی کبھی کچھ آثار معلوم ہوئے ہیں اور مجھ کو بھی کبھی وقت تہجد کے ایسا معلوم ہوا ہے کہ میرے پیچھے بہت سے فانوس وشمع رکھی ہیں اور میرے ساتھ وہ اہل شمع شریک نماز ہیں مگر ایذا کبھی نہیں دی۔

کرامت...۹۸

مولوی محبّ الدین (اور کئی بار مختصراً حضرت صاحب نے) بیان فرمایا کہ چند سال ہوئے حضرت پیر ومرشد دام ظلہ حرم شریف میں تشریف رکھتے تھے، میں اور مولوی منور علی صاحب اور پیر جی عبداللہ انصاری خدمت میں حاضر تھے۔ مفتی قطبی صاحب آئے اور بغیر کچھ کہے آپ کا شانہ مبارک پکڑ کر کہیں لے چلے۔ حضرت بھی اسی طرح ہمراہ ہو گئے اور ہم لوگ بھی ساتھ چلے۔ مفتی صاحب آپ کو داؤدیہ میں جہاں ترکوں کا مجمع تھا اور بڑے بڑے باعزت جمع تھے لے گئے۔ اس مجمع میں ایک شیخ بہت ہی ضعیف تھے۔ انہوں نے حضرت کو باکرام تمام اپنے پاس بٹھایا اور حضرت کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے بھی توجہ کی، اتنے میں کسی نے کہا یہ بھی فارسی جانتے ہیں، ان سے آپ فارسی میں کلام کیجئے۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ مجھ کو بات چیت کی حاجت نہیں ہے، دس گیارہ منٹ کے بعد وہ شیخ حضرت کے قدموں پر گر پڑے اور

اگلے روز حضرت کے آستانے پر حاضر ہو کر فیضیاب ہوئے، ان کا مصطفیٰ آفندی نام تھا اور خدیو مصر کے متعلقین کے پیرو شیخ تھے، عرصہ سے حضرت کی ملاقات کے مشتاق تھے اور بعد ملاقات کیفیت عشق کی ہو گئی۔

کرامت...۹۹

فرمایا کہ ہمارے ایک یار نے شکایت کی کہ اب تو روتے روتے میری پسلیاں پھٹنے لگی ہیں اس کا علاج کیجئے، جب ان کی وہ حالت بدل گئی پھر شاکی ہوئے کہ میری وہی حالت عنایت فرمایئے کہا کہ پھر ہڈیاں پسلیاں ٹوٹنے لگیں گی، کہا بلا سے جو مزہ اس گریہ وزاری میں تھا دوسری چیز میں نہیں ہے۔

کرامت...۱۰۰

رام پور کے ایک رئیس محمد رضا خان و مفتی عبدالقادر یہاں حج کو آئے اور بیان کیا کہ ہم نے قصد حج و زیارت روضۂ مطہرہ کا کیا، بہت سے لوگ رام پور کے تیار ہو گئے مگر زبانی حجاج کو معلوم ہوا کہ حجاز میں قحط سخت ہے، لوٹ بہت ہوتی ہے، یہ سن کر سب نے قصد ملتوی کر دیا، محمد رضا نے کہ جب ارادہ فسخ ہو گیا تو میں نے رات کو خواب دیکھا کہ ایک مجمع میں حضور سرور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور مجھ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ حاجی امداد اللہ و باقی باللہ سے کہہ دو کہ رام پور کا قافلہ روانہ کر دیں اور آپ وہاں اسی ہیئت سے جیسا کہ میں اس وقت دیکھتا ہوں موجود ہیں اور ہاتھ میں ایک باریک عصا جو آپ کے اس عصا سے مشابہ ہے لیے ہوئے لوگوں کو گھروں سے نکال رہے ہیں۔ دوسری رات کو پھر یہی خواب دیکھا تب ہم ادھر کو روانہ ہوئے اور بخیر و عافیت حاضر خدمت ہوئے۔ مفتی صاحب نے بھی ایسا ہی بیان کیا، پھر دونوں صاحب داخل سلسلہ ہوئے، فرمایا کہ وہاں لوگ کیا دیکھ رہے ہیں اور یہاں خبر بھی نہیں ہے، میرا نام امداد اللہ ہے۔ شاید امداد الٰہی نے میرے لباس میں اظہار کر کے ان کی اعانت کی ہو۔

کرامت...۱۰۱

فرمایا کہ ایک بار میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ کی قبر شریف پر تین روز مقیم رہا۔ حضرت قطب صاحب کے مزار مقدس سے ایک نور کا ستون نکل کر ظاہر ہوا اور حضرت پیر و مرشد کی جائے اقامت (لوہاری) پر جا کر چھپ گیا اور ایک دفعہ بایں عنوان بیان فرمایا کہ حضرت پیر و مرشد کی مزار مقدس پر جا کر غروب ہو گیا۔ پھر حضرت قطب صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارا مقصود دلی تم کو تمہارے پیر و مرشد سے ملے گا اور چند باتیں کہیں۔ فرمایا کہ اس ستون کے نکل کر جانے اور حضرت قطب صاحب کے ان کلمات کے کہنے سے چند مسائل حل ہوئے۔

کرامت...۱۰۲

نفاع بدوی کا قصہ بیان فرمایا کہ اس کو مجھ سے عقیدت و محبت تھی، جب مدینہ منورہ کو قافلہ جاتا تھا اوّل وہ میرے احباب کو لیتا تھا، بعدہٗ دوسرے مسافروں کا متلاشی ہوتا تھا، اور صاحب درد و نیک تھا۔ ایک مرتبہ مجھ کو مدینہ طیبہ کے لیے جانا تھا، اس نے ایک حدیٰ شروع کی کہ جس سے مجھ کو حقیقت حدیٰ کی معلوم ہوئی اور مجھ کو خوب مست کر دیا اور خود بھی مست ہو گیا، نفاع کے باہم بدویوں میں ایک لڑائی ہوئی، اس کے پاؤں میں گولی لگ کر اندر رہ گئی، باوجود دوا علاج کے کئی مہینے تک اچھا نہ ہوا، میرے پاس دُعا کو کہلا بھیجا، تھوڑے دن بعد وہ آیا اور میرا بہت اعزاز و اکرام کرنے لگا، کبھی دست بوسی کرتا اور اور کبھی پابوسی، میں نے اس سے اس کی بیماری کا حال پوچھا، جواب دیا کہ جب مجھ کو حالت یاس ہوئی آپ کی طرف ملتجی ہوا دیکھا کہ آپ نے میرا پیر پکڑ کر دبایا اور گولی کو باہر پھینک دیا، صبح کو گولی خود بخود نکل گئی۔

کرامت...۱۰۳

میں نے (راوی) عرض کیا کہ آپ کی خادمہ پیرانی صاحبہ سے نقل کرتی ہیں کہ

ایک بار میرے بھتیجے حج کو آئے تھے، آگبوٹ تباہی میں آگیا، حالت مایوسی میں انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک طرف حاجی صاحب اور دوسری طرف حافظ جیو صاحب آگبوٹ کو شانہ دیئے ہوئے تباہی سے نکال رہے ہیں، صبح کو معلوم ہوا کہ آگبوٹ دو دن کا راستہ طے کر کے صحیح وسالم کنارے پر لگ گیا، فرمایا کہ مجھ کو کیا معلوم فاعل حقیقی خداوند کریم ہے کیا عجب کہ صحیح ہو، دوسروں کے لباس میں آ کر خود مشکل آسان کر دیتا ہے اور نام ہمارا تمہارا ہوتا ہے۔

کرامت...۱۰۴

فرمایا کہ آج ہمارے گھر میں ذکر تھا کہ ہمارے وطن میں ایک گھر میں افلاس تھا، انہوں نے آپ سے تعویذ مانگا، آپ نے ان کو تعویذ عنایت کیا، اس کی برکت سے چند روز میں ان کی حالت مبدل بہ غنا ہوئی۔ ان سے کسی دوسرے گھر والوں نے شکایت کی، ان لوگوں نے اپنا تعویذ دیکھ کر کہا کہ اس کو چند روز اپنے یہاں رکھو، ان کو بھی خدا نے فراغت دی۔ اسی طرح وہ تعویذ کئی جگہ گیا، فرمایا کہ مجھ کو اس کی خبر بھی نہیں ہے۔

کرامت...۱۰۵

فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں ایک شیخ الائمہ سید الجمل نام تھے، ان کا خرچ بہت تھا اور آمدنی کم، مجھ سے شکایت کی میں نے کچھ ورد بتا دیا، وہ میرے بہت شکر گزار ہوئے۔

کرامت...۱۰۶

سید احمد نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں: "انصرنی انصرک" اور مجھ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر ہندی رحمہ اللہ کے پاس ایک تلوار ہندی ہے، تم ان سے تلوار ہندی لے کر امام مہدی علیہ السلام کے معین و ناصر بنو، جب انہوں نے یہ خواب بیان کیا میرے پاس دو عمدہ تلواریں تھیں، حاجی عبد الحق کہ

ہمارے عزیزوں سے تھے اور انگریزی سرکار میں ان کو بڑا اعزاز و اکرام تھا۔ ان کے پاس عمدہ عمدہ تلواریں تھیں، انہوں نے دو یا ایک تلوار عمدہ ہم کو ہدیۃً دی تھی، میں نے بموجب میرے پاس سے وہ تلوار اپنے حجرے میں سید احمد صاحب کو دینے کے لیے لے گئے مگر چونکہ اس زمانہ میں کچھ شور و شر ہو گیا تھا اور وہی باعث سید احمد صاحب شامی کے خروج کا ہوا، لہٰذا وہ تلوار ان کو نہیں دی گئی۔

کرامت...۱۰۷

آپ نے فرمایا کہ ظاہر میں اوّل بیعت میری طریقہ نقشبندیہ میں حضرت نصیر الدین صاحب دہلوی خلیفہ حضرت شاہ محمد آفاق صاحب سے ہوئی اور باطن میں بلا واسطہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح ہوئی کہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بلند جگہ پر رونق افروز ہیں اور حضرت سید احمد صاحب شہید کا ہاتھ آپ کے دست مبارک میں ہے اور میں بھی اسی مکان میں بوجہ ادب کے دور کھڑا ہوں، حضرت سید صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دیا۔

مرویات حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد و الصلوٰۃ! مدت ہوئی احقر نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تھا کہ اگر حضرت قدس سرہ کی کچھ کرامات کے واقعات یاد آ جاویں تو فرما دیجئے، حضرت نے فرمایا کہ ہم نے تو حضرت قدس سرہ کو کبھی اس نظر سے دیکھا نہیں ورنہ بیشمار واقعات جمع ہو جاتے، اخیر تاہم اگر بیساختہ کوئی بات یاد آوے گی ذکر کر دی جاوے گی۔ چنانچہ اس کے بعد دفعات کے ساتھ غالباً تیس قصے نقل کیے جس میں سے کچھ لکھے ہوئے بعض احباب کی بے احتیاطی سے ضائع ہو گئے۔ بعض محفوظ رہے جس میں اب بھی دو مجمل ہیں۔ پھر اتفاق سے بعض واقعات حافظ عبدالغنی صاحب بڑہانوی اہلکار محکمہ نظامت بھڑانچ اودھ نے لکھ کر بھیجے، مدت تک یہ رکھے رہے۔ اب ان کی اشاعت کا ایک موقع ہوا تو شائع کیے جاتے ہیں۔

(اشرف علی) ۲۱ر صفر ۱۳۳۶ھ

کرامت...۱۰۸

پنجلاسہ میں بعد عصر آپ بیٹھ جایا کرتے تھے اور آپ کے پاس اور لوگ بھی بیٹھ جاتے، ایک بار حسب معمول تشریف رکھتے تھے کہ ایک انگریز خبر پا کر آیا، حضرت سے لوگوں نے عرض کیا کہ ایک انگریز آتا ہے، آپ فوراً حجرہ سے نکل کر برابر میں جو زینہ تھا اس پر چڑھ گئے، آگے آگے آپ اور پیچھے پیچھے وہ انگریز، غرض اوپر جا کر اس نے بہت تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہیں چلا۔

کرامت...۱۰۹

پنجلاسہ ہی میں ایک بار آپ مکان میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک سکھ آپ کی خبر پا کر گرفتاری کے لیے آیا، گھوڑے پر سے اتر کر دروازہ پر کھڑے ہو کر مکان کے اندر جھانکا اور آپ پر نظر پڑتے ہی لوٹنا شروع کیا اور تھوڑی دیر کے بعد سوار ہو کر واپس چلا گیا۔

کرامت...۱۱۰

پنجلاسہ ہی میں آپ شب کو راؤ رحیم بخش خان کے مردانہ مکان پر آرام فرمایا کرتے، انبالہ میں کلکٹر یہ خبر سن کر آخر شب میں راؤ صاحب کے مکان پر آیا اور سخت تقاضا کر کے دروازہ کھلوایا۔ راؤ صاحب نے پوچھا حضور اس وقت آنے کا کیا موقع ہے۔ جواب دیا کہ ہم نے سنا تھا کہ تمہارے یہاں کوئی گھوڑا ہے، غرض راؤ صاحب سمجھ گئے اور بہت پریشان ہوئے بلکہ راؤ صاحب کے بھائی کا تو یہ حال ہوا کہ کھڑے کھڑے ان کا پیشاب خطا ہو گیا۔ غرض وہ کلکٹر اندر آیا اور جس جگہ حضرت آرام فرماتے تھے وہاں پہنچا، حضرت خدا جانے کس وقت اُٹھ کر باہر تشریف لے جا چکے تھے اور وہ دروازہ اندر سے بند تھا۔ غرض چارپائی خالی تھی، پوچھا اس چارپائی پر کون سوتا ہے؟ راؤ صاحب کے بھائی نے کہا میں سوتا ہوں۔ غرض واپس آ گیا۔

کرامت...۱۱۱

پنجلاسہ ہی میں بعض لوگوں کی یہ رائے قرار پائی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت صاحب کی وجہ سے ہماری جائیدادیں جاگیریں ضبط ہو جائیں۔

اس لیے راؤ رحیم بخش خان اس کام کے لیے متعین ہوئے کہ وہ حضرت سے عرض کریں کہ مصلحت یہ ہے کہ آپ دوسرے گاؤں میں تشریف رکھیں۔ غرض وہ پیغام عرض کرنے آئے، حضرت اس وقت مسجد میں ٹہل رہے تھے، ان کو دیکھتے ہی نہایت تیز نگاہ سے شیر کی طرح ان کی طرف نظر کی اور یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو انگریزوں

کی قید سے رہا کر رکھا ہے، میری وجہ سے کسی کی جاگیر ضبط نہ ہوگی۔

کرامت...۱۱۲

حضرت کے خدام میں ایک شخص مسمی ٹورو تھے، ان کو کابوس کا مرض تھا اور ان کو ناواقفی سے یہ شبہ ہو گیا تھا کہ شاید یہ کوئی باطنی حالت ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ سے عرض کیا، آپ نے ان سے یہی فرمایا کہ یہ مرض ہے اور حضرت صاحب سے بھی اطلاع کی۔ حضرت صاحب نے ان کو بلا کر خدا جانے کیا بات فرمادی کہ وہ مرض فی الفور دفع ہو گیا پھر نہیں ہوا۔

کرامت...۱۱۳

جب حضرت مولانا تھانہ بھون میں تشریف لے گئے تو ارادہ یہ تھا کہ دو چار روز رہ کر چلا آؤں گا اور اسی وجہ سے صرف بدن پر ایک جوڑا کپڑے کا جو تھا اس سے زیادہ نہیں لے گئے، وہاں پہنچ کر بیعت کا خیال ہو گیا۔

چنانچہ بیعت ہو گئے، بعد بیعت کسی قدر قیام فرمانے کا خیال ہوا۔ چنانچہ حضرت نے بھی پسند فرمایا لیکن حضرت مولانا کے دل میں یہ خیال آیا کہ اتنے دن کھانے کا کیا انتظام کیا جاوے، آپ اسی وقت اپنی سہ دری کے پاس تشریف لا کر فرمانے لگے کہ روٹی کا فکر نہیں کیا کرتے کھانا ہمارے یہاں سے آیا کرے گا۔

کرامت...۱۱۴

جب حضرت مولانا وہاں سے رخصت ہو کر چلنے لگے تو دور تک پہنچانے کے لیے تشریف لائے اور چلتے وقت فرمایا کہ دیکھو اگر کوئی بیعت کی درخواست کرے تو انکار مت کرنا۔ چنانچہ گنگوہ پہنچتے ہی ایک ملانی مسماۃ کلثوم تھیں۔ اس نے درخواست کی حضرت مولانا نے عذر فرمایا۔ اسی اثناء میں خود حضرت صاحب گنگوہ تشریف لے گئے اور مولانا کو لے کر ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور حکم فرما کر اپنے سامنے ان کو بیعت کرایا۔

کرامت...۱۱۵

آپ کے برادرزادہ حافظ احمد حسین صاحب کے بیٹے حافظ مقصود صاحب حج کو گئے تو تنگ وقت پہنچے تھے، اس لیے اس جہاز کے مسافر سیدھے عرفات چلے گئے، حضرت کے بعض خدام یعنی دیوان اللہ دیا د شاہ جی عاشق علی نے اطلاع کی میاں مقصود بھی آئے ہیں۔ مگر خدا جانے ہمارا ساتھ چھوڑ کر کہاں چلے گئے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص مسجد عرفات میں نماز کو جاوے تو وہ خیال رکھے کہ ایک لڑکا ایسی شکل وصورت کا مسجد میں ٹہلتا پھرتا ہے اور یہ اس کا نام ہے اس کو ہمراہ لے آوے۔ چنانچہ وہ اسی ہیئت میں ملے اور حاضر خدمت کیے گئے۔

کرامت...۱۱۶

آپ نے مکہ مکرمہ میں معلوم فرمایا کہ درمختار کی ایک شرح علامہ شامی کی جو طحطاوی سے بھی اچھی ہے، شائع ہوئی ہے آپ کو خیال ہوا کہ اگر اپنے لوگوں کے پاس پہنچ جاوے تو خوب ہو، مگر آپ کے پاس اتنا خرچ کہاں تھا۔

غرض آپ خود فرماتے تھے کہ میں حطیم میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے کچھ ریال جو شامی کی قیمت سے کچھ زائد تھے لاکر پیش کیے۔ حضرت نے انکار فرمایا کہ کسی اور حاجت مند کو دو مگر وہ بار بار اصرار کرتا تھا، غرض مجبور کر کے آپ کو دیئے، اس سے آپ نے شامی خرید فرما کر حضرت مولانا گنگوہی کے پاس بھیج دی۔

کرامت...۱۱۷

ایک بار ایام طالب علمی میں دہلی سے آتے ہوئے حضرت مولانا گنگوہی اور مولانا محمد قاسم صاحب اور لوگ بھی تھانہ بھون میں حضرت صاحب کے پاس ٹھہرے، آپ نے بعد عشاء کے پوچھا کہ کسی کو کوئی حاجت ہو تو کہہ دو۔ مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ حضرت حاجت تو کچھ نہیں مگر ایک جوتا ہم لوگوں کا بدل گیا ہے، آپ

نے فرمایا کہ مجھ کو وہ بدلا ہوا جوتا دکھلاؤ۔ چنانچہ دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ تو تمہارے ہی ساتھیوں میں سے حبیب حسن کا ہے یہاں کسی کا نہیں سب کو حیرت ہوئی۔

کرامت...۱۱۸

حضرت صاحب ایک بار کرنال میں قلندر صاحب کے مشہور مزار پر تشریف رکھتے تھے، مگر کچھ انوار و برکات معلوم نہیں ہوتے تھے، اسی حالت میں حضرت میاں جیو صاحب رحمہ اللہ کو دیکھا کہ تشریف لائے اور قبر کھول کر دکھا دیا کہ یہاں کچھ نہیں۔

کرامت...۱۱۹

جب حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا مقدمہ زیر تجویز تھا اور آپ سے تین ہزار روپے کی ضمانت طلب تھی تو حضرت حاجی صاحب اس زمانے میں گنگوہ تشریف لائے تھے، چلنے لگے تو عرض کیا گیا کہ حضرت دو چار روز اور قیام فرمایئے۔ حضرت مدظلہم بھی تشریف لے آویں گے، آپ نے فرمایا کہ ابھی نہیں آتے۔ عرض کیا گیا کہ حضرت ضمانت کا پورا انتظام ہوگیا ہے اب تشریف لانے میں کوئی شبہ نہیں۔ آپ نے فرمایا بہت خبر منگاؤ۔ چنانچہ ایک شخص مستعد مظفر نگر بھیجا گیا وہاں یہ قصہ پیش آیا کہ حاکم نے ضمانت منظور نہیں کی اور واقعی حضرت مدظلہ تشریف نہ لا سکے بس آپ چلے گئے۔

کرامت...۱۲۰

جب حضرت صاحب دہلی تشریف لائے تو مؤمن خان شاعر بغرض زیارت حاضر ہوئے، اس زمانے میں مولوی ولایت علی صاحب ممالک سرحدی پر روانہ ہو چکے تھے اور مؤمن خان ان کے نہایت معتقد تھے، حضرت سے دریافت کیا کہ کیوں مولوی صاحب اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو کیا معلوم مگر انہوں نے پھر اصرار کیا کہ نہیں حضرت اپنے کشف سے کچھ فرمایئے، آپ نے تامل کر کے فرمایا کہ ان کو فتح نہ ہوگی اس پر وہ مکدر ہوئے۔

حضرت نے فرمایا کہ مجھ کو جو معلوم ہوا میں نے کہہ دیا اس میں کدورت کی کیا بات ہے۔ چنانچہ ایسا ہی واقعہ ہوا کہ وہاں پہنچ تو گئے مگر کوئی مقصد براری نہ ہوئی۔

کرامت...۱۲۱

ایک قصہ ہیضہ کنور یوسف علی خان صاحب کا بیان فرمایا تھا جو یاد نہیں رہا۔ اگر کسی کو معلوم ہو ملحق کر دے۔

کرامت...۱۲۲

حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں ایک بار مجلس میں مراقب میں بیٹھا تھا کہ اسی حالت میں حضرت صاحب کو دیکھا کہ تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا کرتے ہو، میں نے کچھ کر کے دکھایا فرمایا کہ ٹھیک ہے کیے جاؤ ہم جاتے ہیں، حضرت سمجھ گئے کہ حضرت حاجی صاحب تشریف لے جا چکے ہیں۔ اب ملاقات نہیں ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

کرامت...۱۲۳

زمانہ روپوشی میں جب حضرت صاحب تشریف لائے تو مولوی انصار علی صاحب آپ کو اپنے قبرستان میں لے گئے اور عرض کیا کہ ہمارے دادا صاحب کے ایک پیر یہاں مدفون ہیں مگر قبرستان کا نشان معلوم نہیں، آپ بتلا دیجئے کہ وہ قبر کہاں ہے؟ آپ نے کسی قدر عذر کے بعد اِدھر اُدھر دیکھ کر ایک مقام پر اُنگلی رکھ دی کہ یہ ہے، مولوی صاحب کو پہلے سے معلوم تھا واقع میں وہی جگہ تھی، پس انہوں نے حضرت صاحب کے قدم پکڑ لیے۔

کرامت...۱۲۴

شاہ محمد موسیٰ رحمہ اللہ کے مریدوں میں ایک شخص دریائے مارکنڈہ کے کنارے

رہتے تھے، اور یہ ایک عجیب بات تھی کہ مارکنڈہ کتنا ہی چڑھتا مگر ان کے چھپر تک کبھی نہ آتا، ایک شخص ان کا مرید تھا، اتفاق سے اس کو اپنے پیر سے کچھ کدورت پیش آئی، وہاں سے بھاگ کر چلا آیا اور تھانہ بھون میں ان تینوں حضرات کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوا۔ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب نے تو مطلق اس کی طرف التفات نہیں کیا اور حضرت صاحب رحمہ اللہ نے صاف فرمادیا کہ اس شخص کو یہاں سے نفع نہ ہوگا اور نہ یہ شخص یہاں ٹھہرے گا مگر مولانا شیخ محمد صاحب نے اس کو اپنے حلقۂ توجہ میں داخل کیا مگر واقعی دو چار دن کے بعد ایسا گیا کہ پتہ بھی نہ لگا۔

کرامت...١٢٥

حضرت صاحب رحمہ اللہ جب گنگوہ زمانہ روپوشی میں تشریف لائے تو حضرت مولانا گنگوہی کی صاحبزادی جو اس وقت بہت ہی کمسن تھی حاضر خدمت کی گئیں، آپ نے تین یا چار روپے ان کو عطا فرمائے۔ انہوں نے حضرت صاحب کے پیروں پر رکھ دیئے، آپ نے پھر ان کو عطا کیے۔ انہوں نے پھر اسی طرح پاؤں پر رکھ دیئے۔ غرض دو تین دفعہ اس طرح ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ لڑکی زاہدہ ہوگی اس کو دُنیا سے محبت نہ ہوگی۔ چنانچہ واقع میں ان بی بی صاحبہ کی یہی کیفیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سب کچھ دیا ہے مگر کسی شے سے ان کو تعلق جبی نہیں ہے۔

کرامت...١٢٦

نواب محمود علی خان مرحوم رئیس چھتاری کا بیان ہے کہ جب میں مکہ معظمہ سے رُخصت ہونے لگا تو حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو! اگر دیوبند جانا ہو تو کسی معاملہ میں جناب مولانا رشید احمد صاحب کے خلاف مت کیجیو۔ میں حیران ہوا کہ کجا دیوبند کجا میرا جانا اور کجا مولوی صاحب کا خلاف۔ حضرت نے پھر وہی بات فرمائی میری حیرت اور بڑھی۔ غرض دس بارہ بار مکرر سہ کرر یہی فرمایا، کئی مدت کے بعد

دیوبند میں اہل شہر و اہل مدرسہ میں اختلاف پیش آیا اور نواب صاحب کو محاکمہ و فیصل کے لیے تکلیف دی گئی اور مختلف رائیں اور مشورے واقع ہوئے۔تب اس وقت معلوم ہوا کہ اس واقعہ کی طرف حضرت صاحب نے اشارہ فرمایا تھا۔

کرامت...۱۲۷

قصہ کہ کنواں نہ بنتا تھا اور حضرت نے خواب میں کچھ فرمادیا اور صبح کو وہ درست ہوگیا۔اس کی تفصیل بھی یاد نہیں رہی۔اگر کسی کو معلوم ہو ملحق کردیں۔

مرویات حافظ عبدالغنی صاحب

مذکور تمہید کہ بعضے ازاں کرامات معنویہ گویند

غالباً ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۸۸۹ء میں بندہ عاجز کو حضرت والد ماجد منشی حاجی مولوی محمد عبدالواحد مرحوم کے ہمرکاب سفر مبارک حج بیت اللہ کا اتفاق ہوا۔رات کو مکہ مکرمہ میں پہنچے، زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً علی الصبح مسجد حرم میں داخل ہوکر نماز صبح اور طواف سے فراغت حاصل کر کے حضرت والد ماجد حاضر آستانہ قدسی آشیانہ حضرت قبلہ عالم شیخ المشائخ الحافظ الشاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدست اسرارہم ہوئے۔ بندہ بھی ہمرکاب والد ماجد تھا، دولت سرائے قدس پر پہنچ کر اطلاع کی گئی۔حضرت اقدس دولت سرا سے دیوان خانہ میں تشریف فرما ہوئے۔چہرہ مبارک سے معلوم ہوتا تھا کہ حالت مراقبہ سے اُٹھ کر تشریف لائے ہیں، والد ماجد سے ملاقات فرمائی، بندہ بھی دست بوس ہوا۔والد ماجد کی طرف متوجہ ہوکر گفتگو فرماتے رہے۔

کرامت...۱۲۸

جب والد مرحوم حضرت اقدس کی خدمت سے رُخصت ہوئے تو اثناء راہ میں بندہ سے فرمایا کہ جوں ہی حضرت اقدس قبلہ کی نظر فیض اثر مجھ پر پڑی قلب بشدت تام متحرک و ذاکر ہوگیا، بیتاب ہوا جاتا ہوں، ضعف پیری میں اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ بالآخر ایک رات دن برابر یہ حالت رہی۔

کرامت...۱۲۹

دوسرے دن پھر حاضر خدمت اعلیٰ حضرت قدسی منزلت ہوئے، بندہ اسی روز کسی وجہ سے ہمراہ نہ تھا، جب واپس آئے فرماتے تھے کہ آج میں نے اثناء تذکرہ میں بحضرت اقدس گزارش کیا کہ بندہ سلسلہ خدام حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی قدس سرہ میں داخل اور خانوادہ قادریہ میں بیعت ہے۔ حضرت اقدس قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ سبحان اللہ! وہ تو ہمارے بھی سردار ہیں اور اسی وقت سے قلب کی شدت حرکت موقوف ہوکر قلب کی ذکر کی حالت حسب سابق ہوگئی۔

کرامت...۱۳۰

ایک مرتبہ والد ماجد حضرت اقدس وقبلہ کے دولت پر دیوان خانہ میں بیٹھے تھے۔ حضرت اقدس بھی تشریف فرما تھے، اتفاقاً والد ماجد کی نظر ایک طرف پڑی کہ جس طرف معمار کچھ چونا کاری اور نقش و نگار بھی کررہا تھا، والد ماجد فرماتے تھے، میرے خیال میں آیا کہ بزرگوں کو نقش و نگار کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت اقدس وقبلہ نے فوراً معمار کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا میں نے تجھے بیل بوٹے نکالنے کو کب کہا ہے۔

کرامت...۱۳۱

ایک مرتبہ والد ماجد نے بحضور اقدس وقبلہ عرض کیا کہ بعد فراغت نماز وتلاوت و

طواف وذکر اذکار جو فرصت ہوتی ہے تو کتاب کے مطالعہ کو دل چاہتا ہے۔ بندہ اپنے ساتھ کوئی کتاب نہیں لایا۔ حضرت اقدس وقبلہ نے ارشاد فرمایا کہ ہم بھیج دیں گے، بعدہ احیاء العلوم اُردو روانہ فرمائی اور کہلا بھیجا کہ عربی میرے پاس نہیں ہے۔ والد صاحب نے فرمایا کہ یہ حضرت اقدس کی کرامت ہے جس کتاب کو میں ہمیشہ اپنے مطالعہ میں رکھتا ہوں وہی روانہ فرمائی۔

کرامت...۱۳۲

ہم لوگوں نے باب الزیارۃ اور محکمہ قاضی کے درمیان ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا۔ حضرت اقدس وقبلہ ایک مرتبہ وہاں والد ماجد کی ملاقات کے لیے رونق افروز ہوئے۔ جب وہاں سے مسجد الحرام کو تشریف لے جانے لگے تو والد نے بھی ہمرکاب چلنے کا ارادہ کیا مگر معاً والد کو خیال آیا کہ وضو کر کے چلنا چاہیے۔

حضرت اقدس فوراً متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ مولوی صاحب وضو کر کے تشریف لائیے۔ اسی طرح والد صاحب مجھ سے فرماتے تھے۔

کرامت...۱۳۳

حاجی ولی اللہ صاحب والد کے حقیقی ماموں بھی اسی سال تیسری مرتبہ حج کو آئے تھے، مرض استرخائے اعصاب وغیرہ میں مبتلا تھے مکہ شریف میں پہنچ کر زیادہ بیمار ہوگئے اور اس قدر معذور ہوئے کہ چل پھر نہ سکتے تھے۔ اتفاقاً حضرت اقدس وقبلہ تشریف لے آئے، حاجی ولی اللہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں اس قابل ہو جاتا کہ لاٹھی کے سہارے سے خانہ کعبہ تک پہنچ کر طواف کرلیا کرتا۔ حضرت اقدس قبلہ عالم نے ایک کٹورے میں آب زمزم منگا کر اور خود اپنا لب مبارک پہلے پانی سے لگا کر حاجی ولی اللہ صاحب کو پلایا، اس کے بعد حاجی جی کے مرض میں بہت تخفیف ہوئی اور وہ لاٹھی ٹیکتے ہوئے مسجد الحرام میں داخل ہو کر طواف کرلیا کرتے تھے۔

کرامت...۱۳۴

حاجی ولی اللہ صاحب نے بعد وفات زوجہ اولیٰ کے برادری میں ایک بیوہ سے بوجہ بعض مجبوریوں کے بحالت بیماری نکاح کر لیا تھا، یہ سفر حج میں ہمراہ تھیں۔ حاجی جی لاولد تھے، اتفاقاً اس سفر میں دو تین ماہ تک حاجی کی زوجہ اخریٰ کو ایام معمولی نہ ہوئے اور ہر دو میاں بی بی کو یقین ہو گیا کہ اُمید ہے حاجی جی نے اپنی بی بی سے کہا کہ حضرت اقدس وقبلہ عالم سے اولاد صالح پیدا ہونے کی دُعا کراؤ۔ بی بی صاحبہ حضور اقدس کے در دولت پر حاضر ہوئیں لیکن شرم کی وجہ سے اصل معاملہ کو مخفی رکھ کر یہ عرض کیا کہ دُعا فرمایئے حاجی جی ایک سال اور زندہ رہیں۔ حضرت اقدس وقبلہ نے ارشاد فرمایا کہ میں خود سالہا سال سے اس اُمید پر مکہ معظمہ میں مقیم ہوں کہ یہاں کی زمین کا پیوند ہو جاؤں۔ حاجی جی نے دُنیا کے سب عیش دیکھے ستر سال کی عمر ہوئی، اب بھی یہاں کے مرنے کی آرزو نہیں کرتے، خیر اللہ چاہے ایسا ہی ہوگا۔ حاجی جی اس تاریخ سے پورے ایک سال زندہ رہے لیکن اُمید خواب وخیال ہوگئی۔

کرامت...۱۳۵

حاجی ولی اللہ کی زوجہ اولیٰ نے وصیت کی تھی کہ ان کے زیور کا کچھ حصہ مکہ معظمہ میں صرف کیا جائے اور بزرگوں کی خدمت میں بھی پیش کیا جائے۔ حاجی جی نے بحضور اقدس وقبلہ گزارش کیا کہ جمن کے زیور میں سے جوشن طلائی کی جوڑی قیمتی سات سو روپیہ پیش کرتا ہوں اس کو فروخت کرا کر جمن کے ایصال ثواب کے لیے کھانا محتاجوں کو دیا جاوے اور جو کچھ بچے وہ حضرت اپنے صرف میں لائیں۔ حضرت اقدس وقبلہ نے والد ماجد سے دریافت فرمایا کہ کیوں مولوی صاحب یہ منشی جی یعنی حاجی جی جمن کے ترکہ منقولہ وغیر منقولہ سے وارثوں کا حق ادا کر چکے ہیں۔ والد نے عرض کیا کہ نہیں حاجی جی نے کہا یہ غلط کہتے ہیں، میں نے جمن کے بھائی حافظ عبدالرحیم کو وہ

جملہ اراضی بوڑھانے کی دے دی ہے جو کہ جمن کے دس روپے ماہانہ ان کو دیتا ہوں۔

حضرت اقدس وقبلہ نے ارشاد فرمایا کہ اس طریق پر حق ادا نہیں ہوا بلکہ ہر چیز منقولہ ہو یا غیر منقولہ بحسب فرائض تقسیم کرنا چاہیے، میں یہ ذمہ نہیں لے سکتا ہوں اوّل مطابق شرع کے تقسیم کیجئے، بالآخر بعد گفتگوئے بسیار حاجی جی نے پختہ اقرار کیا کہ وہ مطابق شرع شریف کے وطن پہنچ کر تقسیم کریں گے اور چونکہ وہ ربع کے مالک ہیں نیز بقدر ثلث وصیت بھی نافذ ہوسکتی ہے اور والد نے بھی یقین دلایا اس وقت حضرت اقدس نے زیور دیا اور فرمایا کہ بزرگوں کی فاتحہ کے دن ایک کھانا جمن کی طرف سے کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

کرامت...۱۳۶

ایک بزرگ خلیفہ عبدالرحیم ساکن پسرور ضلع سیالکوٹ مکہ شریف میں کچھ روز سے تھے، جب والد صاحب وہاں پہنچے ان سے ملاقات ہوئی۔

مقام پسرور سے بھی والد سے ملاقات تھی والدان کے حالات سے واقف تھے، بڑے عابد وزاہد تھے، وہ ایک زمانہ میں مقام پسرور میں پٹواری بھی رہے تھے، مگر پھر ملازمت ترک کردی تھی اور ہمیشہ سیر وسیاحت میں رہتے، بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے، والدان کی حالت توکل دیکھ کر ان سے عرض کیا کہ میں جب تک مکہ مکرمہ میں ہوں آپ میرے پاس رہیں اور کھانا کھایا کریں۔ مگر حاجی جی ان کی حالت سے ناواقف تھے، فقط یہ جانتے تھے کہ پسرور میں پٹواری تھے، اس لیے پٹواری کی حیثیت سے ان کو دیکھا کرتے تھے اور حاجی جی نے ان سے یہ کہہ دیا تھا کہ آپ ہمارے یہاں کا سودا سلف بازار سے لا دیا کریں ہم کچھ دیں گے۔ وہ سودا وغیرہ لایا کرتے اور جب مکان پر آتے زمین پر بیٹھ جایا کرتے۔

اتفاقاً ایک روز حضرت اقدس قبلہ عالم تشریف فرما تھے اور حاجی ولی اللہ صاحب کے پاس پلنگ پر سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔ خلیفہ عبدالرحیم بازار سے سودا لے کر آئے

اور سودا رکھ کر سلام کر کے حسب عادت زمین پر بیٹھنے لگے۔ حضرت قبلہ عالم کا ان سے تعارف نہ تھا مگر دیکھتے ہی فوراً پلنگ سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور خلیفہ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ بٹھانے لگے۔ خلیفہ صاحب انکار کرتے تھے اور حضرت اقدس اصرار اور حاجی جی کہتے تھے کہ پٹواری ہیں نیچے بیٹھنے دیجئے۔ بالآخر حضرت اقدس وقبلہ نے ان کو بھی پلنگ پر بٹھایا اور حاجی جی سے فرمایا آپ نہیں جانتے ہیں۔

کرامت...۱۳۷

ایک مرتبہ حضرت اقدس وقبلہ باب الزیارۃ کی طرف تشریف فرما تھے۔ والد صاحب اور حاجی جی اور ہم لوگ حضور میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بندہ عاصی کبھی حضرت قبلہ عالم کی طرف دیکھتا اور کبھی خانہ کعبہ کی طرف اور خیال کرتا کہ سبحان اللہ! کیا اچھا موقع ہے کہ یہ بندہ مابین القبلتین والکعبتین موجود ہے، پھر خیال آیا کہ بزرگوں کے حضور میں بیٹھ کر کوئی خیال دل میں نہ لانا چاہیے۔ پھر دل میں استغفار پڑھنے لگا۔ حضرت اقدس وقبلہ نے تبسم فرما کر عاجز کی طرف نظر فرمائی اور والد سے فرمایا ان کی تعریف کیجئے، والد نے عرض کیا حافظ عبدالغنی عاجز نے نہایت شرمندہ اور نادم ہو کر سر جھکا لیا۔

کرامت...۱۳۸

مجھ سے میرے خسر پورہ بھائی حاجی احمد حسین صاحب نے فرمایا اور انہوں نے اپنے والد حافظ احمد علی صاحب سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں غدر میں اور اس سے قبلہ سردار الٰہی بخش صاحب رئیس میرٹھ کے یہاں ملازم تھا۔ جب حضرت اقدس وقبلہ عالم بعد غدر بعزم ہجرت تشریف فرمائے مکہ محترمہ ہوئے، میں بھی مع اہل وعیال ہمرکاب تھا۔ جب حج وزیارت حرمین شریفین سے فراغ حاصل ہوا تو میں نے بحضور اقدس و قبلہ گزارش کیا کہ اب بندہ کا دل بھی چاہتا ہے کہ مع اہل وعیال اسی جگہ حضور کے قدموں میں بسر کرے۔ حضرت اقدس وقبلہ نے فرمایا کہ تمہارے والدین ضعیف العمر

ہندوستان میں زندہ موجود ہیں اور تم سے محبت زیادہ رکھتے ہیں تم کو واپس جانا چاہیے۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت اگر یہ ممکن یا مناسب نہیں تو یہ دُعا فرمائیے کہ میں مرنے سے پہلے کچھ عرصہ حضرت کی خدمت میں آ کر رہوں اور حضرت کے قدموں میں میری موت ہو۔ فرمایا اچھا اب تو تم کو ہندوستان جانا چاہیے۔

حافظ احمد علی صاحب ہندوستان واپس آئے اور وقتاً فوقتاً مع اہل وعیال سامان سفر فرمایا کرتے، مگر کچھ نہ کچھ سبب ایسا ہوتا کہ توقف ہو جاتا۔ بالآخر ایک مرتبہ دفعۃً مع عیال واطفال روانہ مکہ مکرمہ ہوئے اور دو سال حضرت اقدس وقبلہ کی خدمت میں حاضر رہ کر بتاریخ ۱۱ر ربیع الاوّل ۱۳۱۵ھ انتقال فرمایا اور مدفون جنت المعلیٰ ہوئے اور بعدہٗ بھائی حاجی احمد حسین مع عزیزان ارشاد حضرت اقدس وقبلہ ہندوستان واپس آئے، بھائی حاجی احمد حسین جب پہلی بار بمعیت بندہ عاصی حج کو گئے تھے اس وقت انہوں نے حضرت اقدس وقبلہ سے بیعت کی درخواست کی تو ارشاد فرمایا کہ جب تم اپنی والدہ کی گود میں تھے اور دودھ پیتے تھے تو ہم نے تمہاری والدہ کو بیعت کیا تو تم کو بھی بیعت کر لیا تھا۔

اب وہ بیعت کافی ہے، بندہ عاصی نہایت بدقسمت اور بے نصیب ہے کہ ایک بہت بڑی نعمت سے محروم رہا۔ افسوس ہزار افسوس اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اپنی نادانی سے اس امر کو سخت مشکل اور پابندی سمجھتا تھا، نیز آزاد طبع واقع ہوا تھا اور چونکہ بچپن کا زمانہ تعلیم وغیرہ پنجاب میں گزرا تھا اور غیر مقلدین سے خلط ملط رکھتا تھا۔ اس لیے میل ورکون (رکون بضمتین میل کردن بچیزے۔۱۲) بجانب غیر مقلدین زیادہ تھا۔ بیعت تو یہ بھی عبداللہ صاحب غزنوی کے ہاتھ پر کی تھی جس کو عرصہ تک بیعت طریقہ سمجھتا رہا۔

بندہ عاصی کا یہ قاعدہ تھا کہ جب حضرت اقدس وقبلہ عالم وقت عصر مصلّے مالکی کی طرف تشریف فرما ہوتے تو بندہ باب الزیارۃ کی طرف سے اُٹھ کر حاضر

خدمت ہو کر دست بوس ہوا کرتا تھا اور حضرت اقدس کے خوان نعمت کا الوش (الوش بضمتین لفظ ترکی ست پس ماندہ طعام ۱۲) بھی کھایا۔ بزرگوں کی فاتحہ میں حضرت اقدس کے دولت خانہ پر شریک ہوا۔ ادھر باب الزیارۃ میں ہر وقت بخدمت حضرت مولانا رفیع الدین صاحب قدس سرہ حاضر رہتا۔ اسی سال حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہ بھی حج کو تشریف لے گئے تھے۔ ان کے پاس بھی حاضر رہتا، کبھی کبھی حضرت مولانا محبّ الدین صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا۔ حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بزرگوں کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا۔ بالآخر بزرگان دین کی نظر فیض کا یہ اثر ہوا کہ عقیدہ غیر مقلدی سے توبہ نصیب ہوئی اور حضور کی تصنیفات و تالیفات نے بندہ عاجز کے تمام تر شبہات دور کر دیئے۔ بندہ کو پکا حنفی المذہب بنا کر حضور کے قدموں میں پہنچا دیا۔ حضور کے فیوض ظاہر و باطن سے ایک عالم مستفیض و مستنیر ہے۔ اُمید ہے کہ بندہ بھی کامیاب ہوگا۔ بندہ نے اپنا حال پُر ملال اور افسوسناک واقعہ صاف صاف عرض کر دیا تاکہ حضور بکلی متوجہ ہو کر درد دل کا علاج فرما دیں، زیادہ کیا عرض کروں جس قدر یاد آیا حالات گزارش ہوئے جو الفاظ بجنسہ یاد تھے وہ اسی طرح اور جو یاد نہ تھے ان کا نفس مضمون عرض ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرات ممدوحین کے صدقہ سے خاتمہ بالخیر فرمائے آمین۔

روایات متفرقہ

یہاں سے وہ حکایات ہیں جو مجھ سے لوگوں نے زبانی بیان کیں اور اس کے قبل کی کل حکایات راویوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی میرے پاس موجود ہیں۔۱۲ (مؤلف)

کرامت...۱۳۹

منشی غیور احمد صاحب رئیس تھانہ بھون کا بیان ہے کہ جب میں دوبارہ مکہ معظمہ حاضر ہوا عزم مصمم تھا کہ اب حضرت قبلہ سے عمل تسخیر کا دریافت کروں گا۔ برابر سفر میں بھی خیال رہا جب حاضری کی نوبت آئی بالکل وہ خیال دل سے محو ہوگیا۔ حتیٰ کہ جب جدہ واپس آیا تب وہ بات یاد آئی۔ "سبحان اللہ! جاء الحق وزھق الباطل"

کرامت...۱۴۰

مسمی رجو ساکن جاجموٗ ضلع کانپور کا بیان ہے کہ جب میرے والد حج کے لیے گئے یہاں ان کا ارادہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی قدس سرہ سے بیعت کرنے کا تھا۔ جب مکہ معظمہ حاضر ہوئے خیال آیا کہ حضرت بھی شیخ کامل ہیں، لاؤ ان ہی سے بیعت کرلیں، جب حضرت سے درخواست کی، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا قلب مولانا کی طرف زیادہ مائل ہے تم کو وہاں ہی بیعت ہونا چاہیے۔

کرامت...۱۴۱

جب میں اوّل بار مکہ معظمہ حاضر ہوا اس سفر میں مولوی قاضی محمد محمود صاحب خلف مولانا شیخ محمد صاحب اور دوسرے اہل وطن بھی تھے۔

قافلے میں ایک بزرگ قصبہ بگھرہ ضلع مظفرنگر کے رہنے والے جن کے ہمراہ دو عورتیں عجوزہ تھیں۔ بوجہ معمر و ضعیف ہونے کے مدینہ طیبہ نہ جا سکے۔

اور غالباً ایک عورت کا انتقال ہو گیا ہم لوگوں کے واپس آنے تک وہ مع دوسری عورت کے جدہ چلے گئے، وہاں ایسا اتفاق ہوا کہ جہاز میں وہ بزرگ سوار ہو گئے اور وہ بی بی سوار نہ ہو سکی کہ جہاز کھل گیا، جو شخص ان بزرگ کو سوار کرنے گئے تھے وہ نہایت ثقہ مولوی آدمی تھے، وہ اس بی بی کو لے کر واپس مکہ معظمہ آئے، واپسی کے وقت ہم لوگوں کو یہ قصہ معلوم ہوا۔ ظاہر میں لوگوں کو مولوی صاحب پر شبہ فاسد ہوا کہ ان بڑی بی کی سازش سے بڑے میاں کو کہیں تلف کر دیا اور مال و دولت پر قابض ہو گئے، ان سے جو سوالات کیے گئے بوجہ خائف اور بھولے ہونے کے پریشان جواب دیتے تھے۔ اس سے اور بھی وہ گمان پختہ ہوا۔ غرض سب کا ارادہ ہوا کہ ان پر عدالت میں دعویٰ کیا جائے، مولوی محمد محمود صاحب کا بیان ہے کہ صرف حضرت صاحب ان مولوی صاحب کی تصدیق کرتے تھے اور بڑے میاں کی ممبئی میں ملنے کی اُمید دلاتے تھے۔ آخر ایسا ہی ہوا کہ ممبئی میں صحیح و سالم ملے۔

کرامت...۱۴۲

شیخ قادر بخش تھانوی مرحوم کی دختر کا کہ حضرت سے بیعت تھی۔ بیان ہے کہ جب ایام غدر میں ان کے والد پر جرم قائم ہوا اور مقدمہ عدالت میں تنقیح ہونے لگا، میں بہت پریشان تھی اور حضرت ہجرت فرما چکے تھے، مجھ کو نماز کے بعد وظیفہ پڑھنے میں ایسا معلوم ہوا کہ سامنے ایک دروازہ ہے اور اس میں حضرت صاحب کھڑے فرماتے ہیں کہ حزب البحر کیوں نہیں پڑھتی۔ ۱۰۰، بعد افاقہ کے میں نے پرہیز کے ساتھ اس کی زکوٰۃ دی اور اس میں بعض اُمور عجیب و غریب معلوم ہوئے۔ اُدھر فراغت ہوئی اور اِدھر مقدمہ سے برأت ہوئی۔

کرامت...۱۴۳

مولوی شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواری کا بیان ہے کہ ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ درمیان زمین و آسمان کے ایک ترازو ہے جس کی ڈنڈی پر لکھا ہے (حاجی امداد اللہ قطب مکہ) راقم نے کہا میرے نزدیک میزان کے دو پلوں سے اشارہ ہے۔ حضرت کے جامع شریعت و عشق ہونے کی طرف بقول شخصے

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق   ہر ہوسنا کے نداند جام و سندان باختن

کرامت...۱۴۴

اُستاذی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز مجھ کو کسی امر میں تردد تھا، میں نے اپنے سر کی طرف سے حضرت صاحب کی آواز سنی کہ اس کام کو یوں کرلو اور ارشاد فرماتے تھے کہ حضرت کو اطلاع نہیں تھی، کسی ہاتف غیبی کی آواز تھی جو بوجہ انس کے مرشد محبوب کی آواز کے مشابہ کر کے سنائی گئی۔ یہ تشابہ بھی کرامت عنداللہ ہے جیسا مقدمہ میں بیان ہو چکا ہے۔

کرامت...۱۴۵

انوار العارفین میں ہے کہ کسی شخص نے حضرت صاحب کو جبہ شریف نبوی جو قصبہ جلال آباد میں ہے پہنے دیکھا، تعبیر اس کی ظاہر ہے کہ حضرت صاحب کے کمال اتباع سنت و خلافت مطلقہ کی طرف اشارہ ہے۔

کرامت...۱۴۶

ایک بار حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ حرم شریف میں تین سو ساٹھ اولیاء اللہ رہتے ہیں، میں نے عرض کیا کہ حضرت ان کو پہچانتے ہیں، ارشاد فرمایا ہاں بعضوں کو تو پہچانتا ہوں، ولی را ولی مے شناسد۔

کرامت...۱۴۷

کانپور کے ایک مدرسہ کے مہتمین نے مدرسہ جامع العلوم کو اپنے مدرسہ کے متعلق کرنے کی کوشش کی، یہ خبر مکہ معظمہ بھی پہنچی۔ میں اس وقت وہاں حاضر تھا، حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اس مدرسے میں کسی طرح کا تغیر و تبدل نہ کرنا نہ کسی مدرسے کے متعلق کرنا اور اس دوسرے مدرسہ کا نام لیا کہ چند روز کے بعد خود اس مدرسے کے مدرس وہاں نہ رہیں گے۔ چنانچہ بہت تھوڑے روز گزرے تھے کہ وہ بزرگ حضرت کے اشتیاق زیارت میں مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔

کرامت...۱۴۸

حافظ محمد امیر صاحب تھانوی مرحوم کی ہمشیرہ کہ قرابت میں حضرت صاحب کی بھانجی ہوتی ہیں، بیان کرتی ہیں کہ میری اکثر عادت تھی کہ حضرت صاحب کے ساتھ کھانا کھاتی۔ ایک بار مہمانوں کی وجہ سے حضرت کو گھر تشریف لانے میں دیر ہوگئی۔ میں نے دل میں یہ ضد باندھی کہ تنہا ہرگز کھانا نہ کھاؤں گی۔ آخر ظہر کے بعد پلاؤ زردہ ہاتھ میں لیے ہوئے اور عتاب فرماتے ہوئے تشریف لائے کہ یہ کیا دیوانگی کی باتیں ہیں کہ تنہا نہ کھاؤں گی، پھر ساتھ بیٹھ کر کھلایا۔

کرامت...۱۴۹

ان ہی کا بیان ہے کہ جب میں بیوہ ہوئی اس قدر رنج ہوا کہ نوبت مجنون پہنچنے کو ہوگئی۔ حضرت صاحب نے پانی دم کر کے پلایا فوراً سکون ہوگیا۔

کرامت...۱۵۰

ان ہی کا بیان ہے کہ ایک بار مولوی انصار علی صاحب انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ تھانہ بھون تشریف لائے، حضرت صاحب نے گھر میں ان سے شب کو وعظ کہلایا۔ حضرت

صاحب کے ایک عزیز نہایت سخت مزاج اور جاہل آدمی تھے، ان کو گھر میں وعظ ہونا ناگوار گزرا، انہوں نے اس معاملہ میں حضرت صاحب کے روبرو بہت زبان درازی کی، اس وقت تو حضرت صاحب خاموش ہو گئے، صبح کے وقت گھر میں کھانے کے واسطے تشریف لائے، کھانا شروع کیا، کھانے میں رات کی بات یاد آئی اور کسی قدر غصہ آیا، ناخوش ہو کر فرمایا کہ اس بستی پر بہت جلد تباہی آنے والی ہے، پندرہ روز شاید گزرے ہوں گے کہ غدر کا اثر وہاں پہنچا۔

ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد   تا دل صاحب دلے نامد بدرد!

کرامت...۱۵۱

ان ہی کا بیان ہے کہ ایک بار میں حضرت صاحب کے گھر تھی، دفعۃً اینٹیں برسنا شروع ہوئیں، گھبرا کر حضرت صاحب کو اطلاع کی، آپ نے ہنس کر فرمایا کہ میاں اللہ بخش ہوں گے (یہ ایک جن ہے جو اس مکان میں رہتا تھا) میں منع کیے دیتا ہوں اور آپ نے بآواز بلند فرمایا کہ میاں یہ کیا واہیات ہنسی ہے۔ دیکھو لڑکیاں ڈرتی ہیں، یہ فرماتے ہی فوراً بند ہو گئیں۔

کرامت...۱۵۲

مسماۃ رحیمن لکھنوی جو سفر حج میں میرے ہمراہ تھیں اور حضرت سے بیعت بھی ہے وقت رُخصت مکہ معظمہ کے اس وجہ سے پریشان تھی کہ جس جہاز کی خبر پا کر ہم لوگ چلے تھے، اس کا کرایہ ادنیٰ درجہ کا بیس روپیہ تھا اور اس کے پاس کل پانچ روپے موجود تھے اور پیچھے رہ جانا بھی اس کو کسی طرح گوارا نہ تھا۔

آخر اس نے حضرت صاحب سے عرض کیا ارشاد ہوا کہ جاؤ کیا عجب ہے کہ کرایہ ارزاں ہو جائے جب وہ دولت خانہ کے اندر حاضر ہوئی تو حضرت پیرانی صاحب نے اس کو ایک روپیہ عنایت کیا، کل چھ روپے ہو گئے، جب میں رُخصت کے

وقت قدم بوس ہوا دو روپیہ حضرت نے مجھ کو مرحمت فرمائے کہ اپنی ماما کو دے دینا۔ جب جدہ پہنچے معلوم ہوا کہ ایک دوسرا جہاز بھی آیا کھڑا ہے، دفتر میں ٹکٹ خریدنے کے لیے گئے ادنیٰ درجہ کا کرایہ پورے آٹھ روپے قرار پائے، دو روپیہ دینے میں یہ حکمت تھی اور پیشین گوئی ارزانی کرایہ کی اس طرح ظہور میں آئی۔

کرامت...۱۵۳

میرے گھر میں کا بیان ہے کہ میری نسبت حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ بھائی یہ تو ہمارے یہاں سے ایک بات لے چلی ہے کہ (آیا اور اُڑایا) فی الواقع اس وقت سے اس وقت تک نہ تنگی ہوئی اور نہ جمع ہوا۔

کرامت...۱۵۴

منشی عبدالرزاق صاحب مرحوم تھانوی کی دختر کا بیان ہے کہ جب میں حج کے لیے حاضر ہوئی اور ان کی غیبت میں منشی صاحب موصوف کا انتقال ہو گیا۔ حضرت صاحب بار بار ایسے اشارات میں کہ قریب بصراحت تھے، ان کے انتقال کی خبر بیان فرماتے تھے اور ان الفاظ سے شبہ و تعجب پیدا ہوتا تھا، آخر واپسی کے بعد معلوم ہوا۔

کرامت...۱۵۵

اس حقیر کی نسبت ارشاد فرمایا کہ دیکھو تم کو غلبہ ہوگا، عجلت مت کرنا، واپسی کے بعد فی الواقع ایسی حالت ہوئی کہ زندگانی دُشوار تھی۔

کرامت...۱۵٦

اس غلبہ اور پریشانی کی اطلاع جب ملی تو حضور نے ایک حاجی عالم کے ساتھ ایک والا نامہ اور ایک مختصر پیام زبانی بھیجا جس کے دیکھتے اور سنتے ہی انشراح ہو گیا۔ واقعی

دست پیر از غائباں کوتاہ نیست دست او جز قبضۂ اللہ نیست

کرامت...۱۵۷

ایک سال سے کچھ زائد ہوا کہ ایک سخت حالت نے گھیرا جس کی سختی کا میں بیان نہیں کرسکتا۔ آخر بذریعہ عریضہ حضور میں عرض کیا گیا، ارشاد فرمایا کہ گھبراؤ نہیں، سب سے پار ہو جاؤ گے، اس پیشین گوئی کا یہ ظہور ہوا کہ حضرت صاحب کے خلیفہ اعظم و نائب افخم حکیم الامت کاشف الغمہ حضرت مولانا الحاج الحافظ المولوی رشید احمد صاحب محدث گنگوہی دامت برکاتہم نے خاص توجہ اس نالائق کی حالت پر فرمائی جس سے بفضلہٖ تعالیٰ اس بلا سے نجات ہوئی۔ ہر چند کہ یہ اُمور قابل اظہار نہ تھے مگر بغرض اظہار کرامت و ادائے شکر حضرت صاحب و مولانا صاحب کے حیز تحریر میں لایا کہ حدیث میں ہے: "من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ تعالیٰ"

کرامت...۱۵۸

حضرت قبلہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے بزرگوں کا یہ طریقہ نہیں رہا کہ ان کی سوانح عمری ان کی حالت حیات میں لکھی جاویں انتہی۔ حضرت قبلہ کے اشارہ کا یہ ظہور ہوا کہ باوجودیکہ یہ مضامین بہت زور سے جمع تھے مگر باوجود اہتمام و توجہ تام کے نوبت ترتیب و اشاعت کی نہ آئی اور بعد انقضائے حیات ظاہری ایک ہفتہ سے کم میں یہ رسالہ مرتب بھی ہوگیا اور چھپ بھی گیا ہے۔ واقعی۔

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں ے دہد حق آرزوئے متقین

تنبیہ

بوجہ عجلت طبع کے حضرت صاحب کے بہت سے مخصوصین سے نوبت دریافت کرنے حالات بابرکات کی نہیں آئی۔ کیا عجب ہے کہ طبع ثانی کے وقت اس کا موقع ہاتھ آجاوے۔ ناظرین رسالہ سے بھی اُمید ہے کہ اگر اس قسم کے حالات جو بذریعہ ثقات یا مشاہدہ معلوم ہوئے ہوں مطلع فرمائیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ وہ بھی شامل کردیئے جائیں گے۔

خاتمہ مختصرہ متضمنۂ وصال آن عاشق ذوالجلال والجمال

حضرت قبلہ کی عمر کچھ زائد نہ تھی کل چوراسی (۸۴) سال تین مہینے بیس روز کا سن شریف تھا، مگر کچھ خلقۃً ضعیف خفیف اللحم تھے، اس پر مجاہدات وریاضت وتقلیل طعام و منام پھر ہجوم خواص وعوام اور سب سے بڑھ کر عشق حسن ازلی جو استخواں تک کو گھلا دیتا ہے، ان اسباب سے آخر میں اس قدر ضعف ہوگیا تھا کہ کروٹ تک بدلنا دشوار تھا، کھانا پینا بار تھا مگر دل عشق منزل ہروقت نشۂ لقاء میں سرشار تھا، اسی میں اسہال شروع ہوگئے مگر نظافت ولطافت واستقلال واستقامت وشفقت بحال تربیت طالبان خدا میں ذرّہ برابر فرق نہ آیا تھا۔ آخر ضعف زائد ہوتا گیا حتیٰ کہ بارہ یا تیرہ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۷ھ روز چہارشنبہ وقت اذان صبح اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہوئے اور جنت المعلیٰ (مقبرہ اہل مکہ) میں ہم پہلو مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ کے رکھے گئے، "انا للہ وانا الیہ راجعون" واقعی یہ ہے کہ ایسا شخص کامل مکمل کسی نے کم دیکھا ہوگا۔

"اللّٰھم ارفع درجتہ فی اعلیٰ علیین واخلفہ فی عقبہ فی الغابرین اللّٰھمّ لاتحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ. آمین یارب العالمین" حقیر نے ایک مختصر مادہ تاریخیہ کہا ہے "حیٌّ دخل الخلد" کہ قول اولیاء اللہ کا "لایموتون" سے مستنبط ہے۔ حضرت صاحب کے ایک خلیفہ عالم رویا میں مشرف بہ زیارت ہوئے۔ اس طرح کہ کوئی مقام نہایت بلند مثل ٹیلہ کے ہے۔ اس پر ایک سفید خیمہ کھڑا ہے جس میں

حضرت رحمۃ اللہ علیہ رونق افروز ہیں اور خطاب کر کے فرماتے ہیں:

آئینۂ ہستی چہ باشد نیستی نیستی بگزین گرابلہ نیستی

سبحان اللہ! اس خواب میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علو مقام وقرب تام پر کئی وجہ سے دلالت ہے۔ اوّل مقام کا بلند ہونا کہ مطابق آیت "**ورفعناه مكانا عليا** و **حديث كثبان مسك**" کے رفعت مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔

دوم خیمہ میں ہونا جو حسب آیۂ "**حور مقصورات في الخيام**" نعیم جنت سے ہے۔ سوم خیمہ کا سفید ہونا کہ "**حب الالوان البياض او نحوه**" وارد ہے۔ وہ نیز لباس سفید موافق حدیث صحیح ورقہ کے علامت جنتی ہونے کی ہے۔ چہارم تعلیم و تلقین فرمانا کہ اشارہ ہے طرف مقبولیت شان ارشاد حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ پنجم معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو بدولت اس پستی ونیستی کے جو خاص مشرب ومذاق حضرت کا تھا۔ جیسا کہ اہل مشاہدہ پر مخفی نہیں بڑی دولتیں ملی ہیں۔ اسی لیے اس طرف مخاطب کو متوجہ فرمایا۔ ششم مثنوی شریف کے مضامین میں (کہ حسب قول اہل حقیقت کے معنی کلام حق ہے) آپ کی روح مطہرہ کا مستغرق ومشغول ہونا دلیل مناسبت روحانی مولوی معنوی ہے اور حسب آیت "**مع الذين انعم الله عليهم الخ**" دلیل قرب الٰہی ہے۔ ہفتم حضرت کی شفقت وتوجہ اپنے خدام کی طرف کہ موقوف ہے حصول اطمینان وسکون پر جس سے ظہور مضمون "**لا تخافوا ولا تحزنوا**" کا بخوبی ہوتا ہے اور اس سے افاضہ برزخیہ کی تائید بھی ہوتی ہے جس کا محققین اثبات کرتے ہیں۔

ایسا ہی خواب رؤیا صالحہ کہلاتا ہے جس کے بارے میں ارشاد نبوی ہے: "**يراها المسلم اوتر له والحمدلله تعالىٰ على ذلك**" اب رسالہ ہذا کو دُعا پر ختم کرتا ہوں کہ الٰہی اس رسالہ میں کوئی ظاہری غلطی ہو یا باطنی فساد نیت ہو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے معاف فرمائیے اور اپنے بندوں کے پاؤں کی خاک ہونا نصیب کیجئے اور اس پر خاتمہ کر دیجئے۔

ایں دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

قال مولٰینا محمد ذوالفقار علی رحمه الله الدیوبندی مادحًا لِسَیِّدنا وَسَنَدِنَا وَمُرْشِدَنَا وَوَسِیْلة یومِنا وَغَدِنا الحاج الشاہ اِمدادُ اللّٰہِ قَدَّسَ اللّٰہُ سِرہ.

اس قصیدہ کو جناب مولانا محمد ذوالفقار علی دیوبندی نور اللہ مرقدہ نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کی مدح میں نظم کیا تھا اور جناب مولانا محمد اسحٰق صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ جامع العلوم کانپور نے ترجمہ فرمادیا۔ بغرض افادہ احباب اہل ارادت کتاب ہذا کے ساتھ شامل کر کے طبع کر دیا گیا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مهلا و داعكم وداع فؤادی رفقا بصب مدنف یا حادی

لاتعجلن وقف قلیلا واتئد فکاننی منکم علی میعاد

فلعلنی منکم افوز بنظرة فتکون فی هذی الحشاشة زادی

من لم یذبه العشق لا جدوی له فی نسکه ذا غیر خرط قتاد

من لم یذق فی الحب ذائقة الفنا هو عند ادباب الهوی الجماد

ذرا توقف کیجئے آپ کی رُخصت میرے دل میں ہے۔ کچھ نرمی کیجئے عاشق دائم المرض کے ساتھ اے ہانکنے والے، اس قدر جلدی نہ کیجئے اور کسی قدر ٹھہر جائیے اور اطمینان سے چلئے۔ پس گویا کہ میں آپ کی طرف سے وعدہ پر ہوں۔ شاید میں آپ پر ایک نظر ڈالنے سے کامیاب ہو جاؤں کہ میری باقی ماندہ جان کیلئے توشہ ہو۔ عشق نے جس کو نہ گھلایا اس کو اور کوئی نفع نہیں، زہد و عبادت سے ان تکالیف اور تعب کے، محبت میں جس نے فنا کا مزہ نہ چکھا، وہ عاشقوں کے نزدیک مثل جمادات کے ہے۔

احسانِ ربی
و
فیضانِ اشرفی

حضرت حکیمُ الاُمت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العُلوم القرآنیۃ، واقف الاَسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاَسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مَولانا مُحمّد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حرفِ آغاز

میں ناچیز خاک پائے اشرفی بنت حافظ سید عنایت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قارئین کرام سے گزارش کرتی ہوں کہ یہ میری پہلی تحریری کاوش ہے۔نہ تو میں کوئی مصنفہ ہوں اور نہ ہی کوئی قلم کار۔بس خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے نیک بندوں سے محبت اور لگاؤ کا جو سبق مجھے میرے والد صاحب سے ملا اُس کے نتیجے میں مجھے شوق ہوا کہ میں یہ چند الفاظ لکھ کر ان حضرات تک پہنچاؤں جو میرے روحانی مرشد رہبر برحق دستگیر بے کساں رہنمائے گمراہاں قطب دوراں غوثِ زمان حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عقیدت اور محبت رکھتے ہیں۔

میرے والد صاحب حافظ سید عنایت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اب اس دُنیائے فانی میں نہیں ہیں۔انہوں نے تقریباً سو برس کی عمر میں وفات پائی۔تقریباً ۱۱، ۱۲ برس کی عمر میں حضرت مولانا اعلیٰ حضرت کی صحبت اختیار کی اور تقریباً تیس، اکتیس سال تک آپ کے فیوض و برکات سے فیض یاب ہوئے۔اعلیٰ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد والد صاحب کا دل دُنیا سے اُچاٹ ہوگیا تھا۔ہر وقت آپ کی یاد میں بے قرار رہتے تھے،اس دوران میں پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا۔آپ کو پاکستان ہجرت کرنا پڑی۔ساتھ لانے کے لیے کوئی اثاثہ نظر نہ آیا تو صرف ایک اثاثہ گراں قدر ساتھ لانے کی سوچی۔وہ یہ کیا کہ جب آپ نے خود کو اعلیٰ حضرت کے سپرد کیا ہوا تھا تو

آپ اپنی اصلاحِ قلب ظاہری باطنی کے لیے بڑے حضرت کو خط لکھا کرتے تھے، یہاں پر میں یہ ذکر کرتی چلوں کہ والد صاحب حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا ذکر مبارک ''بڑے حضرت'' کے القاب سے کرتے تھے۔ آپ جب بڑے حضرت کو خط لکھتے تو جواب میں وہی اُسی صفحے پر جواب طلب جملے پر لائن کھینچ کر جواب مرحمت فرمادیتے۔ والد صاحب کے پاس اُن خطوط میں سے چند خطوط محفوظ تھے۔

بس آپ نے ان خطوط کو اپنا سب سے قیمتی اثاثہ سمجھتے ہوئے اسی طرح من وعن ایک چھوٹی سی کتاب کی شکل میں رقم کیا اور ان خطوط کو اپنے ساتھ پاکستان لائے۔ آپ فرماتے تھے کہ جب بھی مجھے بڑے حضرت کی یاد نے ستایا اور ان کی جدائی میں دل تڑپا تو میں نے ان خطوط کو پڑھا آنکھوں سے لگایا اور دل کو سکون نصیب ہوا۔

والد صاحب کی وفات کے بعد میں نے ان خطوط کو بغور پڑھا۔ ان خطوط میں کیا کیا فقر کی باتیں موجود ہیں ان کی تہہ تک کون پہنچ سکتا ہے یہ تو کوئی اہل علم ہی جان سکتا ہے۔ اس ناقص العقل ذہن میں بس یہ ایک بات آئی کہ میں ان خطوط کو شائع کرواؤں تا کہ لوگ ان خطوط کو پڑھ سکیں اور محسوس کریں کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں کیسے ربط ہوتے ہیں، پیر کیسے ہوتے ہیں؟ مرید کیسے ہوتے ہیں؟ وہ کس طرح اپنے چاہنے والوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان کروادیتے ہیں، دین کا صحیح راستہ بتادیتے ہیں۔

اب میں ان خطوط کا سلسلہ شروع کرتی ہوں بالکل اسی شکل میں جس طرح والد صاحب نے نقل کیا تھا۔ خدا سے دُعا گو ہوں کہ میری اس کاوش سے پڑھنے والے ان خطوط کے اسرار جان کر اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے صحیح راستے پر چل سکیں۔ آمین یارب العالمین. وما توفیقی الا باللّٰہ

طالب دُعا دختر حافظ سید عنایت علی شاہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دلیل نمبر 1:... قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ O

دلیل نمبر 2:... فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ O

دلیل نمبر۳:

مولوی ہرگز نہ شد مولائے رومؒ تا غلامِ شمسؒ تبریزی نہ شد

دلیل نمبر۴:

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق گر فلک باشد سیہ ہستش ورق

''احسانِ ربی و فیضانِ اشرفی''

دلیل نمبر۵: بڑے بڑے اولیاء اللہ اور کاملین اور صالحین اسی غلامی اور تابعداری کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کے پیارے ہوئے۔

اپنے اپنے زمانے میں اللہ والوں کا دامن پکڑا اور ان کو اپنا پیر و مرشد بنایا اور اللہ و رسول پر فدا ہو گئے۔ دین و دنیا میں بھی نام پا گئے اور آنے والی نسلوں کو راستہ بتلا گئے۔ اگر کوئی سمجھے۔

فقیر حقیر غلام اشرفی

عنایت علی

لدھیانہ محلّہ باجڑیاں

امابعد!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بخير البصير العليم الحكيم
و نصلى وسلم علىٰ رسولهٖ و حبيبه الكريم."

یہ خاک پائے اشرفی عرض کرتا ہے کہ اس ناچیز نے اپنے حالات رہبر برحق دستگیر بے کساں رہنمائے گمراہاں قطب دوراں غوثِ زماں حکیم الامت محی السنۃ حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب دامت برکاتہم کی خدمت عالیہ میں بغرض اصلاح پیش کئے اور حضرت والا نے جو جوابات ارشاد فرمائے اور اس بے علم جاہل کو گمراہی سے نکالا اور اللہ و رسول کا صحیح راستہ بتلایا بڑی مفید اور قابل عمل باتیں ہیں۔ اگرچہ احقر کی بے علمی کے سبب عریضوں میں لفظی غلطیاں ہیں مگر حضرت والا کی نظر اشرف سے گزر گئی ہیں۔

اسی نظر مبارک نے ان کو مفید اور متبرک بنا دیا۔ ۱۳۶۰ھ میں ان عریضوں کی جو کہ محفوظ تھے برائے یادداشت نقل کی کہ جب دل چاہے پڑھ لیا کروں گا۔ افسوس ابتدائی زمانے کے بہت سے عریضے محفوظ نہ رہ سکے اور نہ کوئی ترتیب رہی۔ بس جو عریضہ ملا اُس کی نقل کر لی گئی۔

احقر
عنایت علی

یہاں پر میں سب سے پہلے وہ خط نقل کر رہی ہوں جس سے پتہ چلتا ہے کہ والد صاحب کی بڑے حضرت سے ملاقات کیسے ہوئی۔ بڑے حضرت نے اُن کو کیسے اپنی صحبت میں رکھنا قبول کیا۔ یہ اس خط میں انہوں نے مختصر طور پر سارا واقعہ لکھا اور بڑے حضرت کو روانہ کیا۔ اس خط کے جواب کی وسعت کو میں نہیں سمجھ سکتی مگر حضرت والا کا جواب میں یہ لکھ دینا کہ ﴿دُعا کرتا ہوں، دُعا چاہتا ہوں﴾ ایک پیر کی اپنے مرید پر خاص عنایت اور نظر کرم اور وسعت ہے جو ایک عام اِنسان کی فہم سے بالاتر ہے یہ وہی جان سکتا ہے جو جاننے کی وسعت رکھتا ہے۔

عریضہ نمبر 19 بعنوان سوانح عمری

حضرت سیدی حبیبی دام فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ! حضرت والا کے الطاف وکرم ابتدائے محبت سے لے کر آج تک جو غلام پر مبذول ہوئے۔ وہ سب یاد ہیں۔

تقریباً اٹھارہ سال کی عمر تھی کہ خود بخود حضرت والا کی محبت دل میں پیدا ہوئی۔ اور پچیس کوس کا سفر پیدل طے کر کے حضرت والا کی خدمت میں پہلی دفعہ حاضر ہوا اور عصر کی نماز کے بعد حضرت والا سے ملاقات ہوئی۔ حضرت والا نے بڑی پیاری آواز سے سلام علیک کا جواب دیا اور فرمایا کہ بھائی کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کیا آپ کو دیکھنے کے لئے۔ آپ نے فرمایا کتنا ٹھہرو گے؟ میں نے کہا چھ روز پھر آپ نے فرمایا، کھانا کہاں کھاؤ گے؟ میں نے کہا کہ میں خرید کر کھانا کھاؤں گا۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا خیر وہ رات گزر گئی۔ اگلے روز عصر کے وقت ایک پرچہ پر میں نے اپنا نام لکھ کر آپ کے مصلے کے نیچے رکھ دیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ شخص خلوت میں کچھ کہنا چاہتا ہے۔ آپ نے مصلے کے نیچے سے وہ پرچہ نکال کر اپنے رومال میں باندھ لیا اور مغرب کی نماز کے بعد پرچہ دیکھ کر مجھ کو آواز دی۔ میں فوراً خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اور مصلیٰ سے علیحدہ بیٹھ گیا۔ آپ نے نہایت پیارے لہجے میں فرمایا کہ یہاں مصلے پر آ جاؤ۔ پس میں مصلے پر حضرت والا کے پاؤں سے لگ کر بیٹھ گیا اور ڈر سے کانپ رہا

تھا۔آپ نے فرمایا'' کہو بھائی کیا کہتے ہو؟'' میں نے ڈرتے ڈرتے کہا'' حضور میں پیری مریدی کے حال سے تو واقف نہیں مگر میرا دل یہ چاہتا ہے کہ ساری عمر آپ سے جدا نہ ہوں اور میں کچھ پڑھا لکھا بھی نہیں ہوں۔'' آپ نے فرمایا:'' بھائی میں تمہارے لئے ہر طرح حاضر ہوں۔'' پھر میں نے عرض کی کہ مجھے ایک پیر صاحب نے مرید کر لیا تھا وہ ایک دفعہ میرے پاس آئے اور آٹھ روز رہے۔اس وقت میرے پاس ایک ہی روپیہ تھا میں نے ان کو دے دیا روپیہ لے کر کہنے لگے کہ اگر تم بہت سا روپیہ دیتے تو میں تم کو وہ چیز دیتا جو میرے سینے میں ہے۔غرض وہ ایک روپیہ دینے پر مجھ سے ناراض ہو گئے اور پھر کبھی نہیں ملے۔اس پر آپ نے فرمایا کہ'' ہائے کیسے پیر ہو گئے چھوڑ دو ایسے پیر کو۔'' غرضیکہ حضرت والا سے عرض بیعت بھی نہیں کی تھی۔

چار سال کے بعد بذریعہ کارڈ میں نے دریافت کیا کہ حضور نے مجھے مرید کر لیا ہے یا نہیں؟ اگر نہ کیا ہو تو اب کر لیجئے۔آپ نے یہ جواب فرمایا تھا کہ!'' میں نے تم کو پہلی ہی ملاقات میں مرید کر لیا تھا، مطمئن رہو۔'' پہلی ملاقات میں محبت کے سبب میں نے عرض کی کہ میرا آپ کے دیکھنے سے جی نہیں بھرتا اور ہر گھڑی مصافحہ کرنے کو دل کرتا ہے۔آپ نے فرمایا مجلس میں میرے سامنے بیٹھ جایا کرو اور خوب دیکھا کرو اور جب دل چاہے مصافحہ کر لیا کرو میں آپ کو یہ تکلیف دیتا تھا مگر بے خبر تھا۔

پھر چھ روز کے بعد میں نے آپ سے رخصت طلب کی۔اور اس وقت آپ کی جدائی کے سبب میرا دل بے چین ہو گیا اور میں ایسا رویا کہ چیخ نکل گئی۔آپ نے مجھ کو اپنے سینہ مبارک سے لگایا اور پیر جی ظفر احمد صاحب (حضرت والا خسر) پاس ہی کھڑے تھے ان سے فرمایا کہ اس کو میرے ساتھ عشق ہے پھر اپنا ہاتھ مبارک میرے دل پر رکھا اور نہایت پیار سے فرمایا'' بھائی جب دل چاہے آجایا کرو، اور مجھے دل سے قریب جانو۔'' غرض یہ غلام عشق و محبت کے سبب روتا ہوتا چلا آیا۔اور ایک خواب کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا کہ تم کو مجھ سے بہت فیض ہو گا۔اللہ اکبر! حضرت والا کی

بصیرت پر قربان۔ بعض دفعہ کم فہمی اور بے علمی کی وجہ سے مجھ کو خیال ہوتا تھا کہ حضرت والا کو میری طرف توجہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت میرے دل میں ایسی بھری کہ آپ کے بارے میں یہ کہتا تھا کہ

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے — یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے
سمایا جب سے میری نظروں میں تو ہے — جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

ایک دفعہ یہ غلام ملک برہما چلا گیا تو خواب میں آپ نے فرمایا کہ میں تم کو چھوڑوں گا نہیں چاہے جتنی دُور چلے جاؤ غرضیکہ ساری عمر کے حالات سامنے ہیں۔ ''اللہ اکبر'' کیا ٹھکانہ ہے حضرت والا کے الطاف وکرم کا کہ یہ غلام عمر کے لحاظ سے بس بچہ ہی تھا اور بے علم جاہل تھا غریب و مفلس تھا مگر کیسی اچھی اچھی تدبیروں سے مہربانیوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف لگایا۔ دنیا کے اور شیطان کے فریبوں سے بچایا۔ خوب کھرا کھوٹا دکھایا۔ حضرت والا کے فیوض و برکات، شفقت و رحمت، لطف وکرم کی بارش جو غلام پر ہوتی رہی وہ اب معلوم ہوئی اب مرید ہونے کا مزہ آیا اور انجام معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں جو لذت ہے راحت ہے اُس کا بیان کیسے کروں؟ حضرت والا کی برکت سے ارشاد مرشد کے تمام وظائف اور ''قصد السبیل'' سے اسم ذات چھ ہزار مرتبہ معمول ہے۔ سب پورے ہو جاتے ہیں اور تھکن نہیں ہوتی۔ دوازدہ تسبیح کا بہت شوق بڑھا ہوا ہے۔ اور اِن شاء اللہ زندگی بھر نہیں چھوڑوں گا۔ موت بھی پیاری لگتی ہے اور دنیا میں دل نہیں لگتا۔ تہجد میں اُٹھتے وقت اور قیلولہ کے بعد دنیا ایک قید خانہ سا معلوم ہوتی ہے سجدے میں دل کو چین پڑتا ہے دل کی حالت کیسے لکھوں؟ اللہ تعالیٰ کی محبت میں گویا دل نکلا جاتا ہے اور یوں کہتا ہوں:

''اے اللہ پاک یہ تیرے پنمار کا دل حاضر ہے اسے لے لو۔''

اور دل کی حالت اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس دُعا کے موافق ہو رہی ہے۔''

شوق میں جیوں تیرے تازندگی — عشق میں تیرے گزاروں عمر بھر

وقت جو گزرے تیری یاد میں گزرے جان جب نکلے تو نکلے تیرے نام پر
گور کی منزل جوازِ قرب ہو جب کروں اس دارِ فانی سے سفر

حضرت والا بھی اللہ تعالیٰ کے واسطے دُعا فرمائیں کہ اللہ و رسول کی محبت دنیا سے لے کر جاؤں۔ (فقط غلام عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔ ۲ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ)

الجواب: ﴿السلام علیکم! مبارک حالات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور زیادہ کریں۔ دُعا کرتا ہوں۔ دُعا چاہتا ہوں۔﴾ اشرف علی

یہاں پر "عریضہ نمبر ا" لکھ رہی ہوں۔ وضاحت کرتی چلوں کہ اس عریضہ میں والد صاحب نے حضرت والا سے استدعا کی اور اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے اس اَمر کا اظہار کیا کہ میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں آج کل کے پیر ہوتے تو فرماتے کہ آ جاؤ اور میری خدمت کرو مگر اعلیٰ حضرت نے کس خوب صورتی سے اپنے جواب میں آنے سے باز رکھا اور کس محبت سے تسلی دی۔ ملاحظہ ہو۔

"عریضہ نمبر ۱/" ...... حضرت سیدی و مرشدی دام فیوضکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ حضرت والا خبر نہیں اس غلام کو کیا ہو گیا ہے کہ حضرت والا کی محبت اور فرقت نے بے چین کر دیا ہے اور چاروں طرف اندھیرا نظر آتا ہے بڑی ہی بے چینی ہے اب تو یہ دل چاہتا ہے کہ حضرت والا کی خدمت اقدس میں دو مہینے رہوں اور دیدار پر انوار سے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچایا کروں۔ ایک آگ سی دل میں لگی ہوئی ہے کیا کروں بہت لاچار ہوں۔ بال بچوں کو چھوڑ کر کس طرح آ کر رہوں۔ بس جوشِ محبت میں گھٹ گھٹ کر رو لیتا ہوں۔ دل دنیا سے بے زار ہے کیونکہ اب غلام کے دل لگنے کا یہی ایک ذریعہ ہے کہ خوب جی بھر کر آپ کو دیکھا کروں۔ دُعا اور احسانوں کا محتاج۔

غلام عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔ (۶ ذی قعدہ ۱۳۶۱ھ)

الجواب: ﴿السلام علیکم یہ سب محبت کے کرشمے ہیں۔ مگر محبت سے زیادہ حق تعالیٰ کی حکمت اور احکام قابل رعایت ہیں۔ لہٰذا حقوق مقدم ہیں دُعا کرتا ہوں﴾ اشرف علی

والد صاحب نے ایک خواب مبارک دیکھا تو اس کے بارے میں حضرت والا سے بذریعہ خط دریافت فرمایا۔ وہ عریضہ نقل ہے۔

"عریضہ نمبر۲" حضرت سیدی حبیبی وسیلتہ الی اللہ یومی وغدی دام فیوضکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ حضرت والا! اپنے مزاج مبارک کی خیریت سے مطلع فرمائیں کہ دل کو راحت ہو۔

الجواب: ﴿بحمد اللہ تعالیٰ خیریت سے ہوں﴾

بعد نماز پنجگانہ ایک سو بار یہ درود شریف "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ" پڑھتا ہوں۔ تقریباً پندرہ روز ہوئے رات کو حضرت والا کو خواب میں دیکھا کہ آپ بڑے ذوق وشوق سے یہ درود شریف پڑھ رہے ہیں۔ اور میں غور سے سُن رہا ہوں۔ "صلی اللہ علی سیدنا محمد و اٰلہٖ و اصحابہ وسلم" پھر آنکھ کھل گئی اگر چلتے پھرتے اس کو بھی پڑھ لیا کروں تو کچھ حرج تو نہیں ہے۔

﴿الجواب: کیا حرج ہوتا ہے﴾

اور پہلے درود کے مقابلے میں ثواب تو کم نہ ہوگا؟ دُعائے برکت کا محتاج

عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔ ۷ ربیع الاوّل ۱۳۵۳ھ۔

الجواب: ﴿اس فکر میں نہ پڑو کام میں لگو۔ دُعا کرتا ہوں۔﴾ اشرف علی

اس عریضہ میں حضرت والا کو اپنی اس کیفیت کے بارے میں بتاتے ہیں جو آپ کا عریضہ پڑھ کر ہوئی۔ کسی وعظ کا پڑھنا اور اس کا اس قدر بغور مطالعہ کرنا کہ اس کے الفاظ سے کسی مرید کی باطنی کیفیت بھی بدل جائے۔ یہ سب رموز کی باتیں اللہ اور اس کے رسول سے عشق رکھنے والے اللہ کے برگزیدہ بندے ہی جانتے ہیں۔

"عریضہ نمبر۳"...... حضرت عربی برحق دام الطافکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ حضرت والا کے صدقہ سے ایسی حالت ہو رہی ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کی یاد کے دل میں چین نہیں پڑتا۔ تین چار دن ہوئے حضرت والا کا وعظ الباطن پڑھ رہا تھا۔ اس میں یہ الفاظ آئے کہ سلطان المحبوبین کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے۔ ان الفاظ

سے دل پر ایسا اثر ہوا کہ کئی روز ہو گئے برابر اللہ تعالیٰ یاد آتے ہیں اور ایسی لذت آتی ہے کہ اگر خلوت ہوتی تو اللہ تعالیٰ کی محبت میں خوب زور کی آواز سے روتا اب گھٹ گھٹ کر روتا ہوں۔ یہ خطاب و القاب غلام نے اللہ تعالیٰ کی شانِ محبوبیت میں کبھی نہیں سُنے بہت ہی پیارے لگتے ہیں۔ اس میں کوئی غلطی تو نہیں ہے۔

﴿الجواب: نہیں﴾

اللہ تعالیٰ کی محبت زیادہ ہونے کی دُعا فرما دیجئے۔

﴿الجواب: دُعا کرتا ہوں﴾.... اور اپنی خیریت سے بھی اطلاع دیجئے۔

غلام عنایت علی۔ از لدھیانہ۔ ۱۱ رمضان ۱۳۵۷ھ

مندرجہ ذیل عریضے کو پڑھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی مسلمان بندہ کسی بلند مرتبہ مرشد سے فیوض و برکات حاصل کرتا ہے تو اس کی حالت کیسی ہو جاتی ہے وہ کس طرح سے دنیا کو بے معنی سمجھتا ہے اور اس کی کیفیت اللہ و رسول کی محبت میں کیسی ہو جاتی ہے؟ بلکہ اس کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت میں دنیا سے اُکتا جاتا ہے اور وہ ہر وقت بے چین رہتا ہے اور فکر کرتا ہے کہ کب اور کیسے اپنے رب کا دیدار حاصل کر لے۔

عریضہ نمبر ۴...... حضرت سیدی و مرشدی دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حال غلام۔ یوں تو ہر وقت حضرت والا کی توجہ پاک کے صدقے سے اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسرور رہتا ہے لیکن آج گیارہ بجے دن کے اللہ تعالیٰ کے احسان اور انعام بہت یاد آئے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں اتنی رقت ہوئی کہ دل اُچھلتا تھا اور دونوں ہاتھوں سے دبا رکھا تھا۔ اور قدرے آواز سے مسجد میں اور حجرے میں جا کر خوب رویا اور دل میں یہ خیال تھا کہ اگر دنیا و مافیہا کی عیش و عشرت ہو اور اللہ تعالیٰ نہ ہوں تو وہ عیش و عشرت خاک کے برابر بھی نہیں۔ بلکہ جنت میں بھی اگر اللہ تعالیٰ نہ ہوں گے تو جنت میں بھی دل نہ لگے گا۔ اے میرے اللہ میں تیرا بندہ ناپاک بندہ اب تجھ سے الگ رہ کر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اے میرے اللہ تیری جدائی دل کو گوارا نہیں میرا

حضور اس نالائق غلام کا یہ حقیر ہدیہ خدمت اقدس میں حاضر ہے۔اس میں کوئی بات خلاف شرع تو نہیں ہوئی۔

﴿الجواب: بالکل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔﴾

غلام عنایت علی۔۲۶ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ

اس خط کو پڑھ کر یہ بات پتہ چلتی ہے کہ جب کوئی اللہ کا پیارا بندہ اللہ کی محبت میں اتنا غرق ہو جاتا ہے کہ اسے دنیا اچھی نہیں لگتی وہ اس دنیا کو چھوڑ کر تارک الدنیا ہونا چاہتا ہے مگر ایک صحیح مرشد اُسے دنیا کی اہمیت سے بھی آگاہ کرتا ہے اور حقوق العباد پورے کرنے کا سبق دیتا ہے۔

''عریضہ نمبر ۹''.... بدرگاہِ عالیہ حضرت مربی برحق دام فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ومغفرتہٗ!

﴿الجواب: السلام علیکم﴾

حضرت والا کے صدقے سے گو غلام کو بڑی مسرت کا موقع ہے۔لیکن دنیا کی بے ثباتی سے دِل اچاٹ رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور نعمتیں اس قدر یاد آتی ہیں کہ وجد ہوتا رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی محبت میں رونا ہی آتا رہتا ہے اور ذکر سے غفلت نہیں ہوتی۔اور ایسا دل کرتا ہے کہ اگر حکم ہو اور بس چلے تو اپنے اللہ پر جان کو قربان کر دوں۔

دنیا ایک حیرت ناک میدان نظر آتا ہے۔دنیا کے بکھیڑے اچھے معلوم نہیں ہوتے البتہ ساتھ ہی میں یہ خیال بھی نہایت پختہ ہوتا ہے کہ شریعت کے موافق کسی کا کوئی حق ضائع نہ ہونے پائے۔اس حال میں غلام سے کوئی غلطی تو نہیں ہوتی۔دُعاء برکت اور احسانوں کا ہر وقت محتاج ہوں۔

غلام عنایت علی۔از۔لدھیانہ۔۱۲رشوال ۱۳۵۶ھ

الجواب:﴿آنچناں می رو کہ زیبا میروی۔دُعا کرتا ہوں۔﴾ اشرف علی

آج کل کے لوگ دوسروں کے جھگڑوں اور معاملات میں دخل دے کر سمجھتے

ہیں کہ شاید ہم بڑے بن گئے ہیں یا لوگ ہمیں اہمیت دے رہے ہیں مگر اللہ کے برگزیدہ بندے جھگڑے کی جگہ جانا بھی پسند نہیں کرتے اور اس کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ جھگڑنے والوں کو اس بات کا احساس ہو جائے کہ جھگڑا کرنا ہی بُرا عمل ہے۔

عریضہ نمبر ۱۰: حضرت سیدی و مرشدی دام فیوضکم ،السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

﴿الجواب: السلام علیکم﴾

حضرت والا اپنی خیریت مبارک سے مطلع فرما کر سرفراز فرمائیں۔

﴿الجواب: خیریت سے ہوں﴾

حال غلام۔ ایک گاؤں کے دو شخص آپس میں رشتہ دار ہیں۔ ایک مجھ سے بیعت ہیں اور دوسرے میرے سپرد ہیں۔ بوجہ زمین کے ان دونوں میں نا اتفاقی ہے اور ایک سال سے دیوانی میں مقدمہ ہے۔ جو بیعت ہیں وہ بے علم ہیں۔ اور جو سپرد ہیں وہ لکھے پڑھے ہیں۔ اور مقدمہ انہیں لکھے پڑھوں کی طرف سے ہوا ہے۔ اور انہی کو میرے بلانے کا خیال ہوتا ہے۔ پچھلے سال میں اور میرے گھر سے بلائے ہوئے گئے۔ دونوں طرف سے چاہا گیا کہ ان کے سامنے نااِتفاقی کا ذکر نہ آئے مگر چھپا نہ سکے میں نے کہہ دیا میں ان باتوں کو کیا جانوں؟ میری طرف سے سب ایک ہیں۔ لیکن حضرت والا طبیعت پر بوجھ بہت پڑا۔ اور یہ خیال ہوا کہ ایسی حالت میں ہرگز نہ آنا چاہیے تھا جبکہ صلح کا کوئی موقع نہیں۔ اب پھر انہوں نے بلانا چاہا میں نے کہا میں ایسی حالت میں کیسے آؤں؟ اور نہ میرا بلانا بہتر ہے۔ جب تمہارا فیصلہ ہو جائے گا اور صلح ہو جائے گی بلا لینا اور جھگڑے کی جگہ جانے سے مجھ کو نفرت ہے۔

اب بلانے والے کہتے ہیں کہ مقدمہ کا فیصلہ نہ جانے کب ہوگا یا ہم میں کسی اور بات پر نا اتفاقی ہو جائے تو پھر آپ کے نہ آنے سے رنج ہوتا ہے اگر آپ کہیں تو میں مقدمہ چھوڑ دوں چاہے میرا نقصان ہو مگر وہ لوگ مجھے ہر موقع پر دق کیا کریں گے میں نے کہا یہ وجہ میرے ذمے کیوں رکھتے ہو۔ میرے بلانے ہی میں کیا فائدہ ہے؟

یہاں آکر تو مل ہی جاتے ہو، کہنے لگے میرے گھر والوں کو آپ کے جانے سے فائدہ ہوتا ہے حضرت مولانا صاحب سے آپ اس بارے میں تحقیق کرلیں۔ لہٰذا حضور آپ سے درخواست ہے کہ ایسی صورت میں میرے جانے کے لئے کوئی دستور العمل تجویز فرمادیجئے۔ غلام عنایت علی۔از۔لدھیانہ ۱۳۵۵ھ۔

﴿الجواب: جھگڑے کی جگہ جانے سے کیا فائدہ؟ ان کو بھی تو معلوم ہو کہ جھگڑے سے ان کو نفرت ہے۔﴾ اشرف علی

اس خط میں والد صاحب اس بات کا ذکر کرتے ہیں کہ ایک میرے بڑے صاحبزادے جن کا نام جمیل الحسن تھا ان کے رشتے کے بارے میں بڑے حضرت سے مشورہ طلب کیا تو آپ نے بہت پیار سے سمجھا اور راستہ بھی دکھایا۔

''عریضہ نمبر ۱۱'' حضرت سیدی و مرشدی دام فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

غلام نے جمیل کے نکاح کی بابت خدمت عالیہ میں مشورہ کیا تھا کسی جگہ کے متعلق تو حضرت والا نے یہ جواب مرحمت فرمایا تھا کہ مجھ کو ان اُمور سے مناسبت نہیں کسی تجربہ کار، دیندار، سمجھ دار آدمی سے مشورہ کرو۔ سبحان اللہ ان برکت بھرے الفاظوں سے عقل بڑھی ہوش آیا گویا حضرت والا نے ڈوبتے کو تیرایا، حضرت والا کی برکت سے بلائے ناگہانی سے نجات ہوئی۔

غلام عنایت علی۔از۔لدھیانہ۔۔۔۴محرم ۱۳۵۶ھ

﴿الجواب: السلام علیکم! الحمد للہ، اللہ تعالیٰ آسانی فرمادے دُعا کرتا ہوں﴾ اشرف علی

اس خط میں ایک خواب کی تعبیر دریافت کی جو والدہ صاحبہ نے دیکھا تھا حضرت والا نے بہت ہی اچھی تعبیر تحریر فرمائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خواب کی تعبیر بتانا بھی آپ کے فیوض و علوم کا حصہ تھا۔

''عریضہ نمبر ۱۲'' از طرف اہلیہ عنایت علی۔ والدہ حسین اختر حضرت ابا جی صاحب دام ظللکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ اپنی خیریت سے اطلاع

فرمائیں۔ آپ بہت یاد آتے ہیں۔ نماز میں خوب دل لگتا ہے۔ اور یہ خیال ہوتا ہے کہ آپ کی برکت سے میں بھی خدا کے یہاں بخشی جاؤں گی۔ بندی بعارضہ پھوڑا پھنسی بیمار رہتی ہے کبھی کبھی بخار بھی آ جاتا ہے۔ دُعائے صحت اور توفیق طاعت فرمائیں۔ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ آپ گھر میں بڑی چارپائی پر بیٹھے ہیں اور بہت خوش ہیں کہ اتنے میں حافظ صاحب میرے شوہر نے دروازے پر آواز دی۔

آپ نے فرمایا حافظ جی کو بٹھاؤ۔ آپ کے پاس عربی رومال ہے اس میں سے ایک تسبیح سفید دانوں کی نکال کر مجھ کو دی اور فرمایا تو ہاتھوں پر درود شریف پڑھتی ہے اس پر پڑھا کرنا۔ یہ مکہ شریف سے آئی ہے اور ایک جائے نماز سرخ مخمل کی جو بڑی خوب صورت ہے حافظ صاحب کو دی پھر آنکھ کھل گئی اس وقت آپ بہت یاد آئے۔ بقلم عنایت علی اور یہ غلام بھی سلام عرض کرتا ہے۔

﴿الجواب: وعلیکم السلام﴾

﴿الجواب: برخوردار! السلام علیکم! ویسے دُعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ تمہارے جسم کو قلب کو صحت بخشے کہ دنیا اور آخرت میں آرام سے رہو بہت اچھا خواب ہے۔ اِن شاءاللہ تعالیٰ تم دونوں کو دینی نفع پہنچے گا۔﴾ اشرف علی

''عریضہ نمبر/۱۴۳''...... بابت تعبیر خواب

حضرت والا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

﴿الجواب: وعلیکم السلام﴾

اپنے مزاج مبارک کی خیریت سے مطلع فرمائیں۔

﴿الجواب: خیریت سے ہوں﴾

حضرت والا نے تحریر فرمایا ہے کہ خط میں دیر مت کیا کرو۔ اِن شاءاللہ تعالیٰ آئندہ بالکل دیر نہیں ہوا کرے گی۔ ''دعوات عبدیت'' جلد اوّل کا وعظ ''مہمات الدعا'' پڑھا اس میں یہ بھی بیان ہے کہ ''اور دُعا بڑے اہتمام سے کرنی چاہئے کہ وہ

خالی نہیں جاتی اور کچھ نہ ہو تو کیا یہ کم ہے کہ آخرت کے لئے اس کا اجر جمع رہے گا۔ الحمد للہ۔ یہ بیان پڑھ کر میرا دل یہ کرتا ہے کہ اپنے اللہ سے ہر وقت مانگتا رہوں۔ مُناجات مقبول بعد تہجد پڑھا کرتا ہوں دُعا کا بہت شوق ہے یہ کیسی حالت ہے؟

﴿الجواب: نہایت مبارک حالت ہے۔﴾

احقر نے ایک خواب دیکھا ہے اگرچہ بارشاد حضرت والا احقر خوابوں کی طرف التفات نہیں کرتا مگر خواب کچھ عجیب سا معلوم ہوتا ہے خواب یہ ہے کہ میں کس جگہ ہوں نہ رات ہے نہ دن ہے صبح کا سا وقت معلوم ہوتا ہے کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت چارپائی پر مردہ پڑی ہے اور بہت ہی خوب صورت ہے میں نے کسی جگہ سے قرآن شریف پڑھ کر اس کے منہ پر دم کیا وہ فوراً کلمہ طیبہ پڑھتی ہوئی بیٹھ گئی اور مجھے کہنے لگی کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا میں نے تم کو مردہ پڑے ہوئے دیکھا اور کلام الٰہی کچھ پڑھ کر تمہارے منہ پر دم کیا اور اللہ پاک نے اپنے کلام پاک کی برکت سے تم کو زندہ کر دیا۔ وہ کہنے لگی کہ میں تمہارے ساتھ رہوں گی میں نے کہا میرا نکاح ابھی ہوا ہے میں تم کو کس طرح رکھوں گا وہ باصرار کہنے لگی میں تمہارے ساتھ ضرور رہوں گی۔ میں نے کہا اچھا تمہاری خوشی ہے پھر میں کوئی چار قدم کے فاصلے پر وہاں سے آگے بڑھا تو وہاں پر ایک اور عورت مردہ پڑی ہے جسے پہلی دفعہ میں نے قرآن کریم پڑھ کر دم کیا تھا۔ ویسے ہی پھر پڑھ کر دم کیا وہ بھی کلمہ طیبہ پڑھتی ہوئی بیٹھ گئی اور پہلے ہی جیسا سوال کیا میں نے کہا میرے گھر میں آدمی موجود ہیں اس نے کہا پڑے ہوں۔ ہم سب بہنوں کی طرح مل کر رہیں گے۔ میں نے کہا اچھا تمہاری خوشی ہے پھر بیچ میں ایک ہرا درخت ڈیڑھ گز کا اُونچا وہاں پر ہے اس کے دوسری طرف کو ایک اور عورت مردہ پڑی ہے میں نے اس کو بہت چاہا کہ زندہ ہو جائے مگر وہ زندہ نہ ہوئی مگر قرآن مجید سے اس دفعہ میں نے کچھ نہیں پڑھا پھر آنکھ کھل گئی۔ حضرت والا کو اس اتنے لمبے عریضے کے پڑھنے سے تکلیف ہوگی مجبوراً اتنا لکھا گیا ہے۔

فقط والسلام　عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔ محلّہ باجڑیاں۔ ۹ رجب ۱۳۴۴ھ

﴿الجواب: عقل و رُوح عبادت سے زندہ ہو جاتے ہیں اور نفس کا مردہ ہونا ہی اچھا ہے۔ان ہی تینوں کو دیکھا ہے۔﴾ اشرف علی

اس خط کے پڑھنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کس طرح ایک سچا عاشق مرید اپنے پیر و محبوب کے پاس رہنا چاہتا ہے اور ان کے پاس آنے کے بہانے ڈھونڈتا ہے مگر مرشد حق اپنی خدمت گاری سے لاتعلق ہو کر مرید کے حقوق العباد کا خیال کرتے ہوئے کس کس انداز سے اسے اپنا شہر چھوڑنے سے باز رکھتے ہیں تا کہ حقوق العباد میں خلل نہ پڑ جائے۔

''عریضہ نمبر ۱۴'' حضرت سیدی و مرشدی دامت برکاتہٗ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔حال غلام۔یوں تو حضرت والا رات دن بہت ہی یاد آتے ہیں لیکن آج یہ عجیب حالت ہوئی کہ یہ غلام قرآن مجید پڑھ رہا تھا اور حرف حرف پر ذوق وشوق بڑھ رہا تھا کہ خود بخود حضرت والا یاد آئے اور جدائی کا غم اس قدر ہوا کہ گھٹ گھٹ کر بہت رویا اور اس وقت زبان سے یوں نکلتا تھا۔

کوئی صورت بنتی نہیں آنے جانے کی بُری حالت ہے شاہا تیرے دیوانے کی

غرض نصف پارے تک آپ بہت یاد آتے رہے اور تلاوت میں بہت ہی لذت آتی رہی اس میں کوئی نقصان کی بات تو نہیں ہوئی؟

﴿السلام علیکم! کچھ پہلے اگر نقصان ہوگا وہ بھی جاتا رہا۔﴾

ایک عرض یہ ہے کہ حضرت والا نے آٹھ برس ہوئے میری اہلیہ کی بابت فرمایا تھا کہ وہاں کی آب وہوا اس کے موافق نہیں آتی (کیونکہ اس کو تھانہ بھون کا پانی اور آب وہوا موافق ہے) تو آپ نے فرمایا تھا کہ اس کا علاج یہ ہے کہ جہاں کی آب وہوا موافق ہو وہاں کی مٹی۔بس اتنا یاد ہے اور ساری بات یاد نہیں رہی اگر حضرت والا کے یاد آجائے تو ترکیب مرحمت فرمائیں تا کہ علاج کیا جائے۔ غلام عنایت علی۔از۔لدھیانہ

﴿الجواب: السلام علیکم! جہاں کی آب وہوا موافق ہو وہاں کی مٹی اپنے ساتھ

لائے اور لدھیانہ میں روزانہ کسی صراحی یا گھڑیا میں تولہ دو تولہ مٹی ڈال دیا کرے۔ وہ مٹی نیچے بیٹھ جائے گی۔ اُوپر اُوپر کا پانی پیا کرے۔ اشرف علی

اس خط مبارک کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نیک بندے جب نماز کے عادی ہو جاتے ہیں تو ان کے لئے نماز رُوح کی غذا بن جاتی ہے اور وہ جب تک نماز ادا نہ کریں ان کو چین نہیں پڑتا۔ دنیا میں زندہ رہنے کے لئے اور روزمرہ کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے وہ مختلف کاروبار اور محنت بھی کرتے ہیں مگر مستقل ان کو وہی شغل اپنانا پڑتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر کیا ہوتا ہے۔

''عریضہ نمبر ۱۵'' حضرت قبلہ و کعبہ پیر و مرشد دام فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ پرسوں بروز بدھ قرآن مجید کی تلاوت زبانی کر رہا تھا۔ جب اس جگہ پہنچا ''تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِيْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ'' تو عجیب حالت تھی اور اسی وقت پانچ سجدے کئے اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اللہ تعالیٰ کی محبت اور عظمت سے دل بھرا ہوا تھا اور زبان سے یوں نکل رہا تھا۔ اے میرے اللہ غیبوں کے جاننے والے عیبوں کے چھپانے والے میری جان آپ پر قربان ہو مجھ بندے گندے کے پاس اس جان اور سر کے سوا اور کیا ہے؟ جو پیش کروں اور آپ کا شکر ادا کروں لیجئے یہ میرا سر حاضر ہے۔ اے میرے پاک اللہ میں آپ کے کسی احسان کا بھی شکر ادا نہیں کرسکتا قرآن مجید کے ہر ہر لفظ پر لذت آتی رہی۔

''ریا'' کے بارے میں ایک دن خیال گذرا کہ جو نماز اور ذکر وغیرہ عبادت کرنے کا معمول ہے اگر مجھے علیحدہ ساتویں زمین کے اندر جانے کا بھی موقع ہوا تو وہاں بھی یہی معمول رہے گا تو پھر ''ریا کہاں رہی؟'' اب تو مرنے ہی پر پڑی چھٹ جائیں اور نماز میں دل بہت لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ ہے ہر ہر رُکن میں ایسا دل کرتا ہے خصوصاً رکوع اور سجدے میں کہ قیامت تک اسی طرح جُھکا رہوں۔ اور سجدے میں پڑا رہوں یہ سب حالتیں کیسی ہیں؟ اگر اچھی ہوں تو دُعائے ترقی اور

استقامت علی الدوام کی فرمائیں۔ ورنہ اصلاح کی تدبیر مرحمت فرمائی جائے۔

﴿الجواب: اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، دُعائے ترقی کرتا ہوں۔﴾ اشرف علی

ایک بات یہ قابل اطلاع ہے کہ مدت سے کسی نہ کسی کاروبار کا شغل رکھتا ہوں۔ مگر کبھی فائدہ کی صورت نظر نہ آئی البتہ تعلیم قرآن کا سلسلہ جو محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے جاری کیا ہوا ہے اس میں دنیا کا فائدہ بھی ہے اور برکت معلوم ہوتی ہے اور جب دوسرے کام کرنے کا اِرادہ کرتا ہوں تو نقصان بھی اُٹھانا پڑتا ہے خبر نہیں یہ کیا حال ہے؟ اس میں کیا کرنا چاہئے۔

غلام عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔ ۱۳۴۴ھ

﴿الجواب: جس کا نفع دیکھ لیا وہ کرو اور جس کا نقصان دیکھ لیا وہ نہ کرو۔﴾

اشرف علی تھانوی

اس عریضہ کو پڑھ کر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے وعظ اور بیان کی بدولت اپنے مریدین وخلفاء کے دِلوں میں نہ صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھر دی بلکہ اولیاء کرام اور بزرگان دین کا عشق بھی ڈال دیا۔ کس طرح حضرت والا سے محبت رکھنے والے اولیاء کرام کے عشق میں مبتلا ہو گئے۔ سبحان اللہ۔

''عریضہ نمبر ۱۶/'' حضرت سیدی و مرشدی دام فیوضکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ ﴿السلام علیکم﴾ آج حسب عادت آپ کا وعظ ''رُوح الارواح'' مطالعہ کر رہا تھا۔ جب اس عبارت پر پہنچا کہ...... الحمد للہ ایسا شخص اس زمانہ میں حق تعالیٰ نے پیدا کر کے دِکھلا بھی دیا اس شخص کا نام ہے۔ امداد اللہ۔ سبحان اللہ۔ حق تعالیٰ نے اس شخص میں کیا کمال رکھا تھا جبھی تو بڑے بڑے علماء نے اِدھر رجوع کیا۔ اس عبارت پر ایک عجیب حالت رہی۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یاد آئے بدن کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہو گیا۔ زبانِ دل سے خود بخود اللہ اللہ بہت دیر تک نکلتا رہا۔ تین بار سورۃ اخلاص پڑھ کر ایصالِ

ثواب کیا۔ آگے کمال کر وعظ میں بزرگوں کے حالات آتے رہے اور اس عبارت تک وعظ مبارک کہ حضرت مخدوم کے بارے میں ڈوم نے کہا وہ بڑے رو گئے ہیں۔ مجھے تو کیا تمہیں بھی نہیں پوچھا۔ بس اتنا دریافت کیا کہ "پیرا ٹھیک ہیں۔" یہ سن کر حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ رقص کرنے لگے کہ الحمدللہ میں ابھی تک ان کو یاد ہوں۔ حضرت والا یہاں تک وعظ پڑھتے ہوئے آنسو بہنے لگے۔ اکیلا بیٹھا ہوا تھا بہت ہی گھٹ گھٹ کے روتا رہا۔ اور یوں دل کرتا تھا کہ اگر کہیں جنگل میں ہوتا تو خوب آواز سے چیخ چیخ کر روتا اور دل سے برابر اللہ اللہ نکلتا رہا۔ اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مخدوم صابر رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان جی حضرت شاہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی محبت مبارک میں جو دل کا حال تھا وہ بیان میں نہیں آتا۔ سب حضرات کو اور حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے ڈوم کو تین تین بار سورۃ اخلاص پڑھ کر بخشی اور دل و زبان سے یہ دُعا نکلتی تھی کہ اے میرے اللہ ان حضرات کے صدقہ سے مجھے بخش دیجئے اور گناہوں سے پاک وصاف کر دیجئے مگر اس وقت دل میں خود بخود حضرت والا کا تصور بھی تھا کیونکہ یہ سب حال حضرت والا ہی کی برکت اور طفیل سے دیکھنے میں آیا جو ان بزرگوں سے محبت ہوئی۔ ان حالات میں کوئی بات بُری تو نہیں۔

فقط غلام عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔ ۱۲؍ ربیع الاوّل ۱۳۵۰ھ

﴿الجواب: خدا تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنے مقبول بندوں کی اور اُن مقبول بندوں کے خادموں کی محبت نصیب کرے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔﴾ اشرف علی

اس عریضہ کو پڑھ کر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کسی ولی کامل کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ہو جاتا ہے تو باوجود اپنی ریاضت اور اطاعت کے اس کے دل میں خوف خداوندی اپنی کم تری، اللہ تعالیٰ کی برتری اور خوفِ آخرت کا احساس اس قدر ہو جاتا ہے کہ وہ ہر وقت اس بات سے خوف زدہ رہتا ہے کہ اگر بعد مرنے کے اللہ تعالیٰ نے حساب کتاب لیا تو کیا جواب دیں گے آخرت کے دن سے

اور یوم الحساب کا خوف ان پر مسلط رہتا ہے۔

''عریضہ نمبر ۷۱'' حضرت سیدی نبیی مد ظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ اس غلام کے پاس تقریباً ۷۰ بچے پڑھتے ہیں۔ اس لئے تھک جاتا ہوں اور فرصت بھی نہیں ہوتی۔ اس لئے ''اسم ذات'' صرف ڈیڑھ ہزار مرتبہ عصر سے پہلے روزانہ پڑھ لیتا ہوں۔ بعض دفعہ ذکر کی حالت میں خود بخود حضرت والا کا تصور آ جاتا ہے اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جانے حضرت والا اپنی سہ دری میں موجود ہیں اور حضرت والا کی طرف سے کچھ نور کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت میرے دل میں آتی ہے اور اس وقت اللہ تعالیٰ کی محبت میں بہت ذوق وشوق پیدا ہو جاتا ہے۔

﴿الجواب: مقام محمود ہے﴾

اور بدن کا رونٹا کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور بہت رونا آتا ہے اور لذت فرحت ایسی ہوتی ہے کہ دنیا کی بادشاہت بھی اس کے سامنے گرد معلوم ہوتی ہے یہ کیسی حالت ہے۔

﴿الجواب: محمود ہے۔﴾

چار دِن سے یہی حالت ہے اور دِل وزبان سے یہ دُعا نکلتی ہے کہ اے میرے اللہ میری جان تجھ پر قربان ہو جائے تیرا نام پاک لیتا ہوا مر جاؤں یہاں میں بندہ گندہ ہوں شرمندہ ہوں اپنی رحمت کا صدقہ اپنے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میرے تمام گناہوں کو معاف کر دے اور قیامت کے دن مجھ سے حساب نہ لیجیو میرے پاس سوائے شرمندگی کے اور کوئی جواب نہیں ہے۔ اے میرے اللہ مجھ سے راضی ہو جایئے۔

اے میرے اللہ میرے پیر ومرشد حضرت مولانا صاحب سے راضی ہو جایئے۔ جن کی برکت سے میں نے تجھ کو پہچانا۔ یہ دُعا مانگتا رہا اور زار زار روتا رہا۔ یہ حالت کیسی ہے؟

﴿الجواب: محمود ہے﴾

اگر ذکر کی حالت میں کبھی ایسا موقع آوے اور اتنی دیر ذکر بند کر کے رولوں

اور دُعا مانگ لیا کروں تو کچھ حرج تو نہیں ہے؟

﴿الجواب: کچھ حرج نہیں ہے﴾

ایک تمنا یہ لگی رہتی ہے۔ اوّل تو مدینہ منورہ میں یا مکہ معظمہ میں میری جان نکلے ورنہ حضرت والا کے قبرستان سے دُوری نہ ہو۔ خبر نہیں یہ تمنا کیسی ہے؟

﴿الجواب: بہت اچھی ہے بجز قبرستان کے﴾

ایک عرض یہ ہے کہ جہاں اور ہزار ہا احسانات حضرت والا کے مجھ پر ہیں اپنا اور اپنے اللہ کا صدقہ یہ دُعا بھی فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے حساب نہ لیں۔ مجھے اپنی رحمت سے بے پوچھے چھوڑ دیں۔

﴿الجواب: دِل سے دُعا کرتا ہوں۔﴾

غلام عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔ محلہ باجڑیاں۔ ۳ صفر ۱۳۴۰ھ

اس عریضہ کے پڑھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انسان پر جب کوئی پریشانی آتی ہے تو اس کی دو وجہ ہوتی ہیں اللہ کے نیک بندے سمجھتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی کے گناہوں کی وجہ سے اُس پر کوئی مشکل یا مصیبت نازل فرماتے ہیں تو وہ حقیقت میں مصیبت ہوتی ہے اور جب وہ اپنی محبت کی وجہ سے کسی کو پریشانی یا مصیبت میں مبتلا کرتا ہے تو وہ صورت مصیبت ہوتی ہے اُس پریشانی اور مصیبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے پیار کرنے والے بندے کو لذت محسوس ہوتی ہے اور جو مصیبت گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہے وہ کانٹوں کی طرح درد دیتی ہے اور اس کا فرق کیسے پتہ چلتا ہے وہ اس عریضہ کو پڑھ کر پتہ چلتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

''عریضہ نمبر ۱۸'' حضرت مربی برحق دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

﴿الجواب: وعلیکم السلام﴾ حضرت والا اپنی خیریت مبارک سے مطلع فرمائیں۔ ﴿الجواب: خیریت سے ہوں﴾

تا کہ دِل کو راحت ہو۔ حضرت والا کا وعظ ''اکبر الاعمال'' پڑھ رہا تھا۔ حسب

ذیل مضمون پر اللہ تعالیٰ کی محبت میں عجیب رقت اور لذت حاصل ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ کے دبانے کی قدر معلوم ہوئی۔ وہ مضمون یہ ہے۔ ”میں آپ کو ایک معیار بتلاتا ہوں جس سے حقیقتِ مصیبت اور صورت مصیبت میں فرق معلوم ہوگا وہ یہ ہے کہ جس مصیبت سے انقباض اور پریشانی بڑھے وہ تو گناہوں کی وجہ سے ہے اور جس سے تعلق مع اللہ میں ترقی ہو تسلیم و رضا زیادہ ہو وہ حقیقت میں مصیبت نہیں۔ حضرات انبیاء و اولیاء پر تو ان واقعات سے یہ اثر ہوتا تھا کہ پہلے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بڑھتا تھا اور رضا و تسلیم میں ترقی ہوتی تھی اور غایت انقیاد و تفویض سے یوں کہتے تھے۔

نا خوش تو خوش بود بر جانِ من   دل فدائے یار دل رنجان من

صاحبو! آغوش میں لینا دو طرح سے ہے۔ ایک یہ کہ چور کو پکڑ کر بغل میں دبانا۔ چور اس دبانے سے پریشان ہوگا اور ایک آغوش میں لینا یہ ہے کہ محبوب اپنے عاشق کو بغل میں لے کر دبائے اور خوب زور سے دبائے۔

اب تم اس کے دل سے پوچھو کہ وہ کیا کہتا ہے؟ کیا وہ اس تکلیف کی وجہ سے آغوش محبوب سے نکلنا چاہے گا ہرگز نہیں بلکہ یوں کہے گا؟

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت   سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

حق تعالیٰ دو طرح کے لوگوں کو دباتے ہیں۔ ایک تو ان کو جو چور ہیں۔ اور ایک ان کو جو حق تعالیٰ کے عاشق ہیں۔ اب تو آپ کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ ایک صورت مصیبت ہے اور ایک حقیقت مصیبت ہے۔ حقیقت مصیبت تو واقعی گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ مگر صورت مصیبت رفع درجات امتحان محبت کے واسطے ہی آتی ہے۔ پریشان کرنا بھی محبت کا ایک رنگ ہے۔ بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ محبت کی وجہ سے طرح طرح سے پریشان کرتے ہیں۔ حضرت والا اس مضمون کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی قدر معلوم ہوئی۔ اور حضرت والا کی برکت سے بدستور ہے۔ روز بروز اللہ تعالیٰ کی محبت اور قدر بڑھتی چلی جاتی ہے غفلت بالکل اُڑ گئی اور بعض وقت بڑا وجد ہوتا ہے اللہ

تحریک کے محبت میں رونا بھی بہت آتا ہے۔

﴿الجواب: مبارک ہو مبارک ہو اور زیادہ دُعا کرتا ہوں﴾

اور اللہ تعالیٰ کے احسان بہت یاد آتے ہیں۔ حالات واردات نئے نئے روز آتے رہتے ہیں لکھنے میں بھی نہیں آسکتے۔ دُعائے استقامت فرمائیے۔

﴿الجواب: دُعا کرتا ہوں﴾

غلام عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔ ۶ صفر ۱۳۵۲ھ

اس خط کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ والد محترم جب تک اعلیٰ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ قطب دوراں رہنمائے عاصیاں سے نہیں ملے تھے اس وقت تک ان کو صحیح معنوں میں عشق الٰہی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا؟ آپ کے وسیلے سے اُنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا۔

دین کا رستہ دیکھا۔ عشق مرشد کو جانا اور قربان جایئے اس مرشد با تدبیر پر جنہوں نے اپنے مرید میں پوشیدہ سچے مسلمان کو بیدار کیا۔ دین کا رستہ دِکھلایا اور اس کی لگن کو دیکھتے ہوئے وہ کچھ لکھ ڈالا جس کو پڑھ پڑھ کر والد صاحب مرحوم اس طرح زندہ رہے جس طرح بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ ڈوم کی زبان سے حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سُن کر مسرور ہوئے وہ بھی ان الفاظ کے سہارے جھومتے رہے اور جب تک زندہ رہے ان خطوط کو دیکھ دیکھ کر جیتے رہے۔

"عریضہ نمبر ۲۰" حضرت سیدی مرشدی و ماوائی و ملجائی دام الطافکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حضرت والا کی محبت سے دل میں ایک عجیب سی کشش پیدا ہو رہی ہے۔ اور حضرت والا کے احسان بہت یاد آتے ہیں۔ مرید ہونے سے پہلے یہ حال تھا کہ نہ اللہ کی پہچان نہ رسول کی اور نہ پیر کی۔ بس مسلمان کے گھر پیدا ہونے سے اتنا معلوم تھا کہ ہم مسلمان ہیں۔ نہ شریعت کا پتہ اور نہ دین و مذہب کا۔ بلکہ جب شروع شروع میں آپ سے محبت ہوئی اور آپ کے حالات معلوم ہوئے تو لوگوں سے کہتا تھا

کہ آپ شریعت کے بہت پابند ہیں۔ آپ کی تابعداری کرنا بہت مشکل ہے ہر بات کو ناجائز بتلاتے ہیں کیونکہ لوگوں میں یہی مشہور تھا اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ حضرت والا کی محبت نے مجھے مالا مال کیا۔ حضرت والا کے فیوض و برکات میرے دل پر بارش کی طرح برستے ہیں اور دین کی برکتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اور سرور عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان بہت یاد آتے ہیں اور آپ کے احسان یاد کر کے کہتا ہوں کہ اے اللہ اُن کا کیا شکر ادا کروں کہ جن کے طفیل سے تجھ کو پہچانا۔ حضرت والا دل میں یہ آتا ہے کہ میں آپ کے اُوپر جان بھی دے دوں۔ فقط غلام حقیر خاک پائے نعال مبارک۔ عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔ ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ۔

﴿الجواب: السلام علیکم ! جان دینے کی ضرورت نہیں زبان سے کام لینا کافی ہے۔ یہ دُعا کر دیا کرو۔ اے اللہ اشرف سے راضی ہو جا۔﴾ اشرف علی۔ از۔ تھانہ بھون۔

"عریضہ نمبر ۱۲" حضرت سیدی و مرشدی۔ دام مجدھم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

﴿الجواب: السلام علیکم﴾

میرے پیٹ میں تلی بڑھ گئی ہے علاج کر رہا ہوں اس لئے سست ہی رہتا ہوں۔ دُعائے صحت فرما دیجئے۔

﴿الجواب: اللہ تعالیٰ شفاء بخشے۔﴾

اسی کمزوری کے سبب اسم ذات آج کل پڑھا نہیں جاتا۔

﴿الجواب: تھوڑا سا پڑھ لیا کرو۔﴾

اور تہجد پڑھتا ہوں لیکن تہجد میں ذکر تھوڑا سا ہوتا ہے۔ نیند آجاتی ہے البتہ اللہ تعالیٰ سے محبت بہت ہے۔ اور ہر وقت درود شریف یا دُعا زبان پر جاری رہتی ہے۔

حضرت والا کی سہ دری میں ایک پرچہ لگا ہوا تھا جس میں شاید یہ شعر ہے کہ ۔

اگر میں نے کسی کو مارا بھی ہو بُری بات کہہ کر پکارا بھی ہو

اگر وہ پرچہ کوئی ہو تو ارسال فرما دیجئے مجھ کو بہت اچھا لگا ہے اور اس پر کچھ کچھ

عمل کرنا بھی شروع کر دیا ہے۔ غلام عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ

﴿الجواب: پرچہ رکھتا ہوں اور ایک تعویذ تلی کا مرسل ہے۔ مع ترکیب کے بہت لوگوں کو نفع ہوا ہے۔﴾

اس عریضہ کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اعلیٰ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانے والے مریدین کے لئے ایک خانقاہ بھی بنی ہوئی تھی جہاں پر دوسرے شہروں سے آئے ہوئے حضرات کو ٹھہرایا جاتا تھا کیا کمال احساس تھا کہ مسافروں کو کہیں اور ٹھہرنے میں تکلیف نہ ہو اور حضرت کے جاہ وجلال اور شفقت وعنایات سب کو نظر میں رکھتے ہوئے ہر مرید باشریعت ان سے لکھ کر بھی اجازت طلب کرتا تھا۔ ملاحظہ ہو۔

”عریضہ نمبر ۲۲“....(بابت حاضری خانقاہ اشرفیہ میں)

حضرت والا کی زیارت مبارک سے دل نہیں بھرتا۔ دل میں جوش مار مار کر محبت اُٹھتی ہے اور آج شام کی گاڑی سے چلا جاؤں گا اور شام کو حضرت والا کی مجلس نصیب نہ ہوگی۔ اگر اجازت ہو تو صبح ۹ بجے کی مجلس میں آ کر بیٹھ جاؤں۔ اور دیدار پرانوار سے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاؤں اور شاید دل کی بے قراری کم ہو۔

﴿الجواب: اجازت ہے۔﴾

غلام عنایت علی۔ مقیم خانقاہ

اس عریضہ کو پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین اور محبین جو اُن کی صحبت اختیار کر لیتے ہیں ان کا دل یہ چاہتا تھا کہ وہ مکمل طور پر وہ طرزِ زندگی اختیار کریں جو حضرت والا کا تھا اور اس کے پیچھے یہ راز پوشیدہ تھا کہ آپ کے تمام عمل اور طرزِ زندگی اور دستورِ عمل عین سنت کے مطابق تھے آپ کے ہر عمل میں اس بات کی احتیاط تھی کہ کوئی کام شرع اور سنت کے منافی ہرگز نہ ہو۔ سبحان اللہ۔

”عریضہ نمبر ۲۳“ حضرت سیدی و مرشدی دامت برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

﴿الجواب: السلام علیکم﴾

حضرت والا کے فیوض وبرکات کے صدقہ سے اس غلام کی حالت اللہ تعالیٰ کی محبت میں عجیب ہی ہوتی جاتی ہے کوئی ذکر ہو مثلاً تلاوت قرآن مجید، نماز، درود شریف یا اسم ذات ہر ایک ذکر میں دل بہت لگتا ہے اور خوب لذت آتی ہے کسی ذکر کو بھی چھوڑنے کو دل نہیں کرتا۔ سب اوراد بفضلہٖ تعالیٰ پورے ہو جاتے ہیں تلاوت میں یہ حال ہے کہ ہر ایک لفظ پر لذت آتی ہے اور یوں دل کرتا ہے کہ ہر وقت قرآن شریف پڑھتا رہوں نماز کی پابندی تو بے حد ہے نماز کی علیحدگی دل پر شاق گذرتی ہے کیونکہ حضرت والا کو دیکھا ہے وہی طریقہ آنکھوں کے سامنے رہتا ہے جب سے حضرت والا سے محبت ہوئی ہے۔ نماز بھی قضاء نہیں ہوئی۔ اور دل کو یہ تمنا ہوتی ہے کہ عبادت اور معاملات اور معاشرت میں حضرت والا کا طریقہ رکھوں اور اس میں بہت کوشش کرتا ہوں اور یہ سب باتیں اور حال کیسا ہے؟

﴿الجواب: مبارک ہے محمود ہے۔﴾

دماغ کی کمزوری کے سبب ''دوازدہ'' تسبیح اور ذکرِ اسم ذات مختصر کرتا ہوں۔ کچھ حرج تو نہیں ہے؟ حضرت والا دُعا فرمائیں کہ دنیا سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا لے کر جاؤں۔ اور ہر ایک قسم کی معصیت سے نجات پاؤں۔

غلام عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔ ۴ ر جب ۱۳۵۱ھ۔

﴿الجواب: دِل سے دُعا کرتا ہوں﴾ اشرف علی

اس خط کے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اکثر لوگ جب نماز پڑھتے ہیں تو ان کو اکثر نماز میں یا عبادت میں وسوسے گھیر لیتے ہیں۔ ان وسوسوں کے بارے میں اعلیٰ حضرت والا نے وضاحت فرمائی ہے کہ ان کے پیچھے نہیں پڑنا چاہئے بلکہ اپنی عبادت میں مصروف رہنا چاہئے۔

''عریضہ نمبر ۲۴'' ... حضرت مربی برحق دام فیوضکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

بہت بچوں کو پڑھانا پڑتا ہے اس لئے تھک جاتا ہوں اور کوئی وقت اسم ذات

پڑھنے کا ملتا نہیں۔لیکن تہجد کی نماز میں بھی ایک پارہ یا کم وبیش پڑھ لیتا ہوں اور دوازدہ تسبیح نصف مقرر کررکھی ہے اور اِسم ذات کی تین تسبیح اسی وقت پڑھ لیتا ہوں باقی کوئی عبادت ایسی نہیں کہ جس میں دل نہ لگتا ہو۔قرآن مجید پڑھنے میں بہت دِل لگتا ہے تہجد کی نماز میں پارہ عم ختم کرتا تھا تو تلاوت شروع کرتے ہی خود بخود حضرت والا یاد آئے اور دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ سے خوب دِل لگا کر باتیں کروں اور پڑھتے پڑھتے جب ''سورۃ النازعات'' شروع کی تو حضرت والا کا لہجہ یاد آ گیا۔اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں کمر جھکنے کے قریب ہوگئی۔اسی طرح ''سورۃ انفطار'' تک ایک رکعت پوری کی۔عجیب سما اور وقت تھا اور نماز میں دل یوں لگتا ہے اگرچہ وسوسے بھی آئیں کہ میں خوش ہوتا ہوں کیونکہ جگہ جگہ حضرت والا کے وعظوں میں اور مجلسوں میں یہ نصیحت ہوتی ہے کہ وسوسوں کے پیچھے نہ پڑنا چاہئے۔بلکہ خوش ہونا چاہئے اس لئے میں وسوسوں سے پریشان نہیں ہوتا۔اب اس کا اثر یہ ہے کہ ہرایک عبادت میں دل لگتا ہے اور لذت آتی ہے اگر ان حالات میں کوئی بات اچھی ہو تو دُعاءِ استقامت فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے حضرت والا کا پورا پورا اتباع نصیب کرے اور میری یہ تمنا بھی پوری کرے کہ قیامت کے روز آپ کا ساتھ ہو۔

غلام عنایت علی۔از۔لدھیانہ۔۱۸/ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ

﴿الجواب:السلام علیکم مبارک ہو۔دل سے دُعا کرتا ہوں۔﴾ اشرف علی

اس عریضہ مبارک کو پڑھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اللہ کے نیک بندے جب وظائف وغیرہ میں مشغول ہوجاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اُن کی یہ خواہش ہونے لگتی ہے کہ اب ان پر کشف وکرامات ظاہر ہونے لگیں مگر اس عریضہ میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ کشف کی خواہش سے کہیں بہتر ہے کہ اللہ کے ولی کی زبان سے تین بار صدق دل سے سبحان اللہ نکلے کیونکہ اہل طریقت کو بھی غلطی ہوجاتی ہے کہ وہ حالات وکمالات کو اصل مقصود سمجھنے لگتے ہیں لیکن درحقیقت مقصود منزل تو یہ ہے کہ نماز

روزہ اور پابندی شریعت میں لذت آئے۔ ملاحظہ کیجئے۔

''عریضہ نمبر/۲۵'' حضرت سیدی حبیبی دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

﴿الجواب: وعلیکم السلام﴾

''دعوات عبدیت'' جلد نہم کا دوسرا وعظ ملقب باتباع المنیب کو پڑھا جو باتیں معلوم نہیں تھیں۔ معلوم ہوئیں۔ اور بعض جگہ وجد ہوتا تھا اور زبان سے اللہ اللہ یا الا اللہ پانچ پانچ منٹ تک نکلتا رہتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں آنسو بہہ رہے تھے حضرت والا نے شریعت پر چلنے کے لئے ساری عمر کا دستور العمل بتلا دیا ہے اور خود بخود زبان سے یہ نکلتا تھا۔

اشرف دامن کو نہ چھوڑوں گا تیرے کر دے گر تو ٹکڑے ٹکڑے میرے

یہ شعر نہیں تھا مگر وجد میں آ کر اس طرح پڑھتا تھا اور ساتھ ہی دل میں یہ بھی خیال تھا کہ حضور کو نہیں چھوڑوں گا اور پھر اشرف کی جگہ دل سے لفظ اللہ نکلتا تھا اس طرح کہ۔

اے میرے اللہ نہ چھوڑوں گا در کو تیرے تو کر دے گر ٹکڑے ٹکڑے میرے

اس وعظ مبارک میں یہ مضمون آیا ہے کہ ان باتوں کو انابت میں کچھ دخل نہیں کیونکہ ان سے قرب نہیں ہوتا۔ اور تین مرتبہ سبحان اللہ کہے تو اس سے قرب ہوتا ہے بس ہزار کشف کرامت سے تین مرتبہ سبحان اللہ کہنا افضل ہے۔ حضرت جن اعمال کو آپ حقیر سمجھتے ہیں وہی اصل مقصود ہیں اس وقت بعض اہل طریق کو بھی غلطی ہوتی ہے کہ وہ حالات اور کیفیات کو اصل مقصود سمجھ گئے ہیں۔ خوب سمجھ لینا چاہئے کہ مقصود بالذات یہی نماز روزہ ہے کیفیات وغیرہ تو انہیں نماز اور روزے کی درستگی کے لئے ہیں۔ حضرت والا ایک برس کے بعد اب احقر سے یہ مرض دُور ہوا مجھے خیال ہوتا تھا کہ بچوں کو پڑھاتا ہوں اور طریقے کے موافق ذکر ہوتا نہیں۔ فرصت کم ہے۔ اس طرح تو ساری عمر کوئی کیفیت بھی نہ ہوگی حالانکہ حضرت والا کی برکت سے قرآن مجید سے بے حد محبت ہے اور اس کے پڑھنے کو سب ذکروں سے افضل واکمل سمجھتا ہوں مگر کیفیات کے حاصل نہ ہونے سے یہی خیال ہوتا تھا کہ طریق معروف ہی کے موافق ذکر کیا جائے تب ہی

کیفیات حاصل ہوں گی مگر حضرت والا کے اس وعظ کے پڑھنے سے دل پر یہ اثر ہوا کہ مقصود تو نیک اعمال ہیں۔ معاصی سے رُکنا اور اعمال اچھے کرنا ہی اس میں اللہ تعالیٰ کا قرب ہے۔ اب الحمدللہ طاعت حق سے رغبت زیادہ ہوئی ہے اور پہلے سے زیادہ یکسوئی معلوم ہوتی ہے یہ حالت اگر اچھی ہو تو استقامت علی الدّوام کی دُعا فرمائیں۔

بندہ عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔ محلّہ باجڑیاں۔ ۲۷ صفر ۱۳۴۸ھ

﴿الجواب: بہت اچھی نہایت اچھی، دل سے دُعا ہے﴾ اشرف علی

اس عریضہ میں حضرت والا کی اپنے مریدین پر مہربانیاں ظاہر ہوتی ہیں یہاں پر دو تین خط ہیں جن کا سلسلہ یہ ہے کہ حضرت والا مجی ومحبوبی ومولائی کے گھر میں چھوٹی پیرانی صاحبہ کی صاحبزادی صاحبہ کی شادی تھی۔ جس میں والد صاحب کو بمع والدہ صاحبہ کے شرکت کی دعوت دی گئی تھی جس کے جواب میں والد صاحب نے عرض کی تھی کہ مجھ پر کچھ قرض ہے۔ اور سفر خرچ وغیرہ بھی نہیں ہے مگر دعوت بصورت حکم ہے۔ تو اس سلسلے میں حضرت والا کی مہربانی اور شفقت کس کے نصیب میں ہوگی۔

ایسے پیر اس دور میں، کہاں سے ملیں گے۔ کیا شان اور کیا طریقت ہے حضرت والا کی شان میں بیان کرنے کے لئے الفاظ بہت چھوٹے معلوم ہوتے ہیں کس کس طرح اپنے مریدین اور محبین پر نظر کرتے اور ہر قسم کی پریشانیوں سے بچاتے تھے۔ یہاں پر وہ خطوط درج کیے جاتے ہیں۔

"عریضہ نمبر ۲۶" (چھوٹی پیرانی صاحبہ کی صاحبزادی صاحبہ کی رخصتی تھی اس میں شریک ہونے کیلئے مجھ کو اور میری اہلیہ کو بلایا تھا ریل کا کرایہ نہ ہونے کے سبب میں نے عرض کردیا کہ میں خرچہ نہ ہونے کے سبب معذور ہوں پھر حضرت والا نے خرچہ بھیجا تھا)۔

ایک کارڈ جوابی کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

السلام علیکم! آج منی آرڈر میرا بھیجا ہوا وصول ہوگیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فراغت کردی۔ اب قرض کرنا کیا ضرور یہاں آجانے کے بعد پھر اس بارے میں

مجھ سے مشورہ کر لینا۔ بدوں مشورہ اب ایک پیسہ کا قرض مت کرنا۔ پہلے جو لکھا تھا کہ آزادی سے رائے قائم کر لو وہ میرا مضمون تھا۔ اب والدہ رشیدہ یہ لکھواتی ہیں کہ میرا دِل گوارہ نہیں کرتا کہ دَس آدمی تو باہر سے آویں اور گھر کی لڑکی چار مہینے کی رہتی ہوئی باہر چلی جاوے۔ اس واسطے میری رائے یہ ہے کہ اب تاریخ عنقریب مقرر ہونے والی ہے جس کی تم کو اطلاع دی جاوے گی۔

﴿تم اس وقت آنا﴾ اشرف علی

''عریضہ نمبر ۲۷'' کارڈ جوابی کا جواب۔ چھوٹی پیرانی صاحبہ کی صاحبزادی کی رخصتی تھی اور مع اہلیہ کے احقر کو بلایا تھا احقر نے عرض کر دیا کہ سفر کا خرچ تو حضرت والا نے ارسال فرما دیا مگر اس شادی میں کوئی چیز لانا مشکل ہے اس کا یہ جواب ارشاد فرمایا۔

﴿الجواب: السلام علیکم! شرمانے کی کوئی بات نہیں۔ گھر کی بات ہے تم ایک پیسہ بھی یہاں دینے کے لئے قرض مت کرنا۔ اِن شاء اللہ تاریخ کی اطلاع دی جاوے گی۔ ﴾ اشرف علی ۔.........سبحان اللہ! اشرف تیری شان اور مہربانیاں۔۔۔پیر ہو تو ایسا مرید ہو تو ایسا ہو۔ (عنایت علی)۔

''عریضہ نمبر ۲۸'' ایک کارڈ جوابی کے جواب میں از اشرف علی عفی عنہ۔ از تھانہ بھون۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ حسب وعدہ اطلاع کی جاتی ہے تاریخ شادی برخورداری رشیدہ ۲۷ جمادی الاولیٰ، یوم پنجشنبہ مقرر ہو گئی ہے۔ اب جب چاہیں شرکت کیلئے آ جاویں۔ والسلام! اشرف علی

اشرف پیارے تیری مہربانیاں۔ عنایت علی

''عریضہ نمبر ۲۹'' کارڈ جوابی میں مَیں نے لکھا تھا کہ یہ غلام رات کی گاڑی سے درِ دولت پر پہنچے گا رات کو مکان پر حاضر ہونے سے حضرت والا کو تکلیف ہو گی۔ اس میں کیا کرنا چاہئے۔

جواب ارشاد فرمایا:۔ السلام علیکم! شب کو اس وقت مدرسہ بند ہو جاتا ہے مگر

نیاز (ملازم وخادم کا نام ہے) کی بیٹھک میں رہ سکتے ہو۔ یا آج کل ہم لوگ اس گھر میں ہیں جو حوض والی مسجد کے پاس ہے۔ وہاں بڑے دروازے پر سلیمان (ملازم وخادم) اور عبدالستار (خادم) رہتے ہیں۔ ان کو پکار لینا وہ دروازہ کھول دیں گے۔ رات کو ان کے پاس رہنا۔ اشرف علی۔

''عریضہ نمبر ۳۰'' کارڈ جوابی کا جواب۔ حضرت والا کی محبت کا اثر دل کو بے چین کر رہا تھا۔ اس کے جواب میں حضرت والا نے لکھا ہے کہ السلام علیکم اس محبت کے فوائد اللہ تعالیٰ تم کو عطاء کرے۔ دُعا کرنا اور یاد کر لینا یہ بھی بمنزلہ ملاقات ہی کے ہے۔ میں دُعا کرتا ہوں اور ہم سب خیریت سے ہیں۔ بچیوں کو اور برخورداری کو دُعا۔ اشرف علی۔

''عریضہ نمبر ۳۱'' کارڈ جوابی کا جواب۔ جب شادی کی شرکت کر کے لدھیانہ واپس آیا تو خیریت سے پہنچنے کی اطلاع کی تھی اور اپنی محبت اور بے چینی ظاہر کی تھی۔ جس کے جواب میں حضرت نے لکھا کہ:

از اشرف علی۔ السلام علیکم۔ پہنچنے سے اطمینان ہوا جو حالت لکھی ہے وہ اثر ہے محبت کا جس سے اجر ملتا ہے کیونکہ سبب اس کا دین ہے بس یہ عمل بھی ضائع نہیں۔ بچیوں کو اور ان کی والدہ کو دُعا۔

اس عریضہ مبارک کو پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ والد صاحب مرحوم (حافظ سید عنایت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ) کو اپنے پیر ومرشد حضرت والا اعلیٰ حضرت رہبر بے کساں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے نہ صرف محبت تھی بلکہ عشق و جنوں کی حد تک عقیدت تھی کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ان ہی کی بدولت ان کو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے گھرانے سے عشق ہوا تھا اگر وہ نہ ملتے تو شاید وہ بھی دنیا میں رہ کر خالقِ حقیقی کی حقیقت کو نہ جان سکتے۔

''عریضہ نمبر ۳۲'' حضرت والا دام فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ کل بعد نماز مغرب خود بخود حضرت والا یاد آئے۔ حضرت والا کی محبت میں دل بہت بے قرار

تھا اور ضبط نہ ہو سکا۔ حضرت والا کے عمامہ شریف کا ایک ٹکڑا جو رومال جیسا ہے اس کو سر پر باندھ کر امامت کرتا ہوں اور اس کو آنکھوں سے لگایا اور ان کے اُوپر رکھا۔ جب چین پڑی آج جس وقت حضرت والا کا سرفراز نامہ صادر ہوا پھر وہی حالت ہوئی۔

کیونکہ حضور کی خیریت کا انتظار تھا والا نامہ کو آنکھوں سے لگاتا تھا اور منہ سے چومتا تھا اور بہت دیر تک دل پر لگائے رکھا۔ کیونکہ بچے پڑھ رہے تھے اندر حجرے میں جا کر بہت رویا۔ اور زبان سے نکلتا تھا کہ اے میرے اللہ! آپ کا سب سے بڑا احسان حضرت مولانا ہیں کہ مجھ کو ان کی محبت عطا فرمائی اور ان کے طفیل سے میں نے آپ کو پہچانا۔ حضرت والا دنیا میں کسی چیز کی محبت دل میں نہیں رہی اور آپ سے ایسی محبت دل میں ہے کہ جب یاد آتے ہیں تو ضبط کرنا مشکل ہو جاتا ہے بے علم وعمل ہوں مگر آپ کے ساتھ اتنی محبت ہے کہ بیان میں نہیں آسکتی۔

دل میں آیا کرتا ہے کہ اگر حضرت والا جان طلب فرمائیں تو حاضر ہے۔ یا یہ فرمائیں کہ میرے جوتے ٹوٹے ہوئے اپنے رُخساروں سے لگائے پھر تو ساری دنیا میں پھر جاؤں تب دل کو چین ملے۔ اور اس کے خلاف میں دل سے بے چین ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی محبت زیادہ ہونے کے لئے دُعا فرمائیں۔

﴿الجواب: دل وجان سے دُعا کرتا ہوں۔﴾

یہ سب حالتیں کیسی ہیں۔

الجواب: یہ عشق ہے اور عشق بھی دین کا۔ عشق کی حالت مبارک ہونے میں کیا کلام؟ بشرطیکہ شریعت سے موافقت رہے۔ اشرف علی

اس عریضہ مبارک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ رزق کے بارے میں فکر مند نہیں ہونا چاہئے اور اللہ کے نیک بندے توکل کی راہ پر صرف کسی ایک جملے سے چل پڑتے ہیں۔ شاید کسی پڑھنے والے کو بھی اس سے فائدہ نصیب ہو جائے کہ رزق کے معاملات میں توکل اللہ تعالیٰ کی ذات مبارک پر ہونا چاہئے۔

''عریضہ نمبر/۳۳'' حضرت مولانا صاحب دام فیوضکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

﴿الجواب: السلام علیکم﴾

یہ غلام اب کی دفعہ جو حضور اقدس کی خدمت مبارک میں رہا اور تین روز صحبت مبارک میں فیوض وبرکات حاصل کرتا رہا ان میں سے ایک فائدہ غلام کو یہ حاصل ہوا بعد امتحان کے تحریر ہے کہ حضرت والا نے بعد نمازِ ظہر مجلس میں یہ بھی فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہئے اور یہ ذکر حضرت والا خود اپنے بارے میں فرمارہے تھے بس اُسی وقت سے عجیب حالت ہوگئی ہے اور ایک حکایت کسی غلام کی وعظ الفاظ القرآن میں پڑھی کہ غلام نے کہنے والے سے کہا میرے مالک کے پاس دوگاؤں ہیں۔غرض جب سے میرے دل کو بڑی مدد پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کو رازق و رزاق ضرور سمجھتا تھا مگر دل میں پورا یقین نہیں ہوتا تھا دل میں ایک فکر لگا رہتا تھا۔اب بفضلہٖ تعالیٰ حضرت والا کی برکت سے دل کو تسلی ہوگئی ہے اور رزق کی طرف سے بالکل بے فکری ہوگئی ہے۔حدیث شریف کا اب مطلب سمجھ میں آیا ہے کہ رزق اس طرح پہنچتا ہے جیسے کہ موت پہنچتی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جتنا رزق اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا وہ ضرور پہنچے گا اور آیت شریفہ و من یتق اللہ کا حل اب ہوا اللہ تعالیٰ کا اور آپ کا کیا شکر ادا کروں کہ حضرت والا کے طفیل سے جہاں اور بہت سی دینی اصلاح ہوئی یہ توکل کی دولت بھی میسر ہوگئی۔اگر میری یہ حالت اچھی ہو تو دُعائے استقامت علی الدوام فرمائیں میں نے بہت تجربہ کیا ہے آپ کی دُعاء سے بڑی برکت ہوئی ہے۔

فقط والسلام۔غلام عنایت علی۔۱۶ ار جمادی الاوّل ۱۳۴۷ھ

﴿الجواب: دل خوش ہوا۔دُعائے استقامت اور برکت کرتا ہوں۔﴾ اشرف علی

ایک عریضہ ایک خواب کے سلسلے میں خود ہی خواب دیکھا اور خود ہی تعبیر نکال لی۔اور پھر ایک شعر لکھا جس کی حضرت والا نے اصلاح کر دی۔ملاحظہ ہو۔

''عریضہ نمبر/۳۴'' حضرت سیدی ومرشدی۔دام فیوضکم۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

﴿الجواب: السلام علیکم﴾

غلام کی آنکھ پر کوئی زہریلی مکھی پھر گئی تھی جس کی وجہ سے آنکھ پر ورم اور تمام جسم میں زہر پھیل گیا تھا۔ مگر آنکھ اندر سے محفوظ رہی۔ اسی وجہ سے ایک روز نماز تہجد اور بعض نوافل چھوٹ گئے تھے افاقہ ہونے پر نماز اوابین کی آخری رکعتوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت میں بہت ہی رقت ہوئی۔ اور آخری رکعت میں تو گویا مر ہی جاتا اللہ تعالیٰ پر بہت پیار آتا تھا۔ اس لئے کہ سارے بدن میں تو زہر کا اثر مگر آنکھ اندر سے محفوظ۔ نماز میں تقریباً دس منٹ تک سجدے میں پڑا رہا اور بڑے ذوق وشوق سے سبحان ربی الاعلیٰ بھی کہتا رہا۔ اور یہ بھی خیال ہوا کہ اے میرے پیارے اللہ مجھے اپنا نام لینے سے جدا نہ کیجئے۔ غرضیکہ بڑی تڑپ اور بے چینی کے ساتھ نماز پوری ہوئی۔

نماز کے بعد حضرت والا بہت یاد آئے۔ اور فوراً دل میں سرور پیدا ہو گیا۔ ایک خواب میں حضرت والا نے غلام کو ایک بہت بڑی ٹوکری انگوروں سے بھری ہوئی عنایت فرمائی۔ خواب کے بعد خیال ہوا کہ انگوروں کی خاصیت دل کو تقویت دینے کی ہے تو حضرت والا کے فیوض و برکات سے معرفت حق تعالیٰ میں ترقی ہوگی۔ دل کو حضرت والا کی محبت دل میں اس طرح غالب ہے کہ:

اُسی چاندسی صورت پر مرجاؤں فدا ہو کر تمنا ہے کہ دم نکلے دیدار خدا ہو کر

یوں کہو...... یہ شوق ہے دم نکلے دیدار خدا ہو کر...... اشرف علی

''عریضہ نمبر/۳۵''

بعنوان احسانِ رَب اطلاع جدید بہ غرض تلقین بیعت

ایک کارڈ جوابی کے جواب میں۔

السلام علیکم! اطلاع جدید میرا دل بے ساختہ چاہتا ہے اور اس میں برکت و نفع کی اُمید رکھتا ہوں اور دُعا بھی کرتا ہوں کہ تم کو بیعت تلقین کی اجازت دوں۔ پس اگر کوئی طالب حق تم سے اس کی درخواست کرے قبول کر لینا مگر عربی پڑھے

ہوؤں سے عذر کر لینا۔ اشرف علی۔ ۱۰ر شوال ۱۳۵۱ھ۔

''عریضہ نمبر ر ۳۶''.....اجازت کے بعد کا

حضرت سیدی محبوبی دام فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

﴿الجواب: وعلیکم السلام﴾

اطلاع جدید پر.... جدید جدید برکات وواردات جو دل پر وارد ہیں۔ حضرت والا کے اس لطف وکرم کو پڑھ کر رنگ فق ہو گیا۔ بوجہ ناکارہ ہونے کے اور خوف خدا اور حیا سے عرق عرق ہو گیا۔ اور یہاں تک پسینہ آ گیا تھا کہ ہاتھ اور پاؤں کی اُنگلیاں تر ہو گئیں۔ حالانکہ آج کل سردی زوروں پر ہے اور شرم وحیا کے سبب گردن جھک گئی۔ کل کی تاریخ تک اپنے آپ کو آزاد سمجھتا تھا مگر اب بالکل مقید ہو گیا۔ اور جھک کر چلنا پڑ گیا۔ اور شرم سے نظر اُٹھانی مشکل ہو گئی۔ اور خواہشات نفسانی پر خاک سی پڑ گئی اور کل سے بجائے سستی کے چستی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر وشغل میں دونی لذت اور ذوق و شوق میں ترقی ہے اور چاروں طرف سے ہوشیاری اور بیداری نظر آ رہی ہے اور کیا خدمت اقدس میں عرض کروں شرم سے شرمسار ہوں۔

غلام عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔ ۲۳ شوال ر ۱۳۵۱ھ

﴿الجواب: الحمد للہ جس اثر کی مجھ کو خواہش تھی اللہ تعالیٰ نے وہی ظاہر فرمایا اِن شاء اللہ تعالیٰ اس کے ثمرات میں اور بھی ترقی وقوت ہو گی۔ دُعا کرتا ہوں۔﴾ اشرف علی

''عریضہ نمبر ر ۳۷''.....اجازت کے بعد دوسرا عریضہ

حضرت مربی برحق دام فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

﴿الجواب:۔ السلام علیکم﴾

حضرت والا نے غلام کو تحریر فرمایا ہے کہ الحمد للہ جس اثر کی مجھ کو خواہش تھی اللہ تعالیٰ نے وہی ظاہر فرمایا۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ اس کے ثمرات میں اور بھی ترقی وقوت

ہوگی۔ بفضلہٖ تعالیٰ فرمانِ والا شان کے موافق رات دن ثمرات و برکات ترقی پر ہیں۔ تلاوت و نماز اور ہر ایک ذکر الٰہی میں اور خاص کر دوازدہ تسبیح میں اللہ تعالیٰ کی محبت و عظمت اور لذت و رقت اس قدر بڑھ رہی ہے کہ کس طرح بیان کروں؟ دنیا کی بے ثباتی پیش نظر ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر حضرت والا کی ایک دفعہ کی توجہ سے ترقی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت میں سینہ پھٹ جاتا اور کبھی کا ختم ہوگیا ہوتا حضرت والا کا تصور خود بخود آتا رہتا ہے اور یہ اشعار آپ کے تصور میں پڑھنے سے وجد ہوتا ہے۔

پڑھ کے منتر سایہ کیا تم نے مارا دل پر — اب تو چلتا نہیں کچھ زور ہمارا دل پر
کیا علاج اس کا کروں؟ غم میں گھلا جاتا ہوں — بوجھ پشتارۂ اُلفت کا ہے سارا دل پر
ہوگیا خاک میرا خرمن ہستی جل کر — گر پڑی برق نگاہ بن کے شرارا دل پر
کہیں رکتا ہے تصور تیری نگاہوں کا — چل رہا ہے نگاہِ ناز کا آرا دل پر
جب سے دیکھا ہے تمہیں تمہارا فرمانبردار — اب رہا کچھ بھی تصرف نہ ہمارا دِل پر

غرض رات دن ایک دھن سی لگی ہوئی ہے۔ رات کو کئی کئی دفعہ آنکھ کھلتی ہے اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرور بہت ہے۔ کیا اسم ذات اور دوازدہ تسبیح میں گرمی بھی ہے؟ چار پانچ روز سے دل پر گرمی کا ابال سا اُٹھتا ہے ﴿الجواب: مبارک۔ مبارک پھر مبارک مبارک﴾ اور گھبراہٹ سی ہوتی ہے خدا تعالیٰ کی رضا و محبت کی زیادتی کیلئے دُعا کا محتاج ہوں۔ ﴿الجواب: دُعا کرتا ہوں﴾ اور اپنی خیریت سے اطلاع بخشیں تا کہ دل خوش ہو۔

فقط غلام عنایت علی۔ ۲۲ ذی یقعدہ ۱۳۵۱ھ

﴿الجواب: خیریت سے ہوں گرمی تو محبت میں ہے مگر پھر بھی مناسب ہے کہ ضرب جہر چھوڑ دو۔ ایسے وقت درود شریف 11 بار پانی پر دم کر کے پی لیا کرو۔ اور کوئی چیز مفرح قلب کھاؤ جیسے سیب کا مربہ۔﴾ اشرف علی

''عریضہ نمبر ۳۸'' (اس میں ایک خواب ہے جو اجازت کے ایک دن پہلے دیکھا تھا۔ اور اجازت کے بعد حضرت والا کی خدمت میں ارسال کیا تھا)۔

حضرت سیدی محبوبی زید الطافکم ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ !

﴿الجواب: السلام علیکم﴾

میں نے ایک خواب دیکھا ہے کسی جگہ بہت سے لوگ جمع ہو رہے ہیں اور یہ مشہور ہو رہا ہے کہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیو بندی اس جلسہ میں تشریف لا رہے ہیں اوران کا وعظ ہو گا مگر لوگ بڑی گڑ بڑ مچا رہے ہیں میں نے لوگوں سے کہا کہ مفتی اعظم تشریف لا رہے ہیں اور تم شور کرتے ہو۔ چپ ہو جاؤ تو ان میں سے کسی نے کہا کہ واہ اے مفتی اعظم ساری دنیا کو تو لوٹ کے کھا گیا اور مفتی اعظم ہیں غرض کہ لوگ شور کرنے سے باز نہ آئے۔ مجھے دُور سے حضرت مولانا صاحب ایک طرف کھڑے ہوئے نظر پڑے۔ میں ذرا آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کانگریسی مولوی صاحب ان کے پاس کھڑے ہیں۔ حضرت مولانا صاحب کی نظر مبارک مجھ پر پڑی اور مجھ کو اس طرح کہہ کر بلایا کہ میاں حافظ عنایت علی میرے پاس آؤ میں نے پاس جا کر سلام عرض کیا۔ اور سلام کا جواب ارشاد فرما کر مصافحہ کے طور پر میرا داہنا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ ایک آدمی اس جلسہ میں تم ہی پسند آئے ہو آؤ دیو بند کو میرے ساتھ چلو اور مولوی صاحب تو کہنا نہیں مانتے اور وہ مولوی صاحب جو کانگریسی تھے ان کے ہاتھ پر تھوک دیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر چل دیئے پھر آنکھ کھل گئی۔ تعبیر ظاہر ہے یعنی اطلاع جدید سے تعبیر ظاہر ہو گئی۔ غلام عنایت علی ۔۳ ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ

اس عریضہ مبارک میں حضرت والا کو اپنی تنگ دستی کے بارے میں بتاتے ہیں اور نہایت ادب سے رزق میں اضافہ کے لئے دُعا پوچھتے ہیں اللہ کے پیارے بندوں کی پیاری پیاری راز کی باتیں جو کسی سے نہیں کہتے اپنے رہبر سے دریافت فرماتے ہیں۔

"عریضہ نمبر/۳۹" حضرت والا دام فیوضکم ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۔ تقریباً دو برس سے کچھ عجیب حال ہے۔ ایک یہ کہ عافیت نہیں رہتی۔ کوئی نہ کوئی موقع خرچ کا آ جاتا ہے۔ دوسرے آمدنی بہت کم ہے اور اسی وجہ سے قرض بھی ہو جاتا ہے

اور قرض سے میں بہت گھبراتا ہوں بہت دفعہ خیال ہوا کہ میں حضرت والا کو اطلاع کروں کہ کوئی علاج یا کوئی دُعا جو فکروں کو دُور کرنے والی ہو اور کشائش رزق کے لئے کی جاتی ہو اِرشاد فرمائیں کیونکہ حضرت والا کی بتلائی ہوئی دُعا میں برکت ہی برکت ہے بس سوچ سوچ کر رہ جاتا تھا اب کئی روز سے پھر تقاضا پیدا ہوا کہ آپ کو اطلاع کروں کیونکہ آپ کو اطلاع کرنے میں شکایت نہیں ہے اس قسم کی باتیں میں کسی اور سے نہیں کہتا۔ اب حضور میں یہ درخواست ہے کہ دُعا فرمائیں اللہ تعالیٰ میری سب نافرمانیوں کو معاف فرمائیں اور آئندہ نافرمانی سے بچائیں۔ اور رزق کی کشادگی کے واسطے کوئی مختصر سی دُعا عنایت فرمائیں۔

غلام عنایت علی۔ ۹ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ۔

﴿الجواب: بعد ہر نماز کے یَا بَاسِطُ ۷۲ بار پڑھا کریں۔﴾ اشرف علی

''عریضہ نمبر ۴۰'' حضرت سیدی و مرشدی دام فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ حال غلام۔ حضرت والا کی خدمت اقدس میں سے آئے ہوئے ایک ماہ سے زیادہ گزر گیا۔ کچھ اس محبت کی برکت اور کچھ ''حیاۃ المسلمین'' کا اثر ایک عجیب حال ہو رہا ہے کہ نماز میں خشوع وخضوع پہلے سے زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں دل بے قرار ہو جاتا ہے۔ ایک روز نفل نماز کے رکوع میں ایسا دل لگا کہ دَس منٹ تک جھکا رہا تو اگر کبھی رکوع یا سجدے میں دل لگے اور بہت دیر تک جھکا رہنا پڑے تو کوئی حرج تو نہیں ہے۔

﴿الجواب: نہیں﴾

اور فرض نماز میں تو بہت ہی لذت آتی ہے اور خاص کر جب نماز میں قرأت زور سے پڑھتا ہوں۔ یہاں تک کہ رونا آجاتا ہے۔ ''حیاۃ المسلمین'' آپ کی کتاب میں ہے کہ جب قرآن پڑھا کرو تو یہ دھیان رکھا کرو کہ ہم اللہ سے باتیں کر رہے ہیں پھر دیکھنا دل پر کیسی روشنی ہوتی ہے حضرت والا واقعی کیا بیان کروں اس مراقبہ سے مجھ کو بڑا فائدہ پہنچا ہے۔ یہ حال میرا کیسا ہے؟

﴿الجواب: بہت اچھا ہے۔﴾

پانچ روپے کا نوٹ ہدیتاً ارسال ہے۔قبول فرما کر دل کو خوش فرمائیے۔

﴿الجواب: قبول کر کے دُعا کی﴾

فقط غلام عنایت علی۔۳ ذوالحجہ ۱۳۴۸ھ

''عریضہ نمبر ۴۱'' حضرت مولانا صاحب دام مجدہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

﴿وعلیکم السلام﴾

قرآنِ مجید کی تلاوت میں دل بہت لگتا ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ سے بصیر تک وجد ہوتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں آنسو جاری ہو گئے اس وقت زبان سے یہ نکلتا تھا۔

''اے میرے پیارے اللہ! یہ میری جان اور دل حاضر ہے لے لیجئے۔اے بے کسوں کی فریاد سننے والے اور مدد کرنے والے اے خبردار خبر لینے والے میں تجھ پر قربان۔سورۃ مجادلہ کے ختم تک پڑھنا بھاری ہو گیا حرف حرف پر اللہ تعالیٰ کی محبت میں رونا آتا رہا۔یہ کیسی حالت ہے؟ اگر بہتر ہو تو دُعائے استقامت فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو فہم سلیم عطا کرے اور اپنے کلام پاک پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

﴿الجواب: آمین﴾

حضرت والا کی جدائی سے جو دل پر غم کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں وہ کم ہو گئیں اور دل خوش رہتا ہے اور حضرت کی جدائی کا پہلے جیسا غم نہیں رہا۔

(الجواب: مبارک ہو یہ علامت ہے محبت کے پختہ ہو جانے کی جب ہنڈیا پک جاتی ہے جوش کم ہو جاتا ہے۔اشرف علی)

فقط غلام عنایت علی۔۔۔از۔۔۔لدھیانہ۔۸ محرم ۱۳۵۲ھ

''عریضہ نمبر ۴۲'' حضرت سیدی حبیبی دام فیوضکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

﴿الجواب: السلام علیکم﴾

حضرت والا کی وجہ سے حضرت اعلیٰ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بہت محبت ہے اور ان کے حالات پڑھنے سے دل نہایت خوش ہوتا ہے۔ اور عبادت میں قوت اور اللہ تعالیٰ کے نام لینے میں لذت آتی ہے اور ایسی ہی محبت حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے اور جب بھی ان حضرات کا تصور آتا ہے تو سورۂ فاتحہ اور تین تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر بخشتا ہوں یہ حالت کیسی ہے؟

﴿الجواب: بہت اچھی ہے﴾

حضرت والا دُعا فرمائیں کہ جان کنی اور عذاب قبر اور قیامت میں اللہ تعالیٰ میرے ساتھ آسانی فرمائیں۔

﴿الجواب: دُعا کرتا ہوں۔﴾

اور ہر وقت ادھر کی سوچ لگی رہتی ہے اس مسئلہ کا جواب ارشاد فرمائیے۔ رہن کی آمدنی کیونکر سود ہے سود سے بچنے کے لئے کیا علاج ہوسکتا ہے؟ کہ زمین بیع کرالے اس شرط پر کہ سال دو سال یا چار سال تک یا دس سال تک اگر تم چھڑا لو گے تو واپس کردوں گا کیا اس حیلے سے اُس زمین کی آمدنی جائز ہوجائے گی۔

﴿الجواب: علماء متاخرین نے اجازت دی ہے۔﴾ اشرف علی

اس عریضہ مبارک کو پڑھنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر انسان کو بزرگانِ دین کی صحبت نصیب ہوجائے تو اسے چاہئے کہ اس کو جو وقت نصیب ہو اور جو ضابطہ حیات آنکھوں سے دیکھے اس پر خود عمل کرنے کی کوشش کرے اور ان لمحات کو ضائع نہ جانے دے اور ان اُمور کا بغور مشاہدہ کرے اور عمل کرنے کو شعار بنالے تب تو اس صحبت کا فائدہ ہوگا اور عمل کرنے سے دین و دنیا کے فوائد حاصل ہوں گے۔

''عریضہ نمبر ۴۳'' حضرت سیدی محبوبی دام فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

﴿الجواب: السلام علیکم﴾

یہ غلام ہمیشہ کی عادت کے موافق مہمان خانہ کی سہ دری میں بیٹھ کر حضور کے

دیدار پر انوار سے دل کو اور آنکھوں کو سیراب کرتا تھا۔ سوائے حضور کے دیکھنے کے کسی اور طرف دھیان نہ کرتا تھا اور کلمہ تمجید یا درود شریف خود بخود زبان سے نکلتا رہتا تھا اور کسی سے بات کرنے کو دل نہیں کرتا تھا کیونکہ حضور کے دیدار مبارک سے ہی دل نہ بھرتا تھا۔ غرض حضور کے تمام حالات پیش نظر تھے جو کہ بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہونے کا مقصد تھا اُٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا، ملنا جلنا، بولنا بلانا۔ نمازوں میں خضوع خشوع مہمانوں کی مہمان نوازیاں اور دل جوئیاں اور اپنے متعلقین یعنی گھر والوں کی خبر گیریاں خطوط کو نہایت غور و احتیاط سے ملاحظہ فرمانا سب کچھ دیکھتا رہا ایک دفعہ ذرا سی دیر کو تقریباً ۹ بجے دن کے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لکھنے پڑھنے کا اس وقت کام نہ ہوگا تو حضرت والا مسجد کے صحن میں بیٹھ کر نوافل پڑھنے لگے۔ غلام حیرت میں تھا اور دل میں کہتا تھا۔ اے میرے آقا ذرا سی دیر بھی آرام نہیں فرماتے ذرا سا وقت شاید ہی وقت کا ملا ہو اور اس میں بھی نماز پڑھنا شروع کر دیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت والا اس غلام کو بتلا رہے ہیں کہ دیکھو ہر کام ضابطے اور قاعدے سے یوں کیا کرتے ہیں اس میں قرب خدا زیادہ ہوتا ہے اور نفل نمازیں کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ لیا کرتے ہیں۔ غفلت اور سُستی نہیں کیا کرتے۔ ذرا سی فرصت ہو تو نفلیں یوں پڑھا کرتے ہیں حضرت والا کی برکت سے غلام پر بہت اثر ہوا ہے اور حضور کے سب حالات پیش نظر رہتے ہیں۔ چاشت کی نماز پڑھنے لگا ہوں۔ غرض ہر حال میں رجوع الی اللہ ہے۔ ترقی اور ہمت بڑھ رہی ہے۔ پردیس سے خالی دامن لے کر بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہوا تھا۔ محض اپنی شفقت و عنایت سے دولت بے زوال سے دامن بھر دیا اور اپنی بارگاہِ عالیہ سے رخصت کیا۔ ﴿ماشاء اللہ سب حالات محمود ہیں﴾۔

آفریں بر ہمت بازوئے تو اور آباد رہے ساقی تیرا میخانہ

فقط غلام عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔ ۳ محرم ۱۳۵۳ھ

فرقت میں بے چین ہے تیرا مستانہ

﴿الجواب: شاباش ایسا ہی ہوتا ہے دیوانہ﴾

''عریضہ نمبر ۴۴'' حضرت سیدی و مرشدی دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ پانچ روپیہ کا نوٹ خدمت عالیہ میں ارسال ہے۔ چار روپیہ حضرت والا قبول فرمائیں اور ایک روپیہ حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ کی خدمت میں مقبول ہو۔ عین مہربانی ہوگی۔ غلام عنایت علی۔۔۔ محلہ باجڑیاں۔ لدھیانہ۔ ۲۶ شوال ۱۳۵۲ھ۔

﴿الجواب: السلام علیکم! سرآنکھوں سے ہم دونوں نے قبول کر کے دُعا کی۔﴾ اشرف علی

''عریضہ نمبر ۴۵'' حضرت سیدی مرشدی دام ظلہم العالی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ حضرت والا تواضع بڑھ گئی ہے اور لوگوں سے جھک کر ملنا پڑتا ہے۔ آنکھوں کے سامنے خاص کر نمازوں میں تلاوت اور ذکر میں چاندنا معلوم ہوتا ہے جیسے میلے مکان میں کلی پھرنے کے بعد چاندنا معلوم ہوا کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کی یاد سے چلتے پھرتے بھی غفلت نہیں ہوتی۔ دھیان اللہ تعالیٰ ہی طرف لگا رہتا ہے اور خود بخود اسم ذات اور استغفار درود شریف ورد زبان رہتا ہے۔ دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور رضائے کامل نصیب ہو۔

﴿الجواب: مبارک مبارک دل سے دُعا کرتا ہوں۔﴾

اس خط میں حضرت مولانا رہبر کاملاں دستگیر بے کساں کے بارے میں کیا عجب مہربانی ظاہر ہوتی ہے جو وہ اپنے مریدوں پر کرتے ہیں۔ اگر ان کے کسی مرید پر قرض ہو جاتا ہے تو وہ اپنی جیب سے اس کی مدد فرماتے ہیں منی آرڈر کرنے کی تکلیف بھی اُٹھاتے ہیں اور اپنے مریدوں پر کس کس طرح لطف واحسانات کی باتیں کرتے ہیں اور کہاں آج کل کے پیر بغیر پیسے لئے تعویذ بھی نہیں دیتے، دُعا بھی نہیں دیتے۔ سبحان اللہ اس صدی کے ولی کامل آپ کے کمالات اور آپ کے احسانات۔

''عریضہ نمبر ۴۶'' ایک دفعہ احقر کے ذمے قرض ہو گیا تھا۔ حضرت والا نے بطورِ امداد ۲۵ روپے ارسال فرمائے تھے اور منی آرڈر فارم پر اس طرح تحریر فرمایا تھا۔

السلام علیکم! یہ پچیس روپے بھیجتا ہوں ان کو اپنے قرضے میں دے دو۔ جس کا زیادہ تقاضا ہو اس کو دے دو اگر ڈاک خانہ سے کچھ یا پورے نوٹ ملیں تو ان کو روپوں سے بدل کر روپوں پر قبضہ کر لینا یہ ایسی مد کے ہیں کہ نوٹ سے ادا نہ ہو گا اور اس کے بدلنے کی اطلاع بھی دینا تاکہ شک نہ رہے۔ فقط اشرف علی۔

''عریضہ نمبر/۴۷'' روپے وصول کر کے میں نے لکھا تھا کہ ڈاکیے نے مجھ کو روپے ہی دیئے۔ کیونکہ ڈاک خانے نے حضور کی تحریر منی آرڈر کے فارم پر پڑھ لی تھی اور میں نے لکھا تھا کہ مجھ کو حضرت والا کی امداد سے بہت خوشی ہوئی۔ اس کا یہ جواب ارشاد فرمایا۔ السلام علیکم تمہاری خوشی سے خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ خوش رکھے۔

باقی خیریت ہے میں نے جو لکھا تھا کہ روپوں ہی پر قبضہ کرنا ڈاکیئے کے اس انتظام سے بہت دل خوش ہوا کہ اس نے نوٹ نہیں دیئے روپیہ ہی دیا ورنہ وہ رقم ادا نہ ہوتی ڈاکیے کے لئے بھی دُعا کرتا ہوں۔ اشرف علی۔

از عنایت علی۔ واضح ہو کہ یہ ڈاکیہ منشی علی محمد صاحب نور والے گاؤں کے ہیں۔ جو میرے مخلص دوست ہیں جاگیر دار شخص ہیں۔ جو کچھ عرصے کے بعد حضرت والا کے غلاموں میں شامل ہو گئے ہیں۔ اس عریضہ میں ایک خواب کو بیان کرتے ہیں۔ اللہ والے لوگ اور اللہ سے محبت رکھنے والوں کے خواب بھی کمال کے ہوتے ہیں۔ ان کی تعبیریں بھی جو وہ نکالتے ہیں وہ بھی با معنی ہوتی ہیں یا اللہ ہمیں بھی اپنے دین پر چلنے اور اسے سمجھنے کی توفیق عطاء فرما۔

''عریضہ نمبر/۴۸''.....(ایک خواب کے سلسلے میں)

حضرت سیدی قبلہ وکعبہ دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ غلام نے یہ خواب دیکھا ہے کہ بعد نماز جمعہ مجھے نیند آ گئی تو میں دیکھتا ہوں کہ میں ''محمد پور'' اپنے مکان کے صحن میں سوتا ہوں کہ حضرت والا تشریف لائے اور فرمایا کہ حافظ عنایت علی میں آ گیا ہوں میں فوراً جاگ اُٹھا۔ حضور کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا اور میں نے عرض کیا

کہ حضور والا یہاں گاؤں میں کیسے تشریف لائے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کچھ کھانے کو لاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اس وقت تو باسی روٹی اور شوربا ہے۔ فرمایا وہی لے آؤ۔ میں لے آیا۔ پھر آپ نے روٹی کے ٹکڑے شوربے میں توڑ کر ڈالے اور پھر تناول فرمائے پھر میں نے عرض کی کہ حضرت شام کو تازہ کھانا تیار ہو جائے گا تو حضرت نے فرمایا کہ میاں وقت پر جیسا مل جاوے کھا لیا جاوے پھر حضرت باہر تشریف لے گئے اور میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا بھی اندر کمرے میں ہیں۔ میں نے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام عرض کیا اور عرض کی کہ آپ مجھ غریب کے گھر تشریف لائی ہیں بڑی مہربانی فرمائی نہایت مشکور ہوں پاس ہی میری اہلیہ بیٹھی ہیں اور انگیٹھی پر پلاؤ پکا رہی ہیں۔ میں نے پوچھا حضرت پیرانی صاحبہ کے واسطے پان بھی منگوائیں اہلیہ نے کہا جیسا اس گاؤں میں ملے منگوا لیے میں نے کہا اگر مجھے پہلے سے خبر ہوتی تو میں شہر سے دیسی پان لے آتا خیر کل کو لاؤں گا حضرت پیرانی صاحبہ نے فرمایا کہ بھائی تو فکر نہ کر۔ مجھے جیسے مل جاتے ہیں کھا لیتی ہوں۔ میں نے عرض کی کہ یہ آپ کی مہربانی ہے پھر حضرت والا کو باہر دیکھنے نکلا۔ اِدھر اُدھر دیکھ کر جب پتہ نہ چلا تو مسجد کی طرف چلا۔ راہ میں خیال ہوا کہ کیا اچھا ہو جو حضرت کی برکت سے یہاں کے لوگوں کی حالت درست ہو جائے ایسے بڑے بزرگ یہاں کبھی نہیں آئے اور میں نے گلی میں سے دیکھا کہ حضرت والا سامنے مسجد کے صحن میں بیٹھے ہوئے ذکر خدا میں مشغول ہیں اور بہت خوش ہیں اور سر مبارک بہت بڑا ہے مگر خوش نما اور شکل مبارک نور سے چمکتی ہوئی نظر آئی۔ مجھے خیال ہوا کہ اس وقت پاس نہ جانا چاہیے حضرت والا ذکر میں مشغول ہیں۔ ذکر کے بعد خود ہی تشریف لے آئیں گے پھر آنکھ کھل گئی عصر کا وقت تھا دل نہایت خوش تھا مگر دنیا سے اچاٹ اور پریشان تھا اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں ذوق وشوق اور ذکر اِسم ذات زبان اور دِل سے خود بخود نکلتا تھا اور جوش محبت میں خیال تھا کہ سب سے الگ ہو کر پہاڑ پر جا کر ذکرِ خدا میں مشغول

رہوں۔ یا اللہ تعالیٰ ہوں یا میں ہوں دوسرا کوئی پاس نہ ہو کہ فوراً یہ خواب یاد آ گیا اور اس میں سے چھ نصیحتیں خود بخود میری سمجھ میں آئیں۔ اور فوراً سکون ہو گیا۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) حضرت والا کی اس غلام پر خاص توجہ اور شفقت کا ہونا جس کی برکت سے خدا تعالیٰ کی یاد سے غفلت نہیں ہوتی۔

(۲) اس میں اشارہ ہے کہ اچھے کھانے کی فکر میں نہ پڑنا چاہئے وقت پر جیسا خدا دے ویسا کھالیوے۔

(۳) حضرت پیرانی صاحبہ کا ہمراہ ہونا اشارہ ہے کہ سب کو چھوڑ کر پہاڑ پر جانا درست نہیں۔ دیکھو ہمارے ساتھ تمہاری پیرانی جی بھی تو ہیں۔

(۴) مسجد میں تشریف لے جانا اور ذکر میں مشغولیت اشارہ ہے کہ شریعت کی رُو سے گھر والوں کے بھی حقوق ہیں۔ وہ بھی ہماری طرح ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں بھی ہماری طرح مشغول رہو۔

(۵) حضرت والا کو ذکر میں خوش دیکھنا اشارہ ہے کہ ذاکر کو چاہئے اپنے قلب کو تشویشات و فکرات دنیا سے دُور رکھے اور خوب دِل لگا کر ذکر میں مشغول ہو۔

(۶) اگر کوئی شخص عبادت میں مشغول ہو تو بلا کسی سخت ضرورت کے کسی کو درست نہیں کہ اس کی عبادت میں فرق ڈالے۔

جو حالات و واردات تھے حضرت کی خدمت میں عرض ہیں۔ باقی کسی وقت بھی اللہ کی یاد سے غفلت نہیں ہوتی، ہر وقت یہ دھن لگی رہتی ہے۔ دائمی ذکر کے لئے اور معرفت حق کے بڑھنے کے لئے دُعا کا محتاج ہوں۔

غلام عنایت علی۔ ۱۱ر ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ از لدھیانہ

﴿الجواب: السلام علیکم۔ ماشاء اللہ تعالیٰ خواب بھی نہایت مبارک اور تعبیر بھی بہت مناسب جی خوش ہوا۔ دُعا کرتا ہوں۔﴾ اشرف علی

''عریضہ نمبر ۴۹'' حضرت مربی برحق دام فیوضکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

چھ روپے ہدیتاً ارسال خدمت ہیں۔ چار روپے خود قبول فرمائیے اور ایک روپیہ حضرت بڑی پیرانی صاحبہ قبول فرمائیں اور ایک روپیہ حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ قبول فرمائیں۔ فقط۔ غلام عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔ ۲ صفر ۱۳۵۱ھ۔

﴿الجواب:۔ السلام علیکم آج منی آرڈر پیر کے دن پہنچا حسب تحریر چار روپے خود رکھ لئے اور ایک ایک روپیہ دونوں گھروں میں دے دیا سب دُعا کرتے ہیں۔﴾ اشرف علی

تنبیہ:۔ از عنایت علی۔ واضح ہو کہ ہائے افسوس ہائے افسوس اور پھر ہائے افسوس یہ ناچیز ہدیہ تھوڑا سا اس شاہ دین کے لئے جس پر جان بھی قربان تھی اور مال کیا حقیقت رکھتا ہے اس آقا کے سامنے اگر لاکھوں روپیہ بھی ہوتا سب اس پر قربان کر دیتا کہ اس ذات مقدس پر مال خرچ کرنا اللہ تعالیٰ پر ہی خرچ کرنا تھا مگر لاچار تھا مجبور تھا اس سے زیادہ کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ فصبر جمیل دل کی دل ہی میں رہی ارمان سارے چل بسے۔

اس عریضہ سے اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ جس طرح آج کل کے لوگ دَس دَس بزرگانِ دین کے پاس جاتے ہیں مگر اس کے باوجود بھی شریعت کے پابند نہیں ہوتے ان کا دل مطمئن نہیں ہوتا مگر جس خوش نصیب انسان کو ایک بھی پیر کامل مل جائے اس کو ایک ہی درگاہ سے دین و دنیا کی دولت مل جاتی ہے اور وہ عشق خدا اور عشق رسول عشق اہل بیت اور عشق بزرگانِ دین میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ایک شکل میں اس کو تمام اشکال نظر آتی ہیں۔

''عریضہ نمبر ۵۰/'' حضرت ہادی برحق دام ظلکم العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

﴿الجواب: السلام علیکم﴾

حالِ غلام۔ حضرت والا ہمیشہ سے احقر کی یہ حالت رہی ہے اور اَب اور بھی زیادتی معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہاں پر جب کوئی عالم یا بزرگ آتے ہیں ان سے میل جول کرنے کو دل نہیں چاہتا اور نہ طبیعت ملتی ہے لیکن اُن کی محبت اور عظمت دل میں ہوتی ہے اور دُور سے زیارت کرنے کو دل کرتا ہے اور بعض دفعہ کر بھی لیتا ہوں

اور لوگوں سے کہتا بھی ہوں کہ وہ بزرگ ہیں عالم ہیں ان سے دین کی باتیں سیکھو مگر خود الگ رہتا ہوں کیونکہ دِل تو حضرت والا پر فدا ہے اور خود بخود یہ شعر زبان پر آجاتا ہے ۔

سمایا ہے نظروں میں میری جب سے تو جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو

اس حال میں عجب یا تکبر یا حسد تو شامل نہیں ہے؟

﴿الجواب: بالکل نہیں﴾ دُعائے برکت کا محتاج ہوں ۔

﴿الجواب: دُعا کرتا ہوں ۔﴾

فقط ۔ عنایت علی از ۔ لدھیانہ ۔ ۲۵ ذوالحجہ ۱۳۵۴ھ

''عریضہ نمبر ۱/۵'' ...... حضرت سیدی ومولائی دام فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔ حضرت والا کے فیوض و برکات کی ہر وقت بارش ہوتی رہتی ہے ۔ بعض حالات تو لکھنے میں بھی نہیں آتے ۔ اور چلتے پھرتے بھی اللہ تعالیٰ کی محبت و رضا میں دل پھڑکتا ہے اور ایسی بے چینی ہو جاتی ہے کہ کبھی ہاتھ دِل پر رکھنا پڑتا ہے مگر حضرت والا کے تصور سے تھوڑی سی دیر میں چین پڑ جاتی ہے ایک دفعہ دوازدہ تسبیح کے ذکر میں لا إلٰہ إلا اللہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ قطب الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ علاؤ الدین پیران کلیر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حاجی إمداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت والا پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گویا روحانی طور پر مجھے ان سب حضرات نے ہر طرف سے گھیر لیا اور اس وقت میری وجدی حالت تھی زبان سے یوں نکلتا تھا میرے خواجہ لا إلٰہ إلا اللہ میرے صابر لا إلٰہ إلا اللہ، میرے حاجی جی لا إلٰہ إلا اللہ، پیارے اشرف لا إلٰہ إلا اللہ، میرے نبی لا إلٰہ إلا اللہ ۔ یعنی میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے دل میں اللہ کے سوا کسی کی محبت نہیں ۔ اور دو سو دفعہ نہیں بلکہ چار سو دفعہ إقرار کرتا ہوں ۔ إلا اللہ ۔ إلا اللہ ۔ إلا اللہ میرے دل کے اندر باہر اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ ۔ بس ایک تو ہی دل میں بسا اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ یہ سب حالات کیسے ہیں؟

فقط۔عنایت علی۔از۔لدھیانہ۔۱۶؍رجب ۱۳۵۳ھ

﴿الجواب: السلام علیکم! سب اچھے ہیں۔اللہ تعالیٰ اور زیادہ کریں۔﴾ اشرف علی

اس عریضہ مبارک کو پڑھ کر یہ پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی پیر کامل بیعت کی اجازت دے بھی دے تو اس کے باوجود جو صحیح مرید ہوتے ہیں وہ پھر بھی بار بار اجازت کے طلب گار رہتے ہیں اور اپنے لئے ہر بار اجازت کو باعث رحمت سمجھتے ہیں۔سبحان اللہ۔

''عریضہ نمبر؍۵۲'' حضرت مولانا صاحب مدظلہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ! ایک بے علم زمیندار آدمی گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ وہ مجھ سے محبت وعقیدت رکھتے ہیں۔منشی علی محمد ڈاکیے کے رشتے دار ہیں۔مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں۔

اُنہوں نے سفارش بھی کرائی مگر میں نے شرم کی وجہ سے عذر کر دیا تھا کہ بیعت میں جلدی مت کرو۔خوب دیکھ بھال کر بیعت ہونا چاہئے کبھی کبھی آیا کرو اور بزرگ اچھے موجود ہیں۔ان کی طرف رجوع کرو مگر وہ مانتے نہیں اب ان کے بارے میں کیا کرنا چاہئے۔دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے طالبوں کو میری تعلیم سے نفع پہنچائے اور اس امانت کا حق خوبی کے ساتھ ادا کرائیں۔

﴿الجواب: السلام علیکم! قبول کر لینا چاہئے۔اِن شاءاللہ تعالیٰ جانبین کو نفع ہو گا۔دُعا بھی کرتا ہوں۔﴾ اشرف علی

''عریضہ نمبر؍۵۳'' واضح ہو کہ ایک دفعہ میرے ذمہ قرض ہو گیا تھا۔میں نے قرض کی ادائیگی کے لئے بذریعہ جوابی کارڈ دُعا کرائی تھی۔تو حضرت والا نے یہ جواب فرمایا تھا۔

السلام علیکم! مع الخیر ہوں۔مع الخیر پہنچنے سے تسلی ہوئی۔قرض ادا ہونے کے لئے دُعا کرتا ہوں اگر ادا کرنے میں دیر ہونے سے پریشانی ہو تو بے تکلف مجھ کو اطلاع کرنا۔اِن شاءاللہ تعالیٰ میں بھی مدد کروں گا اور مجھ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔اشرف علی۔

از۔عنایت علی۔۔۔سبحان اللہ۔۔۔اے برگزیدہ اِلٰہ۔غریبوں، بے کسوں کے غم خوار اور خیر خواہ تیری شان عالیہ کا کیا کہنا۔

"عریضہ نمبر/۵۴" ایک دفعہ احقر نے یہ عرض کی تھی کہ حضرت والا تہجد کے اُٹھنے میں سُستی ہو جاتی ہے اور تہجد نہ پڑھنے سے سارا دن پریشانی میں گزر جاتا ہے۔ اس کا کچھ علاج مرحمت فرمایئے۔ فقط۔ عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔ ۲۵ شعبان ۱۳۴۸۔

﴿الجواب: السلام علیکم! کیا تم نہیں جانتے کہ سُستی کا علاج چُستی ہے اور جب اللہ تعالیٰ قرض اُتار دیں تو اطلاع کرنا تا کہ تسلی ہو۔﴾ اشرف علی

آہ! میرے آقا تیرے قربان، اس غلام کے قرض ادا ہونے کا کس قدر خیال رکھا ہوا ہے کہ میں نے کوئی ذکر بھی قرض کی بابت عریضہ میں نہیں لکھا تھا پھر بھی اپنی طرف سے ہدایت فرمائی پھر کیسے ہو سکتا تھا کہ قرض ادا نہ ہو سکے۔ اور ۲۵ روپے کی امداد بھی فرمائی۔

"عریضہ نمبر/۵۵"

احقر کو قرض کی وجہ سے پریشانی بہت تھی اور کچھ معاملات میں گڑبڑ تھی۔ اس وقت تسلی فرما کر پریشانی سے بچایا اور یہ جواب ارشاد فرمایا۔ ۲۳ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ

السلام علیکم! یہاں سب خیریت ہے، گھبرایا نہ کریں۔ سب کام آہستہ آہستہ ہو جاتے ہیں اور تنگ مت ہوا کریں اللہ تعالیٰ کو صبر کا اجر دینا ہے اگر ایک دم معاملہ صاف ہو جاتا تو صبر کا اجر کیسے ملتا۔ خوش رہو۔ ہر حال میں راضی رہو۔ صبر کو مضبوط تھامو۔ اِن شاء اللہ سب کام دل خواہ ہو جاویں گے۔ اشرف علی

از۔ عنایت علی۔ اُس رہبر کامل کی شان میں۔

دِلوں کی کدورت مٹا دینے والے جہنم کو جنت بنا دینے والے
کہاں تک کریں شکر اس کا کہ ہم کو ملے ہیں خدا سے ملا دینے والے
خراب آئنوں پر جلا دینے والے غریبوں کو سلطاں بنا دینے والے

اس عریضہ مبارک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں یہ لگن پیدا ہوئی کہ وہ کسی بھی طرح ایک بار اپنے رہبر کامل کے سینے سے لگ جائیں۔ اور اس خواہش کو کس طریقے سے اُس پیر کامل نے اپنے مرید کی

خواہش سمجھتے ہوئے پورا کیا۔ ملاحظہ کیجئے۔

''عریضہ نمبر ۵۶'' ایک دفعہ خدمت عالیہ میں حاضر تھا۔ محبت کے سبب دل بے قرار ہو گیا۔ اور کسی طرح چین نہ پڑی۔ حالانکہ حضرت والا صاحب سامنے موجود تھے غرض بے چین ہو کر خانقاہ میں ہی یہ عریضہ لکھا کیونکہ زبانی عرض کرنے کی ہمت نہ پڑی + حضرت والا دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

﴿الجواب: السلام علیکم﴾...... یہ غلام جب سے خدمتِ اقدس میں آیا ہے جو محبت کی تڑپ دل میں تھی وہ اب کم ہو گئی ہے۔

﴿الجواب: الحمدللہ کہ راحت ملی۔﴾

مگر بعض دفعہ اب بھی دل بے قرار ہو جاتا ہے اور دل میں یہ بات آتی ہے کہ موقع ہو تو ایک دفعہ حضرت والا کے سینہ بے کینہ سے لگ جاؤں کہ دل میں چین پڑ جائے اور یہاں سے چلے جانے کے بعد خبر نہیں کیا واقعہ پیش آئے۔ جس روز حضرت والا سے رخصت ہوں اگر اس روز ایسا موقع مل جائے تو کیا اچھا ہو۔

﴿الجواب: کیا انکار ہے مجھ کو تو شاید یاد نہ رہے۔ تم خود لگ جانا۔ میری اجازت ہے۔﴾..... ایک عرض یہ ہے کہ جب حضرت والا پر نظر پڑتی ہے تو خود بخود کلمہ تمجید یا درود شریف زبان سے نکلتا ہے۔ اور ظہر کی نماز کے بعد جب حضرت والا کی مجلس میں بیٹھتا ہوں تو کثرت سے یہی ذکر وردِ زبان رہتا ہے تو کیا یہ ذکر اچھا ہے۔

﴿الجواب: ہاں﴾

یا ایسے وقت کوئی اور خاص ذکر پڑھا جاتا ہے۔

﴿الجواب: نہیں﴾

فقط خاک نعال مبارک۔ عنایت علی۔ لدھیانہ سے آنے والے۔ ۱۳۵۴ھ

از۔ عنایت علی۔ واضح ہو کہ رخصت کے روز یہ احقر حضرت والا کے مکان پر گیا۔ اپنی اہلیہ کو لینے کے لئے اور باہر گلی میں کھڑا تھا کہ حضرت والا ظہر کی نماز پڑھ

کر خانقاہ سے تشریف لائے اور خوشی سے چہرہ انور گلاب کی طرح کھل رہا تھا اندر مکان میں تشریف لے گئے اور حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ سے فرمایا کہ حافظ عنایت علی کا وعدہ پورا کرنے آیا ہوں یہ آواز میں نے سُن لی اور قطب دوراں غوثِ زماں حکیم الامت محی السنۃ باہر تشریف لائے اور اپنے اس غلام کو سینہ مبارک سے لگایا اور یہ غلام بھی اپنے مربی برحق اور آقا کے نور بھرے سینے سے لپٹ گیا۔

بے قراری اور بے اختیاری سے ایسا رویا کہ چیخ نکل گئی۔ حضرت والا نے فرمایا بھائی گھبرایا نہیں کرتے میں دل سے قریب ہوں گو مسافت سے دور ہوں۔ بس اس کے بعد میرے آقا، ماویٰ، ملجا خانقاہ میں تشریف لے گئے اور اپنے اس غلام کے دل میں ٹھنڈک ڈال گئے۔ دل میں خدا تعالیٰ کی محبت بسا گئے۔ اللہ والے یوں دیتے ہیں ان کے یہاں بخل نہیں ہوتا مگر کوئی لینے والا بھی تو ہو۔

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ اور عنایاتِ اشرفی

''عریضہ نمبر ۵۷'' حضرت سیدی و مرشدی دام فیوضکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ عرض ہے کہ حضرت والا کا وعظ ''محاسنِ الاسلام'' پڑھ رہا تھا جب اس عبارت پر پہنچا کہ اب یہ حالت ہے کہ عربی خواں بلا ٹکٹ ریل کی سواری کو جائز کہتا ہے اور انگریزی خواں منع کرتا ہے بات یہ ہے کہ وہ انگریز دان کسی دانا یعنی عارف کا ذبح کیا ہوا ہے بس لفظ ذبح پر ایسی رقت ہوئی کہ بدن کا رونگٹا کھڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں آنسو جاری ہو گئے اور خود بخود حضرت والا یاد آئے گردن جھک گئی اور کتنی دیر زبان سے اللہ اللہ نکلتا رہا۔ یہ حال کیسا ہے۔

﴿الجواب:۔ مبارک ہے﴾ حضرت والا کے وعظوں میں کئی جگہ حضرت مجدد صاحب سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر مبارک آیا پڑھ کر اُن سے محبت بڑھ گئی۔ ایک ہفتہ ہوا چار دن تک حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے یاد آئے کہ دل اچاٹ ہو گیا اور دل میں ایک تپش پیدا ہو گئی چاروں طرف اندھیرا نظر آنے لگا۔ آخر محبت کے جوش

میں حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پرانوار پر حاضر ہوا اور سلام عرض کیا سورۃ یٰسین پڑھ کر حضرت کو ثواب پہنچایا مزار مبارک کے قریب بیٹھتے ہی جو جسم میں آگ سی لگ رہی تھی۔ وہ جاتی رہی۔ دل میں ٹھنڈک پڑگئی۔ ایک رات مزار مبارک پر رہ کر واپس آ گیا اس میں کچھ حرج تو نہیں ہوا۔

﴿الجواب: نہیں﴾

فقط عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔ ۶ ربیع الاوّل ۱۳۴۹ھ

''عریضہ نمبر/۵۸'' حضرت سیدی محبوبی دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اب کی دفعہ اپنی مجلس میں حضرت والا نے ایک مثال بچے کی بیان فرمائی ہے کہ بچے کی طرح حرکت کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت آپ آغوش میں لے گی اس مثال کے سُن لینے سے ہمت بڑھ گئی۔ حضرت والا اللہ تعالیٰ سے ناراض ہونے کا بڑا ڈر لگا رہتا ہے۔

﴿الجواب: ایسے شخص سے وہ راضی ہی رہتے ہیں﴾

فقط۔ عنایت علی۔ ۸ رجب ۱۳۴۸ھ

''عریضہ نمبر/۵۹'' حضرت مولانا صاحب دام ظلکم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

﴿الجواب: السلام علیکم﴾

اس غلام کو بڑی اُمید لگی ہوئی ہے کہ حکیم الامت قطب دوراں کا سایہ مبارک سر پر ہے۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ کبھی نہ بھٹکوں گا اور اپنی مرادوں کو پہنچوں گا اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں جان دے دوں گا یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ حضرت ایک سفید چادر اُوپر لئے ہوئے لیٹے ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا تو حضور نے فرمایا تم آ گئے۔ آ جاؤ چادر میں مجھ سے لپٹ جاؤ۔ میں چادر میں آ کر حضور کو لپٹ گیا اس وقت دل میں ٹھنڈ پڑ رہی تھی۔ پھر آنکھ کھل گئی۔ بہت مسرور تھا اور یہ خیال ہوا کہ حضرت والا کی نظر خاص غلام پر مبذول ہو رہی ہے۔

﴿الجواب: یہی بات ہے۔﴾

بیعت لینے کا جو طریقہ ''ضیاء القلوب'' میں ہے کیا وہی کافی ہے؟

﴿الجواب: بالکل کافی﴾

خط کے ذریعے سے جو بیعت کرنے کا طریقہ ہے وہ بھی بتلا دیجئے۔

﴿الجواب: اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ میں نے بیعت کر لیا۔ اشرف علی﴾

فقط۔ غلام عنایت علی ۲۴ محرم ۱۳۵۲ھ

اس عریضہ میں یہ بات لکھی گئی ہے کہ جب انسان کسی ولی کامل سے نسبت جوڑ لیتا ہے تو اس کا تعلق بغیر دیکھے ملے تمام اولیائے کرام سے روحانی طور پر جُڑ جاتا ہے اور وہ ان کی محبت میں ہر دم بے چین رہتا ہے۔

''عریضہ نمبر/۶۰'' حضرت سیدی و مرشدی دام فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ بے عنایات حق و خاصانِ حق کے موافق ظہور، حضرت والا کے فیوض و برکات کے انوار غلام کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ ذکر سے غافل نہیں ہونے دیتے۔ عصر کی نماز کے بعد جنگل میں جایا کرتا ہوں کیونکہ جنگل میں شور و شر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں رونا بہت آتا ہے جیسے عورتیں رویا کرتی ہیں۔ خوب کُھل کر رو لیتا ہوں یوں تو ہر وقت ہر ہر نعمت کا محتاج ہوں مگر اَب تو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کچھ اچھا نہیں لگتا اور حضرت حاجی اِمداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ علاؤ الدین صاحب صابر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ قطب الدین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ معین الدین صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ بہت یاد آتے ہیں۔ حالانکہ اُن حضرات کو میں نے دیکھا بھی نہیں جب یہ آیت شریف پڑھی۔

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ تو وجد ہو گیا اور کلام الٰہی کے پڑھنے پڑھانے کا شوق بڑھ گیا۔ اور یہ بات دل میں جم گئی کہ قرآن مجید کے برابر کوئی نعمت اور دولت نہیں اور قرآن مجید کی محبت میں دل بے قرار ہو گیا پھر اس کو آنکھوں سے لگایا

اوراس کی خوشبو بڑی دیر تک سونگھتا رہا۔ مگر دل میں چین نہ پڑی پھر صدری کے بٹن کھول کر قرآن پاک کو دل پر رکھا بڑی لذت آئی اور دل میں ٹھنڈک پڑ گئی۔ حضرت والا اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا اور شوق بقاء کے سوا اور کوئی آرزو دل میں نہیں رہی اور حضرت والا کے بارے میں زبان سے یہ نکلتا ہے۔

آفریں بر ہمت بازوئے تو

فقط۔ غلام عنایت علی۔ محلہ باجڑیاں۔ لدھیانہ۔ ۱۹/ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ

﴿الجواب: السلام علیکم۔ ماشاء اللہ تعالیٰ، ماشااللہ تعالیٰ خوب دولتیں اڑا رہے ہو۔ اَللّٰھم زِدْ فَزِدْ﴾ اشرف علی

''عریضہ نمبر ۶۱/'' ....(خواب! اہلیہ عنایت علی والدہ عقیل احمد)

بقلم عنایت علی۔ حضرت قبلہ وکعبہ اباجی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ہم خیریت سے ہیں میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک بہت بڑا کمرہ ہے اور بہت اُونچا ہے اور اُونچان کی وجہ سے اُوپر نظر نہیں ٹھہرتی۔ اور حافظ جی میرے شوہر بھی میرے ساتھ ہیں۔ ہم دونوں اس کمرے میں چڑھنا چاہتے ہیں مگر بڑی مشکل سے اس کی سیڑھی نظر آئی۔ سیڑھی کو پار کر کے ہم کمرے کی چھت پر پہنچے تو چھت پر ایک موٹا سا ٹین پڑا ہوا ہے وہ بھی بہت اُونچا ہے ہم بمشکل اُس ٹین سے اُترے اور ایک چھوٹی سی کھڑکی ہے اور اس کھڑکی میں ایک اور بہت اچھی کھڑکی ہے اس میں جاتے ہیں مگر اس ٹین پر سے ہو کر اس میں جاتے ہیں۔ مگر وہ ٹین صاف اور بہت چکنا ہے اور اس کے اُوپر چلنے سے بہت ڈر لگتا ہے۔ کیونکہ اس کے اُوپر ادھر جگہ خالی پڑی ہے اور اگر ذرا بھی اِدھر اُدھر دیکھیں تو نیچے گر پڑیں اور بھی بہت سے آدمی اس کھڑکی کے پاس اُوپر سے اُترنے کو پاس کھڑے ہیں اور وہ بہت چاہتے ہیں کہ ہم اُتر جائیں مگر وہ اُتر نہیں سکتے اور ہم دونوں بمشکل اس کھڑکی کے پاس پہنچے اور بہت حیران ہیں کہ یا اللہ نہ پیچھے کو ہٹ سکیں اور نہ آگے کو جاسکیں اس فکر میں تھے کہ اچانک آپ نظر آئے۔

میں نے حافظ صاحب سے کہا دیکھو ابا جی کھڑکی کے پاس کھڑے ہیں۔ حافظ صاحب نے کہا جلدی چلو کبھی ابا جی کہیں کہ بڑے ڈرتے ہیں آگے کو آتے نہیں پھر ہم کو کھڑکی کے کنڈے نظر آئے اُن کو پکڑ کر بمشکل اندر پہنچے پھر ہم دونوں نے آپ کو سلام کیا اور آپ بہت خوش ہوئے اور ہم سے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ اور اس کمرے میں سرخ رنگ کی مخمل بچھی ہوئی ہے اور کرسیوں پر بھی مخمل لگی ہوئی ہے۔ جب ہم بیٹھے تو نرم ہونے کی وجہ سے کمر تک اندر چلے گئے تھوڑے تھوڑے باہر رہے مگر آرام سے بیٹھے ہیں۔ پھر حافظ صاحب نے کہا اس کمرے میں ایک حوض بھی ہے میں نے کہا پھر دکھلاؤ پھر ہم حوض دیکھنے لگے تو حوض بہت ہی خوب صورت ہے اور اس کی سیڑھیاں اور وہ سب سنگ مرمر جیسے معلوم ہوتے ہیں اس میں بہت سی اچھی اچھی مچھلیاں ہیں جو تیر رہی ہیں اور ہم اُوپر کھڑے ہیں۔ میں نے کہا ان مچھلیوں کو ہاتھ میں لے کر دیکھو۔ حافظ صاحب نے کہا پہلے ابا جی سے پوچھ لو۔ اگر وہ سیڑھیوں سے اُترنے کی اجازت فرمائیں تو دیکھ لینا پھر میں نے آپ سے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ بیٹی یہ حوض بہت پاک وصاف ہے خوب اچھی طرح سے وضو کر کے اندر جانا اور مچھلیوں کو ہاتھ نہ لگانا۔ پھر ہم نے مچھلیوں کا تماشا دیکھا پھر ہم آپ کے پاس آگئے جہاں آپ کرسی پر بیٹھے ہیں اور ہم بھی کرسیوں پر بیٹھ گئے اور اس کمرے میں کوئی اور نہیں صرف ہم تین آدمی تھے اور چوتھے ایک اور آدمی ہیں وہ سبز رنگ کی چادر اوڑھے بیٹھے ہیں منہ نہیں کھولتے مگر آپ سے باتیں کر لیتے ہیں۔ غرض ہم کو معلوم نہیں کہ وہ کون ہیں میں نے حافظ صاحب سے کہا اب یہاں سے چلو حافظ صاحب نے کہا کہ بس اب یہیں رہا کریں گے۔ فقط آپ کی ناکارہ بیٹی۔ از۔ لدھیانہ۔ ۱۴ رذی الحجہ ۱۳۴۹ھ

الجواب: برخورداری۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بہت ہی بشارت کا خواب ہے تم نے جنت دیکھی اور اس کا سامان اور نہر اور یہ ظاہر ہے کہ جنت میں مشکل سے پہنچنا ہوتا ہے۔ مبارک ہو اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ نعمت نصیب کرے باقی سب خیریت ہے۔ اشرف علی

''عریضہ نمبر/۶۲'' .....(اہلیہ مذکورہ کا دوسرا خواب)

حضرت اباجی صاحب۔ دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک بہت بڑا میدان ہے اور اس میں بے شمار آدمی ہیں۔ مرد عورت سب رَلے ملے ہیں اور حافظ صاحب میرے شوہر میرے ساتھ ہیں میں نے کہا اس گھمسان میں میرا ہاتھ پکڑ لو کہیں ہم رل نہ جائیں اور میں برقعہ اوڑھ رہی ہوں اور کسی عورت کے پاس برقع نہیں ہے حافظ صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ لیا تو اچانک کیا دیکھتی ہوں کہ اس میدان کے بیچ میں ایک بہت اُونچی چیز کرسی کی مانند بچی ہوئی ہے اور بچھی ہوئی ہے جس پر آپ کھڑے ہیں ہم کو دیکھ کر آپ نے آواز دی اور لوگوں سے فرمایا کہ سب صاحب راستہ چھوڑ دیں آپ کے فرمانے سے سب لوگ ایک دم ایک طرف کو ہو گئے اور بیچ میں راستہ ہو گیا۔ پھر ہم دونوں خوشی خوشی آپ کی کرسی کے پاس پہنچ گئے پھر آپ نے فرمایا بھائی تم آ گئے دیکھو ادھر مکان قریب ہی ہے اور اس میں تمہاری دونوں پیرانیاں ہیں اس میں چلی جاؤ۔ حافظ صاحب اس مکان کی طرف لے کر چلے تو مکان کا دروازہ بہت چھوٹا ہے مگر اندر سے بہت عالیشان ہے قالین سے بھی زیادہ خوش نما فرش بچھا ہوا ہے اور عجیب طریقے سے سجایا ہوا ہے اور جگہ جگہ گاؤ تکیہ لگے ہوئے ہیں۔ اور اس میں باجی یعنی بڑی پیرانی صاحبہ اور آپا یعنی چھوٹی پیرانی صاحبہ گاؤ تکیہ لگائے بیٹھی ہیں۔ میں بہت خوش ہو کر مل رہی ہوں پھر آپ تشریف لائے اور پہلے دروازے پر چک لٹکائی پھر کمبل اور پھر چادر اور فرمایا کہ تم تینوں ان پردوں میں آ کر دیکھتے رہنا پھر چھوٹی پیرانی صاحبہ چک کے پاس اور میں کمبل کے پاس اور بڑی پیرانی صاحبہ چادر کے پاس کھڑی ہو گئیں پھر آپ کرسی پر تشریف لے گئے۔

پھر آ کر فرمایا کہ دیکھو میرے پیچھے کون بیٹھے ہیں چھوٹی پیرانی صاحبہ نے فرمایا کہ مجھے تو پتہ نہیں پھر بڑی پیرانی صاحبہ نے فرمایا کہ آپ کے پیر حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ پھر میں نے بھی سن کر یہی کہا پھر آپ نے دریافت فرمایا

کہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے کون ہے؟ بڑی پیرانی صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان دونوں حضرات کے چہروں پر نقاب پڑا ہوا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ پھر آپ تشریف لے گئے اور کرسی پر بیٹھ گئے پھر دیکھا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک آنکھ اور ناک مبارک پر حافظ صاحب کی نظر پڑی تو حافظ صاحب جوش محبت میں بے ہوش کر کرسی کے اُوپر گر پڑے۔ آپ نے اور حضرت حاجی صاحب نے اُٹھایا مگر ہوش میں نہ آئے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ مبارک لگایا بس فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئے اور حافظ صاحب کا یہ خیال تھا کہ ایک دفعہ اور دیدار مبارک کرلوں۔ پھر کرسی یا تو ہمارے پاس تھی کہاں ایک دم میدان میں چلی گئی جہاں بے شمار لوگ جمع تھے اس مجمع کے اندر دو آدمی زور شور سے آ نکلے ایک کا جوڑا سبز اور دوسرے کا سرخ تھا اور اس قدر خوب صورت کہ لوگ جی بھر کر ان کو دیکھ نہ سکتے تھے ان کا چہرہ اور آنکھیں ایسی چمکتی تھیں کہ جیسے بجلی کی تیز روشنی ہوتی ہے سرخ کپڑوں والے کے ہاتھ میں تلوار تھی اور دونوں مجمع کے درمیان میں سے ہو کر کرسی پر پہنچ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھ گئے تو میں نے بڑی پیرانی صاحبہ سے دریافت کیا کہ سبز اور سرخ جوڑے والے کون ہیں کہا کہ انہی لوگوں میں سے کوئی ہوں گے۔ پھر میں نے کہا کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں جا بیٹھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہوں گے۔ بڑی پیرانی صاحبہ نے فرمایا کہ ممکن ہے وہی ہوں پھر حافظ صاحب ہمارے پاس آئے میں نے کہا یہ دونوں کون ہیں۔ حافظ صاحب نے کہا مجھے بتلانے کا حکم نہیں۔ مجھے حضرت مولانا صاحب نے تمہاری خبر کو بھیجا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جیسے گاؤ تکیہ لگائے پہلے بیٹھی تھی اُسی طرح پھر بیٹھ جاؤ۔ ہم اپنی جگہ بیٹھے ہی تھے کہ نہ وہ میدان نہ آدمی نہ کرسی ہم سب یہ سوچتے رہ گئے کہ خدا جانے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے کس طرح چل کر ایک دم تشریف لے گئے پھر آپ اور حافظ صاحب ساتھ آ رہے ہیں۔

اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آپ وعظ فرما کر تشریف لا رہے ہیں اور ہم خوش ہو رہے ہیں اور یہ افسوس ہوا کہ اگر ایسے پردے نہ ہوتے تو ہم بھی خوب زیارت کر لیتے کیونکہ ہم کو ایک ہی آنکھ تارا جیسی چمکتی نظر آئی۔ آپ سے اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ باہر سے بھی تم کو اتنا ہی نظر آتا اور پردے میں بھی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نقاب ہی اتنا اُٹھایا تھا پس پھر آنکھ کُھل گئی۔

فقط بقلم عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔ ۹ شعبان ۱۳۵۰ھ

﴿الجواب: برخورداری۔ السلام علیکم! تم بڑی خوش قسمت ہو کہ ایسی دولت نصیب ہوئی۔ اور دُعا کرو کہ جس طرح تم نے اپنے کو اور حافظ جی کو اور مجھ کو اور اپنی دونوں پیرانیوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور دونوں صاحبزادوں اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قریب دیکھا اس طرح ہم سب کو قرب نصیب ہو۔ اور منبر پر مجھ کو دیکھنا یہ خادمانہ ہے۔ جیسے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو نصرتِ حق کے لئے منبر پر کھڑا فرما دیتے تھے اور پشت پر ہونا اشارہ ہے کام کی نگرانی کی طرف عادۃً نگرانی کی یہی ہیئت ہے کیا عجب ہے کوئی خدمت قبول ہوگئی ہو۔﴾ اشرف علی

اس عریضہ مبارک کو پڑھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جو اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں اور ان کے تمام دستور العمل اللہ کی رضا کے لئے ہوتے ہیں وہ دنیا میں نہ تو زیادہ شہرت کے خواہش مند ہوتے ہیں اور نہ یہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کی بہت زیادہ عزت کریں بلکہ اگر مخلوقِ خدا ان سے عقیدت رکھتے ہوئے ان کا احترام کرے تو وہ اس چیز کو محسوس کرتے ہوئے شرم محسوس کرتے ہیں کیونکہ ان کی زندگی کا اصل مقصد تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کے دین کو پھیلانا ان کا مقصدِ حیات ہوتا ہے۔

''عریضہ نمبر ۶۳'' حضرتِ سیدی و مرشدی دام فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

﴿الجواب: السلام علیکم﴾

حضرت والا مزاج میں شرم و حیا بہت ہے لوگوں کے ادب وغیرہ کرنے سے اکثر

اُلجھن ہوتی ہے اور لباس بھی سادہ ہی رکھتا ہوں اور دل یہ چاہتا ہے کہ میں خود ہی سب کا اَدب کروں ایک گاؤں میں دو چار آدمیوں کو دین کا بڑا فائدہ ہوا ہے وہ بار بار بلانے کا تقاضا کرتے ہیں مجھے شرم آتی ہے اس کے بارے میں دستور العمل تجویز فرما دیجئے۔

﴿الجواب: جب تک شرم رہے، ہو آیا کرو۔ جب شرم اُتر جائے مت جاؤ، پھر شرم ہونے پر چلے جاؤ۔ وعلیٰ ہذا۔ یہی دستور العمل رکھو۔﴾

دُعائے برکت فرما دیجئے۔

﴿الجواب: دُعا کرتا ہوں۔﴾

''عریضہ نمبر ۶۵'' حضرت سیدی حبیبی دام فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

احقر کو خلوت بہت پیاری لگتی ہے قرآنِ مجید کی تعلیم کے بعد دوسرے ذکروں کا بڑا شوق لگا ہوا ہے رات کو دو یا تین بجے خود بخود آنکھ کھل جاتی ہے جب تک نمازِ تہجد اور دوازدہ تسبیح نہ پڑھ لوں نیند نہیں آتی اور ذکر میں ایسی لذت آتی ہے کہ بعض دفعہ وجد ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ آخر دم تک اپنے ذکر میں لگائے رکھیں۔ دُعائے مبارک کا محتاج ہوں۔

﴿الجواب: خوش ہو کر دُعا کرتا ہوں﴾

ظاہری اور باطنی اصلاح کے لئے ان کتابوں کا پڑھنا اور سننا مفید معلوم ہوتا ہے۔

(۱) بہشتی زیور مع بہشتی گوہر کے۔

(۲) قصد السبیل (۳) تعلیم الدین (۴) تبلیغ دین

(۵) حیاۃ المسلمین (۶) حضرت والا کے مواعظ۔

کیا حضرت والا کو یہ میری رائے پسند ہے۔

﴿الجواب: بہت مناسب ہے﴾

فقط غلام عنایت علی۔۔۔۱۲ محرم ۱۳۵۴ھ

''عریضہ نمبر ۶۵'' حضرت قبلہ وکعبہ پیر ومرشد دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

﴿الجواب: السلام علیکم﴾ آج فجر کی نماز میں جب رکوع کیا تو پائجامہ

اُونچا نظر آیا تو سنت کی تابعداری سے نفس میں اتنی عاجزی معلوم ہوئی کہ بیان میں نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ کی محبت وعظمت سے سجدے میں جاتے ہوئے یہ بات دل میں آئی کہ ''اے میرے پیارے اللہ! میں تیرے دربار کا نالائق بھنگی ہوں اس وقت بڑی رقت تھی خبر نہیں یہ حالت کیسی ہے؟''

﴿الجواب: بہت مبارک ہے۔﴾

اور دن میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت نہیں ہوتی۔ کلمہ تمجید اور درود شریف اور قرآن مجید پڑھنے کا اور تہجد کے لئے اُٹھنے کا شوق بڑھ گیا ہے اگر یہ حالات اچھے ہوں تو دُعائے استقامت علی الدوام فرمائیں۔

﴿الجواب: دُعا کرتا ہوں﴾

اور خط کے پتہ پر حافظ لکھ دینا۔ گناہ تو نہیں۔

﴿الجواب: نہیں﴾

پتہ کی وجہ سے لکھنا پڑتا ہے ورنہ لکھتے ہوئے شرم آتی ہے۔

﴿الجواب: کیا ڈر ہے﴾

فقط غلام عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔ ۱۳۴۹ھ

اس عریضہ مبارک کے پڑھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مولانا قطب دوراں دستگیر بے کساں رہبر عاصیاں نے اپنے مرید خاص حضرت حافظ سید عنایت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ مرحوم کی شادی اپنی لے پالک بیٹی سے کی ہوئی تھی جن کے بطن سے دو بیٹیاں بھی تھیں اور ان کے مرید جو خود کو ان کا غلام سمجھتے تھے اپنی اہلیہ سے اس وجہ سے محبت اور احترام کرتے تھے کہ وہ حضرت والا کے گھر میں پلی بڑھی تھیں اور وہ ان سے ان کے روز وشب کے گزر کرنے کے دستور معلوم کرتے تھے اور پھر ان پر عمل کرتے تھے قربان ہو جانے کو دل کرتا ہے کہ ایسے پیر بھی تھے جو اپنے مریدین بے کساں کی کس کس طریقے سے دستگیری کرتے تھے وہ سچ کہتے تھے کہ پیارے اشرف

آپ پر قربان بھی ہو جاؤں تو کم ہے۔

''عریضہ نمبر/۶۶'' حضرت سیدی محبوبی دام فیوضکم۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ

﴿الجواب: السلام علیکم﴾

حضرت والا! بیماری کے سبب میری اہلیہ کی حالت بہت خراب ہے۔زندگی کی کوئی علامت نہیں رہی۔ ہاتھ پاؤں پر وَرم آ گیا ہے اور ہڈیاں بھی گھل گئی ہیں۔ اُٹھنا، بیٹھنا، لیٹنا بھی دُشوار ہو گیا ہے چار پائی پر ہی جائے ضرورت کو بیٹھتی ہیں۔ یہ آپ کا غلام خدمت میں لگا ہوا ہے۔

﴿الجواب: اللہ اَجر دیتا ہے﴾

رحم بہت آتا ہے۔دوائی بند ہے جو چیز مانگتی ہے وہی دی جاتی ہے احقر کو بہت صدمہ ہے اس مریضہ کے سبب میں نے دین کا بڑا فائدہ حاصل کیا ہے کیونکہ حضرت والا کی بعض باتوں کو ان سے پوچھ پوچھ کر عمل کرتا تھا مثلاً تہجد کے وقت حضرت والا کس طرح اُٹھتے ہیں اور صبح تک کس طرح رہتے ہیں۔کھانے کی چیز کون سی پسند فرماتے ہیں گھر والوں کے حقوق کس طرح ادا کرتے ہیں۔حضرت والا یہ بھی فکر لگا ہوا ہے کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں ہیں کس طرح کروں گا کیا ہو گا نہ اِدھر نہ اُدھر یہ بلا کدھر۔

﴿الجواب: سخت قلق ہوا۔مایوس کسی حالت میں نہ ہونا چاہئے دُعا کرتا ہوں۔﴾

میں نے پوچھا کوئی آرزو ہے کہا ابا جی بہت یاد آتے ہیں اُن کی زیارت کا شوق ہے اور انہیں کی دل میں محبت ہے دنیا میں اب کسی سے محبت نہیں رہی۔

﴿الجواب: مایوس کسی حالت میں نہ ہونا چاہئے کیا کروں سفر سے معذور ہوں ورنہ اس غریب سے خود آ کر مل لیتا۔یہ تو بتلاؤ کہ لدھیانہ سہارن پور سے کتنی دُور ہے اور کیا لاہور کے راستے میں پڑتا ہے؟﴾

حضرت پیرانی صاحبہ کو بہت بہت سلام عرض کرتی ہیں

﴿الجواب: وہ بھی سلام دُعا کہتی ہیں﴾

دُعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ آسانی فرمائیں۔

﴿الجواب: دِل سے دُعا ہے﴾

فقط۔ غلام عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔ ۱۴؍صفر ۱۳۵۶ھ

''عریضہ نمبر؍۶۷'' حضرت سیدی و مرشدی دام فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میرے گھر میں سے اس دارِ فانی کو چھوڑ کر دارِ بقاء کی طرف کوچ کر گئی ہیں۔ دُعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ غلام عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ

۲۰ صفر ۱۳۵۶ھ مرحومہ کا انتقال ہوا۔

﴿الجواب: السلام علیکم۔ بہت صدمہ ہوا۔ دُعائے مغفرت کرتا ہوں۔﴾

اشرف علی۔ از تھانہ بھون

میرے گھر میں سے لکھاتی ہیں۔ مرحومہ کے انتقال سے جس قدر صدمہ ہوا ہے۔ بیان سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت میں جگہ دے اور بچیوں کو صبر دے اب بچیوں کا فکر ہے میرے خیال میں تم بچیوں کو یہاں پہنچا جاؤ میں رکھوں گی۔ جب تمہارا کہیں نکاح ہو جائے گا تب لے جانا۔ اِن شاء اللہ تمہارے نکاح کی بابت خیال رکھا جائے گا کوشش کی جائے گی اگر کوئی موقع ہوا تو نکاح جلدی کر دیا جائے گا اور تم دس بارہ روز کیلئے آؤ اور بچیوں کو چھوڑ جاؤ۔ سب کو دُعا۔ از عنایت علی

سبحان اللہ! واہ رے پیر صاحب اور پیرانی صاحبہ دونوں ذاتِ گرامی کریم ہیں کیسے غم خوار ہیں۔ ڈوبتے کو تیرانے والے ہیں۔ کیسے بے مثال اور عظیم الشان ہیں۔ ہمیشہ رہے ہم پر سایہ اُن کا۔

''عریضہ نمبر؍۶۸'' حضرت مربی برحق دام ظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حضرت والا اس غلام کو اس بات کا بڑا صدمہ ہے کہ میرے گھر میں سے انتقال کر گئیں اور شاید حضرت والا کی توجہ اور محبت اب میرے سے کم ہو جاوے۔ کیا علاج کیا جاوے۔

دُعا کا محتاج غلام عنایت علی از لدھیانہ

﴿الجواب: السلام علیکم ! الحمد للہ ہم سب خیریت سے ہیں۔ کیا میرا تعلق مرحومہ کے سبب سے تھا جو ختم ہو گیا؟ دُعا کرتا ہوں۔﴾ اشرف علی

''عریضہ نمبر/۶۸'' حضرت والا دام فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

﴿الجواب: وعلیکم السلام﴾ بعض دفعہ حضور کے وعظوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا یا اولیاء اللہ رحمہ اللہ کا ذکر مبارک آتا ہے تو محبت کے جوش میں انہی بزرگ کو ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر بخشتا ہوں اگر سب مؤمن اور مؤمنات کو نہ بخشے تو کچھ حرج ہوتا ہے۔

﴿الجواب: نہیں۔ کچھ حرج نہیں مخصوص ثواب تقسیم بھی ہوتا ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔﴾ ....اس مسئلہ کا جواب مرحمت فرمایئے کہ بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کرنا تو درست ہے مگر بھول سے یا بے علمی کے سبب پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر ذبح کر دیا تو یہ ذبح کرنا درست ہے یا نہیں؟ کیا گوشت میں کچھ نقصان آ جاتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں گوشت حلال نہیں رہتا۔

﴿غلط کہتے ہیں تب بھی حلال رہے گا۔﴾ اشرف علی

''عریضہ نمبر/۶۹'' حضرت ہادی برحق دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

﴿الجواب: وعلیکم السلام﴾

بہت عرصے سے درود شریف پڑھتا ہوں۔ **اللھم صل علی سیدنا محمد و علیٰ ال سیدنا محمد بعد کل شی معلوم لک** ۔اب خیال ہو رہا ہے کہ کوئی اس سے بہتر اور مختصر درود شریف ہو اور ثواب دوگنا ہو۔ تو بہتر ہو، پھر میں نے ''نشر الطیب'' میں دیکھا کہ درود شریف کے فضائل میں یہ عبارت ہے ''اس سے معلوم ہوا کہ اگر درود شریف کے کسی صیغہ میں صلوٰۃ وسلام دونوں ہوں تو اس کے ایک بار پڑھنے سے بیس رحمتیں حق تعالیٰ کی ہوتی ہیں'' پھر ایک کتاب ''نجات الاحباب'' دیکھی اور اس میں حضرت والا کی تصدیق بھی تھی اس میں درود شریف کے فضائل

میں یہ عبارت ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جناب والد ماجد نے مجھ سے فرمایا کہ درود شریف اس صیغہ سے پڑھا کرو ''اللھم صل علیٰ النبی الامی و الہٖ و بارک وسلم'' اور فرمایا کہ میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس کو پڑھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند فرمایا (مگر حدیث نسائی میں مختصر صیغہ یہ آیا ہے۔

اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ اٰل محمد) اس لئے حضرت والا کی طرف رجوع کیا کہ جس درود شریف کے پڑھنے کا حکم ہوگا وہی پڑھا کروں گا یہ دُعا فرما دیجئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تابعداری بجالاؤں اور حضور اقدس کی زیادت مبارک سے بھی مشرف ہوں اور ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔

﴿الجواب: دُعا کرتا ہوں﴾ اشرف علی

''عریضہ نمبر ۷'' بخدمت بارگاہ عالیہ حضرت والا دام فیوضکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

﴿الجواب: وعلیکم السلام﴾

رات تہجد کی نماز کے بعد دوازدہ تسبیح کا ذکر کر رہا تھا اور ذکر اثبات میں خود بخود غذائے روح کا یہ شعر یاد آیا۔

تو بھی اے امداد بہر ذوالجلال یہ دوجہاں کی نعمتوں پر خاک ڈال

اس شعر کو کتنی دیر تک پڑھتا رہا اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس قدر لذت تھی کہ کیا بیان کروں۔ اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میرا دل حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار میں آپ کے سینہ مبارک کے مقابل ہے اور حضرت کے سینہ مبارک سے میرے دل پر ایک اثر آرہا ہے اور اسی نے مجھے محبت الٰہی میں وجدی بنا رکھا ہے اور حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت یاد آتے ہیں۔ حضرت والا حضرت حاجی رحمۃ اللہ علیہ سے مجھے محبت بھی بہت ہے مگر یہ محبت حضرت والا ہی کے سبب سے ہے اس میں مجھ کو کوئی ضرر تو نہیں؟

﴿الجواب: ضرر کا یہاں کیا واسطہ دونوں محبتیں ایک ہی ہیں۔﴾

اور ایک حال یہ ہے کہ خود بخود حضرت والا یاد آتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرا قلب حضرت والا کے قلب مبارک کے سامنے ہے اور آپ کے قلب مبارک پر سے ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اثر میرے قلب پر آتا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر پاک سے غفلت نہیں ہوتی۔ یہ حضرت والا کی توجہ خاص کا اثر معلوم ہوتا ہے جو غلام پر بارش کی طرح برستا رہتا ہے اس میں بھی اگر کوئی ضرر ہو تو آگاہی بخشیں۔

﴿الجواب: یہاں تو پہلا شبہ بھی نہیں البتہ کوئی حاضر وناظر سمجھتا ہو تو ضرر ہے﴾

فقط غلام عنایت علی۔۔۔از لدھیانہ۔۔۔۱۶رشوال ۱۳۵۲ھ

”عریضہ نمبر ۷“ حضرت ہادی برحق سلّمھم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! احقر نے ایک عریضہ میں اپنے ایک مرض باطنی کا حال عرض کیا تھا حضرت والا نے یہ جواب مرحمت فرمایا تھا کہ جب نفس کا اس طرح مقابلہ کرتے رہو گے تو یہ تقاضا خود بخود مغلوب ہو جائے گا الحمد للہ حضرت والا کی دُعا و برکت سے آج دس روز ہو گئے وہ تقاضا بالکل بند ہو گیا اور دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ جب اللہ تعالیٰ سے دوسرے وقت میں شرم آتی ہے اور ہر دفعہ توبہ کرنا پڑتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے رونا پڑتا ہے تو ایسے فعل سے کیا فائدہ پھر اللہ پاک کو کیوں ناراض کیا اگر میری یہ حالت اچھی ہو تو استقامت کی دُعا فرما دیں۔ باقی ہم سب خیریت سے ہیں۔ فقط۔ غلام عنایت علی۔ از لدھیانہ۔ ۳ محرم ۱۳۴۷ھ

﴿الجواب: دل سے دُعا کرتا ہوں۔ یہ فہم مبارک ہو۔﴾

اس عریضہ مبارک کے پڑھنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر کسی بزرگ یا پیر کو اجازت مل جائے کہ وہ کسی کو بیعت کر سکتا ہے تو اس کو یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ جسے چاہے مرید کر لے بلکہ پہلے خود کو اس قابل بنائے کہ بیعت کرنے کے قابل ہو جائے اور پھر جس کو مرید کرنا چاہے تو پہلے یہ دیکھے اور یہ سمجھے کہ کیا مرید کیا جانے والا شخص اصلاح باطنی کا اِرادہ رکھتا ہے اور پابند شریعت ہے یا نہیں اگر اس میں یہ صفات

نہ ہوں تو پہلے اُس کی اصلاح کرے پھر مرید کرے۔

''عریضہ نمبر ۲'' (ایک عربی داں درخواست برائے بیعت)

حضرت سیدی حبیبی دام فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ایک شخص عربی پڑھ کر فارغ ہوئے ہیں مزاج کے کچھ سادہ ہیں۔ کئی دفعہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھ کو دو سال سے پیر کی تلاش ہے آپ مجھ کو بیعت کر لیں۔ میں نے عذر کر دیا کہ میں عالم نہیں ہوں کسی عالم کی طرف رجوع کرو کہنے لگے میں نے بہت کچھ سوچا مگر سوائے آپ کے کسی سے مناسبت ہی نہیں ہوتی آپ کی طرف دل کشش کرتا ہے پھر وہ کہنے لگے اصطلاحی عالم تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی نہیں تھے مگر بڑے بڑے عالموں نے ان سے بیعت کی میں نے پھر یہ عذر کیا کہ میں اس میں غور کروں گا اور آپ بھی ابھی غور کریں اب حضرت والا کی بارگاہ عالیہ میں عرض ہے کہ ان کے بارے میں کیا کروں؟۔ فقط۔ غلام عنایت علی۔ ۵ ربیع الاوّل ۱۳۵۷ھ۔

﴿الجواب: السلام علیکم! مناسب یہ ہے کہ اوّل تعلیم حاصل کریں۔ چند روز کے بعد جب تعلیم مفید پائیں اور پھر بھی قلب میں یہی تقاضا پائیں تو بیعت منظور کر لیں۔﴾ اشرف علی۔

''عریضہ نمبر ۳'' حضرت سیدی حبیبی دام فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ قرآن مجید کی محبت و عظمت دل میں بہت بڑھی ہوئی ہے یہاں تک کہ پڑھنے سے جی نہیں بھرتا۔ لفظ لفظ پر لذت آتی ہے بلکہ جب کوئی رنج و غم اور قبض وغیرہ ہوتا ہے تو قرآن مجید کے پڑھنے سے دل خوش ہوتا ہے فرحت ہوتی ہے غرض ذکر الٰہی میں دل بہت لگتا ہے۔

﴿الجواب: مبارک ہو﴾۔

ایک بات یہ بھی قابل اطلاع ہے کہ اس غلام کو سجدے میں بڑی راحت ہوتی ہے بعد نماز پنجگانہ سنت کے موافق ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگتا ہوں ورنہ اور وقتوں میں سجدے ہی میں دُعا مانگنے کا شوق ہے۔ بغیر سجدے میں دُعا کئے جی نہیں بھرتا اور

سجدے میں مجھ کو کوئی تھکن بھی نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ جی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ساری عمر پڑا رہوں۔ یہ حالت کیسی ہے؟

﴿اعلیٰ درجہ کی نعمت ہے﴾

مکرر آنکہ ۵ روپے کا نوٹ ارسالِ خدمت ہے چار روپے خود قبول فرمائیں اور ایک روپیہ حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ قبول فرمائیں۔

﴿الجواب: بسر وچشم دونوں نے قبول کر کے دُعا کی۔ اشرف علی﴾

فقط۔ غلام عنایت علی۔ ۲۴ صفر ۱۳۵۲ھ

''عریضہ نمبر ۴۷'' حضرت سیدی و مرشدی وسیلتہ الی اللہ یومی و غدی زاد اللہ تعالیٰ فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

﴿الجواب: السلام علیکم﴾

حضرت والا نے ذکر کی گرمی کا علاج یہ تحریر فرمایا تھا کہ مناسب ہے ضرب و جہر چھوڑ دو ایسے وقت گیارہ بار درود شریف پانی پر دم کر کے پی لیا کرو۔ الحمد للہ اس نسخہ تبرک سے غلام کو بہت نفع ہوا۔ ضرب و جہر چھوڑنے سے تھکن کم ہو گئی۔ البتہ کبھی کبھی ضرب و جہر معمولی سی کر لیتا ہوں کہ عادت پڑ گئی تھی اور درود شریف پڑھ کر دم کر کے پینے سے یہ اثر ہوا کہ دل میں سرور اور ٹھنڈک پیدا ہو جاتی ہے ذکر میں خوب دِل لگتا ہے اور کبھی دل نہ لگے تو اس کا علاج حضرت والا کا فرمایا ہوا یہ ہے کہ ''دل لگے یا نہ لگے کام کرو۔ دل لگنا مقصود نہیں ہے کام کرنا مقصود ہے۔'' بس اس خیال کے آنے سے پھر ذوق و شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ خاتمہ بالخیر ہونے کی دُعا کا محتاج ہوں۔ آخرت کا بڑا خیال رہتا ہے۔ فقط۔ غلام عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔

﴿الجواب: السلام علیکم! یہ سب حالات مبارک ہیں۔ دل سے دُعا کرتا ہوں۔﴾ اشرف علی

اس عریضہ میں اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین سے عشق کمال تک پہنچنا نظر آتا ہے اور بزرگانِ دین اور اولیاء کرام کی محبت میں شاعری بھی کرتے ہیں اور کیا کمال کے

اشعار لکھے ہیں۔تعریف کرنا مشکل ہی نہیں محال ہے۔

''عریضہ نمبر ۷۵'' حضرت سیدی ومرشدی دام فیوضکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

حسب معمول جنگل میں گیا تو حضرت والا اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بابا فرید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ شاہ معین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خیال آتا رہا۔اسی ذوق وشوق میں تین ہزار مرتبہ ذکر اسم ذات پڑھا گیا۔ہر ایک کی محبت اور تصور میں زبان سے یہ ہی نکلتا تھا۔

اک کعبہ میں جا کر حق پر فدا ہو گیا اک تھانہ میں اشرف رہنما ہو گیا
اک کلیئر میں حق پر فدا ہو گیا اک پاک پٹن میں باخدا ہو گیا
اک دہلی میں قطب الاولیاء ہو گیا اے دل تو شاہ اجمیری پہ فدا ہو گیا

اور حضرت والا کے بارے میں یہ نکلتا تھا۔

اشرف پیارے میرا پیالہ بھر دے جیسا تیرا دل چاہے ویسا بھر دے
بھر دے بھر دے بابا میرا پیالہ بھر دے

اس حالت میں ایسا رونا آیا کہ آنسو بہتے رہے۔

﴿الجواب: سب حالات مبارک ہیں مگر ان کو کمال نہ سمجھنا﴾

ایک گھنٹہ تک یہی حالت رہی۔حضرت والا نئے نئے حالات آتے رہتے ہیں جن کا لکھنا بھی مشکل ہے کیا سب کی اطلاع کیا کروں؟

﴿الجواب: نہیں﴾

ایک بات یہ ہے کہ ہر ایک چیز میں اللہ تعالیٰ کی معرفت نظر آنے لگی۔

﴿الجواب: مبارک ہو﴾

اللہ تعالیٰ کی معرفت بڑھنے کے لئے دُعا فرما دیجئے۔

﴿الجواب: دل سے دُعا ہے۔﴾

فقط۔غلام بندہ عنایت علی۔از۔لدھیانہ۔۲ ربیع الاوّل ۱۳۵۲ھ

''عریضہ نمبر/۷۶'' بخدمت بابرکت سراپا رحمت حضرت مولانا صاحب دام فیوضکم۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وعظ ''تقلیل الکلام'' کا مطالعہ کرر ہا تھا۔

اس مضمون سے بڑا نفع ہوا کہ زبان گناہوں سے بھی بچی رہے فضول باتیں کرنے کی عادت کم ہوجائے اوراس کے ساتھ ثواب بھی بے شمار ملتا ہے اور ثواب میں ہی بس نہیں بلکہ تلاوت قرآن میں بندے کو حق تعالیٰ کا ایک خاص قرب بھی حاصل ہوتا ہے۔ جو خاموش رہنے میں کبھی حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ قرآن میں ایک خاص تجلی ہے۔ جب اس کا ظہور قلب پر ہوتا ہے تو دل میں حق سبحانہ کے سوا کسی کی گنجائش نہیں رہتی۔قلب عظمت حق سے پُر ہوجاتا ہے اس مضمون کے پڑھنے کے بعد عصر سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت کی تو اس کا یہ نفع ہوا کہ قرآن مجید کے ساتھ اور زیادہ محبت بڑھ گئی۔آج فجر کی نماز میں سورۂ طٰہٰ سے لے کر اذھبا الٰی فرعون انه طغی تک دونوں رکعتوں میں عجیب لذت حاصل ہوئی۔

حرف حرف مزہ آتا تھا اور دل میں یہ خیال تھا کہ اے میرے اللہ میری جان حاضر ہے۔ آپ پر قربان ہوجائے۔اے میرے اللہ جی میری جان لے لو۔اے میرے اللہ وہ گھڑی کیسی بزرگ اور مقبول ہوگی جب کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرماتے تھے۔ میں آپ کے کلام فرمانے پر قربان ہوجاؤں۔

اے پیارے اللہ! ہم بندوں کو بھی باتیں کرنے کا حکم فرما دیا۔ اے بے مثل وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ آپ کی مہربانیوں کے قربان۔غرض کہ بڑی لذت آئی اور آنسوؤں سے منہ تر ہوگیا۔مگر اس حال کی خبر کسی نمازی کو نہیں ہوئی۔کیونکہ یہ حالات و واردات قلبی تھے یہ دُعا فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد میرے دل میں ہر وقت بسی رہے۔

فقط غلام عنایت علی۔از۔لدھیانہ۔۳ محرم ۱۳۵۳ھ

﴿الجواب: ماشاء اللہ تعالیٰ بڑی دولت ملی۔دل سے دُعا کرتا ہوں۔﴾

''عریضہ نمبر ۷۷'' (سلسلہ خواب)

حضرت سیدی حبیبی دام فیوضکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔ بیس روز کا عرصہ ہوا۔ میں نے ایک خواب دیکھا تھا اور حضرت والا کی خدمت میں لکھ کر ارسال کیا تھا خبر نہیں وہ راستہ میں کہاں گم ہوگیا اس کا جواب نہ آیا۔ اس لئے اب پھر عرض کرتا ہوں۔ خواب یہ ہے۔

میں کسی شہر میں ہوں۔ ایک یا دو آدمیوں سے کہتے سنا کہ دیکھو وہ مسجد نبوی ہے میں نے جو دیکھا تو واقعی مسجد نبوی ہے کیونکہ جیسا نقشہ نقشوں میں ہوتا ہے۔ ویسا ہی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک بھی اس طرح نظر آیا اور جوتے اُتار کر بڑے ادب سے اور شوق سے یہ غلام مسجد کے صحن میں گیا پھر روضہ اطہر کی طرف زیارت کے لئے چلا اور آپ کا یہ شعر زبان پر تھا ۔

ابن عبداللہ زمانہ ہے خلاف اے میرے مولا لیجئے خبر میری

اس شعر کو پڑھتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں آنسو جاری تھے۔ پھر روضہ اطہر کے پاس جا کر آنکھ کھل گئی۔ دل بہت خوش تھا اور آنکھوں میں آنسو تھے۔ اس خواب کا اثر فجر کی نماز اور اشراق تک عجیب رہا وہ یہ کہ استغفار اور درود شریف خود بخود زبان سے نکلتا رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یاد آتے رہے۔ اور یہ دُعا بھی زبان پر آتی رہی کہ اے اللہ مجھے اپنی اور اپنے رسول کی سچی محبت عطا فرما اور دنیا سے اسی دھن میں اُٹھائیو ان دُعاؤں کے وقت منہ پر آنسو بہہ رہے تھے اور میں نے وہ آنسو سارے چہرے پر خوب مل دیئے۔ دُعائے برکت فرما دیجئے۔

فقط والسلام عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔ ۵ رمضان المبارک ۱۳۴۸ھ

﴿الجواب: السلام علیکم! دل خوش ہوا۔ دل سے دُعا کرتا ہوں۔﴾ اشرف علی

اس عریضہ مبارکہ کو پڑھ کر اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ ہم ناکارہ لوگ آج کل صرف اور صرف دنیا کی خواہش میں لگے ہوئے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ شاید ہمیں ہمیشہ اس دنیا میں رہنا ہے کیونکہ ہمارے سامان و آرائش اور خواہشات دنیاوی کو دیکھ کر

ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہمارا معمول آخرت کا فکر ختم ہو گیا ہے دن رات دنیا ہی میں رہنے اور اس کے لئے ساز وسامان کو اکٹھا کرنے کی فکر لگی ہوئی ہے مگر اس خط کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی اصل تو آخرت ہے۔ اس جہان فانی میں دل لگانے کا کچھ حاصل نہیں۔ کیونکہ جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچا عشق اور نسبت رکھتے ہیں وہ سب نعمتوں کا حاصل موت ہی کو سمجھتے ہیں۔ اور ان کو یہ شوق پیدا ہو جاتا ہے کہ کب اجل آئے اور ان کو خدا سے ملا دے۔ کیونکہ سب نعمتوں کا ست تو دیدار الٰہی ہے بشرطیکہ خاتمہ ایمان پر ہو۔ اور جو شخص اس حقیقت کو جان جاتا ہے وہ اس دنیا کی رنگینیوں سے بیزار ہو جاتا ہے اور شدت سے اس بات کا منتظر رہتا ہے کہ کب اس دنیا سے کوچ ہو اور دیدار رب نصیب ہو دنیا ان کے لئے ایک میدان حیرت ہوتا ہے۔

''عریضہ نمبر/۷۸'' (سب نعمتوں کا سَت)

حضرت سیدی محبوبی دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

﴿الجواب: وعلیکم السلام﴾

بیماری کے سبب جب سے حضرت والا کو ضعف ہوا ہے حضرت والا کی تکلیف کی وجہ سے اپنے حالات بارگاہ عالیہ میں پیش نہیں کئے لیکن حضرت والا کی برکت سے سب باتیں خود بخود سمجھ میں آجاتی ہیں اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رضائے کامل کی کوشش دل میں رہتی ہے اور دنیا ایک ویران سا جنگل نظر آتا ہے ہر وقت آخرت کی فکر لگی رہتی ہے موت اچھی معلوم ہوتی ہے اور یہ خیال رہتا ہے کہ اگر اس وقت موت آجائے تو میں اللہ تعالیٰ کا مہمان بنوں۔ میرے حضرت میرے ماویٰ وملجا اس غلام پر بہت سے احسان فرمائے ہیں اور میں نے بہت سی دُعائیں کرائی ہیں اور زندگی بھر کراتا رہوں گا اپنی اس للّٰہی شفقت کا صدقہ کہ جس کی وجہ سے اس غلام کو اللہ ورسول کا رستہ بتلایا میرے ہادی میرے پشت وپناہ اب یہ دُعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رضاءِ کاملہ کے ساتھ اس غلام ناکارہ کو دنیا سے اُٹھائے کہ ایک یہی آرزو دل میں باقی ہے۔

﴿الجواب: میں تم سے خوش ہوں اور دل سے دُعا کرتا ہوں﴾ اشرف علی

فقط غلام عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔ ۱۸ محرم ۱۳۶۰ھ

''عریضہ نمبر ۷۹'' بسلسلہ بیعت طریقت

حضرت مربی برحق مدظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ غلام کو بیعت کرتے ہوئے بہت شرم آتی ہے لیکن حسب الارشاد حضرت والا جب کسی طالب خدا سے مناسبت ہو جاتی ہے تو اس طرح بیعت کرتا ہوں کہ:

''کہو بیعت کی میں نے عنایت علی کے ہاتھ پر حضرت مولانا اشرف علی صاحب سے اور داخل ہوا میں خاندانِ چشتیہ نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ میں۔''

غلام کو یہ طریقہ اچھا معلوم ہوتا ہے اگر اس میں غلطی ہو تو مطلع فرمائیں۔

﴿الجواب: بالکل ٹھیک ہے۔﴾

فقط۔ غلام عنایت علی۔ از۔ لدھیانہ۔ ۱۸ رمضان ۱۳۵۶ھ

یہاں پر تھوڑا سا یہ بیان کرنا چاہتی ہوں کہ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے والد صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کی جس جس طریقہ سے دستگیری کی وہ بیان سے باہر ہے۔ جس طرح سے انہوں نے ایک مریدِ خاص کی صورت میں قبول کیا اپنے فیوض وبرکات کی بارش اُن پر نازل کی دین کے مکتب میں داخل کیا۔ مکتب سے لے کر منزل تک پہنچایا ہر معاملات میں معاونت فرمائی۔ شریعت سے واقفیت کرائی۔ اللہ کے دین پر چلنے کا سیدھا راستہ دِکھایا۔ اپنے غلاموں میں شامل کیا۔ حضرت والا نے والد صاحب کے یکے بعد دیگرے دو نکاح کئے۔ پہلا نکاح حضرت نے اپنی لے پالک دختر سے کیا اور ان کی وفات کے بعد دوسرا نکاح ایک رئیس گھرانے میں کروایا۔ دونوں نکاح کے حالات اور حضرت والا کے معاملات اور سمجھ بوجھ پر حیرت ہوتی ہے۔ نکاح کے انتظامات اور طریقہ کار کو اگر کوئی نادان سمجھ لے تو آج کے دور میں جن پریشانیوں کا شکار مسلمان ہوئے ہیں ہر پریشانی اور اُلجھن

سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ مندرجہ ذیل عریضوں میں والد صاحب اپنے الفاظ میں اپنے نکاح کے بارے میں تمام واقعات تحریر فرماتے ہیں کہ کس طرح بلا کسی شک وشبہ کے معاملات کو نمٹایا اور اپنی شفقت اور محبت کی بارش نچھاور کی ایک ایک عمل اور ایک ایک لفظ میں وہ حکمت پوشیدہ ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔

''عریضہ نمبر ۸۰'' (نکاح اوّل......از......احقر عنایت علی)

واضح ہو کہ یکے بعد دیگرے دستگیر بے کساں قطبِ دوراں حکیم الامت محی السنّت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب دامت برکاتہم نے احقر کے دو نکاح کئے۔ ایک یتیمہ لے پالک سے اور دوسرا ایک رئیس گھرانہ میں۔ پہلے نکاح کے وقت میری عمر ۳۰ سال اور دوسرے نکاح کے وقت تقریباً ۴۰ سال کی تھی۔

''عریضہ نمبر ۸۱''

حضرت سیدی مرشدی دام فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

یہاں مظفر نگر میں میری خوش دامنہ صاحبہ نے مجھ کو بلایا۔ بغرضِ نکاح بلایا۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ کپڑے اور زیور بنا رکھا ہے۔ کپڑے اور زیور میں اور یہاں کی آمدورفت میں روپیہ بھی خرچ ہو گیا اب مایوس ہو کر حضرت والا کی طرف رجوع کیا ہے اگر آپ کے خیال مبارک میں کوئی جگہ ہو تو میرا نکاح کرا دیجئے۔

فقط والسلام۔ خادم عنایت علی۔ محمد پوری مقیم لدھیانہ۔ حال وارد مظفر نگر۔

﴿الجواب: السلام علیکم! ایک آدھ جگہ موقع ہے۔ تفصیل تو خط میں نہیں آسکتی ایک رات کے لئے آجاؤ۔ بمعہ کپڑے اور زیور کے اُن موقعوں میں ہمارا کچھ زور تو ہے نہیں مگر کوشش سے دریغ نہ ہوگا۔ اور اس خط کو ساتھ لیتے آنا۔﴾ اشرف علی از تھانہ بھون

''عریضہ نمبر ۸۲'' (حضرت حکیم الامت سے ہم کلامی)

احقر حسب الارشاد خدمت عالیہ میں حاضر ہو گیا۔ اور مغرب کی نماز کے بعد ملاقات ہوئی۔ احقر نے سلام علیک عرض کی۔ اور کہا کہ حضرت میں عنایت علی ہوں۔

حضرت والا نے مصافحہ فرما کر بڑی خوشی سے فرمایا:

''کہ اچھا بھائی تم آ گئے۔اچھے بھی رہے۔''

احقر: الحمد للہ حضور کی دُعا سے اچھا ہوں۔

پھر ارشاد فرمایا۔قریب ہی بیٹھ جاؤ۔نماز سے فارغ ہو کر بلا لوں گا۔احقر آپ کی سہ دری کے پاس بیٹھ گیا۔جب آپ نماز پڑھ چکے تو احقر کو بلایا اور اپنے پاس بٹھا کر فرمایا بھائی تمہاری آمدنی کتنی ہوگی۔

احقر: تیس روپے کا اوسط ہوگا۔حضرت! کچھ زمین اور مکان ہے، احقر تھوڑی سی ہے اور مکان گھر کا گاؤں میں ہے۔

حضرت: داڑھی میں کوئی سفید بال تو نہیں آیا۔

احقر: ابھی تو نہیں آیا۔میری عمر تقریباً ۳۰ سال کی ہے۔

حضرت: بھائی مجھے تو سب ہی اچھی طرح سے ملتے ہیں۔غیب کی مجھ کو کیا خبر۔تمہارا غصہ کیا ہے؟

احقر: ایک دفعہ یہاں کی جامع مسجد میں آپ کا وعظ سنا تھا۔اس میں آپ نے فرمایا تھا کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خادم سے آپ کا ایک بڑا قیمتی آئینہ ٹوٹ گیا۔وہ خادم بہت ڈرا کہ حضرت غصہ فرمائیں گے۔حضرت شاہ جیلانی کو معلوم ہوا تو خادم کی حالت دیکھ کر فرمایا کہ ڈرمت اچھا ہوا ٹوٹ گیا، میں تم کو اُٹھالانے کی روز تکلیف دیتا تھا۔اب سارا جھگڑا ہی ختم ہو گیا۔بس جب سے غصہ نہیں رہا۔

حضرت والا:۔الحمد للہ! بھائی یہ باتیں ضروری دریافت کرنے کی تھیں۔اس لئے کہ عورتیں پوچھیں تو بتا دوں اچھا یہ بتلاؤ تم کو کن اوصاف کا آدمی چاہئے۔

احقر: گندمی رنگت ہو۔اور انگریزوں کا سا نہ ہو کیونکہ مجھے انگریزی کے رنگ ڈھنگ پسند نہیں۔

حضرت: خوش ہو کر اچھا انگریزی رنگ وغیرہ پسند نہیں ہے۔اچھا بھائی کچھ اور بتلاؤ۔

احقر: کنواری ہو۔

حضرت: تمہارا جو لڑکا ہے اس کی خدمت تم اپنی طرف سے کراؤ گے یا وہ خود کرے تو اس کا احسان ہے۔.........احقر: لڑکے کی خدمت میری طرف سے نہ ہوگی اگر وہ خود خدمت کرے تو اس کا احسان ہوگا۔

حضرت نے فرمایا: ہاں بھائی شرعاً بھی اس طرح ہے اور تجربہ کی بات ہے۔ اگر پہلے ہی سے خدمت سپرد کردی جائے تو ضد ہو جاتی ہے اور اس کے خلاف میں چاہت ہو جاتی ہے میں نے یہ باتیں اس لئے پوچھی ہیں کہ اگر تمہارے مزاج کے موافق آدمی ہوا تو نائن بھیج کر معلوم کرالیں گے پھر بات چیت کی جائے گی ورنہ نہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ کل کو آئندہ معاملات خراب نہ ہوں۔

احقر:۔ حضرت بہت ہی اچھا ہے جو کچھ دریافت فرما رہے ہیں۔

حضرت: اچھا بھائی تم تھک رہے ہوگے آرام کرو۔

احقر: بہت اچھا، مگر یہ ٹرنک کپڑے اور زیور کا ہے۔

حضرت: بہت اچھا ہم اس کو گھر لے جاویں گے زیور اور کپڑا دیکھیں گے تم یہاں آرام سے مطمئن ہو کر آرام کرنا اگر گھر تک اس ٹرنک کو لے جا سکتے ہو تو میرے ساتھ لے چلو ورنہ سلیمان (خادم وملازم کا نام) لے جائے گا۔

احقر: حضرت میں ہی لے چلوں گا اور حضرت میں نے شاملی میں کھانا کھالیا تھا اب نہ کھاؤں گا۔ حضرت: بہت اچھا۔

احقر ٹرنک لے کر حضرت والا کے ہمراہ مکان پر پہنچا۔ بیٹھک میں ایک حافظ صاحب کھانا کھا رہے تھے ان سے فرمایا کہ یہ چھوٹے حافظ جی آئے ہیں۔ ان کو بھی کھانا کھلاؤ۔

احقر نے عرض کی کہ حضرت میں تو کھانا کھا چکا ہوں۔

حضرت: اچھا بھئی بھوک نہ ہو تو مت کھانا۔

حضرت والا گھر میں تشریف لے گئے اور ٹرنک منگوا کر فرمایا اے سلیمان!

حافظ جی سے کہو۔ مدرسے میں جا کر آرام کرو۔

احقر مدرسہ میں آ گیا۔

حضرت والا نے عشاء کی نماز کے بعد احقر کو بلایا اور فرمایا لو بھائی دو تین جگہ ہیں۔ ایک تو بیوہ ہے بے اولاد۔ اور ایک بیوہ کے دو لڑکیاں ہیں۔ اور ایک لڑکی کنواری ہے یتیم ہے جو ہمارے پاس ہے اور سادات سے ہے۔ عمر اس کی پندرہ سال کی ہے اور جو اوصاف تم نے بیان کئے ہیں وہ ان کے موافق ہے ہم کو اس کی یتیمی پر بہت رحم آتا ہے سیدھی سادھی ہے اور ایک پارہ میں نے اس کو پڑھایا ہے اور کھانا پکانے میں بہت ہوشیار ہے مگر سینے میں ذرا کم ہے۔ اب ان تینوں میں جو اچھا معلوم ہوتا ہو ظاہر کر دو۔

احقر: حضرت یہ لڑکی جو آپ کے پاس ہے یہ مجھ کو پسند ہے۔

حضرت: بہت خوش ہو کر اچھا اب یہ کام کرو کہ ایک رقعہ صبح کو میرے نام لکھو، قاعدے کے ساتھ کام کرنا اچھا ہوتا ہے اس طرح کا مضمون ہو کہ میں نے سنا ہے کہ ایک لڑکی والدہ سفیر حسن کے رہتی تھی اور اب آپ کے پاس ہے۔

لہٰذا اگر آپ والدہ سفیر حسن سے میرے نکاح کی بابت کوشش کر دیں تو آپ کا احسان ہوگا۔ اور والدہ سفیر حسن کا بھی احسان ہوگا۔ اس سے وہ بھی خوش ہوں گی کہ ہم سے دریافت کر لیا ورنہ اس کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔

احقر: بہت اچھا۔

حضرت: اچھا جاؤ آرام کرو اگر کوئی اور بات دریافت کرنے کی ہو گی پھر دریافت کر لوں گا........ احقر سلام علیک کہہ کر مہمان خانہ میں آ گیا۔ اور صبح کو حسب ذیل رقعہ حضرت والا کی خدمت میں پیش کر دیا، عریضہ مندرجہ ذیل ہے:

''حضرت سیدی و مرشدی و ماوائی و ملجائی دام فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ خادم نے سنا ہے کہ ایک لڑکی والدہ سفیر حسن کے پاس پہلے رہتی تھی۔ اور اب حضرت والا کے پاس رہتی ہے اگر حضرت والا میرے نکاح کی سفارش والدہ سفیر حسن

سے فرمادیں تو آپ کا بڑا احسان ہوگا اور والدہ سفیر حسن اگر میرے نکاح کی اجازت فرمائیں تو ان کا بھی بڑا احسان ہوگا۔ ۳۰ کی میری عمر ہوگی اور ۳۰ ہی روپے ماہوار آمدنی ہوگی وطن میں مکان بھی ہے''۔ الملتمس خادم عنایت علی محمد پوری۔ مقیم لدھیانہ۔

یہ رقعہ لکھ کر حضرت والا کی خدمت میں پیش کر دیا۔

حضرت والا نے پڑھ کر فرمایا بہت اچھا پیش کر دوں گا اور حضرت والا وہ رقعہ لے کر گھر تشریف لے گئے اور تقریباً ایک گھنٹہ میں واپس تشریف لے آئے اور احقر کو بلایا۔ پاس بٹھا کر فرمایا کہ بھائی آج کل غریب آدمی کو کوئی پسند نہیں کرتا۔ کچھ عورتیں کہتی تھیں کہ کوئی مالدار آدمی ہوتا اور کئی جگہ سے مالدار رشتے آئے بھی تھے مگر میں نے اور میرے گھر میں سے کہا کہ مالدار کیا ہوگا دیندار ہونا چاہئے۔ سو حافظ عنایت علی دیندار ہے۔ مہر پانچ سو روپے مقرر ہوا ہے گیارہ سو روپے کہتی تھیں لیکن ہم نے کہا پانچ سو روپیہ کافی ہے کیونکہ وہ دیندار آدمی ہے اگر دینا چاہے تو دے دے گا۔ سو تم کو پانچ سو روپیہ منظور ہے۔

احقر: حضرت مجھے منظور ہے۔

حضرت: اور نکاح کے بعد لڑکی عید تک یہاں رہے گی کیونکہ میرے گھر سے اور سب کے ساتھ بہت محبت ہے اور ہم نے اس کو اپنی اولاد کی طرح رکھا ہے اور بیچ میں آمد و رفت رکھنی پڑے گی۔ احقر: بہت اچھا ہے

حضرت: اگر کہیں دعوت وغیرہ میں میرے گھر سے اپنے ہمراہ لے جاویں تو تمہاری اجازت ہوگی۔ احقر: حضرت میری طرف سے اجازت ہے۔

حضرت: اچھا تو ان شرائط کی وجہ سے اس رقعہ پر دستخط کر دو تا کہ گھر والوں کو بھی تسلی ہو جائے اور گھر والے دیکھ لیں۔......احقر نے دستخط کر دیئے۔

حضرت بہت خوش ہو کر الحمد للہ کہ تمام باتیں قبول ہو گئیں اور بھائی تاریخ نکاح ۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۴ھ بروز جمعہ قرار پائی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ جمعہ کو نکاح ہو جائے گا اور بعد نکاح اپنی آمد و رفت یہاں گاہ گاہ رکھی جائے اور بعد میں ساتھ لے

جانے کے بھی حسب موقع کبھی کبھی یہاں لاکر ملا جایا کرے۔

احقر: بہت اچھا۔

حضرت: اب تمہارا یہاں رہنے کو دل کرے تو نکاح ہونے تک پانچ چھ روز ہیں یہاں رہو اگر کہیں جانے کا اِرادہ ہے تو وہاں ہو آؤ۔

احقر: حضرت میں مظفر نگر اور محمد پور جاؤں گا۔

حضرت: بہت اچھا۔ غرض میں سب جگہ سے پھر پھرا کر حضرت والا کی خدمت میں جمعرات کے روز حاضر ہو گیا۔ جمعہ کی نماز سے پہلے کپڑوں کا ایک جوڑا احقر کے لئے حضرت والا کے دَرِ دولت سے آیا اور ایک لٹھے کا پائجامہ اور ایک چکن کا کُرتہ اور ایک پانچ کلیوں کی چکن کی ٹوپی جیسی حضرت والا اوڑھا کرتے تھے۔ اور ایک ململ کا عمامہ جو ہارسنگھار کے پھولوں سے رنگا ہوا تھا اور ایک لٹھے کا رومال احقر نے وہ جوڑا پہن لیا۔ اور جمعہ کی نماز سے پہلے سات روپے کے چھوارے احقر نے منگوا لئے تھے۔ جمعہ کی نماز کے بعد اعلان کیا گیا کہ سب صاحب ٹھہر جائیں نکاح ہوگا۔

نماز سے فارغ ہو کر سب لوگ اور حضرت والا اور یہ احقر مسجد کے صحن میں بیٹھ گئے۔

مولانا ظفر احمد صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت چھوارے کتنے کتنے تقسیم کئے جاویں۔

ارشاد فرمایا کہ بھائی آٹھ آٹھ تقسیم کر دیئے جاویں۔

مولانا ظفر احمد صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آدمی بہت ہیں۔ کبھی چھوارے تھوڑے رہیں۔ حضرت والا نے فرمایا اِن شاءاللہ پورا بٹ جائے گا۔ اگر کمی بھی رہے گی تو اور منگوا لئے جاویں گے۔

الحمدللہ! حضرت والا کی برکت اور کرامت سے سب حاضرین کو پورے آٹھ آٹھ تقسیم ہو گئے اور چھوارے بھی ختم ہو گئے۔

حضرت والا نے دو شرعی گواہ بنائے ایک مولانا ظفر احمد صاحب حضرت والا

کے بھانجے، دوسرے حافظ ناظر حسن صاحب حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ کے بھائی اور حضرت والا نے خطبہ مسنون پڑھ کر اس طرح احقر سے ایجاب قبول کرایا کہ میں نے اپنی وکالت سے فلاں (منکوحہ کا نام) فلاں کی لڑکی (منکوحہ کے باپ کا نام) کا نکاح ۵۰۰ روپے مہر کے بدلے تمہارے ساتھ کر دیا ہے۔ تم نے اس کو قبول کیا۔

احقر: میں نے اس کو قبول کیا۔

نکاح کے بعد دُعا مانگی گئی اور مولانا شبیر علی صاحب نے چھوارے تقسیم کئے۔ سبحان اللہ! وہ کیا رحمتِ الٰہی کا وقت تھا کہ ایک اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ اور پیارا بندہ مع ذاکرین وصالحین اس کارِ خیر کی خوشی میں پھولے نہ سماتے تھے اللہ تعالیٰ ان سے اور ہم سب سے خوش ہو۔

رات کو عشاء کی نماز کے بعد مکان پر سونے کے لئے بلایا گیا اور صبح کی نماز کے بعد احقر کو حضرت والا نے بلا کر دریافت فرمایا کہ دو تین باتیں دریافت طلب ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دریافت فرمایا ہے:

(۱) کیوں بھئی تم نے اپنے آدمی کو اپنی حسب منشاء پایا۔ احقر: حضرت جیسا میں چاہتا تھا ویسا ہی آدمی ہے حضرت بہت خوش ہو کر الحمد للہ! دل بہت خوش ہوا۔

(۲) اچھا بھائی ولیمہ سنت ہے کچھ روپے تمہارے پاس ہیں۔ احقر: حضرت اس وقت میرے پاس ایک روپیہ ہے اور یہ خط لدھیانہ سے آیا ہے آج ہی اِن شاء اللہ تعالیٰ بیس روپے آجائیں گے حضرت تو کتنے روپے خرچ کئے جاویں۔ احقر: بیس ہی خرچ ہو جاویں۔ حضرت: بھائی تمہیں لدھیانہ جانے کا خرچہ بھی تو چاہئے خیر پندرہ روپے تک خرچ کئے جاویں جب روپے آجاویں گے تب حساب ہو جائے گا اب ہم خرچ کر دیں گے اور بھائی میری برادری تو یہی خانقاہ کے لوگ ہیں باقی اور ایک دو گھر ہیں۔ اِن شاء اللہ کافی انتظام ہو جائے گا۔ احقر: حضرت! یہ خادم تو ہر طرح سے خوش ہے اور یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ میرے ولیمہ کا کھانا آپ اور خانقاہ کے ذاکرین وصالحین کھائیں۔

(۴) دیکھو اگر گھر کے معاملات میں کچھ فرق معلوم ہو تو کیونکہ اب تمہارا آنا جانا ہوا کرے گا تو تم کچھ خیال نہ کرنا تم مجھ کو دیکھنا گھر کے معاملے میں مجھ پر قیاس نہ کرنا۔ اگر میری طرف سے بداعتقاد ہو گئے تو فیض بند ہو جائے گا۔ پھر حضرت والا نے خانقاہ میں اعلان کر دیا کہ آج شام کو حافظ عنایت علی کے یہاں ولیمہ کی دعوت ہے۔ مگر پلاؤ گاؤں جیسا ہوگا گلا گھونٹنا جس کا دل چاہے کھاوے اور جس کا دل نہ کرے نہ کھاوے مگر اطلاع کر دیں سب صاحبوں نے دعوت منظور کر لی۔

بعد نماز مغرب حضرت والا نے اور خانقاہ کے تمام ذاکرین نے وہ پلاؤ کھائی اور سب نے کہا ایسی مزے دار پلاؤ کبھی نہیں کھائی۔ سبحان اللہ۔

سنت کی برکت حضرت حکیم الامت کی برکت پھر مزے دار کیسے نہ ہوتی اور صبح کو 8 بجے حضرت والا نے اپنے در دولت پر احقر کو بلایا احقر بیٹھک میں بیٹھ گیا۔

حضرت والا نے ایک پرچہ بھیجا کہ اس پرچے کو دیکھو اس میں خرچ کا حساب ہے۔ احقر نے اس پرچے کو دیکھا اس میں خرچ کی سب رقم الگ الگ لکھی ہوئی تھی، لکڑی، لہسن، پیاز، گرم مصالحہ، گھی، گوشت وغیرہ کا سب خرچ تیرہ روپے چودہ آنے تھا۔

پھر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ بھائی یہ خرچ ہوا ہے اور سب معاف کر دو شاید کچھ کم و بیش خرچ ہو گیا ہو۔

احقر: سب معاف کیا۔

اللہ اکبر! اے حکیم الامت محی سنت تیری شان اور خلق عظیم غریبوں پر کیا رحیم و کریم آہ افسوس اور آہ افسوس کہ جائے پناہ دین کا بادشاہ مسلمانوں کا سچا خیر خواہ اور اس کے ساتھ خانقاہ کے امیر و غریب ذاکرین و صالحین اس غریب اور مفلس کے ولیمہ میں شریک اور موٹے موٹے چاولوں اور بڑے گوشت کا خشک پلاؤ کھائیں اور خوشی سے پھولے نہ سمائیں۔ اے میرے اللہ میرے مالک تیری حکمتوں اور مصلحتوں پر قربان کہ بے شمار ہیں تیرے احسان کہ اس وقت گنجائش ہوتی تو تیرے ان پیارے مہمانوں کی

دعوت میں کیا کچھ خرچ کر دیتا کہ جن کی دعوت گویا تیری ہی دعوت تھی۔

فَصَبۡرٌ جَمِيۡلٌ ۞ اِنَّهٗ هُوَ الۡحَكِيۡمُ الۡعَلِيۡمُ ۞

بس یہ غلام اشرفی تین روز کی مہمانی کر کے بڑی مسرت کے ساتھ دین و دنیا کی برکتیں لے کر دربار اشرفی سے لدھیانہ آ گیا اور میری اہلیہ کو اس وقت رخصت نہیں کیا تھا عید کے بعد رخصتی کا وعدہ تھا اتفاق سے تھانہ بھون میں طاعون کی بیماری شروع ہو گئی۔

اس میں میری اہلیہ بھی بیمار ہو گئی اور ۵ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ کو حضرت والا کا تار آیا کہ تمہاری اہلیہ بیمار ہے آؤ۔ اشرف علی

احقر تراویح میں قرآن پڑھ رہا تھا کہ اچانک یہ خبر پڑھ کر رنج ہوا اور ایک عالم صاحب جو میرے اُستاد تھے ان سے ذکر کیا انہوں نے فرمایا عذر لکھ دو۔

اسی سوچ اور فکر میں تھا کہ یا الٰہی اب کیا کروں کہ اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور حضرت والا کی کرامت تھی کہ یہ آیت شریفہ زبان پر آئی اور اس کے معنی سمجھ میں آئے۔ حالانکہ احقر عربی پڑھا ہوا نہیں ہے۔

" لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا "

ترجمہ: "تم لوگ رسول کے بلانے کو ایسا مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے۔" (پارہ 18، سورہ نور کا آخری رکوع۔) بس میری سمجھ میں آیا کہ پیر کامل بھی نائب ہوتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ کا۔ جانا چاہئے۔

احقر گیارہ بجے رات کی گاڑی سے ڈھائی بجے رات کو سہارن پور پہنچا اور اسٹیشن کی مسجد میں نماز تہجد پڑھ کر سجدے میں یہ منت مانی کہ "اے اللہ! میری اہلیہ کو آرام ہو تو تیرے واسطے چار روپے کی جلیبیاں خانقاہ کے رہنے والوں کو تقسیم کروں گا۔" اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے اس کا یہ ظہور فرمایا کہ میں سہارنپور سے دس بجے روانہ ہو کر بارہ بجے حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سلام علیک کے بعد آپ نے فرمایا گھبراؤ مت، آج صبح کے ہونے سے پہلے تمہاری اہلیہ کو افاقہ ہے۔ اور اس

وقت حضرت والا احقر کو اپنے ساتھ لے کر مکان پر تشریف لے گئے اور مکان کے دروازے پر کھڑے ہو کر اندر جانے کی اجازت اس طرح حاصل کی۔

اشرف علی اپنا اسم مبارک زور سے پکارا۔

گھر میں سے آواز آئی آیئے۔

آپ گھر میں تشریف لے گئے اور حضرت پیرانی صاحبہ سے فرمایا کہ دیکھو! ہم نے حافظ عنایت علی کو بُلا بھی لیا تھوڑی سی دیر میں حضرت پیرانی صاحبہ سے مشورہ فرما کر پھر بیٹھک میں میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم اپنی اہلیہ کو دیکھ لو مگر کتنی دیر بیٹھو گے۔

میں نے عرض کیا کہ پندرہ منٹ، فرمایا بہت اچھا اور پردہ کرا کر وہ کمرہ مجھ کو بتلا دیا جس میں اہلیہ تھیں میں کمرے میں چلا گیا اور حضرت والا مدرسہ میں تشریف لے آئے۔

پندرہ منٹ بعد احقر بھی اہلیہ کو تسلی دے کر مدرسہ میں آ گیا۔ اللہ اللہ پیر حقانی عارف ربانی اور امتحانِ اشرفی کہ قدم قدم پر اطاعت ربی کی پڑتال جھوٹ اور سچ کی دیکھ بھال۔ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز دھار۔ گویا احقر کے لئے پل صراط پر سے گزرنا تھا اور یہ اسی مرشد کامل کی برکت اور شفقت تھی کہ اس پل صراط سے پار ہو گیا اور اللہ رسول کی راہ میں چلنا آسان ہو گیا۔ ورنہ جلال اشرفی کے سامنے احقر کی کیا مجال تھی کہ لب ہلا سکتا بڑے بڑے علماء وصلحاء واُمراء بھی سامنے بولتے ہوئے کانپتے تھے۔

الحاصل! اگلے روز حضرت والا نے حکیم صاحب سے جو معالج تھے مشورہ کیا کہ لڑکی کو لدھیانہ بھیج دیں تو سفر میں کوئی تکلیف تو نہ ہوگی۔ حکیم جی نے کہا کہ آب و ہوا بدلنے سے بیماری ہی نہ رہے گی۔

تیسرے روز حضرت والا نے میری اہلیہ کو میرے ساتھ بھیج دیا اور ہم بڑی مسرت کے ساتھ لدھیانہ میں آ گئے۔ اور وعدے کے موافق دس برس تک آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا اور اہلیہ کو حضرت پیرانی صاحبہ سے ملاتا رہا اور آج کل یہ ہو رہا ہے کہ نکاح سے پہلے جو چاہو کرا لو۔ اور نکاح کے بعد تم کون اور ہم کون، اور لڑائی

جھگڑے اور طعنوں کا طوفان برپا ہو جاتا ہے۔ اس اہلیہ سے دو لڑکیاں ہیں اور ایک لڑکا سوا مہینے کا ہو کر انتقال کر گیا تھا اور اہلیہ مرحوم و مغفور لڑکے کے بعد کچھ دِنوں زندہ رہ کر اللہ تعالیٰ کی طرف کوچ کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(ان تمام اسرار و رموز کا نچوڑ)

یہ واقعہ کچھ اس قسم کا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر آگ لینے کے واسطے تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبری عنایت فرمائی۔ اسی طرح یہاں نکاح کا بہانہ اور دربارِ اشرفی سے اللہ تعالیٰ نے خلافت مرحمت فرمائی۔

"واللّٰہ تعالیٰ اعلم. ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ"۔ عنایت علی۔ از لدھیانہ محلہ باجڑیاں۔

نکاحِ ثانی از احقر عنایت علی

جب احقر کی اہلیہ اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئی اور دو لڑکیاں یتیم رہ گئیں تو غوثِ زماں دستگیرِ بے کساں حکیم الامت محی السنّت دامت برکاتہم کو اور احقر کی پشت پناہ ماں کے برابر سچی خیر خواہ حضرت سراپا رحمت چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا کو مرنے والی کا صدمہ کہ اولاد کی طرح چاہتی تھیں۔ لڑکیوں کی مسکینی اور بے کسی کا قلق ادھر اپنے اس غلام کے گھر بسانے اور پریشانی دُور کرنے کا خیال دونوں رحیم و مہربان یہ چاہتے تھے کہ اس غریب کا گھر جلدی سے بس جائے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور اپنے پیارے بندوں کی چاہت کو اس طرح پورا فرمایا کہ غیب سے اچانک یہ ذریعہ بنا۔

"عریضہ نمبر ۱"　　(بابت عقد ثانی)

احقر نے ایک کارڈ جوابی سے خیریت دریافت کی تھی، حضرت حکیم الامت مدظلہم نے یہ جواب مرحمت فرمایا۔ السلام علیکم دُعا کرتا ہوں ہمارے گھر ایک میاں بیوی مہمان آئے تھے ان کے ایک لڑکی ہے ان سے تذکرہ ہوا تھا اس کے متعلق تمہاری

پیرانی جی کا ایک خط تمہارے نام گیا ہے۔ اگر نہ پہنچا ہو مکرر لکھا جائے۔ اشرف علی

''عریضہ نمبر۲'' (جواب پیرانی صاحبہ کی طرف سے)

از حضرت پیرانی صاحبہ۔ عزیزم عنایت علی۔ بعد دُعا کے واضح ہو گیا کہ اعظم گڑھ سے ایک مہمان ہمارے ہاں آئے ہوئے ہیں اور بہت دیندار ہیں۔

مولانا صاحب سے محبت رکھتے ہیں ان کے ایک لڑکی ہے انہوں نے اس کی شادی کے بارے میں مولانا صاحب سے اپنا خیال ظاہر کیا تھا کہ کوئی دیندار آدمی آپ کے خیال میں ہو تو بتلا دیجئے میرے اور مولانا صاحب کے منہ سے تمہارا نام نکل گیا کہ عنایت کو بھی دیندار آدمی کی طلب ہے لڑکی اچھی معلوم ہوتی ہے خاندان کے بھی اچھے ہیں۔ صدیقی ہیں اور وہ منگل یا بدھ کو چلے جائیں گے میں نے اپنا پورا اطمینان کر لیا ہے بچیوں کو دُعاء۔ از۔ تھانہ بھون

''عریضہ نمبر۳'' (کارڈ کے جواب میں)

از حضرت پیرانی صاحبہ۔ عزیزم عنایت علی۔ بعد دُعا کے واضح ہو یہاں خیریت ہے۔ کارڈ پہنچا اعظم گڑھ والے منگل کے روز چلے گئے اور ان کا پتہ لے لیا ہے کل کو مولانا صاحب سے مشورہ کر کے تم کو مسودہ روانہ کریں گے۔ تم ان کے پاس خط روانہ کرنا خدا تعالیٰ سے امید ہے کام ہو جائے گا ان کا پھر جلدی آنے کا خیال ہے ۔ پھر تم کو بلا لیا جائے گا تمہارے سب حالات اُن سے بیان کر دیئے ہیں آدمی بہت نیک ہیں۔ لڑکی غریب ہے دس پانچ خط بھیجو گے تو ان کو تمہارا اور تم کو ان کا تجربہ ہو جائے گا رئیس آدمی نہیں مگر دین پر فدا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے پوری اُمید ہے کہ کامیابی ہوگی۔ سب کو دُعا۔ از۔ تھانہ بھون۔

''عریضہ نمبر۴'' (خط کے جواب میں)

از اشرف علی عفی عنہ۔ السلام علیکم۔ اس کے قبل رشتہ کے متعلق ضروری حالات

گھر میں سے لکھ چکی ہیں اب مناسب یہ ہے کہ ایک خط ان کے نام لکھو کہ ان کو تمہاری طلب کا حال معلوم ہو کر تسلی ہو جائے۔ نیز دوسرے کاغذ پر میں نے کچھ ضروری سوالات لکھے ہیں یہ وہ سوالات ہیں جو ایسے موقع پر کئے جاتے ہیں ان کا جواب بھی ان کو معلوم ہو کر ان کی زیادہ تسلی ہو جائے گی اس احتیاط کے بعد ان کو اختیار ہوگا کہ اپنی مصلحت سمجھ کر خواہ قبول کریں خواہ جواب دے دیں۔

ان سوالات کے جوابات لکھ کر اپنے خط کے ساتھ رکھ دینا اور جواب کے لئے لفافہ پر اپنا پتہ لکھ کر رکھ دینا اور خط بھیج کر ہم کو بھی اطلاع دینا اور سوالات یہ ہیں:

(۱) عمر آپ کی کیا ہے؟ (۲) آپ کی آمدنی کیا ہے؟

(۳) آپ کا مشغلہ کیا ہے؟ (۴) آپ کے وطن میں آپ کا ذاتی مکان ہے اور کچھ صحرائی جائیداد قلیل یا کثیر ہے یا نہیں؟

(۵) آپ کی پہلی بیویوں سے کیا اولاد ہے اور کس عمر کی ہے؟ اشرف علی

سوالوں کے جواب یہ ہیں:

از احقر عنایت علی

(۱) میری عمر تقریباً چالیس سال ہے۔ (۲) آمدنی تقریباً ۳۰ روپے ماہوار ہے۔

(۳) مشغلہ امامت و کتب فروشی وغیرہ۔ (۴) وطن میں مکان اور کچھ زمین ہے۔

(۵) پہلی بیوی سے ایک لڑکا سترہ سال کا اور دوسری بیوی سے دو لڑکیاں ایک چھ سال کی اور دوسری آٹھ سال کی۔ عنایت علی بقلم خود۔ از۔ لدھیانہ۔ محلہ باجڑیاں

حضرت حکیم الامت کے سوالات کے جواب لکھ کر اعظم گڑھ والوں کے پاس بھیج دیئے اور حضرت والا کو اطلاع دی یہ اس کا جواب ہے۔

''عریضہ نمبر ۵'' السلام علیکم! اچھا کیا خط بھیج دیا اُمید یہ ہے کہ جو کچھ ان کی رائے ہوگی وہ یہاں اطلاع کریں گے پھر ہم تم کو اطلاع دیں گے سب کو دُعا سلام۔ تمہارا ایک کارڈ بھی بچا ہوا ہے جو رکھا ہوا ہے کسی وقت تمہارے ہی کام میں

صرف کر دیا جائے گا۔ اشرف علی

''عریضہ نمبر ۶'' (ایک کارڈ کے جواب میں)

السلام علیکم! آج اعظم گڑھ والوں کا لکھنؤ سے تسلی کا خط آیا ہے۔ اس کے انتظار میں تمہارے خط کے جواب میں دیر ہوگئی۔ وہ بالکل راضی ہیں اور اب ان کے آنے کی دیر ہے اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔ تمہارا لفافہ رکھا ہے شاید کسی ضرورت سے تمہارے پاس خط بھیجنا پڑے۔ اشرف علی (۲۹ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ)

اے میرے آقا قربان ہو آپ پر یہ غلام آپ کا اے دین و دنیا کے راستے کے سچے راہبر آپ کی تعریف کے لائق کہاں ہے یہ غلام مگر آپ کے اوصاف کمالات اور صفائی معاملات آپ کے طرزِ عمل اور تحریروں سے ثابت ہیں جس کا دل چاہے دیکھ لے۔

''عریضہ نمبر ۷'' (خط کے جواب میں)

از اشرف علی۔ السلام علیکم!

اعظم گڑھ والوں نے ہمارے پاس بھی خط بھیجا ہے ان کے الفاظ سے پوری اُمید کی منظوری کی معلوم ہوتی ہے ایسے معاملات میں اعزہ سے مشورہ لینا اور اس وجہ سے معمولی دیر ہو جانا کوئی عجیب اور جدید بات نہیں اس لئے اس سے پریشان مت ہونا۔ اور میرے گھر میں سے کہتی ہیں کہ تمہارے پاس شادی کی تقریب کا کچھ سامان نقد یا کپڑا وغیرہ ہو تو یہاں بھیج دو تا کہ اس کو درست کر دیا جائے۔

کیونکہ انہوں نے ہمارے خط میں یہاں جلدی آنے کو لکھا ہے۔ اور ان کا یہ خیال ہے کہ سب کام یہاں بیٹھ کر ہماری شرکت اور مشورہ میں ہو اور میرے گھر میں سے کہتی ہیں کہ اگر روپیہ اس وقت نہ ہو تو مضائقہ نہیں اس حالت میں ایک اندازہ لکھ کر بھیج دو کہ میں اتنی رقم صرف کرنے کا متحمل ہو سکتا ہوں تو اس انداز کے اندر سامان کر دیا جائے گا دو چار روپے کی کمی بیشی کا مضائقہ نہیں۔

''عریضہ نمبر ۸'' (ایک جوابی کارڈ کے جواب میں)

السلام علیکم! جس طرح تم کو منظوری رشتہ کی اطلاع دی ہے ہم کو بھی ایسی ہی اطلاع دی ہے دُعائے برکت کرتا ہوں اور تمہارا لفافہ جو اَمانت رکھا ہوا ہے تمہارے ہی کام میں خرچ ہوگیا۔ کپڑے کے متعلق اُس میں سب حال لکھ دیا ہے۔ فقط اشرف علی۔

''عریضہ نمبر ۹'' احقر نے عرض کیا تھا کہ حضرت والا اس وقت میرے پاس سو روپے ہیں اس کا یہ جواب فرمایا:

السلام علیکم! خط سے حالات معلوم ہوئے جب سو روپے بھیجو گے اس میں جو سامان ہو سکے گا کر دیا جائے گا اطمینان رکھو۔ باقی خیریت ہے۔ اشرف علی۔

عریضہ نمبر ۱۰ کا جواب یہ ہے۔

''عریضہ نمبر ۱۰'' السلام علیکم! یہاں زنانہ جوتا نہیں ملا، آتے وقت سہارنپور سے اوصاف ذیل کا زنانہ جوتا خرید لانا۔

(نمبر:۱) چودہ سال کا سائز ہو۔ (نمبر۲) ڈھائی یا تین روپے کا ہو۔

(نمبر۳) جس پر سچا کلابتوں کا کام ہو۔ (نمبر۴) مخمل کا رنگ آسمانی یا سیاہ ہو۔

(نمبر۵) وصلی کا ہو۔ اگر وہاں نہ ملے یا خریدنے کا وقت نہ ملے تو زیادہ فکر نہ کریں اور کہیں سے منگوالیا جائے گا اور ایک کنگھی ربڑ کی سرخ رنگ کی دو تین آنے کی ہو یہ چیزیں لڑکی کے لئے آویں گی۔

اشیائے ذیل خریدنے کی اور ضرورت ہے۔ دو رومال ریشمی ایک سرخ اور ایک سبز یا فیروزی جراب دو جوڑی ایک سرخ اور ایک سبز یا فیروزی۔ بنیان دو عدد ایک سرخ ایک فیروزی یا گلابی۔ دو کمر بند ایک سرخ دوسرا سبز یا فیروزی۔ مگر ہیٹروں کے ہوں اور ولیمہ کا سامان ابھی کچھ نہ لانا یہاں آنے کے بعد مشورہ ہوگا دیکھا جائے گا چاول اچھے سے اچھے یہاں بھی مل سکتے ہیں۔ پاؤں کا زیور پچاس روپے میں خرید لیا گیا ہے تین چیزیں ہیں۔ چوڑیاں۔ جہانوریاں، چھاگل کپڑے کے واسطے پانی پت تخمیناً پچاس

روپے کالکھ دیا ہے مگرابھی کپڑا اور حساب وہاں سے نہیں آیا۔ آگے پچیس روپے میں اُوپر کا سامان گوٹہ، ٹھپہ وغیرہ ہو جاوے گا ممکن ہے کچھ بڑھ جاوے۔ مگر کوشش یہی ہے کہ نہ بڑھے۔ اعظم گڑھ والوں نے اس مہینے کے اندر اندر آنے کو لکھا ہے۔ اشرف علی

(احقر نے تمام اشیائے مطلوب روانہ کیں اور ایک سو پچیس روپے بھی تو یہ جواب ارسال فرمایا)۔

''عریضہ نمبر ۱۱'' السلام علیکم! پارسل میں سب اشیاء پہنچ گئیں سب کو پسند آئیں، گوایک ایک چیز زائد ہے یعنی بجائے دو کے تین تین آگئیں اگر ان میں واپسی کی شرط ہے تو واپس منگوالیں۔ اور اگر خرید لی ہیں تو خیر۔ منی آرڈر ''ایک سو پچیس'' روپے کا وصول ہوا۔ اشرف علی۔ ۵ جولائی ۱۹۳۷ء۔

(الحاصل)

جب تمام معاملات بذریعہ عرائض وزبانی پورے ہو چکے اور اعظم گڑھ والے تھانہ بھون حضرت والا کی خدمت میں تشریف لے آئے تو احقر کو حضرت والا نے بلا لیا اور ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ میں جمعہ کی نماز کے بعد مسجد خانقاہ میں نکاح کرنے کا انتظام فرمایا۔ تمام نمازیانِ مسجد اور خانقاہ کے ذاکرین وصالحین اس وقت سب موجود تھے۔ حضرت والا نے دو شرعی گواہ بنائے اور دُختر کے والد صاحب سے نکاح کی اجازت لی اور خطبۂ مسنونہ پڑھ کر اس طرح ایجاب قبول فرمایا:

''میں نے مولوی عبدالغفار صاحب کی صاحبزادی فلاں (یہاں منکوحہ کا نام لیا) کا نکاح ۵۰۰ روپے مہر کے بدلے تمہارے ساتھ کردیا، تم نے اس کو قبول کیا۔

احقر نے کہا میں نے قبول کیا۔ پھر دُعا مانگی گئی اور چھوارے تقسیم کیے گئے اور اگلے روز ولیمہ کی دعوت کی گئی اور سب حضرات نے پلاؤ کھائی اور اس ولیمہ میں کُل اِکیس روپے خرچ آئے۔

اللہ تعالیٰ میرے محسن اعظم حضرت حکیم الامت سے اور محسنہ حضرت پیرانی صاحبہ

سے اور میرے خسر حضرت مولوی عبدالغفار صاحب سے اور میری سچی مہربان خوش دامن صاحبہ سے خوش ہو کہ جنہوں نے اس غریب و مفلس پر مہربانی فرمائی اور اُجڑا ہوا گھر بسایا۔

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے خوب کنبہ جوڑا

سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

اللہ اللہ نکاحوں کا بہانہ اُف اُف اَشرف کا آزمانا۔ مجاہدے کروانا، دین کا رستہ بتلانا، دین کے حکموں پر چلانا، اللہ کی محبت اور یادِ دل میں بسانا، دنیا اور شیطان کے فریبوں سے بچانا اور ادھر خدا تعالیٰ کا رحمت برسانا اور احسان پر احسان فرمانا ان اشعار کے مطابق ہو جاتا ہے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

عنایت علی۔ از لدھیانہ۔ محلہ باجڑیاں۔ ۱۱ شوال ۱۳۵۵ھ

آخری دُعا

اے اللہ ہمارے مالک اور کل مخلوق کے خالق، اے زبردست اور قدرت والے۔ اچھے اور بُرے عملوں کا حساب لینے والے، اچھے کاموں پر انعام اور ثواب دینے والے اور بُرے کاموں پر سزا اور عذاب دینے والے۔ اے شریعت محمدی کی حفاظت کرنے والے۔ اے ہدایت اور مہربانی کرنے والے ہم سب مسلمانوں کو شریعتِ محمدی کے صحیح اور سچے طریقے پر قائم رکھنا۔ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت گھرانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ولیوں و بزرگوں کی سچی محبت عطا فرما۔ اور اسی سچے طریقے پر موت نصیب فرمانا اور قیامت میں ان کا ساتھ نصیب فرمانا۔

"رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ" آمین

بحرمتِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ و اصحابہٖ اجمعین

الحمدللہ! "مقالات حکیم الامت" کی جلد نمبر 106 مکمل ہوئی۔